الہامِ منظوم

ترجمۂ اردو

مثنوی مولانا روم

دفترِ سوم

مرتّبۂ

مولوی فیروز الدّین مصنّف و مؤلّفِ

یادگارِ دربارِ اسلام۔ یادگارِ سعدی۔ کشف المحجوب۔ تجرید البخاری۔
حقوق و فرائضِ اسلام۔ سلسلۂ اسلامیہ۔ فیروز اللّغات اردو۔ عربی
و متعدد کتب نصابِ تعلیم

سنہ ۱۳۴۷ھ مطابق سنہ ۱۹۲۹ء

قیمت درجہ اول چکنا کاغذ مجلد ۳ روپے — درجہ دوم ہے ر

فہرست مضامین الہام منظوم دفتر سوم

عنوان	نمبر صفحہ
دفتر سوم	۱
ایک داتا اور ہاتھیوں کے شکاری	۹
بچگانِ پیل کے معترضوں کا قصہ	۱۲
مسافروں اور فیل بچوں کی حکایت	۱۶
دوستوں کی خطائیں بھی محبوب ہیں	۱۹
حضرت موسیٰؑ کو حق تعالیٰ کا حکم دینا	۲۰
حاجتمند کا اللہ اور اللہ کا لبیک کہنا	۲۱
ایک دہقانی اور ایک شہری	۲۶
اہل سبا کا قصہ	۳۰
حضرت عیسیٰ اور درد مند لوگ	۳۲
اہل سبا کا باقی قصہ	۳۸
خواجہ اور دہقانی کا قصہ	۴۳
باز اور بطخیں	۴۵
خواجہ اور دہقان	۴۶
اصحاب ضروان کا قصہ	۵۰
گاؤں کو خواجہ کی روانگی	۵۲
خواجہ اور اسکے خاندان کی روانگی	۵۶
مجنوں کا سگِ لیلےٰ سے محبت کرنا	۵۹
خواجہ اور اس کے خاندان کا گاؤں پہنچنا	۶۲
ایک گیدڑ کا مور ہونے کا دعوےٰ	۷۵
ایک شیخی خورہ	۷۶
بلعم باعور اور شیطان لعین	۷۸
بلی کا دُنبے کی کھال لے جانا	۷۹
گیدڑ کا دعوےٰ طاؤسی	۸۰
گیدڑ سے فرعون کی مشابہت	۸۱
منافق کی نشانی	۸۲
ہاروت و ماروت کا قصہ	۸۳
ایک بکرا اور بکری	۸۵
ہاروت و ماروت کا زمین پر آنے کی تمنا کرنا	۸۷
فرعون کا خواب دیکھنا	۸۸
فرعون کا بنی اسرائیل کو بلانا	۹۰
ایک تمثیلی حکایت	۹۱
فرعون کا خوش خوش واپس آنا	۹۲
حضرت عمران کا بی بی کو نصیحت کرنا	۹۴
فرعون کا شور و غل سے ڈرنا	۹۴
نجومیوں کا شور و غوغا	۹۵
زچہ عورتوں کو فرعون کا بلانا	۹۹
حضرت موسیٰؑ کا پیدا ہونا	۱۰۰
مادر موسیٰ کو وحی آنا	۱۰۱
ایک سپیرے کی کہانی	۱۰۳
فرعون کا حضرت موسیٰ سے سوال و جواب کرنا	۱۱۳
حضرت موسیٰ کا جواب	۱۱۴
فرعون کا جواب	۱۱۴
حضرت موسیٰ کا فرعون کو مہلت دینا	۱۱۶
فرعون کا جادوگروں کو تلاش کرنا	۱۲۲
جادوگروں کا اپنے باپ کی قبر پر جانا	۱۲۴
ساحر مردہ کا جواب دینا	۱۲۵
عصا خواب موسیٰ اور جادوگروں کی تشبیہ	۱۲۷
حضرت موسیٰؑ کا باقی قصہ	۱۲۹

عنوان	نمبر صفحہ
جادوگروں کا فرعون کے پاس آنا	۱۳۲
اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل میں اختلاف	۱۳۳
حضرت نوحؑ سے لڑکے کی سرکشی	۱۳۸
دو حدیثوں کی مطابقت	۱۴۳
حیرت بحث و فکر کی مانع ہے	۱۴۵
صحابۂ کرامؓ میں کوئی حافظ نہ تھا	۱۴۶
معشوق کے سامنے عاشق کا نامۂ محبت پڑھنا	۱۴۸
ایک سست آدمی کا قصہ	۱۵۳
اس گدا کے گھر میں گائے کا گھس آنا	۱۵۷
علم اور گمان	۱۶۰
مدرسے کے لڑکے اور استاد	۱۶۱
لوگوں کی عقل میں اختلاف	۱۶۲
لڑکوں کا مکر سے استاد کو وہم میں ڈالنا	۱۶۳
فرعون کا وہم سے پریشان ہونا	۱۶۴
استاد کا وہم و خیال سے بیمار ہو جانا	۱۶۵
استاد کا بیماری کے وہم سے رونا	۱۶۶
استاد کو پھر وہم میں ڈالنا	۱۶۷
لڑکوں کا جانا اور ماؤں کا پوچھنا	۱۶۸
ماؤں کا استاد کی بیمار پرسی کو جانا	۱۶۹
جسم روح کا لباس ہے ..	۱۷۰
ایک خلوت نشین درویش کا قصہ	۱۷۱
ایک شخص اور ایک سنار	۱۷۲
پہاڑی زاہد کا قصہ ..	۱۷۳
بندِ دام کی تشبیہ قضا سے	۱۷۵
فقیر کا درخت سے امرود کا توڑنا - ..	۱۷۸
درویش کا ہاتھ کاٹا جانا	۱۷۹
شیخ اقطع کی کرامت	۱۸۲
فرعون کے جادوگر ..	۱۸۳
ایک بچہ اور ایک اونٹ ..	۱۸۶
حضرت عزیرؑ کا گدھا ..	۱۸۷
ایک بزرگ کا اپنے بچوں کی موت پر نہ رونا	۱۸۸
شیخ کا نہ رونے کیواسطے عذر کرنا	۱۹۱
ایک شیخ نابینا کا قرآن پڑھنا	۱۹۵
حضرت لقمانؑ کا صبر کرنا	۱۹۶
شیخ نابینا کا باقی قصہ ..	۱۹۷
اولیاء اللہ کا قصہ	۱۹۹
بہلول اور ایک صاحبدل	۲۰۱
حضرت دقوقیؒ اور انکی کرامات	۲۰۴
حضرت دقوقی کا قصہ	۲۰۶
حضرت موسیٰ کی زارِ طلبی	۲۰۸
قصہ حضرت دقوقی کی طرف رجوع	۲۰۹
ساحل دریا پر سات شمعوں کا نظر آنا	۲۱۱
ان ساتوں شمعوں کا ایک ہو جانا	۲۱۱
سات شمعوں کا سات مرد بن جانا	۲۱۲
پھر ان سات مردوں کا سات درخت بن جانا	۲۱۳
ان درختوں کا مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ رہنا	۲۱۳
ساتوں درختوں کا پھر ایک ہو جانا	۲۱۷
ان سات درختوں کا سات مرد بن جانا	۲۱۸
دقوقی کا اس جماعت کی امامت کرنا	۲۲۱
دقوقی کا امامت کے لئے آگے بڑھنا	۲۲۵

عنوان	نمبر صفحہ
دقوقی کے پیچھے اس جماعت کا مقتدی ہونا	۲۲۷
سیدھے ہاتھ کی طرف سلام پھیرنا	۲۲۹
دقوقی کا اہل کشتی کی فریاد سننا	۲۳۰
مردِ حازم کے تصورات	۲۳۳
دقوقی کا دعا کرنا	۲۳۴
اس جماعت کا دقوقی کی دعا سے انکار کرنا	۲۴۱
بے محنت طالب روزی کا قصہ	۲۴۳
دونوں مدعیوں کا حضرت داؤد کے پاس جانا	۲۴۴
حضرت داؤد کا مدعیوں کے بیانات سننا	۲۵۱
فقیر کو حضرت داؤد کا حکم سنانا	۲۵۲
فقیر کا خدا کے سامنے زاری کرنا	۲۵۳
حضرت داؤد کا خلوت میں تشریف لے جانا	۲۵۵
گائے والے کا حضرت داؤد کو طعنہ دینا	۲۵۶
گائے والے کو حضرت داؤد کا حکم دینا	۲۵۷
حضرت داؤد کا بھید ظاہر کرنیکا ارادہ	۲۵۸
دنیا میں بھی اعضا کا گواہی دینا	۲۶۰
لوگوں کا اس درخت کی طرف جانا	۲۶۱
حضرت داؤد کا خونی سے بدلہ لینا	۲۶۳
نفس خونی ہے	۲۶۵
مثال	۲۶۷
حضرت عیسیٰ کا بھاگ کے پہاڑ پر چڑھنا	۲۷۲
اہل سبا کا قصہ	۲۷۵
اندھے بہرے ننگے کی تشریح	۲۷۸
اہل سبا کی خوشی اور ناشکری	۲۸۱
سبا میں تیرہ پیغمبروں کا آنا	۲۸۲
قوم کا انبیاؑ کو جواب دینا	۲۸۳
انبیا کا قوم کو جواب دینا	۲۸۴
اسی قوم کا پیغمبروں سے معجزہ طلب کرنا	۲۸۷
قوم کا انبیاؑ پر تہمت لگانا	۲۸۹
خرگوش کا قصہ	۲۹۰
انبیا کا جواب دینا	۲۹۳
ہر کسی کو مثال دینے کا حق نہیں	۲۹۵
قوم نوحؑ کا مثالیں دینا	۲۹۶
ایک چور کی کہانی	۲۹۷
منکروں کی خرگوش والی مثل کا جواب	۲۹۸
حزم کے معنی اور صاحب حزم کی مثال	۳۰۲
غیر محتاط مرغ کا حال	۳۰۴
کتوں کی کہانی	۳۰۷
منکروں کا انبیا کو نصیحت سے جبریانہ منع کرنا	۳۰۸
انبیاء کا جبریوں کو جواب	۳۱۰
منکروں کا دوبارہ جبریانہ حجتیں کرنا	۳۱۱
انبیاء کا جواب	۳۱۱
قوم کا انبیاؑ پر پھر اعتراض کرنا	۳۱۴
انبیاؑ کا پھر انہیں جواب دینا	۳۱۵
عقبےٰ کی دوزخ اور دنیا کا زندان	۳۱۸
حق تعالےٰ کا سرکشوں کا مطیع کرنا	۳۱۹
خالی دسترخوان اور صوفی	۳۲۱
حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کا عشق	۳۲۳
ایک امیر اور اسکے غلام کی حکایت	۳۲۶
انبیاؑ کا کافروں سے ناامید ہونا	۳۲۸
مقلد کا ایمان خوف و رجا ہے	۳۳۰

عنوان	نمبر صفحہ
اولیاء اللہ پوشیدہ ہیں	۳۳۱
حضرت انسؓ بن مالک کا دسترخوان	۳۳۲
آنحضرت کا قافلہ عرب کی فریادرسی کرنا	۳۳۴
رسول خدا کا معجزہ	۳۳۷
خواجہ کا غلام کو نہ پہچاننا ..	۳۳۹
خدا نے سب کچھ مطابقِ حاجت پیدا کیا	۳۴۲
ایک کافرہ کا حضور کی خدمت میں آنا	۳۴۴
ایک عقاب کا موزہ رسول کو لے جانا	۳۴۶
اس حکایت میں ایک عبرت ہے	۳۴۷
حضرت موسےٰ سے ایک شخص کی استدعا	۳۴۹
حضرت موسیٰ کو وحی آنا	۳۵۱
مردِ طالب کا مرغ اور کتے کی بولی سیکھنا	۳۵۲
مرغ کا کتے کو جواب دینا ..	۳۵۳
مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا	۳۵۵
مرغ کا خواجہ کی موت کی اطلاع دینا	۳۵۷
اس شخص کا حضرت موسےٰ کی طرف دوڑنا	۳۵۹
حضرت موسیٰ کا دعا کرنا	۳۶۱
اللہ تعالےٰ کا حضرت موسیٰ کی دعا قبول کرنا	۳۶۱
ایک عورت کی کہانی ..	۳۶۳
حضرت امیر حمزہ کا بے زرہ جنگ میں آنا	۳۶۵
حضرت حمزہ کا جواب	۳۶۶
خرید و فروخت میں دفع نقصان کا حیلہ	۳۷۲
حضرت بلالؓ کا خوشی سے انتقال کرنا	۳۷۵
موت سے جسم کو ویران ہونے کی حکمت	۳۷۶
دنیا اور خواب کی تشبیہ	۳۷۸
غفلت کاہلی اور تاریکی جسم سے ہے	۳۸۰
نفسِ مطلق کی تشبیہ ..	۳۸۱
سننے والوں اور مریدوں کے آداب	۳۸۴
ہر حیوان کا اپنے دشمن سے بچنا	۳۸۵
مثال تقلید و تحقیق میں فرق	۳۸۷
نفس و اثبات میں جمع و تفریق	۳۹۰
درویش کامل کی فنا و بقا	۳۹۱
وکیل صدر جہاں کا نغمہ	۳۹۳
حضرت مریمؑ کے پاس روح القدس کا آنا	۳۹۴
روح القدس کی حضرت مریمؑ سے گفتگو	۴۰۱
اسی وکیل کا بخارا کو جانا	۴۰۳
عاشق و معشوق کے سوال و جواب	۴۰۵
دوستوں کا بخارا جانے سے اسے منع کرنا ..	۴۰۶
مرد عاشق کا جواب دینا	۴۰۸
بخارا کی طرف عاشق کی روانگی	۴۱۱
عاشق کا بخارا پہنچنا ..	۴۱۳
عاشق کا جواب	۴۱۴
عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا	۴۱۷
ایک مسجد اور عاشق کی کہانی	۴۱۸
اس مہمان کش مسجد میں ایک مہمان کا آنا	۴۱۹
اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا ..	۴۲۰

عنوان	نمبر صفحہ
عاشق کا جواب	۴۲۱
حکیم جالینوس کا قول	۴۲۲
اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا	۴۲۶
آنحضرت سے شیطان کی مخالفت	۴۳۰
مہمان کو ملامت گردوں کی دوبارہ نصیحت	۴۳۶
مہمان کا جواب	۴۳۷
مصیبت میں مومن کے بھاگنے کی تمثیل	۴۴۴
مومن کا آگاہیِ بلا پر صابر ہونا	۴۴۸
خاتون کا چنے سے عذر کرنا	۴۴۹
مہمان مسجد کا قصہ	۴۵۰
کم فہموں طعنہ زنوں کی بداندیشی	۴۵۲
ان للقرآن ظہراً و بطنا" کی تفسیر	۴۵۵
اولیاء انبیا کا پہاڑوں اور غاروں میں رہنا	۴۵۶
اولیا و کلام اللہ کی تشبیہ	۴۵۷
یا جبال اوّبی معہ والطیر کی تفسیر	۴۵۸
مثنوی پر طعنہ مارنے والے کا جواب	۴۵۹
پانی پینے سے گھبرانے کے بچے کا بھاگنا	۴۶۱
مہمان مسجد کا باقی قصہ	۴۶۳
واصلیب علیہم بر ملک "وخیلک" کی تفسیر	۴۶۴
مہمان مسجد کو آواز طلسم سنائی دینا	۴۶۶
صدر جہاں سے عاشق کی ملاقات	۴۶۹
ہر عنصر کا اپنی جنس کو جذب کرنا	۴۷۳
عالم ارواح کی طرف روح کا کھینچنا	۴۷۵
ارادوں کا توڑتا انسان کو تنبیہ کرنا ہے	۴۷۷
آنحضرت کا قیدیوں کو دیکھکر تبسم فرمانا	۴۷۹
ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح کی تفسیر	۴۸۰
آنحضرت کی جنگ حدیبیہ سے واپسی	۴۸۲
لا تفضلوا علی یونس ع کی تفسیر	۴۸۳
طعنہ زنوں کے طعنہ سے آنحضرت کی آگاہی	۴۸۴
آنحضرت کی طرف سے قیدیوں کے ضمیر کا جواب	۴۸۵
باغی آسودگی میں بھی مقہور ہے	۴۸۸
عاشق و معشوق کا جذب کرنا	۴۹۲
بخاری عاشق کا صدر جہاں کے پاس پہنچنا	۴۹۴
دربار سلیمان میں مچھر کی فریاد	۴۹۵
حضرت سلیمان کا مچھر کو حکم دینا	۴۹۷
عاشق بیہوش پر معشوق کی نوازش	۴۹۹
عاشق بیہوش کا ہوش میں آنا	۵۰۴
ایک مہجور و آفت زدہ عاشق کی حکایت	۵۰۸
عاشق کا معشوق کو پانا	۵۱۲
تمت	۵۱۵

ختم شد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الہام منظوم

دفتر سوم

اے ضیاء الحق حسام الدینؒ بیار ۔ این سوم دفتر کہ سنتؔ شد سہ بار
ای ضیاء الحق حسام الدینؒ تو لا ۔ تا کہ ہو مسنون دفتر تیسرا

بر کشا گنجینۂ اسرار را ۔ در سوم دفتر بہل اعذار را
کھول دے گنجینۂ معنی کے در ۔ تیسرا دفتر ہے - ترک عذر کر

قوتت از قوتِ حق میزہد ۔ نز عروقے کز حرارت میجہد
تیری قوت ہے خدا کے زور سے ۔ کب رگوں سے ہے - جو گرمی سے بڑھے

این چراغ شمس کو روشن بود ۔ نز فتیلہ دپنبہ و روغن بود
جس طرح روشن چراغ شمس ہے ۔ تیل بتی کے بغیر اے نیک پے

سقفِ گردوں کو چنیں دائم بود ۔ نز طناب و استنے قائم بود
آسماں کی چھت جو ہے قائم ہوئی ۔ رسیوں سے اور ستوں سے ہے بری

قوتِ جبریلؑ از مطبخ نبود ۔ بود از دیدار خلاقِ ودود
قوتِ جبریلؑ کھانے سے نہ تھی ۔ تھی یہ قوت جلوۂ اللہ کی

ہمچنیں این قوتِ ابدالِ حق ۔ ہم زحق داں نز طعام و از طبق
قوتِ ابدال حق بھی مہرباں ۔ ہے خدا سے! کھانے پینے سے کہاں

جسم شاں را ہم ز نور اسرشتہ اند ۔ تا ز روح و از ملک بگذشتہ اند
جسم اُن سب کے بنے ہیں نور سے ۔ وہ ہیں روحوں اور فرشتوں سے پرے

؎ یعنی جس طرح بعض افعال کا تین بار ادا کرنا سنت ہے ۔

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل — بر تو آتش شد گلستاں چوں خلیل[۵۱]
چونکہ تو رکھتا ہے اوصافِ جلیل — آگ تجھ پر باغ ہے مثلِ خلیل

گر دد آتش بر تو ہم برد و سلام — ای عناصر مر مزاجت را غلام
آگ تجھ پر کیوں نہ ہو سرد اور سلام — ہیں عناصر طبع تیری کے غلام

ہر مزاجے را عناصر مایہ است — ویں مزاجت برتر از ہر پایہ است
ہو بنی ہیں عنصر طبیعت کے لئے — طبع افضل تیری ہر اک پائے سے

ایں مزاجت در جہانِ منبسط — وصفِ وحدت را کنوں شد ملتقط
وسعتِ عالم میں یہ تیرا مزاج — منتخب وصفِ الٰہی سے ہے آج

اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق — سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق
تنگ ہے میدان فہمِ خلق کا — خلق کو بہرہ نہیں ہے حلق کا

اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو — حلق بخشد سنگ را حلوائے تو
ہے ضیاء الحق وہ دانائی تجھے — تیرا حلوا حلق پتھر کو بھی دے

کوہِ طور اندر تجلّی حلق یافت — تا کہ مے نوشید مے را بر نتافت
طور نے جلووں میں پایا حلق تھا — مے تو پی - پر تاب کب وہ لا سکا

صار دکّاً منہ وانشقّ الجبل[۵۲] — ہل رایتم من جبل رقص الجمل
کوہ ٹکڑے ہو کے جلوے سے پھٹا — کس نے دیکھا کوہ سے رقص اونٹ کا

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس — حلق بخشی کارِ یزدانست و بس
لقمہ دینا ہر کوئی ہے جانتا — حلق بخشی ہے فقط کارِ خدا

۵۱ سلامتی بخشنے والی۔

۵۲ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ اعظم شانہٗ نے فلما تجلّٰی ربہ للجبل جعلہ دکًّا و خرّ موسٰے صعقاً۔ یعنی جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ نما ہوا۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

خلق بخشد جسم را و روح را — خلق بخشد بہرِ ہر عضوے جدا

خلق بخشے جسم کو اور رُوح کو — خلق کی ہر عضو میں تقسیم ہو

این گہے بخشد کہ اجلالی شوی — از دغا و از دغل خالی شوی

ہاں مگر جس وقت اجلالی ہو تو — ہر دغا ہر مکر سے خالی ہو تو

تانگوئی سرِّ سلطاں را بکس — تا نریزی قند را پیشِ مگس

تا کسی سے تو نہ بھید اسکا کہے — قند کو محفوظ مکھی سے رکھے

گوشِ آنکس نوشد اسرارِ جلال — کو چو سوسن دہ زبان افتاد و لال

سنتے ہیں کان اس کے اسرارِ جلال — ہو زبان مانندِ سوسن جس کی لال[1]

خلق بخشد خاک را لطفِ خدا — تا خورد آب و بروید صد گیا

خاک کو بھی خلق دیتا ہے خدا — پانی پی کر گھاس دیتی ہے اُگا

باز حیواں را ببخشد حلق و لب — تا گیاہش را خورد اندر طلب

ہے وہ حیوانوں کو دیتا حلق و لب — تا کہ کھائیں گھاس ہنگامِ طلب

چون گیاہش خورد حیواں گشت زفت — گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت

گھاس کھا کھا کر قوی حیواں ہوا — اور پھر وُہ لقمۂ انساں ہوا

باز خاک آمد شد اکّالِ بشر — چون جدا شد از بشر روح و بصر

کھا گئی پھر خاک اس انسان کو — کر دیا فانی نظر اور جان کو

ذرّہا دیدم دہان شاں جملہ باز — گر بگویم خوردِ شاں گردد دراز

ذرّوں کا مُنہ میں نے دیکھا ہے کھلا — طول ہو کھولوں جو راز اُسکا ذرا

برگہا را برگ از انعامِ او — دایگان را دایہ لطفِ عامِ او

برگ با سامان ہیں انعام سے — دایہ اس کا لطف دائی کے لئے

[1] گنگ ؏

چونکہ موصوفی باوصافِ جلیل	بر تو آتش شد گلستاں چوں خلیل[۱]
چونکہ تو رکھتا ہے اوصافِ جلیل	آگ تجھ پر باغ ہے مثلِ خلیل[۱]
گر رود آتش بر تو ہم برد و سلام	ای عناصر مر مزاجت را غلام
آگ تجھ پر کیوں نہ ہو سرد اور سلام[۱]	ہیں عناصر طبع تیری کے غلام
ہر مزاجے را عناصر مایہ است	ویں مزاجت برتر از ہر پایہ است
یوں تو ہیں عنصر طبیعت کے لئے	طبع افضل تیری ہر اک پائے سے
ایں مزاجت در جہاں منبسط	وصفِ وحدت را کنوں شد ملتقط
وسعتِ عالم میں یہ تیرا مزاج	منتخب وصفِ الٰہی سے ہے آج
اے دریغا عرصۂ افہامِ خلق	سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق
تنگ ہے میدان فہمِ خلق کا	خلق کو بہرہ نہیں ہے حلق کا
اے ضیاء الحق بحذقِ رائے تو	حلق بخشد سنگ را حلوائے تو
ہے ضیاء الحق وہ دانائی تجھے	تیرا حلوا حلق پتھر کو بھی دے
کوہِ طور اندر تجلی حلق یافت	تاکہ مے نوشید مے را بر نتافت
طور نے جلووں میں پایا حلق تھا	مے تو پی پر تاب کب وہ لا سکا
صار دکاً[۲] منہ وانشق الجبل	ہل رایتم من جبل رقص الجمل
کوہ ٹکڑے ہو کے جلوے سے پھٹا	کس نے دیکھا کوہ سے رقص اونٹ کا
لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس	حلق بخشی کارِ یزدانست و بس
لقمہ دینا ہر کوئی ہے جانتا	حلق بخشی ہے فقط کارِ خدا

[۱] سلامتی بخشنے والی ۔

[۲] جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ اعظم شانہ نے فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاً و خرّ موسےٰ صعقاً ۔ یعنی جب موسیٰ کا پروردگار پہاڑ پر جلوہ نما ہوا۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہوا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گر پڑے ۔

حلق بخشد جسم را و روح را ‌ ‌ ‌ ‌ حلق بخشد بہرِ ہر عضوے جدا

حلق بخشے جسم کو اور رُوح کو ‌ ‌ ‌ ‌ حلق کی ہر عضو میں تقسیم ہو

این گہے بخشد کہ اجلالی شوی ‌ ‌ ‌ ‌ از دغا و از دغل خالی شوی

ہاں مگر جس وقت اجلالی ہو تو ‌ ‌ ‌ ‌ ہر دغا ہر مکر سے خالی ہو تو

تا نگوئی سرِ سلطاں را بکس ‌ ‌ ‌ ‌ تا نریزی قند را پیشِ مگس

تا کسی سے تو نہ بھید اسکا کہے ‌ ‌ ‌ ‌ قند کو محفوظ مکھی سے رکھے

گوشِ آنکس نوشد اسرارِ جلال ‌ ‌ ‌ ‌ کو چو سوسن دہ زبان افتاد ولال

سنتے ہیں کان اس کے اسرارِ جلال ‌ ‌ ‌ ‌ ہو زبان مانندِ سوسن جس کی لال[۱]

حلق بخشد خاک را لطفِ خدا ‌ ‌ ‌ ‌ تا خورد آب و بروید صد گیا

خاک کو بھی حلق دیتا ہے خدا ‌ ‌ ‌ ‌ پانی پی کر گھاس دیتی ہے اُگا

باز حیواں را ببخشد حلق و لب ‌ ‌ ‌ ‌ تا گیاہش را خورد اندر طلب

ہے وہ حیوانوں کو دیتا حلق و لب ‌ ‌ ‌ ‌ تا کہ کھائیں گھاس ہنگامِ طلب

چوں گیاہش خورد حیواں گشت زفت ‌ ‌ ‌ ‌ گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت

گھاس کھا کھا کر قوی حیواں ہوا ‌ ‌ ‌ ‌ اور پھر وُہ لقمۂ انساں ہوا

باز خاک آمد شد اکّالِ بشر ‌ ‌ ‌ ‌ چوں جدا شد از بشر روح و بصر

کھا گئی پھر خاک اس انسان کو ‌ ‌ ‌ ‌ کر دیا فانی نظر اور جان کو

ذرّہا دیدم دہاں شاں جملہ باز ‌ ‌ ‌ ‌ گر بگویم خوردشاں گردد دراز

ذرّوں کا مُنہ میں نے دیکھا ہے کھلا ‌ ‌ ‌ ‌ طول ہو کھولوں جو راز اُسکا ذرا

برگہا را برگ از انعامِ او ‌ ‌ ‌ ‌ دایگان را دایہ لطفِ عامِ او

برگ با سامان ہیں انعام سے ‌ ‌ ‌ ‌ دایہ اس کا لطف دائی کے لئے

[۱] گنگ ؎

رزق ہا را رزق ہا او مید ہد	زانکہ گندم بے غذائے کے زہد
رزق کو بھی رزق دیتا ہے وہی	بے غذا بھی ہے اگا گیہوں کبھی؟
نیست شرح این سخن را منتہی	پارۂ گفتم بداں زاں پارہا
اس سخن کی شرح ہے لا انتہا	میں نے اک ٹکڑا ہے ٹکڑوں سے لیا
جملہ عالم آکل و ماکول داں	باقیاں را مقبل و مقبول داں
ساری دنیا آکل[۱] و ماکول ہے	جو ہے باقی ۔مقبل و مقبول ہے
ایں جہان و ساکنانش منتشر	وآں جہان و ساکنانش مستمر
یہ جہان اور اس کے ساکن منتشر	وہ جہان اور اس کے ساکن مستمر[۲]
ایں جہان و عاشقانش منقطع	اہل آں عالم مخلّد مجتمع
یہ جہان اور اسکے عاشق ہیں فنا	اُس جہاں والے ہیں سب اہل بقا
پس کریم آنست کو خود را دہد	آب حیوانے کہ ماند تا ابد
ہے کریم اب وہ کہ جو اپنے کو دے	آب حیواں ۔تا کہ باقی رہ سکے
باقیات الصالحات آمد کریم	رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
ہے کریم اب باقیات[۳] الصالحات	جسکو ہے خوف اور آفت سے نجات
گر ہزار اند یک تن بیش نیست	چوں خیالات عدد اندیش نیست
ہوں ہزاروں ایک سے بڑھکر ہیں کب	ہیں خیالاتِ عدد اندیش سب
آکل و ماکول را حلقست و نائے	غالب و مغلوب را عقلست و رائے
آکل و ماکول کو ہے حلق و نائے	غالب و مغلوب کو ہے عقل ورائے

۱ کھانے والا اور کھایا جانے والا ۔

۲ دائم ۔ مجتمع ۔

۳ قولہ تعالیٰ عزّ و جل: ۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر مردا ۔
یعنی جو نیک باتیں انسان سے باقی رہ جائیں ۔ وہ خدا کے نزدیک ازروئے ثواب اور ازروئے بازگشت بہتر ہیں ۔

خلق بخشید او عصائے عدل را — خورد او چنداں عصا و حبل را

حلق یوں اپنے عصا کو دے دیا — وہ عصا اور رسیوں کو کھا گیا[1]

واندر او افزوں نشد آن جملہ اکل — زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل

اس میں کھانے کی فراوانی نہ تھی — کیونکہ اس کی شکل حیوانی نہ تھی

مر یقیں را چوں عصا حق حلق داد — تا بخورد او ہر خیالے را کہ زاد

وہ یقیں کو حلق دے مثل عصا — تا خیالوں کو کرے اس کی غذا

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست — رازق حلق و معانی ہم خداست

مثل ظاہر ہے معانی کا گلا — رازق حلق و معانی ہے خدا

پس ز ماہی تا بمہ از خلق نیست — کہ بجذب مایہ او را حلق نیست

ماہ سے تا ماہی کوئی بھی نہیں — حلق جس کو ہو نہ حاصل بالیقیں

حلق جاں از فکر تن خالی شود — آنگہے رزقش اجلالی شود

حلق جاں ہو فکر تن سے رستگار — رزق اجلالی سے پھر ہو مایہ دار

حلق عقل و دل چو خالی شد ز فکر — یافت او بے ہضم معدہ رزق بکر

حلق عقل و دل ہو خالی فکر سے — رزق اچھوتا اس کو خالق سے ملے

شرط تبدیل مزاج آمد بداں — کز مزاج بد بود مرگ بداں

شرط تبدیلی طبیعت کی ہے ہاں — بد مزاجی ہے ہلاکت بے گماں

چوں مزاج آدمی گلخوار شد — زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شد

طبع جس انساں کی گل خوار ہے — زرد ہے بدرنگ ہے اور خوار ہے

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت — رفت زشتی و رخش چوں شمع تافت

جب مزاج بد کی تبدیلی ہوئی — چمکا مثل شمع۔ زشتی مٹ گئی

[1] یعنی جناب موسیٰ علیہ السلام کا عصا ساحروں کے عصا اور رسیوں کو کھا گیا

دایہ کو طفلِ شیر آموز را	تا بنعمت خوش کند بدفوز را
ڈھونڈ دایہ۔ دودھ پیتے طفل کو	جو کرے خوش اور دے نعمت کی خو
دایہ کو شیر خوارہ طفل را	تا ز نعمتہا کند او را غذا
ڈھونڈ دایہ طفل کی بہر غذا	نعمتوں سے جو کرے نشو و نما
گر بہ بندد راہِ یک پستان او	بر کشاید راہِ صد بستاں بر او
ایک پستاں کو جو اس سے روک دے	راہِ سر باغوں کی اس پر کھول دے
زانکہ پستاں شد حجابِ آں ضعیف	از ہزاراں نعمت و خوان و رغیف
کیونکہ پستاں ہے حجاب اس طفل کا	نعمتوں اور روٹیوں سے پر ملا
پس حیاتِ ماست موقوفِ فطام	اندک اندک جہد کن تم الکلام
زندگی اپنی ہے ترکِ شیر پر	تھوڑی تھوڑی اس میں کوشش کر لیں
چون جنیں بُد آدمی خوں بُد غذا	از نجس مومن برد پاکی کذا
پیٹ میں تھی خون بچے کی غذا	مومن اس کو اب نجس ہے جانتا
چون جنیں بُد آدمی خونخوار بود	بود او را بود از خوں تار و پود
پیٹ میں خونخوار تھا یہ آدمی	خون ہی پر تھا مدارِ زندگی
از فطامِ خوں غذایش شیر شد	وز فطامِ شیر لقمہ گیر شد
ترک خوں سے دودھ تھا اسکی غذا	دودھ جب چھوٹا تو پھر لقمہ ملا
وز فطامِ لقمہ لقمانے شود	طالبِ مطلوبِ پنہانے شود
لقمہ کو چھوڑے تو پھر لقمان ہو	طالبِ مطلوب یہ انسان ہو
گر جنیں را کس بگفتے در رحم	ہست بیروں عالمے بس منتظم
بچے سے گر پیٹ میں کہتا کوئی	اک جہاں باہر ہے اچھا اور بھی
یک زمین خرمے با عرض و طول	اندرو بس نعمت و بیحد اکول
لمبی چوڑی اک زمیں ہے خوشگوار	نعمتیں جسمیں ہیں بے حد و شمار

کوہہا و بحرہا و دشتہا ... بوستانہا باغہا و کشتہا

دشت بھی دریا بھی ہیں کہسار بھی ... باغ بھی ہیں کھیت بھی گلزار بھی

آسمان بس بلند و پُر ضیا ... آفتاب و ماہتاب و صد سُہا

آسماں بھی ہے بلند و پُر ضیا ... چاند سورج اور تاروں سے بھرا

از شمال و از جنوب و از دبور ... باغہا دارد عروسیہا و سور

اُتر اور دکن سے چل چل کر ہوا ... کرتی ہے باغوں کو شاداب اور ہرا

در صفت ناید عجائبہائے آں ... تو دریں ظلمت چہٗ در امتحاں

کیا صفت ہو اس کی نادر چیزوں کی ... تجھ کو کیوں بھائی اندھیری کوٹھڑی

خوں خوری در چار میخ تنگنا ... درمیانِ حبس و انجاس و عنا

خون پیتا ہے شکنجے میں پھنسا ... اور ہے حبس و نجاست میں پڑا

او بحکمِ حالِ خود منکر بُدے ... زیں رسالت معرض و کافر شدے

اسکو حسبِ حال کب آتا یقیں ... کرتا انکار اِن پیاموں سے جنیں

کایں محالست و فریبست و غرور ... زانکہ وہم کور از یں معنی ست دور

اور کہتا ہے محال اور مکر و زور[1] ... کیونکہ وہم کور ہے اِن سب سے دور

جنسِ چیزے چوں ندید ادراکِ او ... نشنود ادراکِ منکر ناکِ او

جنسِ شئے ادراک کو سُوجھی نہیں ... کیسے منکر فہم کو آئے یقیں

ہمچنانکہ خلقِ عام اندر جہاں ... زانجہان ابدال میگویند شاں

بس یونہی خلقِ جہاں کے سامنے ... کہتے ہیں ابدال حال اس سمت کے

کایں جہاں چاہیست بس تاریک و تنگ ... ہست بیروں عالمے بے بو و رنگ

یعنی دنیا ہے کنواں تاریک و تنگ ... عالم بالا ہے بس بے بو و رنگ

ہیچ در گوشِ کسے زیشاں نرفت ... کایں طمع آمد حجابِ ژرف زفت

لیکن اس کو کوئی سنتا ہی نہیں ... طمع ہے سخت اک حجابِ آہنیں

[1] دھوکا ۱۲

گوش را بندد طمع از استماع | چشم را بندد غرض از اطلاع
طمع کر دے کان کو سننے سے بند | آنکھ کو کر دے غرض جلوے سے بند

ہمچنانکہ آن جنین را طمع خون | کان غذائے اوست در اوطانِ دون
اس جنین کو جیسے لالچ خون کا | ہے مقام دوں میں جو اسکی غذا

از حدیثِ این جہان محجوب کرد | خونِ تن را بر دلش محبوب کرد
باتیں اس دنیا کی سمجھا کب ذرا | خون ہے محبوب اس کا ہو گیا

زین ہمہ انواع نعمت ماند فرد | غیر خون او می نداند چاشت خورد
رہ گیا محروم ان لذات سے | کھانا کیا پایا بجز اس خون کے

بر تو ہم طمع خوشی این جہان | شد حجابِ آن خوشی جاودان
تجھ پہ لالچ اس خوشی کا ایجہاں | اس خوشی کا ہے حجاب جاوداں

طمع ذوق این حیاتِ پُر غرور | از حیاتِ راستینت کرد دور
طمع سے یہ زندگی پُر غرور | کر رہی ہے زندگی تو سے دور

پس طمع کورت کند نیکو بدان | بر تو پوشاند یقین را با گمان
طمع کر دیتی ہے اندھا جان سے | یہ چھپاتی ہے یقین کو مان لے

حق ترا باطل نماید از طمع | در تو صد کوری فزاید از طمع
حق نظر آتا ہے باطل برملا | طمع سے بڑھتا ہے اندھاپن ترا

از طمع بیزار شو چون راستان | تا نہی پا بر سرِ آن آستان
طمع سے جوں راستاں بیزار ہو | تا رکھے اس آستاں پر پاؤں کو

کاندر آن در چون درائی وارہی | از غم و شادی قدم بیرون نہی
پائے گا اس در سے آزادی پسر | قید سے شادی و غم کی چھوٹ کر

چشم جانت روشن و حق بین شود | بی ظلامِ کفر نورِ دین شود
چشم جاں روشن ہو اور حق بین ضرور | نورِ دیں ہو۔ کفر کی ظلمت ہو دور

پندِ پیراں را پذیرا شو بجاں
تا رہی از خوف و مانی در اماں

پند پیروں کی پذیرا کر بجاں
تا کہ چھوٹے خوف سے۔ پائے اماں

بشنوا کنوں قصۂ تمثیل آں
تا بیابی در حقیقت نورِ جاں

اب مثالاً ایک قصہ سُن یہاں
تا حقیقت میں تو پائے نورِ جاں

ایک دانا اور ہاتھیوں کے شکاری

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں
دید دانائے گروہِ دوستاں

ایک دانا جبکہ ہندستاں گیا
دیکھا۔ ہیں کچھ دوست بیٹھے ایک جا

گرسنہ ماندہ شدہ بی برگ و عور
میرسیدند از سفر و ز راہ دور

بھوکے پیاسے اور بے سامان تھے
دُور سے کر کے سفر آئے ہوئے

مہرِ دانائیش جوشید و بہ گفت
خوش سلامے شاں و چوں گل بر شگفت

جوش جب اس کی محبت میں اُٹھا
مثلِ گل کھل کر سلام ان کو کیا

گفت دانم کز تجوّع و ز خلا
جمع آمد رنجتان زیں کربلا

اور کہا۔شاید کہ بھوک اور پیاس سے
اِس جگہ تکلیف میں تم ہو پڑے

لیک اللہ اللہ اے قومِ جلیل
تا نباشد خوردتاں فرزندِ پیل

لیکن اللہ اللہ اے قومِ جلیل
تم نہ کھانا بھول کر فرزندِ پیل

پیل ہست اینسو کہ اکنوں میروید
پندِ من از جان و از دل بشنوید

ہیں ادھر ہاتھی۔جدھر جاتے ہو تم
یہ نصیحت سُن لو گر جاتے ہو تم

پیل بچگانند اندر راہتان
صید ایشاں ہست بس دلخواہتان

پیل کے بچّے ملیں گے راہ میں
اور شکار اُن کا اُبھاریگا تمہیں

بس ضعیف و بس لطیف و بس سمیں
لیک مادر شاں بود اندر کمیں

وہ لطیف اور ہونگے فربہ بیگماں
پیچھے پیچھے ہوگی لیکن اُنکی ماں

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ ‌ ‌ ‌ ‌ می بگردد در حنین و آہ آہ
اپنے بچوں کے لئے کوسوں وہاں ‌ ‌ ‌ ‌ دوڑتی پھرتی ہے با آہ و فغاں

دودِ آتش آید از خرطومِ او ‌ ‌ ‌ ‌ الحذر از کودکِ مرحومِ او
سونڈ سے اس کی نکلتا ہے دھواں ‌ ‌ ‌ ‌ بچۂ مردہ سے اس کے الاماں

اولیا اطفالِ حقّند اے پسر ‌ ‌ ‌ ‌ غائبے و حاضرے بس باخبر
اولیا اطفالِ حق ہیں اے پسر ‌ ‌ ‌ ‌ ہیں حضور و غیب میں وہ باخبر

غائبی مندیش از نقصانِ شاں ‌ ‌ ‌ ‌ کو کشد کین از برائے جانِ شاں
حق سے تو غائب ہے۔ ان کو مت ستا ‌ ‌ ‌ ‌ بدلہ لے گا جان کا ان کی خدا

گفت اطفالِ منند ایں اولیا ‌ ‌ ‌ ‌ در غریبی فرد از کار و کیا
قول حق ہے طفل ہیں میرے۔ ولی ‌ ‌ ‌ ‌ ہے فزوں دولت سے انکی مفلسی

از برائے امتحاں خوار و یتیم ‌ ‌ ‌ ‌ لیک اندر سر منم با او ندیم
امتحاناً ہیں وہ سب خوار و یتیم ‌ ‌ ‌ ‌ ہوں مگر پوشیدہ میں انکا ندیم

پشت دارِ جملہ عصمتہائے من ‌ ‌ ‌ ‌ گوئیا ہستند خود اجزائے من
ہیں مری عصمت کے وہ پشت و پناہ ‌ ‌ ‌ ‌ گویا اجزا ہیں مرے وہ خوش نگاہ

ہاں و ہاں ایں دلق پوشانِ منند ‌ ‌ ‌ ‌ صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
گدڑی والے میرے بندے نیک ہیں ‌ ‌ ‌ ‌ گو وہ لاکھوں ہیں مگر سب ایک ہیں

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر ‌ ‌ ‌ ‌ موسیٰؑ فرعون را زیر و زبر
ورنہ کرتی کس طرح چوبِ ہنر ‌ ‌ ‌ ‌ موسیٰؑ کی فرعون کو زیر و زبر

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد ‌ ‌ ‌ ‌ نوحؑ شرق و غرب را غرقابِ خود
بد دعا سے ورنہ کیونکر بے حجاب ‌ ‌ ‌ ‌ نوحؑ شرق و غرب کرتے غرقِ آب

بر نکندے یک دعائے لوطؑ را ‌ ‌ ‌ ‌ جملہ شہرستانِ شاں را بیمراد
کھو دتیں کیونکر دعائیں لوطؑ کی ‌ ‌ ‌ ‌ اُن کے سب شہروں کو جو تھے مدعی

گشت شہرستان چون فردوس شاں / دجلہ آب سیہ و بین نشاں

شہر اُن کے غیرتِ فردوس تھے / کالے پانی کے سمندر بن گئے

سوئے شامست این نشان و این خبر / در رہِ قدسش بہ بینی بر گذر

شام کی جانب ملیں گے یہ نشاں / راہ میں بیت المقدّس کی وہاں

صد ہزاراں اولیائے حق پرست / خود بہر قرنے سیاستہا بدست

اولیا گذرے ہیں لاکھوں مان لے / تھے سیاست داں جو اپنے عہد کے

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود / خود جگر چہ بود کہ کہسا خوں شود

گر کہوں تو طول پکڑے یہ بیاں / یہ جگر کیا کوہ خوں ہو جائے ہاں

خوں شود کہسا و باز آں بفسرد / تو نہ بینی خوں شدن کوری و رد

کوہ خوں ہو جائے اور وہ پھر جمے / تو نہ اندھے پن سے دیکھ اسکو سکے

طرفہ کوری دوربین و تیز چشم / لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم

یہ عجب کوری ہے ہو کر تیز چشم / صرف اونٹوں کی نظر آتی ہے پشم

مو بمو بیند ز صرفہ حرص انس / رقص بی مقصود دارد ہمچو خرس

حرص کو انساں ہے یکسر دیکھتا / ریچھ سا بے فائدہ ہے ناچتا

مو بمو بیند ز حرص خود بشر / رقص و خالی ز خیر و پُر ز شر

دیکھتا ہے حرص خود اپنی بشر / خیر کب ہے رقص میں اسکے ہے شر

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی / پنبہ را از ریش شہوت برکنی

رقص اس جا کر جہاں ٹوٹے خودی / ریش شہوت سے نکالے تو روئی

رقص و جولاں بر سر میداں کنند / رقص اندر خون خود مرداں کنند

رقص گر ہیں ناچتے میدان ہیں / خون ہی میں مرد رقص اپنے کریں

چون رہند از دست خود دستے زنند / چون جہند از نقص خود رقصے کنند

وہ خودی سے چھوٹ کر تالی بجائیں / نقص سے چھوٹیں تو رقص اپنا دکھائیں

مطربانشان از درون دف میزنند ۔۔۔ بحرها در شورشان کف میزنند
ہیں بجاتے مطرب ان میں چھپ کے دف ۔۔۔ شور سے اُن کے سمندر میں ہے کف

تو نہ بینی برگہا با شاخہا ۔۔۔ کف زناں رقصاں ز تحریکِ صبا
کیا نہیں شاخ اور پتے دیکھتا ۔۔۔ جو صبا سے رقص میں ہیں برملا

تو نہ بینی لیک بہرِ گوشہا ۔۔۔ برگہا با شاخہا ہم کف زناں
دیکھ کیا کیا ان کے کانوں کے لئے ۔۔۔ ہیں بجاتے تالیاں پتے بڑے

تو نہ بینی برگہا را کف زدن ۔۔۔ گوشِ دل باید نہ ایں گوشِ بدن
تالیاں بجنا نظر آتا نہیں ۔۔۔ گوشِ دل سے سن، تو آ جائے یقیں

گوشِ سر بر بند از ہزل و دروغ ۔۔۔ تا بہ بینی شہرِ جاں را با فروغ
دُور کر کانوں سے تو ہزل و دروغ ۔۔۔ شہرِ جاں کا تا نظر آئے فروغ

ہیں وہاں بر بند از ہزل ای عمو ۔۔۔ جز حدیثِ روئے او چیزے مگو
ہزل سے اپنے دہاں کو بند کر ۔۔۔ باتیں کر صرف اسکی تو اے دادگر

سر کشد گوشِ محمدؐ در سخن ۔۔۔ کش بگوید در نبی حق ہو اذن[۱]
گوشِ احمد ہزل کو سنتے نہ تھے ۔۔۔ ہو اذن - ان کو کہا اللہ نے

سر بسر گوش ست چشم است آں نبی ۔۔۔ رحمتِ حق مرضع ست و ما صبی
گوش و دیدہ ہیں نبیؐ محترم ۔۔۔ رحمتِ حق دایہ ہے، بچے ہیں ہم

ایں سخن پایاں ندارد باز راں ۔۔۔ سوئے اہلِ پیل و بر آغاز راں
اس سخن کی حد نہیں کچھ اے پسر ۔۔۔ قصہ اہلِ پیل کا آغاز کر

بچگانِ پیل کے معترضوں کا قصہ

ہر دہاں را پیل بوئے میکند ۔۔۔ گردِ معدہ ہر بشر بر می تند
پیل سونگھے سب کے منہ کو برملا ۔۔۔ ہر بشر کے معدے پر ہے گھومتا

۱؎ خاص کان +

تا کجا یابد کباب پورِ خویش ۔۔۔ تا نماید انتقام وروزِ خویش

پائے جس جا اپنے بچے کے کباب ۔۔۔ لے کے بدلہ اس سے ہو وہ کامیاب

گوشتہائے بندگانِ حق خوری ۔۔۔ غیبتِ ایشاں کنی کیفر بری

گوشت کھائے بندگانِ حق کا تو ۔۔۔ ان کی غیبت کر کے سُن اے کینہ خوا

ہیں کہ بویائے دہانتان خالق ست ۔۔۔ کے برد جاں غیر آں کو صادق ست

سونگھے گا اللہ خود اُن کا دہاں ۔۔۔ جو ہیں صادق ان کی بچ جاوے گی جاں

وائے آں افسوسئے کش بوئے گیر ۔۔۔ باشد اندر گور منکر با نکیر

وائے اس پر جس کی بُو اے خوردہ گیر ۔۔۔ سونگھیں آکر قبر میں منکر نکیر

نے دہاں دزدیدن امکاں نے ازاں ۔۔۔ نے تواں خوش کردن از دارو دہاں

منہ چھپانے کا وہاں موقع کہاں ۔۔۔ اور نہ دیگی کام کچھ بخشش وہاں

آب و روغن نیست مر روپوش را ۔۔۔ راہِ حیلت نیست عقل و ہوش را

آب و روغن منہ چھپانے کو کہاں ۔۔۔ عقل کیونکر حیلہ جُو ہو بے گماں

چند کوبد زخمہائے گرزشاں ۔۔۔ بر سرِ ہر ژاژخا و مرزِ شاں

کسقدر کوٹیں گے اپنے گرز سے ۔۔۔ سر کو اور چوتڑ کو ہر بیہودہ کے

گرزِ عزرائیل را بنگر اثر ۔۔۔ گر نہ بینی چوب و آہن در صُوَر

دیکھ اثر تو گرزِ عزرائیلؑ کا ۔۔۔ چوب و آہن گر ہیں نظروں سے جدا

ہم بصورت مینماید گہ گہے ۔۔۔ زاں ہماں رنجور باشد آگہے

گو کبھی آتی ہے صورت بھی نظر ۔۔۔ ہوتی ہے بیمار کو اس کی خبر

گوید آں رنجور کاے یارِ حرم ۔۔۔ چیست ایں شمشیر بر فرقِ سرم

کہتا ہے بیمار غمخواروں سے بھی ۔۔۔ میرے سر پر کیا ہے یہ تلوار سی

چوں نمی بیند کس از یارانِ او ۔۔۔ در جواب آیند یاراں کاے عمو

دوستوں کو وہ نہیں آتی نظر ۔۔۔ وہ یہ دیتے ہیں جواب اے بے خبر

مائی بینیم باشد این خیال ۔ چہ خیالست این کہ ہست این ارتحال

کچھ نظر آتا نہیں۔ یہ ہے خیال ۔ یہ تخیل ہے بوقت انتقال

چہ خیالست این کہ این چرخ نگون ۔ از نہیب آن خیالے شد چو نون

یہ گماں کیا ہے کہ چرخ سرنگوں ۔ ہے خیال خوف سے مانند نون[1]

گرزہا و تیغہا محسوس شد ۔ پیش بیمار و سرش منکوس شد

گرز اور تلوار محسوس اب ہوئے ۔ جھک گیا بیمار کا سر خوف سے

او ہمی بیند کہ آن از بہر اوست ۔ چشم دشمن بستہ زان چشم دوست

دیکھتا ہے وہ کہ ہے اس کے لئے ۔ دوست دشمن کس طرح دیکھیں اسے

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد ۔ چشم او روشن کہ چون خونریز شد

حرص دنیا رخصت اور بینائی تیز ۔ آنکھ اس کی روشن اور ہے خونریز

مرغ بے ہنگام شد آن چشم او ۔ از نتیجہ کبر او و خشم او

مرغ بے ہنگام آنکھ اس کی ہوئی ۔ اس کی نخوت کا نتیجہ تھا یہی

سر بریدن واجب آمد مرغ را ۔ کو بغیر وقت جنباند درا

کاٹنا سر مرغ کا واجب ہوا ۔ جسنے یوں بیوقت دی ایسی صدا

ہر زمان نزعیست جزو جانت را ۔ بنگر اندر نزع جان ایمانت را

جان تیری نزع میں ہے ہر گھڑی ۔ نزع جاں میں دیکھ ایمان اے اخی

عمر تو مانند ہمیان زرست ۔ روز و شب مانند دینار اشمرست

زر کی تھیلی ہے تیری عمر یار ۔ روز و شب ہے مثل درہم کے شمار

میشمارد میدہد زر بیوقوف ۔ تا کہ خالی گردد و آید خسوف

دیتا ہے گن گن کے ناداں اپنا زر ۔ تھیلی تا ہو جائے خالی زود تر

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے ۔ اندر آید کوہ زان دادن ز پائے

کوہ سے لیکر نہ گر تو کچھ رکھے ۔ عاجز آئے کوہ بھی اس دینے سے

[1] نون کی طرح یعنی خمیدہ ہو

بس بنہ بر جائے ہر دم را عوض ‏ ‏ تا ز واسجد و اقترب یابی غرض
رکھ[1] نفس کی ہر جگہ پر اک عوض ‏ ‏ پائے "واسجد و[2] اقترب سے" تا غرض

در تمامی کارہا چندیں مکوش ‏ ‏ جز بکارے کہ بود در دیں بکوش
اتنی سب کاموں میں تو کوشش نہ کر ‏ ‏ دین کے کاموں میں کوشش کر مگر

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام ‏ ‏ کارہایت ابتر و نانِ تو خام
تجھ کو جانا ہی پڑے گا ناتمام ‏ ‏ کام ابتر ہیں ترے۔ توشہ ہے خام

وین عمارت کردنِ گور و لحد ‏ ‏ نے بسنگ است و نہ چوب و نے لبد
گور کی تعمیر پر اے بے خبر ‏ ‏ مت لگا تو اینٹ پتھر اور زر

بلکہ خود را در صفا گورے کنی ‏ ‏ در منئ آں کنی دفن ایں منی
قبر کو اپنی صفا کر کے بنا ‏ ‏ دفن کر۔ اپنی خودی کو اس میں جا

خاکِ او گردی و مدفون غمش ‏ ‏ تا دمت یابد مددہا از دمش
اسکی ہو خاک۔ اسکے غم میں ہو فنا ‏ ‏ اس کے دم سے پائے قوت دم ترا

گور خانہ قبہ ہا و کنگرہ ‏ ‏ نبود از اصحابِ معنی آن سرہ
گور خانے اور قبے کنگرے ‏ ‏ کھر نہیں اہل حقیقت کے لئے

بنگر اکنون رنگِ اطلس پوش را ‏ ‏ ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
غور تو کر رنگِ اطلس پوش پر ‏ ‏ کچھ بھی اطلس سے ہے خوبی ہوش پر

در عذابِ منکرست آن جانِ او ‏ ‏ کژدمِ غم در دلِ غمدانِ او
ہے فرشتوں کی سزا میں اس کی جان ‏ ‏ غم کا بچھو اس کے دلمیں ہے ہر آن

از بروں ظاہر نقش و نگار ‏ ‏ وز دروں اندیشہائش زار زار
ظاہری ہیں اس کے یہ نقش و نگار ‏ ‏ اور اندر سے ہیں اندیشے نگار

[1] یعنی جو سانس جائے۔ اُس کے بدلے کوئی نیکی ضرور ہو جائے ؛
[2] سجدہ کرو اور قریب آؤ ؛

واں یکے بینی ز آں دلقِ کہن | چوں نبات اندیشہ و شکر سخن

گدڑی والوں میں تو اکثر پائے گا | فکرِ شیریں اور سخن شکر نما

مسافروں اور فیل بچوں کی حکایت

گفت ناصح بشنوید ایں پندِ من | تا دل و جاناں نگردد ممتحن

بولا ناصح۔ پند تم میری سنو | امتحانِ جان و دل میں کیوں پڑو

با گیاہ و برگہا قانع شوید | در شکارِ پیل بچگاں کم روید

گھاس پتوں ہی پہ رکھو انحصار | پیل بچوں کا نہ کھیلو تم شکار

من بروں کردم ز گردن دامِ نصح | جز سعادت کے بود انجامِ نصح

میں نے گردن سے نکالا دامِ پند | ہے سعادت ہی فقط انجامِ پند

من بہ تبلیغِ رسالت آمدم | تا رہانم من شمارا از ندم

یہ ہے مقصد میرے اس پیغام کا | تا ندامت سے میں تمکو دوں چھڑا

ہیں مبادا کہ طمعتاں رہ زند | طمعِ برگ از ایں جہاں تاں بر کند

ہو نہ ایسا۔ گمرہی ہو طمع سے | طمعِ دنیا سے جڑوں کو کھود دے

ایں بگفت و خیر بادے کرد و رفت | گشت قحط و جوعِ شاں در راہ زفت

یہ کہا اور ان سے رخصت ہو گیا | ہو گئی بھوک ان کی رستے میں سوا

ناگہاں دیدند سوئے جادۂ | پورِ فیلے فربہے نو زادۂ

ناگہاں رستے میں دیکھا ایک بار | فیل بچہ، موٹا تازہ، شیر خوار

اندر افتادند چوں گرگانِ مست | پاک خوردند و فرو شستند دست

بھیڑیے کی طرح سب اس پر گرے | اور اسے کھا پی کے فارغ ہو گئے

آں یکے ہمرہ نخورد و پند داد | کہ حدیثِ آں فقیرش بود یاد

کھانے میں صرف ایک نے شرکت نہ کی | یاد اس کو بات تھی درویش کی

از کبابش مانع آمد آں سخن　　بخشت نو بخشند ترا عقل کہن
اس کو کھانے سے ہوئی مانع وہ بات　　بخشتا ہے عقل بخت نو صفات

پس بخفتادند و خفتند آں ہمہ　　آں گرسنہ پاسبانِ آں رمہ
خیر، سب کھا پی کے اس کو سو گئے　　بھوکے نے کی پاسبانی بیٹھ کے

دید پیلے سہمنا کے میرسید　　اولا آمد سوئے حارس دوید
فیل دیکھا اس نے اک آتا ہوا　　پہلے وہ درپے نگہباں کے ہوا

بوئے میکرد آں دہانش را سہ بار　　ہیچ بوئے زو نیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے سونگھا تین بار　　لیکن آئی کچھ نہ بوئے ناگوار

چند بارے گردِ او برگشت و رفت　　مرورا نازارد آں شہ پیل زفت
پھر کے اس کے گرد پھر آگے بڑھا　　فیل نے اس کا نہ کچھ نقصاں کیا

مرلبِ ہر خفتہ را بوئے کرد　　بوئے می آمد ورا زاں خفتہ مرد
سونے والوں کا جو منہ سونگھا اجی　　اس کو اپنے بچے کی بو آ گئی

کز کبابِ پیل زادہ خوردہ بود　　بردرانید و بکشتش پیل زود
کھائے تھے جو پیل بچے کے کباب　　پھاڑ ڈالا ان کو ہاتھی نے شتاب

در زماں او یک بیک را زاں گروہ　　بردرانید و نبودش زاں شکوہ
فرد اک اک اس جماعت کا وہاں　　پھاڑ ڈالا فیل نے بے خوف ہاں

بر ہوا انداخت ہر یک را گزاف　　تا ہمی زد بر زمیں میشد شگاف
تھا وہ لوگوں کو ہوا پر پھینکتا　　چور ہو جاتے تھے گر کر بر ملا

اے خورندہ خونِ خلق از رہ بگرد　　تا نیارد خونِ ایشانت نبرد
خوں خلقت کھانے والے باز آ　　خون ان کا رنگ اک دن لائیگا

مالِ ایشاں خونِ ایشاں داں یقیں　　زانکہ مال از زور آید در یمیں
مال کو انکے تو ان کا خون جان　　زور ہی سے ملتا ہے زر کر تو دھیان

مادران فیل بچه کین کشند — فیل بچه خواره را کیفر کشند

کینہ مادر پیل بچے کی رکھے — پیل بچہ خوار سے بدلہ وہ لے

فیل بچه میخوری ای پاره خوار — هم برآرد خصم فیل از تو دمار

پیل بچہ کھاتا ہے اے پارہ خوار[١] — پیل دشمن ہو کے کرے کا شکار

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را — پیل داند بوئے خشم خویش را

بُو فریب اندیش کو رسوا کرے — بوئے دشمن پیل کو آنے لگے

آنکه یابد بوئے رحمان از یمن — چون نیابد بوی باطل را از من

جو یمن سے بوئے خوش خالق کی پائے — بوئے باطل کیوں نہ میری اسکو آئے

مصطفیٰ چون بوئے برد از راه دور — چون نیابد از دهان ما بخور

مصطفیٰ کو دُور سے بُو آ گئی — مُنہ سے میرے بُو نہ کیونکر آئیگی

هم بیابد لیک پوشاند ز ما — بوئے نیک و بد بر آید بر سما

آتی ہے بُو، پر وہ رکھتے ہیں نہاں — بوئے نیک و بد سے چھکے آسمان

تو همی خسپی و بوئے آن حرام — میزند بر آسمان سبز فام

تُو تو سو جاتا ہے اور بوئے حرام — کرتی ہے سیر فلک اے خستہ کام

همره انفاس زشتت می شود — تا بوگیران گردون میرود

جاتی ہے وہ ساتھ سانسوں کے ترے — سونگھتے ہیں سونگھنے والے اُسے

بوئے کبر و بوئے حرص و بوئے آز — در سخن گفتن بیاید چون پیاز

بوئے نخوت بوئے حرص اور بوئے آز — بات کرنے سے ہے آتی جوں پیاز

گر خوری سوگند من کے خورده ام — از پیاز و سیر تقوی کرده ام

گو تو کھائے اس کے کھانے کی قسم — پیاز لہسن چھوڑ بیٹھا ہوں بہم

آن دمت سوگند غمازی کند — بر دماغ همنشینان بر زند

سانس تیری کھائے لیکن چغلیاں — ہمنشینوں کے دماغوں سے وہاں

[١] رشوت خوار

پس دعاہا رد شود از بوئے آں ۔۔۔ آں دلِ کژ می نماید از زبان

اس کی بُو سے ہوتی ہے رد ہر دعا ۔۔۔ ہے زباں دل کی کجی کا آئنہ

اخسئوا[1] آمد جواب آں دُعا ۔۔۔ چوبِ رد باشد جزائے ہر دُعا

اخسئوا آئے دعاؤں کا جواب ۔۔۔ ہو جزائے ہر دعا ناکامیاب

گر حدیثت کژ بود معنیت راست ۔۔۔ آں کژی لفظ مقبول خداست

بات اگر ٹیڑھی ہو اور مطلب بجا ۔۔۔ ایسی کج باتیں ہیں مقبول خدا

ور بود معنی کژ و لفظت نکو ۔۔۔ آں چناں معنی نیز رد یک تسو

کج ہوں معنی اور لفظ اچھے اگر ۔۔۔ ہیں یہ معنی لا محالہ بے اثر

دوستوں کی خطائیں بھی محبوب ہیں

آں بلالِ صدق در بانگ نماز ۔۔۔ حیّ را ہی خواند از روئے نیاز

جب اذاں دیتے بلالؓ پاکباز ۔۔۔ حیّ "کو" ہی" کہتے از روئے نیاز

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست ۔۔۔ ایں خطا اکنوں کہ آغازِ بناست

لوگ بولے۔ یا نبیؐ ہے ناروا ۔۔۔ یہ خطا۔ ہے جبکہ آغازِ بنا

اے نبیؐ واے رسول کردگار ۔۔۔ یک موذن کو بود افصح بیار

یا نبیؐ، اتنا کرم فرمایئے ۔۔۔ اک موذن خوش گلو بلوایئے

عیب باشد اوّل دین و صلاح ۔۔۔ لحن خواندن لفظِ حیّ علی الفلاح

عیب ہے آغاز دیں ہے اور صلاح ۔۔۔ یوں پکاریں لفظِ حیّ علی الفلاح

خشمِ پیغمبر بجوشید و بگفت ۔۔۔ یک دو رمزے از عنایات نہفت

غصہ میں آئے جنابِ مصطفیٰؐ ۔۔۔ راز کی دو ایک باتیں دیں بتا

[1] قولہ تعالیٰ عزوجل قال اخسئوا فیہا ولا تکلمون یعنی دوزخیوں سے خدائے تعالیٰ خطاب فرماتا ہے۔ کہ تم اس میں پڑے رہو اور بات نہ کرو۔

کاے خساں نزدِ خدا ہیِّ بلال رضی — بہتر از صد حیّ وحیّ قیل وقال

بولے ۔ نزدِ کبریا ہیِّ بلال رضی — حیّ سے بہتر ہے یاں بے قیل وقال

وامشورانید تا من رازتاں — وانگویم ز آخر و آغاز تاں

مت ٹٹولو ورنہ میں رازِ نہاں — اوّل و آخر سے کر دونگا عیاں

گر نداری تو دمِ خوش در دعا — رو دعا میخواہ ز اخوانِ صفا

جب سلیقہ ہی دعاؤں کا نہیں — پاک لوگوں کی دعا لے بایقیں

حضرتِ موسیٰؑ کو حق تعالیٰ کا حکم دینا

بہرِ ایں فرمود با موسیٰؑ خدا — وقتِ حاجت خواستن اندر دعا

اس لئے فرمانِ حق موسیٰؑ کو تھا — جب وہ کرتے تھے ضرورت میں دعا

کاے کلیم اللہ ز من میجو پناہ — با دہانے کہ نکردی تو گناہ

اے کلیم اللہ لے میری پناہ — ایسے منہ سے جو نہیں صرفِ گناہ

گفت موسیٰؑ من ندارم آں دہاں — گفت مارا از دہانِ غیر خواں

بولے موسیٰؑ میرا منہ ایسا کہاں — حکم آیا۔ مانگ اوروں کا دہاں

آنچناں کن کہ دہانہا مر ترا — در شب و در روزہا آرد دعا

غیروں سے اپنے لئے تو لے دعا — ہر دہن دن رات ہی مانگے دعا

از دہانِ غیر کے کردی گناہ — از دہانِ غیر برخواں کای الٰہ

غیر کے منہ سے کیا ہے کب گناہ — غیر کے منہ سے تو کہلا یا الٰہ

یا دہانِ خویشتن را پاک کن — روح خود را چابک و چالاک کن

یا تو اپنے ہی دہن کو پاک کر — روح کو بھی چست اور چالاک کر

ذکرِ حق پاکست چوں پاکی رسید — رخت بر بندد بروں آید پلید

ذکرِ حق ہے پاک، جب پاکی ملی — بس پلیدی دل سے باہر آ گئی

میگریزد ضدہا از ضدہا
ہاں ضدوں سے بھاگ جاتی ہیں ضدیں

شب گریزد چون برافروزد ضیا
روشنی سے رات بھاگے، آن میں

چوں برآید نام پاک اندر دہاں
نام پاک آتا ہے جب منہ میں ذرا

نہ پلیدی ماند و نے آں دہاں
پھر پلیدی کا پتہ لگتا ہے کیا

حاجتمند کا اللہ اور اللہ کا لبیک کہنا

آں یکے اللہ مے گفتے شبے
رات کو "اللہ" کہتا تھا کوئی

تا کہ شیریں گردد از ذکرش لبے
ذکر سے تا ہونٹ پائیں چاشنی

گفت شیطانش خمش ای سخت رو
بولا شیطاں اُس سے چُپ مردِ خدا

چند گوئی آخر اے بسیار گو
کبتک "اللہ اللہ" بولے جائیگا

این ہمہ اللہ گفتی اے عتو
اللہ اللہ تو نے اے سرکش کہا

خود یکے اللہ را لبیک گو
اس سے کب لبیک کی آئی صدا!؟

می نیاید یک جواب از پیش تخت
جب وہاں سے کچھ جواب آتا نہیں

چند اللہ میزنی بار وئے سخت
اللہ اللہ کرنا پھر زیبا نہیں

او شکستہ دل شد و بنہاد سر
اسکا دل ٹوٹا۔ جھکایا اُسنے سر

دید در خواب او خضر را در خضر
خضر آئے خواب میں اُسکو نظر

گفت ہیں از ذکر چوں وا ماندۂ
بولے چھوڑا ذکر کیوں اے شاد کام

چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
تو پشیماں کیوں ہے لیکر اسکا نام

گفت لبیکم نمے آید جواب
بولا رب لبیک کہتا ہی نہیں

زاں ہمی ترسم کہ باشم رد باب
مجھ کو ہے ردِّ دعا کا اب یقیں

گفت خضرش کہ خدا گفت این بمن
خضر بولے مجھ سے حق نے ہے کہا

کہ برو با او بگو اے ممتحن
جا تو اُسکے پاس اور کہہ دے ذرا

گفت آں اللہ تو لبیکِ ماست
ایں نیاز و سوز و دردت پیکِ ماست

یہ ترا "اللہ" مری لبیک ہے
تیرا درد و سوز میرا پیک ہے

نے ترا در کار من آوردہ ام
نے کہ من مشغولِ ذکرت کردہ ام

کیا نہیں تجھ سے لیا میں نے یہ کام
کر دیا مشغول ذکر اے نیک نام

حیلہا و چارہ جوئیہائے تو
جذبِ ما بود و کشاد آں پائے تو

تیرے حیلے اور چارہ جوئیاں
تھیں ہمارے جذب کی نیرنگیاں

ترس و عشقِ تو کمندِ لطفِ ماست
زیرِ ہر یارب تو لبیکہاست

تیرا خوف و عشق ہے رحمت کی لے
تیری ہر "یارب" میں "سنو" لبیک ہے

جانِ جاہل زیں دعا جز دور نیست
زانکہ یارب گفتنش دستور نیست

اِس دعا سے جانِ جاہل دور ہے
اسکا یارب کہنا کب دستور ہے

بر دہان و بر لبش قفلست و بند
تا ننالد با خدا وقتِ گزند

اس کے منہ اور لب پہ ہیں تالے لگے
تا نہ روئے وقت میں تکلیف کے

داد مر فرعون را صد ملک و مال
تا بکرد او دعوی عز و جلال

دیدیا فرعون کو جب ملک و مال
کرتا تھا وہ دعویٰ جاہ و جلال

در ہمہ عمرش ندید او دردِ سر
تا ننالد سوئے حق آں بدگہر

عمر بھر اُس نے نہ پایا دردِ سر
تا نہ روئے سوئے حق وہ بدگہر

داد او را جملہ ملکِ ایں جہاں
حق ندادش درد و رنج و آندہاں

ملکِ دُنیا اس کو سارا دیدیا
کب اُسے اللہ نے رنجیدہ کیا

زانکہ درد و رنج یارِ آندہاں
شد نصیبِ دوستانش در جہاں

کیونکہ اس نے رنج کا بارِ گراں
دیدیا یاروں کو اپنے بیگماں

درد آمد بہتر از ملکِ جہاں
تا بخوانی تو خدا را در نہاں

درد بہتر ہے جہان و مال سے
تا کہ تو ذکرِ خدا چھپ کر کرے

خواندنِ بے درد از افسردگیست / خواندنِ با درد از دل بردگیست
ذکر بے دردوں کا ہے افسردگی / ذکرِ اہلِ درد ہے دل بردگی
آں کشیدن زیر لب آوازِ را / یاد کردن مبدء و آغاز را
کھینچنا وہ زیر لب آواز کا / یاد کرنا فکر سے آغاز کا
آں شدہ آوازِ صافی و حزیں / کلّے خدا اے مستغاث و اے معیں
صاف کہتا ہے باآوازِ حزیں / اے خدا فریاد رس اور اے معیں
نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست / زانکہ ہر راغب اسیرِ رہزنیست
نالۂ سگ میں بھی جذبہ ہے کثیر / کیونکہ ہر راغب ہے رہزن کا اسیر
چوں سگِ کہفے کہ از مردار رست / بر سرِ خوانِ شہنشاہاں نشست
جیسے کتا کہف کا مردار سے / چھٹ کے پہنچا خوان پر سلطان کے
تا قیامت میخورد او پیشِ غار / عارفانہ آبِ رحمت بی تغار
تا قیامت پیتا ہے وہ پیشِ غار / عارفانہ آبِ رحمت بار بار
اے بسا سگ پوست کو را نام نیست / لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
سگ بہت ایسے ہیں جو گمنام ہیں / انکو پردے میں میسر جام ہیں
جاں بدہ از بہرِ ایں جام اے پسر / بے جہاد و صبر کے باشد ظفر
جان دے اس جام پر تو اے پسر / بے جہاد و صبر کب ہوگی ظفر
صبر کردن بہرِ ایں نبود حرج / صبر کن کالصبرُ مفتاح الفرج
صبر کرنے میں نہیں ہے کچھ حرج / صبر کر الصّبرُ مفتاح الفرج
زیں کمیں بی صبر حزمے کس نجست / حزم را خود صبر باشد پا و دست
ہیں بچاتیں حزم سے اور صبر سے / صبر دست و پا ہیں گویا حزم کے
حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست / حزم کردن زورِ نورِ اولیاست
حزم کر کھانے سے، وہ ہے زہر کا / حزم کرنا ہی ہے نورِ اولیا

کاہ باشد کو بہر بادے جہد   کوہ کے مر باد را وزنے نہد
کانپتی ہے گھاس ہر اک باد سے   کوہ لیکن کیا ہوا کی پیت کرے

ہرطرف غولے ہمی خواند ترا   کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
ہر طرف سے ہے چھلاووں کی پکار   اس طرف آ جا۔ ادھر ہے رہگذر

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق   من قلاؤزم دریں راہِ دقیق
میں رہونگا راہ میں تیرا رفیق   پیشوا ہوں میں یہ رستہ ہے دقیق

نے قلاؤزاست نےرہ داند او   یوسفا کم رو سوئے ایں گرگ خو
وہ نہ رہبر ہے نہ جانے راستا   یوسف! ایسے گرگ کی جانب نہ جا

حزم آں باشد کہ نفریبد ترا   چرب و نوش دانہائے ایں سرا
حزم وہ شے ہے۔ نہ دھوکا دیں تجھے   دانہائے چرب و شیریں دہر کے

کہ نہ چربے دارد و نہ نوش او   سحر خواند مید مد در گوش او
کیونکہ وہ چرب اور شیریں کچھ نہیں   کان میں پھونکیں وہ جادو بالیقیں

کہ بیا مہمان ما اے روشنی   خانہ آں تست و تو آں منی
آ تو مہماں ہو مری اے روشنی   گھر ہے تیری ملکیت اور تو مری

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام   یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام
حزم یہ ہے۔ تو کہے ناچار ہوں   ہاضمے سے خستہ و بیمار ہوں

یا سرم درد است دردِ سر ببر   یا مرا خواندست آں خالو پسر
یا بدن دُکھتا ہے اور ہے دردِ سر   یا بُلاتا ہے وہ خالو کا پسر

زانکہ یک نوشت دہد با نیشہا   کہ بکارد در تو نیشش ریشہا
کیونکہ اُن کے نوش میں سو نیش ہیں   نیش سب تجھ کو وہ وجہ ریش ہیں

زر اگر پنجاہ یا شصتت دہد   ماہیا او گوشت در شستت نہد
گر وہ پچاس اور ساٹھ درہم تجھ کو دیں   شست میں وہ گوشت اے مچھلی رکھیں

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل	جوز پوسیدہ ست گفتار و علل
دیتے ہیں پر ایماں وہ دیتے ہیں کہاں	ہیں گھنے اخروٹ باتیں پر زیاں
زغزغ آں عقل و مغزت را برد	صد ہزاراں عقل را ایک نشمرد
انکی زق زق کھائے عقل و مغز کو	کب گنے وہ عقل گو کتنی ہی ہو
یار تو خرجین تست و کیسہ ات	گر تو رامینی[1] مجو جز ویسہ ات
یار ہے خرجین و کیسہ کر نہ آہ	تو ہے رامین[1] ویس ہی پر رکھ نگاہ
ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست	ویں برونہا ہمہ آفات تست
ویسہ معشوقہ ہے تری ذات ہی	جو ہیں باہر وہ ہیں سب آفات ہی
حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند	تو نگوئی مست و خواہان منند
حزم یہ ہے جب تری دعوت کریں	تو نہ سمجھے غمگسار اپنا انہیں
دعوت ایشاں صفیر مرغ داں	کہ کند صیاد در مکمن نہاں
ان کی دعوت کو صفیر مرغ جان	گھات میں صیاد ہو گا بیگمان
مرغ مردہ پیشں بنہادہ کہ ایں	میکند آواز و فریاد و انیں
مرغ مردہ رکھ لیا آگے عیاں	دیتا ہے آواز، کرتا ہے فغاں
مرغ پندارد کہ جنس او ست او	جمع آید بردرد شاں پوست او
مرغ سمجھیں وہ ہے انکی جنس سے	جمع ہوں تو کھال سب کی کھینچ لے
جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق	تا نگردد گیج ازاں دانہ ملق
ہاں مگر وہ مرغ جس میں حزم ہے	دانے کی جانب کب اسکا عزم ہے
ہست بے حزمی پشیمانی یقیں	حزم را مگذار و محکم کن تو دیں
کیا یہ بے حزمی پشیمانی نہیں	حزم کو مت چھوڑ۔ کر مضبوط دیں

[1] رامین اور ویس دو عاشق و معشوق گذرے ہیں۔ ویس مطلوب اور رامین طالب تھا

زانکہ بے حزمی شقاوت بر دہد | دیں رود از دست و دردِ سر دہد

کیونکہ بے حزمی شقاوت ہے پسر | دین جائے ہاتھ سے ہو دردِ سر

بشنو ایں افسانہ را و شرح ایں | تا شوی حازم برائے حفظِ دیں

سن یہ افسانہ اور اسکی شرح بھی | تا ہو حازم[۱] حفظ دیں کا اے اخی

ایک دہقانی اور ایک شہری

اے برادر بود اندر ما مضیٰ | شہریے با روستائے آشنا

بھائی یہ قصہ ہے اگلے وقت کا | شہری اک دہقان کا تھا آشنا

روستائے چوں سوئے شہر آمدے | خرگہ اندر کوئے آں شہری زدے

آتا سوئے شہر دہقانی اگر | تو ٹھہرتا آکے اس شہری کے گھر

دو مہ و سہ ماہ مہمانش بدے | بر دکان او و بر خوانش بدے

رہتا اسکا میہماں دو تین ماہ | بیٹھتا خواں و دکاں پہ خوش نگاہ

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں | راست کردے مرد شہری رائگاں

حاجتیں جو اس کی ہوتیں ہر گھڑی | پوری کرتا مفت شہری واقعی

رو بشہری کرد و گفتے اے خواجہ تو | ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو

شہری سے اکثر کہا کرتا تھا یوں | گاؤں میں میرے نہیں آتے ہو کیوں

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار | کایں زمان گلشن است و نوبہار

اللہ اللہ بچوں کو بھی لائیے | ہے بہار اور موسمِ گل آئیے

یا بتابستاں بیا وقتِ ثمر | تا بہ بندم خدمتت را من کمر

آئیے گرمی میں یا وقتِ ثمر | آپ کی خدمت پہ باندھونگا کمر

خیل فرزنداں و قومت را بیار | در دہِ ما باش خوش ماہے سہ چار

لڑکے بھی ہوں ساتھ اور سب یار غار | گاؤں میں رہیئے مہینے تین چار

۱ حزم کرنیوالا۔

در بهاران خطهٔ ده خوش بود
ہے بہاریں گاؤں کی بھی خوشگوار
وعده وادے خواجه او را دفع حال
ٹالنے کو وعدہ خواجہ نے کیا
او بهر سالے همی گفتے که گے
وہ یونہی ہر سال گو کہتا رہا
او بهانه ساختے کامسال ماں
وہ بہانے کرتا امسال اے نقا
سالِ دیگر گر توانم وارهید
دوسرے سال اب اگر فرصت ملی
گفت هستند آن عیالم منتظر
بولا ہیں سب بال بچے منتظر
باز هر سالے چوں لکلک آمدے
مثل لک لک ہر برس آتا تھا وہ
خواجه هر سالے ز زر و مالِ خویش
خواجہ ہر سال اس پہ اپنا مال و زر
آخر این کرت سه ماه آن پهلوان
تین ماہ اس طرح آخر لاکلام
از خجالت باز گفت او خواجه را
پھر یہ خواجہ سے خجالت سے کہا
گفت خواجه جسم و جانم وصل جوست
بولا خواجہ جسم و جاں ہیں وصل جو

کشت زار و لاله دلکش بود
لالہ پھلتا ہے میانِ سبزہ زار
تا در آمد بعد وعده هشت سال
آٹھ سال اس وعدے کو گذرے بجا
عزم خواهی کرد آمد ماه دے
کیا ارادہ ہے کہ اب ماگھ آگیا
از فلاں خطه بیامد میهماں
ایک مہماں اس جگہ سے آیا تھا
از مهمات آن طرف خواهم دوید
کام سے، آؤنگا بے شک اے اخی
بهر فرزندانِ تو اے اهلِ بر
تیرے بچوں کے لئے اے اہل۔ بر
تا مقیم قبهٔ شهری شدے
گھر میں شہری کے ٹھہر جاتا تھا وہ
خرج او کردے کشودے بالِ خویش
خرچ کرتا تھا بہت دل کھولکر
خوان نهادش بامدادان و شبان
کھانا دہقانی نے کھایا صبح و شام
چند وعده چند بفریبی مرا
تو نے وعدے کر کے دھوکے میں رکھا
لیک هر تحویل اندرِ حکمِ هوست
ہے مگر ہر کام زیرِ حکمِ ہو

لہ نیک نہ

آدمی چون کشتی است و بادبان — تا کے آرد باد را آن بادران
آدمی کشتی ہے اور اک بادباں — بھیجتا ہے باد لیکن بادراں

باز سوگنداں بداوش کاے کریم — گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
پھر اُسے آنے کی اُسنے دی قسم — ساتھ لا بچوں کو دیکھ آکر ارم

دستِ او بگرفت سہ کرت بعہد — کاللہ اللہ زو بیا بنمائے جہد
ہاتھ پکڑا اُسکے وعدے تین بار — اور کہا جلدی سے آنا میرے یار

بعد دہ سالے بہر سالے چنیں — لابہا و وعدہائے شکریں
دس برس تک ہر برس وعدے کئے — چاشنی میں مکر کی ڈوبے ہوئے

کودکانِ خواجہ گفتند اے پدر — ماہ و ابر و سایہ ہم دارد سفر
خواجہ کے بچے بھی بولے اے پدر — چاند بادل سایہ کرتے ہیں سفر

حقہا بر وے تو ثابت کردہ — رنجہا در کار او بس بردہ
تم نے ثابت اُسپہ حق اپنے کئے — رنج اس کے کام میں تم نے سہے

او ہمے خواہد کہ بعضے حقِ آں — واگذارد چون شوی تو میہماں
چاہتا ہے حق کرے وہ کچھ ادا — میہماں رکھ کر تجھے اے باصفا

بس وصیت کرد ما را او نہاں — کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
کر گیا ہے یہ نصیحت وہ ہمیں — گاؤں لے جائیں خوشامد سے ہمیں

گفت حقست این ولے اے سیبویہ — اتق من شر من احسنت الیہ
بولا یہ سچ ہے مگر سن تو سہی — اُسکے شر سے ڈر- بھلائی جس سے کی

دوستی تخمِ دمِ آخر بود — ترسم از وحشت کہ او فاسد شود
دوستی ہے بیج ہے پچھلے وقت کا — ہو نہ فاسد-خوف ہے یہ برملا

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع — ہمچو دے در بوستان و در زروع
صحبت اک تلوار ہے جو کاٹ دے — ماگھ جیسے کشت و بستاں کے لئے

صحبتے باشد چو فصلِ نوبہار — زو عمارت ہا و دخلِ بیشمار

صحبت اک ہے مثلِ فصلِ نوبہار — جس سے ہے تعمیر و رونق بیشمار

خرم آں باشد کہ ظنِ[1] بد بری — تا گریزی و شوی از بد بری

خرم اس میں ہے کہ ظنِ بد رہے — تا بدی سے بھاگ کر اس سے بچے

حزم سوء الظن گفتہ است آن رسول ﷺ — ہر قدم را دام میداں اے فضول

حزم سوء الظن ہے - کہتے ہیں رسول ﷺ — ہر قدم کو جان تو دام اے فضول

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ — ہر قدم دامیست کم رو اوستاخ

ہر بیاباں ہے کشادہ اور بڑا — ہر قدم پر جال ہے ناداں! نہ جا

آں بزِ کوہی دود کہ دام کو — چون بتازد دامش افتد در گلو

دوڑے کوہی بز کہ پھندا ہے کہاں — دوڑے تو پھندے میں آئے ناگہاں

آنکہ میگفتی کہ کو اینک ببیں — دشت میدیدی نمیدیدی کمیں

تو جو کہتا تھا کہاں ہے دیکھ اب — تھا نظر میں دشت، تھی یہ گھات کب

بے کمین و دام صیاد اے عیار — دنبہ کے باشد میانِ کشت زار

بے کمین و دام صیاد اے اخی — کھیت میں دنبہ نہیں ہوتا کبھی

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں — استخوان و کلہ ہاشاں را ببیں

جو تھے دنیا میں بڑے گستاخ خو — ہڈیاں اور جبڑے انکے دیکھ تو

چوں بگورستان روی اے مرتضیٰ — استخواں شاں را بپرس از ماضی

جائے گورستاں کی جانب تو اگر — ہڈیوں سے پوچھ ماضی کی خبر

تا بظاہر بینی آں مستانِ گور — چون فرو رفتند در چاہِ غرور

آئیں تجھ کو تا نظر مستانِ گور — کس طرح انکو ملا چاہِ غرور

چشم اگر داری تو کورانہ میا — ور نداری چشم دست آور عصا

آنکھیں رکھتا ہے تو کورانہ نہ آ — اور جو اندھا ہے تو حاصل کر عصا

[1] حدیث شریف ہے کہ الحزم سوء الظن ۔

آن عصائے حزم و استدلال را — چوں نداری دیدہ میکن پیشوا
وہ عصا حزم اور استدلال کا — گر نہیں آنکھیں اسے کر پیشوا

ور عصائے حزم و استدلال نیست — بے عصا کش در سر ہر رہ مایست
وہ عصا بھی گر نہیں اے نیک خو — بے عصا کش مت ٹھہر رستے میں تو

گام ز آنسان نہ کہ نابینا نہد — تا کہ پا از سنگ و از چہ وارہد
رکھ تو نابیناؤں کی صورت قدم — تا بچے ٹھوکر کنوئیں سے دمبدم

لرز لرزان و بترس و احتیاط — می نہد پا تا نیفتد در خباط
ڈرتے ڈرتے احتیاط و خوف سے — پاؤں رکھتا ہے نہ آفت میں پڑے

اے ز دودے جستہ در نارے شدہ — لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ
تو دھوئیں سے چھوٹ کے آتش میں گیا — لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بنا

اہلِ سبا کا قصہ

تو نخواندی قصۂ اہل سبا — یا بخواندی و ندیدی جز صدا
کیا نہ دیکھا قصۂ اہل سبا — یا پڑھا لیکن نہ دیکھا جز صدا

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست — سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست
ہے صدا سے بے خبر خود کوہ بھی — کوہ کو معنی سے ہو کیا آگہی

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش — چون خمش کردی تو او ہم شد خموش
وہ صدا دیتا ہے بس بے گوش و ہوش — تو جو چپ ہو وہ بھی ہو جائے خموش

داد حق اہل سبا را بس فراغ — صد ہزاراں قصر و ایوانہا و باغ
حق سے تھا اہل سبا کو اک فراغ — ان کے تھے لاکھوں محل، ایوان و باغ

شکر آں نگذاشتند آں بدرگاں — در وفا کمتر فتادند از سگاں
شکر نعمت کا نہ کرتے تھے بہم — تھے وفا میں گویا کتوں سے بھی کم

مر سگے را لقمۂ نانے ز در — چوں رسد بر در ہمی بندد کمر

کتّے کو جس در سے اک لقمہ ملے — وہ اسی در پر سدا بیٹھا رہے

پاسبان و حارس در میشود — گرچہ بروے جور و سختی می رود

ہو نگہبان اور در کا پاسبان — چاہے جتنی اُس پہ ٹوٹیں سختیاں

ہم بران در باشدش باش و قرار — کفر داند کرد غیرے اختیار

صرف اسی در پر وہ پاتا ہے قرار — کفر جانے غیر پر کرنا مدار

ور سگے آید غریبے روز و شب — آن سگانش می کنند آن دم ادب

آتا ہے کُتا مسافر گر کوئی — اسکو دیتے ہیں سزا کُتے سبھی

کہ برو آنجا کہ اول منزلست — حق آن نعمت گروگان دلست

کہتے ہیں تو اپنے پہلے گھر کو جا — رہن ہے نعمت کے حق میں دل ترا

می گزندش کہ برو بر جائے خویش — حق آن نعمت فرو بگذار بیش

کاٹتے ہیں کہتے ہیں جا اپنے گھر — حق نعمت کو نہ اُس کے ترک کر

از در دل و اہل دل آب حیات — چند نوشیدی و وا شد چشمہات

دل اور اہل دل سے آب زندگی — ہے پیا اور کھل گئیں آنکھیں تری

پس غذائے وجد و سکر بیخودی — از در اہل دلان بر جان زدی

پس غذاے وجد و سُکر بیخودی — تونے دروازے سے اہل دل کے لی

باز این در را رہا کردی ز حرص — گرد ہر دکان ہمیگردی ز حرص

حرص سے پھر چھوڑ بیٹھا تو یہ در — گھومتا پھرتا ہے ہر دکّان پر

بر در آن منعمان چرب دیگ — می دوی بہر ثرید مردہ ریگ

تو امیروں کے درِ پُر شور پر — دوڑتا ہے گوشت روٹی کو مگر

چربش آنجا دان کہ جان فربہ شود — کار نا امید آنجا بہ شود

چرب وہ جو جان کو فربہ کرے — کام نا یوسوں کا جس جا بن سکے

حضرت عیسیٰؑ اور دردمند لوگ

صومعہ عیسیٰؑ ست خوانِ اہلِ دل	ہان و ہاں اے مبتلا ایں در مہل
خانقہ عیسیٰؑ کی ہے خوانِ وفا	چھوڑ اس در کو نہ تو اے مبتلا
جمع گشتندے زہر اطراف خلق	از ضریر و شل و لنگ و اہل دلق
جمع چاروں سمت سے ہوتی تھی خلق	لولے لنگڑے اور مریض و اہل دلق
بر درِ آں صومعہ عیسیٰؑ صباح	تا بدم ایشاں رہاند از جناح
خانقاہِ عیسوی پر ہر سحر	آتے تھے تا ہو گناہوں سے مفر
او چو فارغ گشتے از اوراد خویش	چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ فارغ ہوتے اپنے وِرد سے	آتے تھے باہر کوئی نو دس بجے
جوق جوق مبتلا دیدے نزار	شستہ بر در با امید و انتظار
دیکھتے تھے سیکڑوں زار و نزار	خانقہ کے در پہ صرفِ انتظار
گفتے اے اصحاب آفت از خدا	حاجتِ مقصود جملہ شد روا
کہتے اے لوگو وہ ہے صرف اِک خدا	حاجتیں سب کی جو کرتا ہے روا
ہیں رواں گردید بے رنج و عنا	سوئے غفّاری و اکرامِ خدا
ہاں رواں ہو جاؤ بے رنج و عنا	جانبِ غفران و اکرامِ خدا
جملگاں چوں اشتران بستہ پائے	کہ کشائی زانوے ایشاں برائے
اونٹ کے مانند سب تھے بستہ پا	عقل سے تو ان کے زانو کھولتا
جملہ صحّت یافتہ گشتہ رواں	از دمِ جاں بخش عیسیٰؑ در زماں
سب نے صحّت پائی اور چلتے ہوئے	بس مسیحا کے دمِ جاں بخش سے
شد روا آں حاجتِ جملہ علیل	زادِ حق و از دمِ نیکِ جلیل
سب مریضوں کی ہوئی حاجت روا	انکے دم سے کیونکہ تھا حکمِ خدا

خوش رواں و شادمانہ سوئے خاں
از دعائے وے شدندے پا دواں

گھر گئے اپنے وہ خوش دل شادماں
دوڑتے ان کی دعا سے بے زیاں

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم
تندرست و شادمان و محترم

سب تھے بے درد و الم بے رنج و غم
تندرست و شادمان و محترم

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں
از دم میمون آں صاحبقراں

اپنے اپنے گھر وہ ہوتے تھے رواں
تھا مبارک وہ دم صاحبقراں

آزمودی تو بسے آفات خویش
یافتی صحت ازاں یاران کیش

آفتوں میں آزمائش تو نے کی
اولیاء اللہ سے صحت ملی

چند آں لنگی تو رہوار شد
چند جانت بے غم و آزار شد

بن گیا رہوار لنگڑا پن ترا
جان سے آزار بھی سب مٹ گیا

اے معقل رشتہ بر پائے بند
تا ز خود ہم گم نگردی اے لوند

اے معقلہ! باندھ رسّی پاؤں پر
آپ سے بھی گم نہ ہو تو بے خبر

ناسپاسی و فراموشی تو
یاد ناورد آں عسل نوشی تو

ناسپاسی اور فراموشی تری
بھول جاتی ہے عسل نوشی تری

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد
چوں دل اہل دل از تو خستہ شد

ہو گیا آخر وہ رستہ تجھ پہ بند
اہل دل کا دل ہوا جب دردمند

زود شاں دریاب استغفار کن
ہمچو ابرے گریہائے زار کن

ڈھونڈ اُن کو جلد - استغفار کر
ابر کے مانند گریہ یا را کر

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد
میوہائے پختہ بر خود وا کفد

تیری جانب تا کہ باغ اُنکا کھلے
پختہ میوے پھٹ پڑیں تیرے لئے

ہم براں در گرد از سگ کم مباش
با سگ کہف آں شدستی خواجہ تاش

مثل سگ اس در پہ رکھ تو بود و باش
کہف کے کتے کا تا ہو خواجہ تاش

ہ پابستہ ہ

چون سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند	کہ دل اندر خانۂ اوّل بہ بند
جبکہ یہ پند یہ کتوں کو دے	چاہیے تو پہلے ہی گھر پر رہے
از در اوّل کہ خوردی استخواں	سخت گیر و حق گزار آں را بماں
پہلے گھر سے کھائی تھیں جو ہڈیاں	حق گزاری کر۔ پکڑ اس گھر کو ہاں
میگزندش تا ز ادب آنجا رود	ور مقام اوّلیں مفلح شود
کاٹتے ہیں تا چلا جائے وہاں	نفع ہو پہلی جگہ سے بیگماں
میگزندش کاے سگ طاغی برو	با ولیٔ نعمتت یاغی مشو
کاٹتے ہیں اے سگ باغی! تو جا	کیوں ولی نعمت سے اپنے پھر گیا
بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش	پاسبان و چابک و برجستہ باش
حلقۂ زنجیر اس کے در سے رہ بندھا	مستعد رہ۔ کر نگہبانی سدا
صورت نقضِ وفائے ما مباش	بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
توڑتا ہے کیوں ہماری تو وفا	بیوفائی کی نہ کر تشہیر۔ جا
مر سگاں را چوں وفا آمد شعار	رو سگاں را ننگ و بدنامی میار
جب کہ کتوں کا ہے شیوہ یہ وفا	کر نہ بدنام اِن سگوں کو بر ملا
بیوفائی چوں سگاں را عار بود	بیوفائی چوں روا داری نمود
بیوفائی سے ہے جب کتوں کو عار	بیوفائی تو نے کیوں کی اختیار
حق تعالیٰ فخر آورد از وفا	گفت من اوفیٰ بعہدِ غیرنا
حق تعالیٰ کو بھی ہے فخر وفا	پڑھ تو من اوفیٰ بعہدِ غیرنا[1]
بیوفائی داں وفا با ردِّ حق	بر حقوق حق ندارد کس سبق
بیوفائی [illegible] ہے وفا	کون ہے حق خدا سے بڑھ گیا

[1] قولہ تعالیٰ عز وجل :۔ ومن اوفیٰ بعہدہٖ من اللہ فاستبشروا ببیعکم الذی بایعتم ۔ یعنی خدا سے بڑا وعدہ وفا کرنے والا کون ہے۔
پس اپنی خرید و فروخت میں خوش ہو جس سے خرید و فروخت کیا ہے + سلہ ۵۲ مردودہا

نور را ہم نور شو با نار نار ‏ — ‏ جائے گل گل باش جائے خار خار

نور سے ہو نور اور آتش سے نار ‏ — ‏ گل کی جا تو گل ہو۔ جائے خار خار

حق مادر بعد ازاں شد کاں کریم ‏ — ‏ کرد او را از جنین تو غریم

حق مادر ہے پس حق خدا ‏ — ‏ تیری صورت سے غریم اسکو کیا

صورتے کردت درون جسم او ‏ — ‏ داد در حملش ترا آرام خو

جسم میں اس کے بنی صورت تری ‏ — ‏ حمل میں اس سے تجھے راحت ملی

ہمچو جزو متصل دید او ترا ‏ — ‏ متصل را کرد تدبیرش جدا

مثل جزوِ متصل جب تو ملا ‏ — ‏ متصل تو کر دیا اس نے جدا

حق ہزاراں صنعت و فن ساختست ‏ — ‏ تا کہ مادر بر تو مہر انداختست

یہ ہے صنعت رحمت اللہ کی ‏ — ‏ تیری ماں نے مہربانی تجھ پہ کی

پس حق حق سابق از مادر بود ‏ — ‏ ہر کہ آں حق را نداند خر بود

حق مادر سے ہے اوّل حقِ حق ‏ — ‏ حق نہ جانا جس نے۔خر ہے باقلق

آنکہ مادر آفرید و ضرع و شیر ‏ — ‏ با پدر کردش قریں آں خم و بگیر

جس نے ماں اور دودھ کو پیدا کیا ‏ — ‏ پھر کیا جفتِ پدر و بچہ اسے فنا

اے خداوند اے قدیم احسانِ تو ‏ — ‏ آنکہ دانم و آنکہ نے ہم آن تو

ہے قدیم اے کبریا احساں ترا ‏ — ‏ جو میں جانوں یا نہ جانوں، ہاں ترا

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن ‏ — ‏ زانکہ حقِ من نے گردد کہن

تونے فرمایا کہ حق کو یاد کر ‏ — ‏ کیونکہ میرا حق نہ ہوگا کہنہ تر

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح ‏ — ‏ با شما از حفظ در کشتی نوح

یاد ہے وہ مہربانی کی نگاہ؟ ‏ — ‏ نوح کی کشتی میں تمکو دی پناہ

اصل اجدادِ شمارا آں زماں ‏ — ‏ دادم از طوفان و از موجش اماں

کس طرح اجداد و آبا کو وہاں ‏ — ‏ میں نے دی طوفاں کی موجوں سے اماں

آبِ آتش خو زمین بگرفتہ بود | موج او مر اوجِ کہ را میربود

آبِ آتش خو نے پکڑی تھی زمیں | موج اوجِ کوہ پر تھی بالیقیں

حفظ کردم من نکردم ردِّ تاں | در وجودِ جدِّ جدِّ جدِّ تاں

کی حفاظت اور کیا کب ہے نمود | ہم نے تیرے باپ دادا کا وجود

چوں شدی سرپشتِ پایت چوں زنم | کارگاہِ خویش چوں ضائع کنم

سر بنا کر پاؤں کیونکر مارتا | کارخانہ اپنا ضائع کرتا کیا

چوں فدائے بیوفایاں میشوی | از گمانِ بد بداں سو میروی

بیوفاؤں پر تو ہوتا ہے فدا | یہ گمانِ بد ہے تیرا رہنما

من ز سہو و بیوفائیہا بری | سوئے من آئی گمانِ بد بری

میں ہوں سہو اور بیوفائی سے بری | بدگمانی مجھ سے، جرأت ہے نری

این گمانِ بد بر آنجا بر کہ تو | میشوی در پیشِ ہمچوں خود دوتو

یہ گمانِ بد وہاں تو رکھ روا | تو کمر دیتا ہے خود جس جا جھکا

بس گرفتی یار و ہمراہانِ زفت | گر ترا گویم کہ گو گوئی کہ رفت

تھے بہت یار اور ہمراہی ترے | اب جو میں پوچھوں تو کہدے سب گئے

یارِ نیکت رفت بر چرخِ بریں | یارِ فسقت ماند در قعرِ زمیں

دوست تیرے چرخِ بالا پر گئے | یارِ فاسق خاک کا لقمہ بنے

تو بماندی در میانہ ہمچناں | بے مدد چوں آتش از کارواں

رہ گیا اک تو ہی باقی درمیاں | جس طرح ہو آگ بعدِ کارواں

دامنِ او گیر اے یارِ دلیر | کو منزہ باشد از بالا و زیر

دامن اسکا تھام اے یارِ دلیر | جو نہیں آلودہ بالا و زیر

نے چو عیسیٰؑ سوئے گردوں بر شود | نے چو قاروں در زمیں اندر رود

مثلِ عیسیٰؑ جو نہ گردوں پر چڑھے | مثلِ قاروں جو نہ مٹی میں دھنسے

باتو باشد در مکان و لامکاں | چوں بمانی از سرِ او از دکاں
ساتھ ہو تیرے مکاں تا لامکاں | کیوں اسے چھوڑے تو۔ ہو محو دکاں

او برآرد از کدورتہا صفا | مر جفاہائے ترا گیرد وفا
اخذ کرلے وہ کدورت سے صفا | وہ جفا کو بھی تری سمجھے وفا

چوں جفا آری فرستد گوشمال | تا ز نقصاں وا روی سوئے کمال
وہ جفاؤں پر تجھے دے گوشمال | چھٹ کے تو نقصان سے پائے کمال

چوں تو وردے ترک کردی در روش | بر تو قبضے آید از رنج و تپش
تو نے ترکِ ورد کی گر لی روش | قبض کی بس پائے گا رنج و تپش

آں ادب کردن بود یعنی مکن | ہیچ تحویلے ازاں عہدِ کہن
اس سزا دینے کا یہ مطلب ہوا | پھر نہ اُس عہدِ کہن سے تُو کرتا

پیش ازاں کایں قبض زنجیرے شود | اینکہ دلگیر ست پاگیرے شود
قبض جب تک صورتِ زنجیر ہو | اب جو ہے دلگیر، وہ پاگیر ہو

رنجِ معقولت شود محسوس و فاش | تا نگیری ایں اشارت را بلاش
رنجِ معقولی ترا ہو آشکار | اِن اشاروں کا تو کچھ سمجھے وقار

در معاصی قبضہا دلگیر شد | قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
جوشِ عصیاں سے ہوا دلگیر قبض | بن گیا بعدِ اجل زنجیر قبض

لفظِ مَن اعرض ہُنا عن ذکرنا | عیشۃً ضنکاً و نحشر بالعمیٰ
پھیر لے جو مُنہ ہمارے ذکر سے | عیش ہو تنگ اور اندھوں میں اُٹھے

دزد چوں مالِ کساں را می برد | قبض و دلتنگی دلش را می خلد
مال جب کچھ چور لیتا ہے چرا | قبض و دل تنگی سے دل ہے ٹوٹتا

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست | قبضِ آں مظلوم کز شرت گریست
وہ یہ کہتا ہے۔ کہ ہے یہ قبض کیا | قبض ہے مظلوم سے۔ جو رو پڑا

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند
بادِ اصرار آتشش را دم کند

قبض پر جب التفات اسکا ہو کم
بادِ اصرار آگ کو کرتی ہے دم

قبضِ دل قبضِ عواں شد لاجرم
گشت محسوس آں معانی زد علم

قبض دل ہے قبض برق انداز کا
اس کا معنی اور مطلب یہ کھلا

قبضہا زنداں شدست و چارہ بیخ
قبض بیخ ست و برآرد شاخ و بیخ

قبض ہے یہ قید خانہ چارہ بیخ
قبض ہے جڑ، جس سے نکلیں شاخ و بیخ

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار
قبض و بسط اندروں بیخے شمار

بیخ پنہاں بھی ہے اور ہے آشکار
بیخ قبض و بسطِ دل کو کر شمار

چونکہ بیخش بد بود زودش بکن
تا نروید زشت خارے در چمن

جڑ بری ہو تو اکھاڑ اور پھینک دے
تا کوئی کانٹا نہ گلشن میں اُگے

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن
زانکہ سرہا جملہ میروید ز بن

قبض دیکھے۔ قبض کی کچھ فکر کر
جڑ سے سر ہوتے ہیں پیدا کر نظر

بسط دیدی بسطِ خود آب دہ
چوں برآید میوہ با اصحاب دہ

بسط دیکھے بسط کو پانی بھی دے
بانٹ دے اصحاب کو میوے جو لے

باز گردو قصۂ اہلِ سبا
باز گو تا باز گویم مرحبا

لوٹ سوئے قصۂ اہلِ سبا
پھر سنا اور پھر کہوں میں مرحبا

اہلِ سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہلِ صبا بودند خام
کارِ شاں کفرانِ نعمت با کرام

تھے سبا والے مثالِ طفل خام
اور تھا کفرانِ نعمت اُن کا کام

باشد آں کفرانِ نعمت در مثال
کہ کنی با محسنِ خود تو جدال

ہے یہی کفرانِ نعمت کی مثال
جیسے محسن سے کرے تو خود جدال

که نمی باید مرا این نیکوئی | من برنجم زین چه رنجه میشوی

بس مجھے منظور یہ نیکی نہیں | میں ہوں غم گیں، تُو ہے کیوں اندوہ گیں

لطف کن این نیکوئی را دور کن | من نخواہم چشم زودم کور کن

لطف کر نیکی کو اپنی دُور رکھ | آنکھوں کی حاجت نہیں معذور رکھ

پس سبا گفتند باعد بیننا | شیننا خیر لنا خذ زیننا

لوگ[1] کہتے تھے کہ قربت دُور کر | ناخوشی اچھی، خوشی سے در گذر

ما نمی خواہیم این ایوان و باغ | نے زمان خوب نے امن و فراغ

چاہئیں ہم کو نہ یہ ایوان و باغ | وقت ہے اچھا نہ ہے امن و فراغ

شہرہا نزدیک ہم دیگر بدست | آں بیابانست خوش کانجا ددست

یہ قریبی شہر ہیں آپس میں بد | اچھا وہ جنگل ہوں جس میں دام و دد

یطلب الانسان فی الصیف الشتا | فاذا جاء الشتا انکر ذا

آدمی گرمی میں جاڑا مانگتا | اور جاڑوں میں ہے گرمی کی دعا

فہو لا یرضی بحال ابداً | لا بضیق لا بعیش رغداً

خوش ہمیشہ کب ہے یہ اک حال پر | عیش و تنگی دونوں سے چاہے مفر

قتل الانسان ما اکفرہ | کلما نال الہدیٰ انکرہ

کافر نعمت ہے انساں کس قدر | اور ہدایت سے ہے منکر سربسر

نفس زینسانست زاں شد کشتنی | اقتلوا انفسکم گفت آں سنی

قتل کے لائق ہے نفس اسواسطے | نفس کو مارو۔ نبیؐ فرما گئے

خار سہ سوئیست ہر سو کش نہی | در خلد از زخم او تو کے رہی

ہے سہ پہلو خار جس پہلو رکھو | چبھ ہی جائے گا۔ تم اس سے کب بچو

آتش ترک ہوا در خار زن | دست اندر یار نیکو کار زن

آتش ترکِ ہوس سے پھونک خار | یار نیکو کار کو کر اختیار

[1] یعنی اہل سبا۔

چوں ز حد بردند اصحاب سبا	کہ بہ پیش ما وبا بہ از صبا
حد سے بڑھ کر بولے اصحاب سبا	ہم کو طفلی زیر کی سے ہے سوا
ناصحاں شاں در نصیحت آمدند	از فسوق و کفر مانع مے شدند
ان کو دیتے تھے نصیحت پند گر	کہتے تھے۔ تم کفر سے رکھو حذر
قصد خون ناصحاں میداشتند	تخم فسق و کافری میکاشتند
تھے وہ خواہاں ناصحوں کے خون کے	بیج کفر و فسق کے بوتے رہے
چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں	از قضا حلوا شود رنج دہاں
تنگ ہو وقت قضا سارا جہاں	اور حلوا ہوتا ہے رنج دہاں
گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا	تحجب الابصار اذا جاء القضا
تنگ ہو میدان جب آئے قضا	روشنی آنکھوں کی لے جائے قضا
چشم بستہ می شود وقت قضا	تا نہ بیند چشم کحل چشم را
بند کرتی ہے قضا آنکھیں بسر!	آنکھ کو آتا نہیں سرمہ نظر
مکر آں فارس چو انگیزید گرد	آں غبارت ز آں سوار دور کرد
گرد اڑائی مکر کی اسوار نے	رہ گیا تو دور چھپ کر گرد سے
سوئے فارس[1] رو مرو سوئے غبار	ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار
جا سوئے فارس نہ جا سوئے غبار	ورنہ تجھ پر آ پڑے مکر سوار
گفت حق آنرا کہ ایں گرگش بخورد	دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
کھائے جس کو گرگ، حق اس سے کہے	کیوں نہ رویا بھیڑیئے کی گرد سے
او نمیدانست گرد گرگ را	با چنیں دانش چرا کرد او چرا
جانتا تھا وہ نہ گرد گرگ کیا؟	عقل بڑائی تھی تو ایسا کیوں کیا؟
گوسفنداں بوئے گرگ با گزند	مے بدانند و بہر سو میخزند
بکریاں جب گرگ کی پاتی ہیں بو	بھاگتی ہیں خوف کھا کر چار سو

[1] سوار ہا۔

مغزِ حیوانات بوئے شیر را — مے بداند ترک مے گوید چرا
پاتے ہیں حیوان جب بو شیر کی — چھوڑ دیتے ہیں چراگاہوں کو بھی

بوئے شیرِ خصم دیدی باز گرد — با مناجاتِ خدا انباز گرد
شیرِ دشمن کی جو بُو آئے تجھے — سجدے میں گر، کر دعا اللہ سے

وانگشتند آں گروہ از گردِ گرگ — گرگِ محنت بعد گرگ آمد سترگ
بچ کے گردِ گرگ سے آیا کوئی؟ — گرگِ محنت گرگ سے بھی تھا قوی

بردرید آں گوسفنداں را بخشم — کہ ز چوپانِ خرد بستند چشم
بکریوں کو پھاڑا غصّے سے اُسی — عقل کے چرواہے سے بند آنکھ تھی

چند چوپانِ شاں بخواند و نامدند — خاکِ غم در چشمِ چوپاں میزدند
گلہ باں نے گو بُلایا۔ وُہ نہ آئیں — گردِ غم بن بن کے آنکھوں میں سمائیں

کہ برو ما خود ز تو چوپاں تریم — چوں تبع گردیم ہر یک سروریم
اور کہا۔ تجھ سے نگہباں تر ہیں ہم — کیوں ہوں تابع۔ جبکہ خود سرور ہیں ہم

طعمۂ گرگیم و آں یار نے — ہیزمِ ناریم و آں عار نے
گرگ کا لقمہ ہیں، کب ہیں مِلکِ یار — آگ کی لکڑی ہیں۔ کب ہے ہم کو عار

حمیتے بُد جاہلیت در دماغ — بانگِ شومی در دمنشاں کرد زاغ
جو جہالت کی حمیّت سر میں تھی — منہ میں ڈالی بانگِ شومی زاغ کی

بہرِ مظلوماں ہمے کندند چاہ — در چہ افتادند و میگفتند آہ
کھودتے ہیں بہرِ مظلوماں وہ چاہ — خود کنوئیں میں گر کے پھر کرتے ہیں آہ

پوستینِ یوسفاں بشگافتند — آنچہ میکردند یک یک یافتند
یوسفوں کے پوستیں تھے پھاڑتے — بدلے وہ پاتے تھے اِک اِک کام کے

کیست آں یوسف دلِ حق جوئے تو — چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
کون ہے یوسف؟ دلِ حق جُو ترا — قید ہے جو تیرے کوچے میں ہوا

جبرئیلے را بر استوں بستۂ — پرّ و بالش را بصد جاں خستۂ
تو نے باندھا کھمبے سے جبرئیل کو — بال و پر توڑے ہیں اسکے دیکھ تو

پیش او گوسالہ بریاں آوری — کہ کشی او را بکہداں آوری
اس کے آگے لایا ہے بچھڑا بھُنا — ہے چراگاہوں تلک اس کو کھینچتا

کہ بجز انیست ما را لوت و پوت — نیست او را جز لقاء اللہ قوت
کہتا ہے۔ کھا۔ یہ ہماری ہے غذا — ہے غذا اس کی فقط دیدِ خدا

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا — میکند از تو شکایت با خدا
اس شکنجے میں وہ ہو کر مبتلا — کرتا ہے اللہ سے تیرا گِلہ

کاے خدا افغاں ازیں گرگِ کہن — گویدش نک وقت آمد صبر کن
اے خدا فریاد ہے اس گرگ سے — وہ یہ کہتا ہے کہ وقت آنے تو دے

داد تو واخواہم از ہر بے خبر — داد کہ دہد جز خدائے دادگر
داد بے خبروں سے میں لونگا تری — جز خدا کے داد کیا دیگا کوئی

او ہمے گوید کہ صبرم شد فنا — در فراق روئے تو یا ربّنا
کہتا ہے وہ۔ صبر رخصت ہو چکا — تیرے شوقِ دید میں بس اے خدا

احمدم واماندہ در دستِ یہود — صالحم افتادہ در حبسِ ثمود
میں ہوں احمدؐ قیدیِ دستِ یہود — میں ہوں صالح خستۂ قیدِ ثمود

اے سعادت بخش جانِ انبیاؑ — یا بکش یا باز خوانم یا بیا
اے سعادت بخش جانِ انبیاؑ — جان لے، یا لے بُلا، یا خود تو آ

با فراقت کافراں را تاب نیست — ایں فراق اندر خورِ اصحاب نیست
کافروں کو تابِ فرقت جب نہیں — دوستوں کو صبر آتا ہے کہیں؟

کافراں گویند در وقتِ عذاب — ہر یکے یا لیتنی کنت تراب
کافروں کی ہے صدا وقتِ عذاب — بر ملا[1] یا لیتنی کنت تراب

[1] اے کاش میں مٹی ہوتا۔

حال او انیست کو خود زانسو است | چوں بود بے تو کسے کان تو است
حال اس کا یہ ہے۔ جو بیگانہ ہے | کیا کرے وہ جو ترا دلوانہ ہے

حق ہمے گوید کہ آرے اے نزہ | لیک بشنو صبر آور صبر بہ
حق یہ کہتا ہے۔ کہ اے پاکیزہ تر | صبر ہی بہتر ہے۔ کچھ دن صبر کر

صبح نزدیکست خامش کم مزن | کاندر آمد وقت بیروں آمدن
صبح ہے نزدیک۔ چپ تو رہ ذرا | وقت آ پہنچا ہے باہر آنے کا

یک بلا شاں میرسد تو کم خروش | من ہمے کوشم بہے تو تو مکوش
ان پہ آتی ہے بلا - آہیں نہ بھر | میں ہوں خود کوشش میں تو کوشش نہ کر

کوشش من بہ کہ کوششہائے تو | داروئے تلخم بہ از حلوائے تو
میری کوشش تیری کوشش سے بڑی | میری تلخی تیرے حلوے سے بھلی

ہیں تحمل کن برو خاموش شو | لکترک جنباں زباں و گوش شو
ہاں تحمل کر ذرا۔ خاموش ہو | باتیں کم کر اور ہمہ تن گوش ہو

حیلت و مکر و دغا بازیش اب | ہر چہ از یارت جدا اندازد آں
حیلہ و مکر و دغا جان اس کو تو | یار سے کر دے جدا جو ہو سو ہو

شد ز حد ایں باز گرد اے یار گرد | روستائے خواجہ را بیں خانہ برد
حد سے گذری بات۔ اب تو لوٹ آ | دیکھ دہقاں خواجہ کو گھر لے چلا

قصۂ اہل سبا یک گوشہ نہ | واں بگو کہ خواجہ چوں آمد بدہ
قصۂ اہل سبا رکھ در کنار | خواجہ آیا گاؤں میں، کر آشکار

خواجہ اور دہقانی کا قصہ

روستائے در تملق شیوہ کرد | تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد
کی جو دہقاں نے خوشامد بیشمار | حزم خواجہ کو نہ رکھا استوار

از پیام اندر پیام او خیره شد — تا زلالِ حزمِ خواجہ تیرہ شد
پے بہ پے پیغاموں سے گھبرا گیا — پانی حزمِ خواجہ کا گدلا ہوا

ہم از ینجا کودکانش در پسند — زرتع نلعب بشادی میزدند
خواجہ کے بچے بھی تھے پیچھے پڑے — کھیل میں اور کود میں دلشاد تھے

ہمچو یوسفؑ کش ز تقدیرِ عجب — زرتع نلعب ببرد از ظلِ اب
جس طرح یوسفؑ کو قسمت واقعی — باپ سے لہو و لعب میں لے گئی

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں — حیلہ و مکر و دغا بازیست آں
بازی کیا۔ جانبازی ہے یہ برملا — حیلہ و مکر و دغا بازی۔ ریا

ہر چہ از یارت جدا اندازد او[1] — مشنو آں را کاں زیاں دارد بسے
یار سے تجھ کو جو کر ڈالے جدا — ایک بھی اس کی نہ سُن ہوگا بُرا

گر بود آں سود صد در صد مگیر — بہرِ زر مگسل ز گنجور اے فقیر
لے نہ۔ جا ہے سُود صد در صد بھی ہو — بہرِ زر مت چھوڑ اہلِ گنج کو

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد — گفت اصحابِ نبیؐ را گرم و سرد
سُن خدا نے کس قدر غصہ کیا — گرم و سرد اصحابِ احمدؐ سے کہا

زانکہ بر بانگِ دُہل در سالِ تنگ — جمعہ را کردند باطل بیدرنگ
قحط سالی میں ڈُہل کی بانگ پر — جمعہ کو چھوڑا تھا سب نے بے خطر

تا نباید دیگراں ارزاں خرند — زاں جلب صرفہ ز ما ایشاں برند
دوسرے تا مول ارزاں تر نہ لیں — اور جلبؔ سے پھر ہمیں نقصان دیں

ماند پیغمبر بخلوت در نماز — با دو سہ درویش ثابت بر نیاز
مصطفیٰؐ پڑھتے تھے خلوت میں نماز — اور تھے دو تین اصحابِ نیاز

گفت طبل لہو با زرگانیے — چونتاں ببرید از ربانیے
بولا حق، طبلِ تجارت جب بجا — تم ہوئے اللہ سے بے واسطا

[1] دیکھو صفحہ ۴۵

قد فضضتم نحو قمح ہا لمہ	ثم خلیتم نبیا قائما
منتشر تم گیہوں کی جانب گئے	اور نمازوں میں نبیؐ تنہا رہے
بہر گندم تخم باطل کاشتید	واں رسولِ حق را بگذاشتید
تخم باطل بہر گندم بو لیا	اور رسولِ حق کو چھوڑا برملا
صحبتِ او خیر من لہو ست و مال	ہیں کرا بگذاشتی چشمے بمال
اس کی صحبت مال وزر سے ہے بھلی	کس کو چھوڑا - غور تو کر تو سہی
خود نشد حرص شمارا ایں یقین	کہ منم رزاق خیر الرازقین
تھا نہ عقلوں کو تمہاری یہ یقین	میں ہوں رزاق اور خیر الرازقین
آنکہ گندم را ز خود روزی دہد	کے توکلہا ز اضائع نہد
گیہوں کو جو رزق دیتا ہے سدا	وہ توکل ضائع کر سکتا ہے کیا
کمتر از بطے نیستی آخر در آب	کو دہد مر باز داعی را جواب
کم نہیں بطخ سے تو کچھ اے فنا	سنتا ہے اللہ بندے کی دعا
از پئے گندم جدا گشتی ازاں	کہ فرستادہ ست گندم ز آسماں
بہر گندم تم ہوئے اس سے جدا	جو ہے گیہوں آسماں سے بھیجتا

باز اور بطخیں

باز گوید بط را از آب خیز	تا بہ بینی دشتہا را قند ریز
چھوڑ پانی - باز نے بط سے کہا	دیکھ جنگل کی بھی شیرینی ذرا
بطِ عاقل گویدش کاے باز دور	آب ما را حصن امن ست و سرور
بطِ عاقل بولی - ہو اے باز دور	پانی ہے بس قلعۂ امن و سرور

لہ صفحہ گذشتہ } حیوانات کے شمر بشہر فروخت ہونے کو کہتے ہیں ۱۲

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب

آیا شیطاں باز بن کر اے بطو چھوڑنا مت اِس حصارِ آب کو

باز را گوئید رَو رَو باز گرد از سرِ ما دست دار اے پایمرد

باز سے کہہ دو کہ واپس لوٹ جا کر نہ ہمت اور ہم سے ہاتھ اٹھا

ما بری از دعوتت دعوت ترا ما ننوشیم اینمدم تو کافرا

ہم تو بے پروا ہیں دعوت سے تری تیرے دم میں ہم نہ آئینگے کبھی

حصن ما را قند و قند ستاں ترا من نخواہم ہدیہ ات بستاں ترا

قند ہے یہ جائے امن اپنے لئے ہم نہ مانگیں باغ اور بستاں ترے

چونکہ جاں باشد نیاید لوت کم چونکہ لشکر ہست کم ناید علم

جان ہے باقی تو کیا کم ہے غذا فوج ہے تو پھر علم کی فکر کیا

خواجہ اور دہقان

خواجہ حازم بسے عذر آورید بس بہانہ کرد با دیوِ مرید

خواجہ نے گو عذر دہقاں سے کیا چلے کر کے دیو ملعوں سے کہا

گفت اینمدم کارہا دارم اہم گر بیایم آں نگردد منتظم

کام ایسے ہیں ضروری آجکل ہے نکلنا گھر سے اک طول امل

شاہ کارِ نازکم فرمودہ است زانتظارم شاہ شب نغنودہ است

شاہ نے نازک دیا ہے مجھکو کام ہے مری فکروں میں نیند اسکی حرام

من نیارم ترکِ امرِ شاہ کرد من نتانم شد بر شہ روئے زرد

ٹالدوں میں حکم کیونکر شاہ کا نادم اس کے سامنے ہو جاؤں کیا

ہر صباح و ہر مسا سرہنگ خاص میرسد از من ہمے جوید مناص

آتا ہے شہ کا سپاہی صبح و شام پوچھتا ہے، ہو گیا پورا وہ کام؟

تو روا داری کہ آیم سوئے دہ — تا برابر وافگند سلطاں گرہ
چاہتا ہے تو میں آؤں گاؤں کو — اور مجھ سے بادشہ ناراض ہو

بعد ازاں درمانِ خشمش چوں کنم — زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم
کیا کروں چارہ پھر اسکے خشم کا — دفن ہو جاؤں میں زندہ بے حیا

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت — حیلہا با حکمِ حق نفتاد جفت
اس طرح کے سو بہانے پھر کئے — حکم حق سے ناموافق وہ رہے

گر شود ذرّاتِ عالم حیلہ پیچ — با قضائے آسماں ہیچند ہیچ
ہوں جو ذرات جہاں مکر اور پیچ — وہ قضا کے سامنے ہیں محض ہیچ

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں — چوں کند او خویش را از وے نہاں
چرخ سے کس طرح بھاگے یہ زمیں — اپنے کو اس سے چھپا سکتی نہیں

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں — نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
آسماں سے آئے جو سوئے زمیں — کوئی چارہ اور مفر اسکو نہیں

آتش از خورشید مے بارد برو — او بہ پیشِ آتشش بنہادہ رو
آگ برساتا ہے اس پر آفتاب — سامنے سورج کے وہ ہے بے نقاب

ور ہمے طوفاں کند باراں برو — شہرہا را میکند ویراں برو
مینہ سے اس پر آتے ہیں طوفان بھی — شہر اس کے ہوتے ہیں ویران بھی

او شدہ تسلیمِ او ایوبؑ وار — کہ اسیرم ہر چہ مے خواہی بیار[۵۱]
ہے سرِ تسلیم جوں ایوبؑ خم — کہتی ہے۔ جو کچھ ہو۔ ہیں مجبور ہم

ابلہ جزو ایں زمینی سرکش — چونکہ نبنی حکمِ یزداں در مکش
تو بھی ہے جزوِ زمیں سرکش نہ ہو — ہاں نہ ٹال اپنے خدا کے حکم کو

۵۱ یعنی زمیں کہتی ہے ۔

چوں خلقنا کم شنیدی من تراب	خاک باشی جست از وے رو متاب
خاک سے خلقت ہے۔ تو ہے سُن چکا	خاک ہوگا۔ بس نہ اس سے مُنہ پھرا
بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم	گرد خاکی و منش افراشتم
دیکھ۔ اُگالے بیج ہیں نے خاک میں	دی بلندی خاک کر کے پھر انہیں
جملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر	تا کنم بر جملہ میرانت میر
خاک اُپیشہ کر اب تو اختیار	تا امیروں سے زیادہ دُوں وقار
آب از بالا بہ پستی در شود	زانکہ از پستی ببالا بر رود
پانی ہے بالا سے پستی کو رواں	تا ہو پستی سے بلندی کو رواں
گندم از بالا بزیرِ خاک شد	بعد از آں آں خوشۂ چالاک شد
خاک میں تھا گیہوں اُوپر سے گرا	بعد ازاں وہ ایک خوشہ بن گیا
دانۂ ہر میوہ آمد در زمیں	بعد ازآں سرہا برآورد از دفیں
دانہ ہر میوے کا مٹی میں مِلا	دفن ہو کر سرفراز اِک دن ہوا
اصلِ نعمتہا ز گردوں تا بخاک	زیر آمد شد غذائے جانِ پاک
نعمتیں گردوں سے آکر زیرِ خاک	بن گئیں آخر غذائے جانِ پاک
از تواضع چوں ز گردوں شد بزیر	گشت جزوِ آدمی حیّ دلیر
آئیں اُوپر سے جو نیچے بالیقیں	تو بہادر آدمی کا جزو بنیں
پس صفاتِ آدمی شد آں جماد	بر فرازِ عرش پرّاں گشت شاد
آدمی کا وصف، ٹھہریں وہ جماد[1]	عرش پر اُڑنے لگیں ہو ہو کے شاد
کز جہاں زندہ ز اوّل آمدیم	باز از پستی سوئے بالا شدیم
پہلے ہم زندہ جہاں سے آئے تھے	پستی سے پھر عالمِ بالا چلے

[1] بے جان نعمتیں ٭

جملہ اجزا در تحرک در سکون　　ناطقاں کانا الیہ راجعون

سارے اجزا جاندار اور پر سکون[1]　　کہتے ہیں انا الیہ راجعون[2]

ذکر و تسبیحاتِ اجزائے نہاں　　غلغلے افگند اندر آسماں

ذکر اجزائے[3] نہاں کے دیکھ لے　　غلغلہ ہیں چرخ میں ڈالے ہوئے

چوں قضا آہنگ نیرنجات کرد　　روستائے شہری را مات کرد

تھا جو نیرنگِ قضا کا اِلتفات　　کر دیا دہقان نے شہری کو مات

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد　　زاں سفر در معرضِ آفات شد

باوجودِ حزم خواجہ مات تھا　　اس سفر میں موردِ آفات تھا

اعتمادش بر ثباتِ خویش بود　　گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود

اعتماد اس کو ثبات اپنے پہ تھا　　کوہ تھا، سیلاب لیکن لے اڑا

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر　　عاقلاں گردند جملہ کور و کر

جب قضا باہر کرے گردوں سے سر　　عقلمندوں کو بنا دے کور و کر

ماہیاں افتند از دریا بروں　　دام گیرد مرغ پرّاں را زبوں

مچھلیاں دریا سے باہر جا پڑیں　　مرغ پرّاں ہو پریشاں دام میں

تا پری و دیو در شیشہ بود　　بلکہ ہاروتے ببابل در رود

شیشے میں دیو و پری ہوں مبتلا　　بلکہ ہو ہاروت کی بابل میں جا

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت　　خون او را ہیچ تربیعے نریخت

خود ہی لیکن جو ہو قربان قضا　　خون اسکا کب نحوست نے کیا

غیر آنکہ در گریزی در قضا　　ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا

اور جو بھاگے قضا سے ناگہاں　　بچ سکے حیلوں سے کب تو بیگماں

[1] ساکن اشیا یعنی جمادات ۔ [2] بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں ۔
[3] فرشتے وغیرہ ۔

اصحابِ ضروان کا قصّہ

قصّۂ اصحابِ ضرواں خواندۂ ... پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ

قصۂ اصحاب ضرواں ہے پڑھا ... پھر تو کیوں حیلہ گری میں ہے پڑا

حیلہ میکردند کژدم نیش چند ... کہ برند از روزیِ درویش چند

حیلے کرتے تھے جو کژدم نیش تھے ... چند درویشوں کی روزی کے لئے

شب ہمہ شب میسگالیدند مکر ... روئے در رو کردہ چندیں عمرو و بکر

رات بھر کچھ سوچتے رہتے تھے مکر ... مشورے کرتے تھے مل کر عمرو و بکر

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں ... تا نباید کہ خدا دریا بد آں

مشورے کرتے تھے وہ چوری چھپے ... تا نہ راز اُن کا خدا پر کھل سکے

با گِل اندا نیدہ اسگالیدہ گِل ... دست کارے میکند پنہاں ز دل

مٹی حال اپنا چھپائے راج سے ... ہاتھ دل سے کام پوشیدہ کرے

کیف لا یعلم ہواک من خلق ... ان فی نجواک صدق ام ملق

کیا نہ جانے تیری بابت کبریا ... صدق ہے یا مکر باتوں میں چھپا

کیف یغفل عن ظعین رغدا ... من یعاین این مثواہ غدا

کیا یہ پوشیدہ مسافر سے رہے ... کل کہاں آرام کرنا چاہیئے

اینما قد ہبطا او صعدا ... قد تولاہ واحصیٰ عددا

اپنے ڈیروں کا وہ مالک بن گیا ... خوب گنتی ان کی وہ ہے جانتا

خفیہ میکردند اسرار از خدا ... آں سگان جاہل از جہل و عمیٰ

بھید اپنے حق سے رکھتے تھے نہاں ... اندھے اور جاہل وہ کتے بیگماں

سلہ بچھو کی طرح ڈنک مارنے والا

گوش کن اکنوں حدیثِ خواجہ را
کو سوئے دہ چوں شد و دید او جزا

قصہ اب خواجہ کا تو سُن لے ذرا
گاؤں جا کر کیا اُسے بدلا مِلا

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن
استماعِ ہجر آں غمناک کن

کان کو غفلت سے اپنے پاک کر
غور کر اس ہجرتِ غمناک پر

تا چہا دید از بلا و از عنا
در رہِ دہ چوں شد از شہر او جدا

راستے میں اس پہ کیا آئی بلا
گاؤں کو جب شہر سے اپنے چلا

آں زکاتے داں کہ غمگیں را دہی
گوش را چوں پیشِ دستانش نہی

ہے زکوٰۃ اب وُہ جو تو غمگیں کو دے
داستاں کو اس کی کانوں سے سُنے

بشنوی غمہائے رنجوراں دل
فاقۂ جانِ شریف از آب و گل

جو ہیں غمگیں۔ انکے غم بھی سن ذرا
آب و گل سے جان کو فاقہ ہوا

خانۂ پُر دود دارد پُر فنے
مر ورا بکشا ز اِصغا روزنے

گھر کو پُرفن نے دھوئیں سے بھر دیا
کھول روزن اُسکے سننے کا ذرا

گوش تو او را چو راہِ دم شود
دودِ تلخ از خانۂ او کم شود

کان تیرا راستہ دم کا بنے
کم ہو دُودِ تلخ اس کاشانے سے

غمگساری کن تو با ما اے روی
کہ بسوئے ربِّ اعلا میروی

غمگساری ہم سے کر اے خوش گہر
کیونکہ ہے سوئے خدا تیرا گذر

ایں تردد حبس و زندانے بود
کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود

یہ تردد حبس و زنداں پر ملا
جان کو جانے نہیں دیتا ذرا

ایں بد انسو واں بدینسو میکشد
ہر کسے گوید منم راہ رشد

کھینچتا ہے یہ اُدھر اور وہ اِدھر
ہر کوئی کہتا ہے میں ہوں راہبر

ایں تردد عقبۂ راہِ حق است
اے خنک آں را کہ پایش مطلق است

یہ تردد راہِ حق کی گھاٹی ہے
وہ مبارک ہے جسے آزادی ہے

بے تردد می‌رود در راہِ راست ‏— رہ نمیدانی بجوگامش کجاست
بے تردد سیدھے رستے ہے لگا ‏— تو جو ہے بے راہ، ڈھونڈ اسکو ذرا

گام آہو را بگیر و رو معاف ‏— تا رسی از گامِ آہو تا بناف
کھوج لے آہو سے اور چل راہ صاف ‏— تا کہ نقشِ پا سے پہنچے تا بناف

زیں روش بر اوجِ انور می‌روی ‏— اے برادر گر بر آذر میروی
اس طرح تو اوجِ انور پر چلے ‏— آگ پر بھی گو تو سر تا سر چلے

نے ز دریا ترس و نے از موج و کف ‏— چوں شنیدی تو خطابِ لاتخف
خوف دریا ہے نہ خوف موج و کف ‏— سن چکا ہے تو خطابِ لاتخف[1]

لاتخف دان چونکہ خوفت داد حق ‏— ناں فرستد چوں فرستادت طبق
لاتخف ہے خوف جو دیتا ہے حق ‏— دیگا روٹی بھی دیا جس نے طبق

خوف آنکس راست کو را خوف نیست ‏— غصہ آنکس را کش اینجا طوف نیست
خوف اسے ہے جو نہیں حق سے ڈرا ‏— رنج اسے، جسنے نہ طوف اس کا کیا

گاؤں کو خواجہ کی روانگی

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت ‏— مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
خواجہ نے سامان چلنے کا کیا ‏— گاؤں کی جانب ارادہ کر لیا

اہل و فرزنداں سفر را ساختند ‏— رخت را بر گاو عزم انداختند
بال بچے سب ہوئے گرمِ سفر ‏— رکھ دیا سامان گاوِ عزم پر

شادماناں و شتاباں سوئے دہ ‏— کہ برے خوردیم از دہ مژدہ دہ
گاؤں کی جانب چلے خوش بے ڈہل ‏— مژدہ دینے والے سے کھایا ہے پھل

[1] خوف نہ کر ۔

مقصد ما را چراگاه خوش است | یار ما آنجا کریم و دلکش است

ہیں چراگاہیں وہاں فہو المراد | ہے ہمارا دوست اُس جا خوش نہاد

با ہزاراں آرزو ماں خوانده است | بہرِ ما غرسِ کرم بنشانده است

سو تمنا سے بُلایا ہے ہمیں | نعمتوں میں کھینچ لایا ہے ہمیں

ما ذخیره ده زمستان و راز | از براو سوئے شہر آریم باز

ہم ذخیرہ سردیوں کے واسطے | گاؤں سے لے شہر کو لوٹ آئینگے

بلکہ باغ ایثارِ راہ ما کند | در میانِ جانِ خود ماں جا کند

باغ دیدیگا وہ بخشش میں ہمیں | رکھے گا خود ہمکو اپنی جان میں

عجّلوا اصحابنا کے ترجوا | عقل میگفت از درون لاتفرحوا

نفع پائیں۔ دوستو جلدی کرو | عقل کہتی تھی۔ نہ ہرگز خوش رہو

من رباح اللہ کونوا راجبین | انّ ربّی لایحب الفرحین

نفع بس تم پاؤ گے اللہ سے | دوست کب وہ اہلِ فرحت کو رکھے

افرحوا ہونا بما آتاکم | کل آتٍ مشغل الہاکم

خوش ہو اس پر۔ جو تمہیں آساں ملے | لغو ہے وہ۔ شغل میں جو ڈالدے

شاد از وے شو مشو از غیرِ وے | کو بہار است و دگر ہا ماہِ دے

شاد اس سے ہو۔ نہ ہو تو غیر سے | سب خزاں وہ ہے بہار انکے لئے

ہرچہ غیرِ اوست استدراج تست | گرچہ تخت و ملکت است و تاجِ تست

غیر اس کا تجھ کو استدراج[1] ہے | گرچہ تیرا ملک و تخت و تاج ہے

شاد از غم شو کہ غم دامِ لقاست | اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست

شاد ہو غم سے۔ یہ ہے دامِ بقا | پستی ہی اس راہ کی ہے ارتقا

[1] وہ خرق عادت جو کافر سے ظاہر ہو۔

غم بیچے گنجست و رنج تو چو کان
لیک کے درگیرد این در کودکان

غم خزانہ اور ہے یہ رنج کان
کب ہو بچوں میں اثر اسکا عیاں

کودکان چون نام بازی بشنوند
جملہ با خر گور ہم تگ مے شوند

نام جب سنتے ہیں بچے کھیل کا
اندھے خر کے ساتھ چلتے ہیں سدا

اے خران کور آن سو دامہاست
در کمیں این سوئے خون آشامہاست

اس طرف ہیں دام اے اندھے گدھے
گھات میں ہیں پینے والے خون کو

تیرہا پراں شد لیکن کماں
گشت پنہاں ز دو چشم مردماں

تیر تو سب اڑ گئے لیکن کماں
ہو گئی لوگوں کی آنکھوں سے نہاں

تیرہا پراں کماں پنہان و غیب
بر جوانی میرسد صد تیر شیب

وہ کماں غائب ہوئی اور تیر اڑے
تیر پیری کے جوانی پر گرے

گام در صحرائے دل باید نہاد
زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد

کام لے صحرائے دل سے با مراد
دشتِ گل میں مل نہیں سکتی کشاد

ایمن آباد ست دل اے مردماں
حصنِ محکم موضعِ امن و اماں

امن کا گھر ہے یہ دل اہل جہاں
قلعۂ محکم ہے اور جائے اماں

گلشن خرم بکام دوستاں
چشمہا و گلستاں در گلستاں

باغ ہے سر سبز بہر دوستاں
چشمے ہیں اور باغ ہیں اور بوستاں

عج الی القلب و سر یا ساریہ
فیہ اشجار و عین جاریہ

سوئے دل چل سیر دل کر ایجواں
پیڑ بھی ہیں اس میں۔ چشمے بھی رواں

دہ مرو دہ مرد را احمق کند
عقل را بے نور و بے رونق کند

گاؤں کی جانب نہ جا۔ احمق نہ بن
عقل بے رونق نہ ہو اے جانِ من

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد
این نمیداند کہ روزی دہ دہد

خواجہ یہ سمجھے کہ روزی گاؤں دے
یہ نہ سمجھے۔ دینے والا دے اسے

قول پیغمبر شنو اے مجتبیٰ	کور عقل آمد وطن در روستا
قول پیغمبرؐ ہے مانو اور سنو	عقل اندھی گاؤں میں رہنے سے ہو
ہر کہ روزے باشد اندر روستا	تا بماہے عقل او ناید بجا
ایک دن جو گاؤں میں کرلے قیام	اک مہینے تک رہے عقل اسکی خام
تا بماہے احمقے در وے بود	از حشیش دہ جز اینجا چہ درود
اک مہینہ گر وہ گاؤں میں رہے	گھاس کاٹے۔اس سے بڑھکر کیا کرے
وانکہ ماہے باشد اندر روستا	روزگارے باشدش جہل و عمیٰ
اک مہینے تک رہے جو گاؤں میں	جہل اور کوری میں اسکے دن کٹیں
دہ چہ باشد شیخ واصل ناشدہ	دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے۔ شیخ ناواصل شدہ	جس میں ہو تقلید و حجت بر ملا
پیش شہر عقل کلی ایں حواس	چوں خراں چشم بستہ در خراس
شہر عقل کل کے آگے یہ حواس	چشم بستہ جیسے خر ہائے خراس
ایں رہا کن صورت افسانہ گیر	ہل تو دُردانہ تو گندم دانہ گیر
چھوڑ اسکو۔کام رکھ افسانے سے	چھوڑ دُردانہ کو تو اور گیہوں لے
گر بدُر رہ نیست ہیں بر می ستاں	گر بدانسو نیست رہ اینسو بران
موتی گر ملتے نہیں۔ گندم ہی بھر	راہ اُس جانب نہیں۔ تو آ ادھر
ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود	عاقبت ظاہر سوئے باطن رود
گو ہو کج، ظاہر ہی کرلے اختیار	ہے یہ ظاہر سوئے باطن رہگذار
اوّل ہر آدمی خود صورت است	بعد ازاں جاں کو جمال سیرت است
ہے یہ صورت اوّل ہر آدمی	پھر ہے جاں، سیرت کا ہے جو حسن بھی
اوّل ہر میوہ جز صورت کے است	بعد ازاں لذت کہ معنی ویست
میوے کی صورت ہی سے ہے ابتدا	پھر ہے لذت۔ جو ہے معنی بر ملا

اوّلاً خرگاہ سازند و خرند	ترک را زاں پس بمہماں آورند
ہوتا ہے سامان پہلے خیموں کا	ترک کو لیتے ہیں پھر مہمان بلا
صورتت خرگاہ و آں معنیت ترک	معنیت ملّاح و آں صورت چو فلک
خیمہ صورت۔ ترک معنی ہے پسر	کشتی صورت، معنی ملّاح حضور
بہرِ حق ایں را رہا کن یک نفس	تا خرِ خواجہ بجنباند جرس
چھوڑ بھی اس کو خدا کے واسطے	پھر خرِ خواجہ کی تا گھنٹی ہلے

خواجہ اور اس کے خاندان کی روانگی

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند	بر ستوراں جانبِ دہ تاختند
خواجہ اور بچے ہوئے سب ہمسفر	گاؤں کی جانب چلے چوپایوں پر
شادماں سوئے صحرا راندند	سافروا لکی تغنموا بر خواندند
جاتے تھے صحرا کی جانب شادماں	سافروا لکی تغنموا۔ تھا بر زباں
کز سفرہا بندہ کیخسرو شود	بے سفرہا ماہ کے خسرو شود
ہو سفر سے مثلِ کیخسرو غلام	بے سفر کب ہو حسیں ماہِ تمام
از سفر بیذق شود فرزینِ راد	وز سفر یابید یوسف صد مراد
چلنے سے فرزیں پیادہ بھی بنے	اور سفر سے کامراں یوسف ہوئے
روز رُو از آفتابے سوختند	شب ز اختر راہ مے آموختند
دن کو رہتے گرم وہ خورشید سے	رات کو تاروں سے رستہ سیکھتے
خوب گشتہ پیشِ ایشاں راہِ زشت	از نشاطِ دہ شدہ چوں بہشت
وہ برا رستہ بھی ان کو تھا بھلا	تھا نشاطِ دہ میں جنّت کا مزا

[1] سفر کرو اور اس کی برکتوں کو غنیمت سمجھو۔

تلخ از شیریں لباں خوش میشود | خار از گلزار دلکش میشود
تلخی ہو شیریں لبوں میں خوشگوار | خار دلکش باغ سے ہوتا ہے یار

حنظل از معشوق خرما میشود | خانہ از ہمخانہ صحرا میشود
حنظل معشوق خرما ہے پسرا | وحشت ہم خانہ سے بن جاتا ہے گھر

اے بسا از نازنیناں خارکش | بر امیدِ گلعذارے ماہ وش
ہاں بہت سے نازنیں ہیں خارکش | خواستگارِ گلعذارِ ماہ وش

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش | از بلائے دلبر مہ روئے خویش
سیکڑوں کی پیٹھ زخمی ہو گئی | دلبر مہ رو نے وہ تکلیف دی

کردہ آہنگر جمالِ خود سیاہ | تا کہ شب آید ببوسد روئے ماہ
کر لیا لوہار نے چہرہ سیاہ | تا کہ رات آئے تو چومے روئے ماہ

خواجہ تا شب بر دکانے چار میخ | زانکہ سروے در دلش کردست بیخ
قید شب تک خواجہ ہے دکان پر | دل میں عشقِ سرو قد کا ہے اثر

تاجرے دریا و خشکی میدود | آں بمہر خانہ شینے میرود
تاجر اک دریا و خشکی پر چلے | بیوی کی الفت سے وہ ایسا کرے

ہر کرا با مردہ سودائے بود | بر امیدِ زندہ سیمائے بود
ہو کسی کو مردے کا سودا اگر | زندگی کی ہو گا وہ امید پر

آں درو گر روئے آوردہ بچوب | بر امیدِ خدمت مہ روئے خوب
گر کرے نجار کچھ لکڑی کا کام | الفتِ محبوب ہو گی لا کلام

بر امیدِ زندہ کن اجتہاد | کو نگردد بعدِ روزے دو جماد
تو امیدِ زندہ پر کر اجتہاد | وہ نہ ہو گا بعد دو دن کے جماد

ہیں مکن مونس خسے را از خسی | عاریت باشد درو آں مونسی
ناکسوں سے انس تو ہرگز نہ کر | عارضی ہوتا ہے انس ان میں پسر!

انس تو با مادر و بابا کجاست	گر بجز حق مونسانت را وفاست
انس تجھ کو باپ ماں سے ہے کہاں	جز خدا ہے کون مونس بیگماں
انس تو با دایہ و لالہ چہ شد	گر کسے شاید بغیرِ حق عضد
انس تیرا دائی سے کیا ہو گیا	قوتِ بازو ہے حق اللہ کا
انس تو با شیر و با پستاں نماند	نفرت تو از دبیرستاں نماند
شیر و پستاں سے نہ انسیت رہی	مدرسے سے اب نہ وہ نفرت رہی
آں شعاعے بود بر دیوارِ شاں	جانبِ خورشید وا رفت آں نشاں
وہ تو تھی بس اک کرن دیوار پر	جانبِ خورشید پہنچی لوٹ کر
بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع	تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع
گر پڑے جس چیز پر بس وہ شعاع	اس پہ تو ہو جائے عاشق اے شجاع!
عشقِ تو بر ہر چہ آں موجود بود	آں ز وصفِ حق زر اندود بود
عشق تیرا ہو گا جس موجود سے	وصفِ حق کے رنگ اس پر ہیں چڑھے
چوں زرے با اصل رفت و مس نماند	از زری خویشتن مفلس بماند
زر ملا جب اصل میں اور مس رہا	اپنی زرداری سے وہ مفلس رہا
طبع سیر آمد طلاق او بخواند	پشت بروے کرد و دست از وے فشاند
سیر ہو کر طبع نے دے دی طلاق	پیٹھ پھیری اس سے از روئے نفاق
از زر اندودِ صفاتش پا بکش	از جہالت قلب را الکم گوئے خوش
ہاں ملمع سے صفت کے رہ بچا	جہل سے کھوٹے کو تو مت کر کھرا
کاں خوشی در قلبہا عاریتی ست	زیرِ زینت مایۂ بے زینتی ست
اچھا پن کھوٹے کا ہے یہ عارضی	نیچے ہر زینت کے ہے بے زینتی
زر ز روئے قلب در کاں میرود	سوئے آں کاں رو تو ہم کاں میرود
کھوٹے پر سے سوئے کاں جاتا ہے زر	تو بھی چل اس جا جہاں جاتا ہے زر

نور از دیوار تا خور میرود | تو بداں خورِ رو کہ در خور میرود

نور سورج میں ملے دیوار سے | مل تو جا کر منبعِ خورشید سے

زین سپس بستاں تو آب از آسماں | چوں ندیدی تو وفا در ناوداں

بعد ازآں لے آسماں سے آب تو | بے وفا پر نالا نکلا مو بمو

معدنِ دنبہ نباشد دامِ گرگ | کے شناسد معدن آں گرگِ سترگ

چکتی دُنبے کی نہیں ہے دامِ گرگ | چکتی کو سمجھے کہاں گرگِ سترگ

زر گماں بردند بستہ در گرہ | می شتابیدند مغروراں بدہ

یہ گماں تھا۔ زر گرہ میں ہے بندھا | گاؤں کو نازاں چلا وہ قافلا

ہمچنیں خنداں و رقصاں میشدند | سوئے آں دولاب چرخے میزدند

اس طرح خنداں و رقصاں تھے رواں | صورتِ دولاب تھے چکر میں ہاں

چوں ہمے دیدند مرغے مے پرید | جانبِ دِہ صبر جامہ میدرید

دیکھا طائر جب کوئی اڑتا ہوا | جانبِ دِہ، صبر ہاتھوں سے گیا

ہر نسیمے کز سوئے دِہ مے وزید | گوئیا روحِ رواں مے پرورید

جو نسیم آتی تھی چل کر گاؤں سے | روح پرور تھی وہ ان سب کے لئے

ہر کہ مے آمد زدہ او سوئے او | بوسہ میدادند خوش بر روئے او

گاؤں سے جو آدمی آتا ادھر | بوسہ دیتے تھے وہ اس کے چہرے پر

کہ تو روئے یارِ ما را دیدۂ | پس تو جانِ جانِ ما را دیدۂ

تو نے دیکھا ہے ہمارے دوست کو | جانِ جاں سے تو ملا ہے ہو نہ ہو

مجنوں کا سگِ لیلےٰ سے محبّت کرنا

ہمچو مجنوں کو سگے را مینواخت | بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت

مثلِ مجنوں کے کہ جو تھا سگ نواز | بوسے دے کر اس سے پاتا تھا گداز

گردِ او میگشت خاضع در طواف　　ہمچو حاجی گردِ کعبہ بے گزاف
گرد اس کے پھر کے کرتا تھا طواف　　جیسے حاجی گردِ کعبہ بے گزاف
ہم سر و پایش ہمے بوسید و ناف　　ہم جلابِ شکریش میداد صاف
پاؤں سر اور ناف اس کی چوم کے　　دیتا تھا جلاب شکر کے اسے
بوالفضولے گفت کاے مجنونِ خام　　ایں چہ شیدا ست اینکہ مے آری مدام
بولا اک گستاخ۔ اے مجنونِ خام　　کیا یہ مکاری تو کرتا ہے مدام
پوزِ سگ دائم پلیدی میخورد　　مقعدِ خود را بلب مے استرد
سگ بچے کی تو پلیدی ہے غذا　　اپنی مقعد ہے لبوں سے چاٹتا
عیب ہائے سگ بسے او مے شمرد　　عیب دان از غیب دان بوئے نبرد
عیب کتے کے گنا ڈالے کئی　　عیب جو کو کیا خبر ہے غیب کی
گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن　　اندر آ بنگر تو از چشمانِ من
بولا مجنوں تو ہے نقش و تن مگر　　میری آنکھوں سے ذرا نظارہ کر
کایں طلسمِ بستۂ مولست ایں　　پاسبانِ کوچۂ لیلا ست ایں
ہر طلسم اس جا بندھا مولا کا ہے　　پاسباں یہ کوچۂ لیلا کا ہے
ہمتش بیں و دل و جان و شناخت　　کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
دیکھ دل جان اور ہمت برملا　　کون سی جا اس نے مسکن ہے کیا
او سگِ فرخ رخِ کہفِ منست　　بلکہ او ہمدرد و ہم لہفِ منست
وہ سگِ فرخ ہے میرے کہف کا　　بلکہ ہے ہمدرد اور مونس مرا
آں سگے کہ گشت در کویش مقیم　　خاکِ پایش بہ ز شیرانِ عظیم
ہے وہ کتا اس کے کوچے میں مقیم　　خاکِ پا جس کی ہے از شیرِ عظیم
آں سگے کہ باشد اندر کوئے او　　من بشیراں کے دہم یک موئے او
وہ جو کتا اس کے کوچے میں رہے　　ایک بال اس کا د شیروں کو بے

آنکہ شیراں مر سگانش را غلام
گفتن امکاں نیست خامش والسلام
شیر بھی ہیں اُس کے کتّوں کے غلام
گفتگو مشکل ہے چپ رہ ۔ والسلام

گر ز صورت بگذرید اے دوستاں
جنت ست و گلستاں در گلستاں
تم اگر ظاہر سے گذرو مہرباں!
خلد ہے اور گلستاں ہی گلستاں

صورتِ خود چوں شکستی سوختی
صورتِ کل را شکست آموختی
تو نے جب صورت کو اپنی دی شکست
پھر تو گویا ہو گئی کُل کی شکست

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی
ہمچو حیدر بابِ خیبر بر کنی
پھر تو ہر صورت کو تو دیگا بگاڑ
مثلِ حیدرؓ لے گا خیبر کو اُکھاڑ

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم
کو بدہ مے شد بگفتارِ سقیم
مبتلا صورت پہ وہ خواجہ ہوا
اس کی جھوٹی باتوں پہ گاؤں گیا

سوئے دامِ آں تملق شادماں
ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
دام میں آیا خوشامد سے مگر
جیسے چڑیا امتحاں کے دانے پر

از کرم دانست آں مرغ حریص
دانہ را با دام لیکن شد محیص
فرق اس کی فہم میں تھا آگیا
دام و دانہ کا، مگر پھر جا پھنسا

از کرم دانست مرغ آں دانہ را
غایتِ حرص است نے جود و عطا
مرغ اس دانے کو تھا سمجھا ہوا
حرص ہے بالکل نہیں جود و عطا

مرغکاں در طمعِ دانہ شادماں
سوئے آں تزویر پرّاں و دواں
مرغ طمعِ دانہ میں ہیں شادماں
مکر کی جانب ہیں پرّاں اور دواں

گر ز شادیِ خواجہ آگاہت کنم
ترسم اے رہرو کہ بیگاہت کنم
حال اگر خواجہ کی خوشیوں کا کہوں
خوف ہے ۔ رستہ ترا کھوٹا کروں

مختصر کردم چو آمد دہ پدید
خود نبود آں دہ رہِ دیگر گزید
مختصر یہ ۔ گاؤں اک آیا نظر
تھا نہ یہ وہ گاؤں، تھا وہ بیر دگر

قرب ماہے دِہ بدِہ مے تاختند   زآنکہ راہِ دہ نکو نشناختند

اک مہینہ گاؤں گاؤں وہ پھرے   گاؤں کے رستے سے وہ واقف نہ تھے

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا   ریشخندے شد بشہر و روستا

کام جو کرتا ہے بے استاد کے   شہر اور دِہ میں ہنسی اسکی اُڑے

ہر کہ در رہ بے قلاوزے رود   ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود

راستہ بے رہنما کے جو چلے   راہِ دو روزہ ہو صد سالہ اُسے

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل   ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل

آئے جو کعبہ کی جانب بے دلیل   مثل سرگشتوں کے ہو جائے ذلیل

زآنکہ نادر باشد اندر خافقین   آدمی سر بر زند بے والدین

خالی شرق و غرب ہیں اس بات سے   آدمی پیدا ہو بے ماں باپ کے

مال او یابد کہ کسبے می کند   نادرے باشد کہ بر گنجے زند

مال وہ پائے جو کوئی فن کرے   کم ہے ایسا جو خزانے باندھ لے

مصطفائے کو کہ جسمش جاں بود   تا کہ رحماں علم القرآں بود

مصطفےٰ ہے کون جس کا تن تھا جاں   حق نے تھا قرآں پڑھایا بیگماں

اہلِ تن را جملہ علم بالقلم   واسطہ افراشت در بذلِ کرم

اہلِ تن کا علم ہے لکھا ہوا   اس لئے ہے واسطہ جود و عطا

ہر حریصے ہست محروم اے پسر   چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر

لالچی محروم ہوتا ہے پسر   دوڑ مت - تو پاؤں رکھ آہستہ تر

اندریں رہ رنجہا دیدند و تاب   چوں عذابِ مرغِ خاکی اندر آب

رنج دیکھے اس رہِ پُرتاب میں   جیسے تڑپے مرغ خاکی آب میں

سیر گشتہ از دہ و از روستا   وز شکر ریزی چناں ناوستا

سیر آخر گاؤں سے وہ ہو گیا   اور غموں سے جو سہے بے رہنما

خواجہ اور اس کے خاندان کا گاؤں پہنچنا

بعدِ ماہے چوں رسیدند آں طرف | بینوا ایشاں ستوراں بے علف
اک مہینے بعد وہ پہنچے وہاں | بے نوا خود، چارپائے ناتواں

روستائی ہیں کہ از بد نیتی | میکند بعد اللتیا و التی
دیکھ اس دہقان کی بد نیتی | اب کرے لیت و لعل ان سے وہی

روئے پنہاں میکند زایشاں بروز | تا سوئے باغش نبکشایند پوز
منہ چھپاتا پھرتا ہے وہ دن کو بھی | تا نہ لیں وہ راہ اس کے باغ کی

آنچناں رُو کہ ہمہ زرق و شراست | از مسلماناں نہاں اولیٰ تراست
ایسا منہ جو مکر و شر سے ہو بھرا | ہے مسلمانوں سے پوشیدہ بھلا

رویہا باشد کہ دیواں چوں مگس | بر سرش بنشستہ باشد چوں جرس
ایسے منہ ہیں جن پہ شیطاں جوں مگس | بیٹھتے ہیں آ کے مانند جرس

چوں بہ بینی روئے او در تو فتند | یا مبیں آں را چو بیدی خوش مخند
اس کا منہ دیکھے تو ہوں سب تیرے سر | یا نہ دیکھ اور دیکھے تو خندہ نہ کر

در چناں روئے خبیث عاصیہ | گفت یزداں نسفعًا بالناصیہ
وہ برا چہرہ - وہ شکل بد نما | پکڑوں گا ماتھے سے کہتا ہے خدا

چوں بپرسیدند خانہ اش یافتند | ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
پوچھنے کے بعد پہنچے اس کے گھر | اور یگانوں کی طرح گھیرا وہ در

در فرو بستند اہل خانہ اش | خواجہ شد زیں کجروی دیوانہ اش
بند گھر والوں نے دروازہ کیا | خواجہ حیراں بدسلوکی سے ہوا

لیک ہنگام درشتی ہم نبود | چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
وہ مگر سختی کا موقع تھا کہاں | چاہ میں تیزی چلے کیا مہرباں

بر درش ماندند ایشاں پنج روز ... شب بہ . بار وز خود خورشید سوز

پانچ دن در پر رہے اسکے پڑے ... شب کو سردی ، دن کو سورج میں تپے

نے ز غفلت بود ماندن نے حزبی ... بلکہ بود از اضطرار و بے زری

یہ ٹھہرنا تھا نہ غفلت کے سبب ... بلکہ وہ بے چین اور بے زر تھے اب

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار ... شیر مردارے خورد از جوع زار

نیک آفت میں بدوں کو گھیر لیں ... شیر بھی مردار کھائے بھوک میں

او ہمے دیدش ہمے گفتش سلام ... کہ فلانم مر مرا اینست نام

خواجہ اس کو دیکھ کر کرتا سلام ... میں فلاں ہوں اور یہ ہے میرا نام

گفت باشد من چہ دانم تو کئی ... یا پلیدی یا قرین پا کئی

وہ یہ کہتا تھا کہ ہو گا - کیا خبر ... تو نجس یا پاک ہے اے بے ہنر!

والہم روز و شب اندر صنع ہو ... ہاں ہیچ گو نہ نیستم پروائے تو

ذکر حق پر رات دن شیدا ہوں میں ... ہاں تری جانب سے بے پروا ہوں میں

از خودی خود ندارم ہم خبر ... نیست از ہستی سر مویم اثر

میں خودی سے بھی ہوں اپنی بے خبر ... کچھ نہیں ہے مجھ پہ ہستی کا اثر

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست ... در دل و جانم بجز اللہ نیست

ہوش میرا غیر حق آگہ نہیں ... جان و دل میں اب بجز اللہ نہیں

گفت اینَدم با قیامت شد شبیہ ... تا برادر شد یفر من اخیہ

خواجہ بولا - کیا قیامت آ گئی ... بھاگتا ہے بھائی بھائی سے اخی

شرح میکردش کہ من آنم کہ تو ... لوتہا خوردی ز خوان من دو تو

اس سے کہتا تھا کہ میں وہ ہوں کہ تو ... خوان سے کھاتا تھا میرے ہو بہو

نے فلاں روز ت خریدم آں متاع ... کل ستر جاوز الاثنین شاع

کیا خریدا تھا نہ وہ اسباب ہاں ... بھید پوشیدہ لگے ہونے عیاں

نے تو بودی سالہا مہمان من

کیا نہ تو برسوں مرا مہماں رہا؟

سرّ مہر ما شنیدستند خلق

رازِ اُلفت اپنا ہے مشہورِ خلق

او ہمے گفتش چہ گوئی ترّہات

کہتا وہ - کیا بک رہا ہے بے لگام

پنجمیں شب بردبارائے گرفت

پانچویں شب کو غضب بارش ہوئی

چوں رسید آنکارد اندر استخواں

خواجہ پر جب آئی ایسی کچھ بلا

چوں بصد الحاح آمد سوئے در

سو خوشامد سے وہ آیا سُوئے در

گفت من آں حقہا بگذاشتم

بولا - میں نے چھوڑے اپنے حق تمام

پنج سالہ رنج دیدم پنج روز

پنج سال اب غم سے ہیں یہ پنج روز

یک جفا از خویش و از یار و تبار

اپنوں کی اور اپنے یاروں کی جفا

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش

کچھ توقع ظلم کی اس سے نہ تھی

ہر چہ بر مردم بلا و شدّت است

یہ جو ہے لوگوں پہ شدّت اور بلا

نے رسیدت بیکراں احسان من

تجھ پہ کیا احساں نہ تھا میں نے کیا

شرم دارد رُو چو نعمت خورد حلق

شرم آئے منہ کو نعمت کھائے حلق

نہ ترا دانم نہ نام تو نہ جات

کون ہے تو - کیا نشاں ہے - کیا ہے نام

کاسماں از بارشش شد در شگفت

جس سے حیرت آسماں تک کو بھی تھی

حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں

کھٹکھٹائی کنڈی اور پھر دی صدا

گفت آخر چیست اے جانِ پدر

بولا آخر کیا ہے اے جانِ پدر

ترک کردم آنچہ من بنداشتم

تھا جو کچھ سمجھا - غلط تھا لا کلام

جانِ مسکینم دریں سرما و سوز

جانِ مسکیں میری یہ سردی یہ سوز

در گرانی ہست چوں سیصد ہزار

ہوتی ہے سختی ہیں لاکھوں سے سوا

جانش خو گر بود با مہر و وفاش

خوگرِ مہر و وفا تھا واقعی

ایں یقیں داں کز خلاف عادت است

ہے خلافِ عادت اس کی سب بنا

گفت اے خورشید مہرت در زوال — گر تو خونم ریختی کردم حلال

بولا ہے تیری محبت کو زوال — اپنا خون میں نے کیا تجھ پہ حلال

امشب باران بماده گوشهٔ — تا بیابی در قیامت توشهٔ

رات ہے بارش کی۔ اک گوشہ تو دے — تا قیامت میں ملے توشہ تجھے

گفت یک گوشه ست آن باغبان — هست اینجا گرگ او پاسبان

بولا۔ اک گوشہ ہے ملکِ باغباں — گرگ کا وہ اس جگہ ہے پاسباں

در کفش تیر و کمان از بهر گرگ — تا زند چوں آید آں گرگ سترگ

ہاتھ میں تیر و کماں ہے بہر گرگ — تا کہ مارے۔ آئے جب گرگِ سترگ

گر تو آں خدمت کنی جا آن تست — ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست

گر تو وہ خدمت کرے۔ تو جا اُدھر — ڈھونڈ ورنہ دوسری جا سعی کر

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ — واں کمان و تیر در کفم بنہ

بولا۔ سو خدمت کروں۔ گوشہ تو دے — اب کماں و تیر میرے ہات دے

من نہ خسپم حارسی رز کنم — گر برآرد گرگ سر تیرش زنم

میں نہ سوؤں۔ پہرہ دوں انگور کا — تیر ماروں۔ پھر جو پیدا بھیڑیا

بہرِ حق مگذارم امشب اے دُول — آب باراں بر سر و در زیر گل

آج کی رات اب نہ مجھکو چھوڑ تو — نیچے کیچڑ۔ سر پہ بارش ہے علاوہ

گوشہ خالی شد و او با عیال — رفت آنجا جائے تنگ بیحال

گوشہ جب خالی ہؤا تو باعیال — گو جگہ تھی تنگ۔ پہنچا خستہ حال

چوں ملخ بر ہمدگر گشتہ سوار — از نہیب سیل اندر کنج غار

اک پہ اک تھا ٹڈیاں جیسے ہوں یار — خوف سے سیلاب کے محفوظ غار

شب ہمہ شب جملہ گویاں کائے خدا — ایں سزائے ما سزائے ما سزا

رات بھر کہتے رہے سب اے خدا — یہ سزا بے شک ہماری ہے سزا

این سزائے آں کہ شد یارِ خساں	یا کسی کرد از برائے ناکساں
یہ سزا ہے اُلفتِ نا اہل کی	ناکسوں کی میں نے کیوں کی دل دہی
ایں سزائے آنکہ اندر طمعِ خام	ترک گوید خدمتِ خاصِ کرام
ہے سزا اس کی کہ لالچ میں پڑے	ترک خدمت خاص لوگوں کی کرے
خاکِ پاکاں لیسی و دیوارِ شاں	بہتر از عام و زر و گلزارِ شاں
خاک پاکوں کی ہے بہتر چاٹنا	باغ و زر سے عام لوگوں کے دلا
بندۂ یک مردِ روشن دل شوی	بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہاں روی
مردِ روشن دل کی بہتر بندگی	بیٹھنے سے سر پہ شاہوں کے اچھی
از ملوکِ خاک جز بانگِ دُہل	تو نخواہی یافت اے پیکِ سبل
ماسوا بانگِ دہل کے اور کیا	بادشاہ خاک سے تو پائے گا
شہریاں خود رہزناں نسبت بروح	روستائی کیست گیجِ بے فتوح
شہر والے خود ہیں رہزن بہر روح	اور دہقانی ہیں گیج بے فتوح
ایں سزائے آنکہ بے تدبیرِ عقل	بانگِ غولے آمدش بگزید نقل
ہے سزا اس کی کہ بے تدبیرِ عقل	غول کی آواز پر کر بیٹھا نقل[2]
چوں پشیمانی زِ دل شد با شغاف	زاں سپس سودے ندارد اعتراف
دل پشیماں جب محبت سے ہوا	بعد ازاں اقرار سے کیا فائدا
چوں پشیماں گشت[1] زدل تا چہ کرد	بعد ازاں سودے ندارد آہِ سرد
دل ہے جب نادم یہ آخر کیا کیا	ٹھنڈی آہوں سے ہو پھر کیا فائدا
آں کمان و تیر اندر دستِ اُو	گرگ را جویاں ہمہ شب سُو بسُو
تھا کماں و تیر اس کے ہات میں	رات بھر تھا بھیڑیئے کی گھات میں

[1] بے سود +

[2] ایک جگہ سے دوسری جگہ بدل جانا +

گرگ خود بر وے مسلط چوں شرر
گرگ جویان و زگرگ او بے خبر

تھا مسلط بھیڑیا مثلِ شرر
ڈھونڈتا تھا اس کو اور وہ بے خبر

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ
اندراں ویرانہ شاں زخمے زدہ

مچھر اور پسو سب اس کو گرگ تھے
زخم اس جنگل میں تھے انکے لگے

فرصتِ آں پشہ راندن ہم نبود
از نہیبِ حملۂ گرگِ عنود

تھی نہ مچھر جھلنے کی فرصت اُسے
بھیڑیے کی تھی بڑی ہیبت اُسے

تا نباید گرگ آسیبے زند
روستائی ریش خواجہ بر کند

بھیڑیا نقصان کوئی کر نہ جائے
ڈاڑھی دہقاں خواجہ کی پھر نوچ کھائے

ایں چنیں دنداں گزاں تا نیمہ شب
جانِ شاں از ناف مے آمد بلب

نصف شب تک دانت وہ پیسا کیا
ناف سے جان آئی لب پر بارہا

ناگہاں تمثالِ گرگِ ہشتۂ
سر بر آورد از فرازِ پشتۂ

ناگہاں اک شکلِ گرگ آئی نظر
اُونچے ٹیلے سے نکالا اُسنے سر

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست
زد بر آں حیواں کہ تا افتاد پست

خواجہ نے اک تیر پھینکا شست سے
بھیڑیا نیچے گرا اس ٹیلے کے

اندر افتادن ز حیواں باد جست
روستائی ہائے کرد و کوفت دست

اس کے گرنے سے ہوا خارج ہوئی
آہ دہقانی نے حسرت سے بھری

ناجوامردا کہ خر کرّہ من است
گفت نے ایں گرگ چوں آہرمنست

بولا یہ بچہ تو میرے خر کا تھا
بولا خواجہ۔ ہے غلط۔ تھا بھیڑیا

اندر و اشکال گرگے ظاہرست
شکلِ او از گرگی او مخبر است

بھیڑیا پن اس سے سب ہے آشکار
بھیڑیے کی شکل ہے وہ نابکار

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے
می شناسم ہمچناں کابے زمے

بولا جو خارج ہوئی اس سے ہوا
مثل آب و بادہ ہوں پہچانتا

کشتۂ خرکرہ ام را در ریاض — کہ مبادت بسط ہرگز زانقباض
باغ میں مارا ہے۔ خر بچہ مرا — ہو[1] نہ تیرا قبض اب بسط آشنا

گفت نیکوتر تفحص کن شب است — شخصہا در شب ز ناظر محتجب است
بولا وقتِ شب ہے۔ جا تفتیش کر — رات کو کب جسم آتا ہے نظر

شب غلط بنماید و مبدل بسے — دید صائب شب ندارد ہر کسے
رات چیزوں کو بدل کر کچھ دکھائے — دید صائب کب کوئی راتوں کو پائے

ہم شب و ہم ابر و ہم باران ژرف — ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
رات بھی بارش بھی ہے اور ابر بھی — تین اندھیرے ہیں۔ تو کیا ہو روشنی

گفت آں بر من چو روزِ روشن است — می شناسم بادِ خرکرۂ من است
بولا۔ ہے جوں روز مجھ پر آشکار — تو نے خر بچہ کیا میرا شکار

در میانِ بیست بادان باد را — می شناسم چوں مسافر زاد را
جانوں سو گوزوں میں میں اس گوز کو — توشہ سے واقف مسافر جیسے ہو

خواجہ برجست و بیامد باشگفت — روستائی را گریبانش گرفت
خواجہ کودا اور تحیّر میں ہوا — پھر گریباں پکڑا اس دہقان کا

کابلۂ طرار شید آوردۂ — بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ
اور کہا۔ تو پُر دغا ہے۔ پُر ریا — بھنگ اور افیون کھا بیٹھا ہے کیا؟

در سہ تاریکی شناسی بادِ خر — چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
ان اندھیروں میں تو سمجھا بادِ خر — مجھ کو پہچانا نہیں اے خیرہ سر

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را — چوں نداند ہمرہ دہ سالہ را
نصف شب جو واقفِ گوسالہ ہو — کیوں نہ سمجھے ہمرہِ دہ سالہ کو

[1] یعنی بد دعا دی کہ تجھے ہمیشہ انقباض رہے اور تیرے دل کو کبھی کشادگی نصیب نہ ہو۔

خویشتن را عارف و واله کنی | خاک در چشمِ مروت می زنی

خود کو عارف جانتا ہے بے تپاک | ڈالتا ہے دیدۂ اُلفت میں خاک

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست | در دلم گنجائے جز اللہ نیست

بس مجھے خود سے بھی آگاہی نہیں | جز خدا دل میں مرے کوئی نہیں

آنچہ دی خوردم از آنم یاد نیست | ایں دل از غیر تحیر شاد نیست

کل جو کھایا تھا۔ نہیں وہ مجھ کو یاد | ہے تحیر سے فقط دل میرا شاد

عاقل و مجنونِ حقم یاد آر | در چنیں بے خویشتم معذور دار

عاقل و مجنونِ حق ہوں اے اخی | رکھ مجھے معذور اگر ہے بیخودی

آنکہ مردارے خورد یعنی نبید | شرع او را سوئے معذوراں کشید

کھائے جو مُردار شے یعنی شراب | شرع میں معذور ہے وہ ناصواب

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست | ہمچو طفل است و معاف و معتفیست

کب طلاق اک مست و بنگی[۱] کے لئے | ہے معافی طفل کی صورت اُسے

مستیئے کاید ز بوئے شاہِ فرد | صد خُمِ مے در سر و مغز آں نہ کرد

بوئے خالق سے جو مستی ہو عیاں | مے کے سو مٹکوں میں وہ خوبی کہاں

پس برو تکلیف چوں باشد روا | اسپ ساقط گشت و شد بیدست و پا

اس پہ ہو تکلیف پھر کیونکر روا | گھوڑا ساقط ہو گیا بے دست و پا

بار بر گیرند چوں آمد عرج | گفت حق لیس علی الاعرج حرج

بوجھ اُتاریں جب ہو لنگڑا اور عرج | حکم حق "لیس[۲] علی الاعرج حرج"

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را | درس کہ دہد پارسی بومرہ را

خر بچے پر لادتے ہیں بار بھی؟ | کون شیطاں کو پڑھائے فارسی

[۱] بھنگ پینے والا مطلب یہ ہے کہ بنگی اور مست تکلیفِ شرعیہ سے خارج ہیں +

[۲] لنگڑے پر بارِ شرع نہیں +

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر — من معافم از قلیل و از کثیر

خود سے اندھا حق سے بینا ہوں میں صاف — قلت و کثرت سے رکھ مجھ کو معاف

لافِ درویشی زنی و بیخودی — ہائے و ہوئے عاشقانِ ایزدی

لافِ درویشی ہے زعمِ بیخودی — ہا و ہُو ہے عاشقانِ حق کی سی

کہ زمین را من ندانم ز آسماں — امتحانت کرد غیرت امتحاں

بس میں کیا جانوں زمین و آسماں — غیرتِ حق کر رہی ہے امتحاں

بادِ خر کرہ چنین رسوات کرد — ہستیٔ نفی ترا اثبات کرد

بچۂ خر سے یہ رسوائی ہوئی — کر دی ثابت ہستی تیری نفی کی

ایں چنیں رسوا کند حق شید را — ایں چنیں گیرد رمیدہ صید را

حق یونہی کرتا ہے رسوا مکر کو — یوں رمیدہ صید بندِ قید ہو

صد ہزاراں امتحانست اے پدر — ہر کہ گوید من شدم سرہنگِ در

امتحاں لینے کے ہیں سو راستے — میں ہوں دربان اسکا جو کوئی کہے

گر نداند عامہ او را ز امتحاں — پختگاں راہ جویندش نشاں

عام لے سکتے نہیں گر امتحان — پوچھتے ہیں پختہ کار اس کے نشان

چوں کند دعوائے خیاطی کسے — افگند در پیش او شہ اطلسے

جب کوئی خیاطی کا دعویٰ کرے — شاہ اس کے آگے اطلس ڈالدے

کہ ببر ایں را بغلطاق فراخ — ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ

کاٹ اس کپڑے سے اک چوڑی قبا — امتحاناً دے اُسے قینچی منگا

گر نبودے امتحاں ہر بدے — ہر مخنث در وغا رستم بدے

ہوتا ہر بد کا نہ یوں گر امتحاں — ہر مخنث جنگ بیں تھا پہلوان

خود مخنث را زرہ پوشیدہ گیر — چوں بہ بیند زخم میگردد اسیر

اک مخنث رجلتہ پہنے فرض کر — ڈالدے ہتھیار کھائے زخم اگر

مستِ مے ہشیار گردد از دبور ‏ ‏ مستِ حق ناید بخود از نفخ صور

مست مے جاگے ہوائے سرد سے ‏ ‏ صور سے بھی مستِ حق بیخود رہے

بادۂ حق راست باشد نے دروغ ‏ ‏ دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ

حق شراب حق ہے ہاں جھوٹی نہیں ‏ ‏ تو نے کھایا ہے وہی حق الیقین

ساختی خود را جنیدؒ و بایزیدؒ ‏ ‏ رو کہ نشناسم تبر را از کلید

اپنے کو سمجھا جنیدؒ و بایزیدؒ ‏ ‏ جا- میں کیا جانوں ہتھوڑا اور کلید

بدرگی و منبلی و حرص و آز ‏ ‏ چوں کنی پنہاں بہ شید اے مکر ساز

تو ہے بد ذات اور منکر حرص خو ‏ ‏ مکر کو کیونکر چھپا سکتا ہے تو

خویش را منصورِ حلاجی کنی ‏ ‏ آتشے در پنبۂ یاراں زنی

خود کو تو منصورؒ جانے مدعی ‏ ‏ آگ میں پھونکے[1] روئی احباب کی

کہ بنشناسم عمرؓ از بولہب ‏ ‏ بادِ خر کرہ شناسم نیم شب

ہوں عمرؓ ہے، بولہب ہے، بے خبر ‏ ‏ جانتا ہوں نصف شب کو گوزِ خر

اے خرے کاین از تو خر باور کند ‏ ‏ خویش را بہرِ تو کور و کر کند

اے گدھے! ہوگا کسی خر کو یقیں ‏ ‏ اندھا بہرا کر لے جو اپنے تئیں

خویش را از رہرواں کمتر شمر ‏ ‏ تو حریفِ رہزنانی گہ مخور

سالکوں سے مت سمجھ اپنے کو ہاں ‏ ‏ گوہ نہ کھا تو اے حریفِ رہزناں

باز پر از شید و سوئے عقل تاز ‏ ‏ کے پرد بر آسماں پرِ مجاز

مکر کے پر کھول سوئے عقل جا ‏ ‏ آسماں پر کب مجازی پر اڑا

خویشتن را عاشقِ حق ساختی ‏ ‏ عشق با دیوِ سیاہے باختی

گو تجھے ہے دعویٰ عشقِ الٰہ ‏ ‏ ہے تو لیکن عاشقِ دیوِ سیاہ

[1] احباب کی روئی میں آگ دینا یعنی اُن سے مکر و فریب کرنا

عاشق و معشوق را در رستخیز / دو بدو بندند و پیش آرند تیز

عاشق و معشوق کو روزِ جزا / باندھ لے جائیں ملک پیشِ خدا

تو چو خود را از گیج و بے خود کردۂ / خونِ رز کو خونِ ما را خوردۂ

تو نے اپنے کو جو بےخود ہے کیا / کھائے کب انگور-خوں میرا پیا

رَو کہ نشناسم ترا از من بجہ / عاشقِ بے خویشتم و بہلول دہ

جا- نہیں میں کچھ تجھے پہچانتا / بے خود اک بہلول ہوں میں گاؤں کا

تو توہم میکنی از قربِ حق / کہ طبق گر دُور نبود از طبق

قربِ حق کا وہم ہے تجھ کو ذرا / ہے کہاں مصنوع سے صانع جُدا

آں نمے بینی کہ قربِ اولیا / صد کرامت دارد و کار و کیا

کیا نہ دیکھا تو نے قربِ اولیا / سو کرامت رکھے اور فضلِ خدا

آہن از داؤد مومے می شود / موم در دستت چو آہن مے بود

لوہا پگھلے ہاتھ میں داؤد کے / موم تیرے ہاتھ میں لوہا بنے

قربِ خلق و رزق بر جملہ است عام / قربِ وحیِ عشق دارند ایں کرام

قربِ خلق و رزق گو سب پر ہے عام / قرب و حیِ عشق ہے بہر کرام

قرب بر انواع باشد اے پدر / میزند خورشید بر کہسار و زر

قرب کی قسمیں بہت ہیں اے پدر / قربِ ہے خورشید کو با کوہ و زر

لیک قربے ہست باز رشید را / کہ ازاں آگہ نباشد بید را

قرب سونے کو جو ہے خورشید سے / بید کو کیونکر خبر اس کی ملے

شاخ خشک و تر قریبِ آفتاب / آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب

شاخ خشک و تر ہو نزدِ آفتاب / ہو نہ کچھ دونوں سے سورج کو حجاب

لیک کو آں قربتِ شاخِ طری / کہ ثمارِ پختہ از وے میبری

قربِ شاخ تر کا لیکن ہے کہاں / جس سے پختہ پھل ہوں حاصل بیگماں

شاخ خشک از قربت آں آفتاب | غیر ذوق تر خشک گشتن گو بیاب

خشک شاخیں ہوں جو سورج کے قریب | ہو زیادہ کچھ انہیں خشکی نصیب

آں چناں مستے مباش اے بیخرد | کہ بعقل آید پشیمانی خورد

مست اتنا بھی نہ اے نادان ہو | ہوش جب آئے تو پھر حیران ہو

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورند | عقلہائے پختہ حسرت مے برند

بلکہ ان مستوں سے جب وہ مے پئیں | عقلہائے پختہ بھی حسرت کریں

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر | گر ازاں مے شیر گیری شیر گیر

مثل گربہ تو نے پکڑا موش پیر | مست اس مے سے ہے، تو ہو شیر گیر

اے بخوردہ از خیال خام ہیچ | ہمچو مستان حقائق بر مپیچ

ہے خیال خام سے تجھ کو ورنگ | مثل مستان حقائق کر نہ جنگ

میفتی ایں سو و آں سو مست وار | اے تو ایں سو نیستت آں سو گذار

گر نہ مستوں کی طرح ہر سو مگر | گر نہیں ہے تو ادھر ہو جا ادھر

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں | گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں

اس طرف گر راہ پائے بعد ازاں | پھر ادھر ہو اور اُدھر تو سر فشاں

جملہ زیں سوئی بداں سو گپ مزن | چوں نداری مرگ ہرزہ جاں مکن

اس طرف رہ کر ادھر کی گپ نہ مار | جب نہیں ہے موت-کیوں مرتا ہے یار

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او | شاید ار مخلوق را نشناسد او

خضرِ جاں جو موت سے ڈرتا نہ ہو | اس کو زیبا - گر نہ جانے خلق کو

کام از ذوق توہم خوش کنی | درد می در خیک پرتش کنی

تو تو ذوق وہم سے ہے شاد کام | پھونک سے بھرتا ہے مشک اپنی مدام

پس بیک سوزن تہی گردو ز باد | ایں چنیں فربہ تن غافل مباد

اک سوئی سے سب نکل جائے ہوا | ایسے فربہ کو اُٹھا ہی لے خدا

کوزہا سازی ز برف اندر شتا　　کے کنندش آب بیند او وفا

سردی میں کوزہ بنائے برف سے　　کب وہ ٹھہرے جب ملے پانی اسے

ایک گیدڑ کا مور ہونے کا دعویٰ

آں شغالے رفت اندر خم رنگ　　اندراں خم کرد یک ساعت درنگ

رنگ کے مٹکے میں اک گیدڑ گھسا　　اک گھڑی خم میں یونہی ٹھہرا رہا

پس بر آمد پوستش رنگیں شدہ　　کہ منم طاؤس علییں شدہ

جب وہ نکلا پوست بس رنگیں ہوا　　میں ہوں طاؤس ارم کہنے لگا

پشم رنگیں رونق خوش یافتہ　　ز آفتاب آں رنگہا بر تافتہ

بال جب رنگیں ہوئے رونق بڑھی　　دھوپ سے رنگوں میں چمکی روشنی

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد　　خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد

خود کو دیکھا سبز پیلا اور لال　　گیدڑوں کے سامنے آیا شغال

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست　　کہ ترا در سر نشاطے ملتویست

بولے گیدڑ ہے یہ تیرا حال کیا　　نشہ سر میں کیوں خوشی کا ہے بھرا

در نشاط از ما کرانہ کردۂ　　ایں تکبر از کجا آوردۂ

اس خوشی میں ہم سے ہو بیٹھا جدا　　یہ تکبر تجھ کو کس جا سے ملا

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں　　شید کردی تا شدی از خوشدلاں

دوسرے گیدڑ نے بڑھ کر یوں کہا　　مکر تو کرتا ہے ہم سے واہ وا

شید کردی تا بہ منبر بر جہی　　تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی

منبری تو چاہتا ہے مکر سے　　خلق کو تا مکر سے حیراں کرے

پس بجوشیدی ندیدی گرمیئے　　پس ز شید آوردۂ بے شرمیئے

جوش میں بے گرمی دیکھے آ گیا　　مکر کے باعث ہوا تو بے حیا

صدق و گرمی خود شعارِ اولیاست ‏— ہا ز بے شرمی پناہِ ہر غاست

صدق و گرمی ہے شعارِ اولیا ‏— اور بے شرمی پناہِ ہر دغا

کالتفاتِ خلق سوئے خود کشند ‏— کہ خوشیم و از درون بس ناخوشند

التفاتِ خلق کو ہیں کھینچتے ‏— کہتے ہیں ہم خوش ہیں ناخوش ہیں وہ

ایک شیخی خورہ

پوستِ دُنبہ یافت مردِ مستہاں ‏— ہر صباح او چرب کردے سبلتاں

ایک ناداں کو ملی دُنبے کی کھال ‏— مونچھیں تر کرتا تھا اس سے بدخصال

درمیانِ منعماں رفتے کہ من ‏— لوتِ چربے خوردہ ام در انجمن

جا کے کہتا تھا امیروں سے - سنا ‏— کھا کے آیا ہوں مرغن میں غذا

دست بر سبلت نہادے در نوید ‏— رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید

ہاتھ تھا مونچھوں پہ اپنی پھیرتا ‏— راز یہ تھا دیکھئے مونچھیں ذرا

کایں گواہِ صدقِ گفتارِ منست ‏— وین نشانِ چرب و شیریں خوردنست

میری حق گوئی کی مونچھیں ہیں گواہ ‏— چرب و شیریں تھی غذا بے اشتباہ

اشکمش گفتے جوابِ بے طنیں ‏— کہ اباد اللہ کید الکافرین

پیٹ اس کا کہ رہا تھا یوں بخدا ‏— کھوج کھوئے کافروں کے مکر کا

لافِ تو مارا بر آتش بر نہاد ‏— کاں سبالِ چربِ تو برکندہ باد

جھوٹ سے تو نے لگائی آگ کیوں ‏— چرب مونچھیں یہ تری برباد ہوں

گر نبودے لافِ زشتت اے گدا ‏— یک کریمے رحم افگندے بما

جھوٹ اے ظالم نہ گر تو بولتا ‏— رحم کرتا کوئی تو مردِ خدا

لہ خدا کافروں کے فریب کا کھوج کھوئے ۔

ور نمودی عیب کم خوردی جفا ‌‌ ‌‌ ہم ترے مہمانیِ یک آشنا
گر جتاتا عیب کیوں سہتا جفا ‌‌ ‌‌ کرتا مہماں تجھ کو کوئی آشنا

راست گر گفتے و کج کم باختے ‌‌ ‌‌ یک طبیبے دارُوئے ما ساختے
کجروی کم کر کے گر سچ بولتا ‌‌ ‌‌ چارہ گر کرتا کوئی میری دوا

گفتِ حق کہ کج مجنباں گوش و دم ‌‌ ‌‌ ینفعن الصادقین صدقہم
حکم حق ہے کج نہ رکھو گوش و دم ‌‌ ‌‌ ینفعنؔ الصادقین صدقہم

کہف اندر کج مخسپ اے محتلم ‌‌ ‌‌ آنچہ داری وانما و فاستقم
اے بجس تو غار میں ٹیڑھا نہ سو ‌‌ ‌‌ کر عیاں جو کچھ ہو۔ قائم اس پہ ہو

ور نگوئی عیب خود باری خمش ‌‌ ‌‌ از نمایش وز دغل خود را مکش
عیب کہہ سکتا نہیں۔ تو رہ خموش ‌‌ ‌‌ جاں نمایش میں نہ دے اے مکر کوش

بر سبالِ چرب خود تکیہ مکن ‌‌ ‌‌ زانکہ گربہ برد دنبہ بے سخن
کر نہ تو مونچھوں پر اپنی اعتماد ‌‌ ‌‌ بلی دنبہ لے گئی اے بد نہاد

گر تو نقدے یافتی مکشا دہاں ‌‌ ‌‌ ہست در رہ سنگہائے امتحاں
نقد پایا تو نہ کھول اپنی زباں ‌‌ ‌‌ راہ میں ہیں امتحان کی سختیاں

سنگہائے امتحاں را نیز پیش ‌‌ ‌‌ امتحانہا ہست در احوالِ خویش
امتحاں کی سختیوں کو بھی یہاں ‌‌ ‌‌ چند اپنے حال میں ہیں امتحاں

گفت یزداں از ولادت تا بحین ‌‌ ‌‌ یفتنون فی کل عام مرتین
بولا حق تا زندگی پائے نہ چین ‌‌ ‌‌ یفتنونؔ فی کلؔ عام مرتین

امتحاں بر امتحانست اے پسر ‌‌ ‌‌ ہیں بہ کمتر امتحاں خود را مخر
امتحاں پر امتحاں ہے اے پسر ‌‌ ‌‌ امتحان تھوڑا بھی ہو تو اس سے ڈر

۱ سچ بولنے والوں کو اُن کا صدق نفع دیتا ہے ؂
۲ ایک سال میں دو بار امتحان لیا جائے ؂

زامتحانات قضا ایمن مباش	هان ز رسوائی بترس ای خواجه تاش
امتحانات قضا سے خوف کر	اپنی رسوائی سے ڈر اے بے خبر

بلعم باعور اور شیطان لعین

بلعم باعور و ابلیس لعین	زامتحان آخرین گشته مهین
بلعم باعور و شیطان لعین	تھے ذلیل امتحان آخر میں
زانکه بودند ایمن از مکر خدا	کامتحانها رفت اندر ما مضیٰ
وہ نڈر تھے مکر سے اللہ کے	بس ہمارے امتحاں سب ہو چکے
عاقبت رسوائی آمد حال شاں	هم شنیده باشی از احوال شاں
آخر کار ان کی رسوائی ہوئی	تو نے ان کی داستاں ہوگی سنی
کانچه پنهاں میکند پیدایش کن	سوخت ما را اے خدا رسوایش کن
وہ چھپاتا ہے تو پیدا کر اُسے	اے خدا! جلتا ہوں رسوا کر اسے
او بدعوی میل دولت مے کند	معده اش نفرین سبلت میکند
وہ تو دولت کا ہے بنتا مدعی	معدہ بھیجے مونچھ پر لعنت اُسی
لاف داد و کرمہا مے کند	شاخ رحمت را ز بن بر میکند
لاف زن ہے کرتا ہوں جود و عطا	شاخ رحمت کی جڑیں ہے کھودتا
جمله اجزائے تنش خصم ویند	کز بهارے لاف ایشاں در دیند
دشمن اس کے ہیں تمام اجزائے تن	ہیں خزاں میں لاف گلہائے چمن
این شکم خصم سبال او شده	دست پنهاں در دعا اندر زده
پیٹ اس کی مونچھ کا دشمن ہوا	کرتا ہے پوشیدہ پوشیدہ دعا
کاے خدا رسوا کن این لاف لئام	تا بجنبد سوئے ما رحم کرام
اے خدا رسوا کر اس کی شیخیں	رحم تا ہم پر کرم والے کریں

مستجاب آمد دعائے آں شکم — سوزشِ حاجت بزد بیروں علم

با اثر نکلیں دعائیں پیٹ کی — سوزشِ حاجت لے کی پردہ دری

گفت حق گر فاسقی و اہلِ صنم — چوں مرا خوانی اجابتہا کنم

بولا حق۔ فاسق ہو یا ہو بوالفضول — جب پکاریگا۔ کرونگا میں قبول

راستی پیش آر یا خاموش کن — وانگہاں رحمت ببیں و نوش کن

بول سچ یا بولنے سے کر حذر — آب رحمت دیکھ پھر اور نوش کر

تو دعا را سخت گیری و شخول — عاقبت برہاندت از دستِ غول

کر دعائیں اور زیادہ و بکا — غول کے ہاتھوں سے آخر ہو رہا

بلّی کا دُنبے کی کھال لے جانا

چوں شکم خود را بحضرت در سپرد — گربہ آمد پوستِ دنبہ را ببرد

جب شکم نے حق سے یوں فریاد کی — کھال وہ دنبے کی بلی لے گئی

از پے دنبہ دویدند او گریخت — کودک از ترسِ عتابش رنگ ریخت

اس کے پیچھے دوڑے۔ وہ بھاگی مگر — خوف سے پیلا ہوا اس کا پسر

آمد اندر انجمن آں طفلِ خرد — آبروئے مردِ لافی را ببرد

انجمن میں آیا وہ دوڑا ہوا — اس گھمنڈی کو وہاں رسوا کیا

گفت آں دُنبہ کہ ہر صبحے بداں — چرب میکردی لبان و سبلتاں

بولا وہ دنبہ کہ جس سے ہر سحر — مونچھیں اور لب تو کیا کرتا تھا تر

گربہ آمد ناگہانش در ربود — بس دویدیم و نکرد آں جہد سود

بلی آئی ناگہاں اور لے گئی — دوڑ سب بیکار وہ میری ہوئی

پہلواں ور لاف گرم و ذوقناک — چوں شنید ایں قصہ گشت از غم ہلاک

پہلواں مغرور تھا اور ذوق ناک — سُن کے قصہ ہو گیا غم سے ہلاک

منفعل شد در میانِ انجمن — سر فرو برد و خمش شد از سخن

منفعل جب انجمن میں وہ ہوا — سر جھکایا اور چپکا ہو گیا

خندہ آمد حاضراں را زاں شگفت
رحمہا شاں باز جنبیدن گرفت

خندہ زن سب حاضریں تھے برملا
رحم بھی اُن کو مگر آیا ذرا

دعوتش کردند و سیرش داشتند
تخم رحمت در زمینش کاشتند

دعوتیں کیں اور کھلایا پیٹ بھر
بویا تخم رحم اس کی خاک پر۔

او چو ذوق راستی دید از کرام
بے تکبر راستی را شد غلام

دیکھا جب سخیوں کا ذوق راستی
بے تکبر راستی کی راہ لی

راستی را پیشۂ خود کن مدام
تا شوی در ہر دو عالم نیکنام

راستی کو اپنا پیشہ کر مدام
تا کہ ہو دونوں جہاں میں نیکنام

گیدڑ کا دعوائے طاؤسی

آں شغال رنگ رنگ آمد نہفت
بر بنا گوش ملامت گر بگفت

خفیہ اس رنگیں گیدڑ نے کہا
کان میں اس کے ملامت گر جو تھا

بنگر آخر در من و در رنگ من
یک صنم چوں من ندارد خود شمن

مجھ کو دیکھ اور میرے رنگ اے ناشناس
ایک ایسا بُت نہیں بُت گر کے پاس

چوں گلستاں گشتہ ام صد رنگ و خوش
مر مرا سجدہ کن از من سر مکش

میں تو مثل گلستاں صد رنگ ہوں
سجدہ کر تو۔ سرکشی ہے مجھ سے کیوں

کر و فر و آب و تاب و رنگ بیں
فخر دنیا خواں مرا و رکن دیں

دیکھ آب و تاب میری بالیقیں
فخر دُنیا مجھ کو کہہ اور رُکن دیں

مظہر لطف خدائی گشتہ ام
لوح شرح کبریائی گشتہ ام

مظہر لطف خدائی میں بھی ہوں
شرح حسن کبریائی میں بھی ہوں

اے شغالاں ہیں مخوانیدم شغال
کے شغالے را بود چندیں جمال

اب مجھے گیدڑ نہ کہنا گیدڑو
کب کسی گیدڑ میں ایسا حسن ہو

آں شغالاں آمدند آنجا بجمع | ہمچو پروانہ بگردا گرد شمع

گیدڑ آکر ہو گئے پاس اسکے جمع | جس طرح پروانے آئیں گرد شمع

پس چہ خوانیمت بگو اے جوہری | گفت طاؤس نر چوں مشتری

بولے ۔ تجھ کو کیا کہیں اے جوہری | بولا وہ طاؤس نر جوں مشتری

پس بگفتندش کہ طاؤساں جہاں | جلوہا دارند اندر گلستاں

بولے وہ گیدڑ کہ طاؤس اے اخی | کرتے ہیں گلزار میں جلوہ گری

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے | باد یہ نارفتہ چوں گویم منے

تو ہے جلوہ گر یونہی؟ بولا نہیں | جب نہیں جنگل ۔ منا[1] کا کیا یقیں

بانگ طاؤساں کنی گفتا کہ لا | پس نۂ طاؤس خواجہ بوالعلا

مور کی بولی ہی بول اے بو العلا[2] | چپ ہے کیوں، تو مور کب ہے ۔ سر نہ کھا

خلعت طاؤس آید ز آسماں | کے رسی از رنگ و دعوہا براں

خلعت طاؤس آئے چرخ سے | رنگ کب دعووں کا اس پر چڑھ سکے

ہمچو فرعون مرصّع کردہ ریش | برتر از موسیٰ پریدہ از خریش

جیسے فرعون مرصّع ریش نے | سمجھا ۔ بہتر ہوں کلیم اللہ سے

گیدڑ سے فرعون کی مشابہت

او ہم از نسل شغال مادہ زاد | در خم مالے و جاہے اوفتاد

وہ بھی شاید نسل سے گیدڑ کی تھا | خم مال و جاہ میں ڈوبا ہوا

ہر کہ دید آں جاہ و مالش سجدہ کرد | سجدۂ افسونیاں را او بخورد

جس نے دولت دیکھ لی ۔ سجدہ کیا | مکر کے سجدوں پہ اس کو فخر تھا

[1] مکہ معظمہ کا ایک بازار جہاں قربانی دیتے ہیں +

[2] بوالعلا ابن حنیفہ کی کنیت ہے ۔ جو بیوقوفی میں مشہور تھا +

گشت مستک آں گدائے ژندہ دلق ۔ از سجود و از تحیرہائے خلق
گدڑی والے میں بھی آ گئی مستی اُسے ۔ سجدہ و حیرانئ مخلوق سے

مال مار آمد کہ دروے زہرہاست ۔ وان قبول و سجدۂ خلق اژدہاست
مال، سانپ ہے اور زہر ہے اُس میں بھرا ۔ ہے قبول و سجدۂ خلق اژدہا

ہائے اے فرعون ناموسی مکن ۔ تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن
دیکھ اے فرعون ناموسی نہ کر ۔ تو ہے گیدڑ، زعم طاؤسی نہ کر

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی ۔ عاجزی از جلوہ رسوا شوی
موروں میں جا کر اگر پیدا ہو تو ۔ عاجزی سے جلوہ کی رُسوا ہو تو

موسیٰ و ہاروں چو طاؤساں بدند ۔ پرِ جلوہ بر سر و رویت زدند
موسیٰؑ اور ہارونؑ دونوں مور تھے ۔ تیرے سر پر جلوہ کے پَر مارتے

زشتیت پیدا شد و رسوائیت ۔ سرنگوں افتادی از بالائیت
زشتی و رسوائی تیری ہے عیاں ۔ سرنگوں بالا سے گر کر ہے تو ہاں

چوں محک دیدی سیہ گشتی چو قلب ۔ نقشِ شیری رفت پیدا گشت کلب
مثل کھوٹے کے تو کالا پڑ گیا ۔ شیری رخصت ہو گئی - کتا بنا

اے سگِ گرگینِ زشت از حرص و جوش ۔ پوستینِ شیر را بر خود مپوش
خارشی کُتے! تو حرص و جوش سے ۔ پوستینِ شیر کا پردہ نہ لے

غرۂ شیرت بخواہد امتحاں ۔ نقشِ شیر و آنگہ اخلاقِ سگاں
غرۂ شیری کا ہوگا امتحاں ۔ شیر کا نقش اور اخلاقِ سگاں

اے شغالِ بے جمالِ بے ہنر ۔ ہیچ بر خود ظنِ طاؤسی مبر
تو ہے گیدڑ بے جمال و بے ہنر ۔ اپنے اوپر مور کا یوں ظن نہ کر

۵۱ لوگوں سے عزت کی توقع رکھنا ؎

زانکہ طاؤساں کنندت امتحاں ۔ خوار و بے رونق بمانی در جہاں
جب کریں گے مور تیرا امتحاں ۔ خوار و بے رونق ہو تو دُنیا میں ہاں

منافق کی نشانی

گفت یزداں مر نبی را در مَساق ۔ یک نشانِ سہلتر ز اہلِ نفاق
حق نے ظاہر کی رسولِ پاک پر ۔ ہر منافق کی نشانی سہل تر

گر منافق زفت باشد نغز و ہول ۔ وا شناسی مر ورا در لحن و قول
گر منافق ہو بڑا اور پُر زہول ۔ اس کو تو پہچان سُن کر لحن و قول

چوں سفالیں کوزہ ہا را بخری ۔ امتحانے میکنی اے مشتری
مٹی کے برتن جو لیتا ہے کبھی ۔ امتحاں کرتا ہے تو اے مشتری

میزنی دستے براں کوزہ چرا ۔ تا شناسی از طنین اشکستہ را
ٹھونکتا ہے اور بجاتا ہے اُسے ۔ تا صدا سے ٹوٹا پھوٹا جان لے

بانگِ اشکستہ دگرگوں مے بود ۔ بانگ چاؤش است پیشش میرود
ٹوٹے برتن کی صدا ہے دوسری ۔ ہے نقیب آواز گویا اے اخی

بانگ مے آید کہ تعریفش کند ۔ ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
وہ صدا کوزے کی تعریفیں کرے ۔ فعل جوں مصدر کی تصریفیں[1] کرے

چوں حدیثِ امتحانی رو نمود ۔ یادم آمد قصۂ ہاروت زود
بات جب یہ امتحانی آ پڑی ۔ قصۂ ہاروت یاد آیا ابھی

ہاروت و ماروت کا قصہ

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے ۔ خود چگویم از ہزارانش یکے
اس سے پہلے کہہ چکا ہوں کچھ بیاں ۔ اک ہزاروں میں سے کرتا ہوں عیاں

[1] گردانیں

خواستم گفتن دراں تحقیقہا ۔ تا کنوں وا ماندم از تعویقہا

چاہا تھا تحقیق سے کرنا بیاں ۔ ہو گئی تاخیر اتنی بے گماں

گوش دل را ایک نفس ایں سو بدار ۔ تا بگویم با تو از اسرار یار

گوش دل کو تو ادھر دم بھر لگا ۔ دوست کے کچھ بھید تجھکو دوں بتا

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل ۔ گفتہ آید شرح یکجزوے ز نیل

سیکڑوں بھیدوں سے اسکے کچھ قلیل ۔ جیسے ہو اک قطرۂ دریائے نیل

گوش کن ہاروت را ماروت را ۔ اے غلام و چاکراں ماروت را

قصہ سُن ہاروت اور ماروت کا ۔ ہم غلام اور تیرے چہرے پہ فدا

مست بودند از تماشائے الہ ۔ در عجائبہائے استدراج شاہ

مست تھے اللہ کے دیدار سے ۔ شہ کے استدراج میں کھوئے ہوئے

ایں چنیں مستی ست ز استدراج حق ۔ تا چہ مستیہا دہد معراج حق

مست کُن جب یوں ہو استدراج حق ۔ دیکھ کیا کیا مستیاں معراج حق

دانۂ دامش چنیں مستی نمود ۔ خوان انعامش چہا داند کشود

دانۂ دام ایسی مستی جب رکھے ۔ خوان انعام اس کا کیا کیا کھولدے

مست بودند و رہیدہ از کمند ۔ ہاے ہوئے عاشقانہ میزدند

مست تھے اور دام سے چھوٹے ہوئے ۔ ہا و ہوئے عاشقانہ کرتے تھے

یک کمین و امتحاں در راہ بود ۔ صرصرش چوں کاہ کہ را میربود

ایک گھات ایک امتحاں رستے میں تھا ۔ جس کی آندھی تھی پہاڑوں کی فنا

امتحاں میکرد شاں زیر و زبر ۔ کے بود سرمست را ز ینہا خبر

امتحاں کرتا انہیں زیر و زبر ۔ کیا ہو اک سرمست کو اسکی خبر

خندق و میداں بہ پیش او یکیست ۔ چاہ و خندق پیش او خوش مسلکیست

خندق و میداں برابر ہیں اُسے ۔ چاہ و خندق ایک ہیں اُس کے لئے

ایک بکرا اور بکری

آں بزِ کوہی برآں کوہِ بلند	بر دوداز بہرِ خوردے بے گزند
ایک بکرا ایک اُونچے کوہ پر	دوڑتا ہے چارہ کھانے بے خطر
تا علف چیند بہ بیند ناگہاں	بازئی دیگر ز حکمِ آسماں
چرتے چرتے دیکھتا ہے ناگہاں	دوسرا اک کھیل زیرِ آسماں
بر کہے دیگر براندازد نظر	مادہ بز بیند برآں کوہِ دگر
ڈالے نظریں دوسرے جب کوہ پر	بکری آئے کوہِ دیگر پر نظر
چشمِ او تاریک گردد در زماں	بر جہد سرمست زیں کہ تا بداں
آنکھیں ہوں تاریک اسکی دیکھکر	کودے سرمستی سے وہ اس کوہ پر
آنچناں نزدیک بنماید ورا	کہ دویدن گرد بالوعہ سرا
پاس وہ اتنا نظر آئے اُسے	جیسے گھر میں اک گڑھا ہو۔ دیکھئے
آں ہزاراں گز دو گز بنمایدش	تا ز مستی میل جستن آیدش
وہ ہزاروں گز دو گز آئے نظر	مستی میں پہنچے وہاں وہ کود کر
چونکہ بجہد در فتد اندر میاں	درمیانِ ہر دو کوہ بے اماں
کودے جب تو درمیاں ہیں گر پڑے	دونوں کوہوں ہیں۔ اماں کیونکر ملے
او زِ صیّاداں بگہ بگریختہ	خود پناہش خونِ اورا ریختہ
کوہ پر بھاگا پھرے صیّاد سے	وہ پناہ گہ خون خود اسکا کرے
شستہ صیّاداں میانِ آں دو کوہ	انتظارِ آں قضائے باشکوہ
ان پہاڑوں میں چھپے صیّاد تھے	منتظر گویا تھے اس کی موت کے
باشد اغلب صید ایں بز ہمچنیں	ورنہ چالاک ست وچست و خصم بیں
اس طرح اکثر یہ بکرا ہو شکار	ورنہ ہے چالاک و چُست اور ہوشیار

رستم ار چہ باسر و سبلت بود — دام پاگیرش یقیں شہوت بود
شان اور شوکت اگر رستم رکھے — جال اور پھندے میں شہوت کے پھنسے

ہمچو من از مستیٔ شہوت ببر — مستیٔ شہوت ببیں اندر شتر
کر مرے مانند شہوت سے حذر — اور مستیٔ شتر پر غور کر

باز ایں مستی و شہوت در جہاں — پیش مستیٔ ملک شد مستہان
شہوتِ عالم اور اس کی مستیاں — پیش مستیٔ ملک رسوا ہیں۔ ہاں

مستیٔ آں مستیٔ ایں بشکند — او بشہوت التفاتے کم کند
اس کی مستی توڑے اس مستی کی ذات — کب ہے اس کا سوئے شہوت التفات

آب شیریں تا نخوردی آب شور — خوش بود خوش چوں درون دیدہ نور
آب شیریں گر نہ ہو تو آب شور — خوب ہو معلوم جوں آنکھوں میں نور

قطرۂ از بادہائے آسماں — پر کند جاں را ز مے و ز ساقیاں
آسماں سے گر گرے قطرہ عشق کا — جاں بھرے ساقی و مے سے برملا

تا چہ مستیہا بود املاک را — وز جلالت روحہائے پاک را
دیکھ قطرے میں ہیں کیسی مستیاں — روح کو حاصل ہے عظمت بیگماں

کہ ببوئے دل بر آں مے بستہ اند — خم بادۂ ایں جہاں بشکستہ اند
دل ہیں اس مے کا کیا ہے بند و بست — اور خم مے کو یہاں کے دی شکست

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور — ہمچو کفارے نہفتہ در قبور
ماسوا انکے جو ہیں مایوس دور — کافروں کی طرح محجوب قبور

نا امید از ہر دو عالم گشتہ اند — خار ہائے بے نہایت کشتہ اند
نا امید ہر دو عالم وہ ہوئے — کانٹے لا تعداد آخر بو دئے

ہاروت و ماروت کا زمین پر آنے کی تمنا کرنا

پس زمستیہا بگفتند اے دریغ — بر زمیں باراں بدادیمے چو میغ

مستی سے بولے - زمیں پر ہوتے ہم — رکھتے جوں ابر اسکو تازہ - پُر نم

گستریدیمے در آں جا بیداد جا — عدل و انصاف و عبادات و وفا

اور پھیلاتے وہاں جا کر ذرا — عدل و انصاف و عبادت اور وفا

ایں بگفتند و قضا میگفت بیست — پیشِ پایت دام ناپیدا بسے ست

اور کہتی تھی قضا، خود کو سنبھال — پاؤں کے آگے بہت مخفی ہیں جال

ہیں مرو گستاخ در دشتِ بلا — ہیں مراں کورانہ اندر کربلا

کیوں ہے رُخ تیرا سُوئے دشتِ بلا — جا نہ یوں کورانہ سُوئے کربلا

کہ زِ موے و استخوانِ ہالکاں — مے نیابد راہ پائے سالکاں

استخوان و مُو سے مرنے والوں کے — رہروؤں کو کس طرح رستہ ملے

جملہ را استخوان و موے و پَے — بسکہ تیغِ قہر لاشے کرد شے

بال اور ہڈی سے پُر ہے راستا — شئے کو لاشئے قہر نے ہے کر دیا

گفت حق کہ بندگان یارِ عون — بر زمیں آہستہ میرانند ہون

بولا حق - بندے جو ہیں اہل وفا — چلتے آہستہ زمین پر ہیں سدا

پا برہنہ چوں رود در خار زار — جز بہ عقل و فکر ہر پرہیزگار

پا برہنہ کانٹوں میں کیونکر چلے — ہاں بجز زاہد اور اہلِ فکر کے

ایں قضا میگفت لیکن گوششاں — بستہ بود اندر حجابِ جوششاں

یہ قضا کہتی تھی - لیکن اُن کے کان — بند قیدِ جوشش میں تھے بیگمان

چشمہا و گوشہا را بستہ اند — جز مگر آنہا کہ از خود رستہ اند

کر لیا ہے آنکھ اور کانوں کو بند — ہاں مگر وہ جو ہیں بیخود فتحمند

جز عنایت کہ کشاید چشم را ‖ جز محبت کہ نشاند خشم را
جُز عنایت کون کھولے آنکھ کو ‖ جُز محبت کے نہ ہو غصہ فرو

جہدِ بے توفیق جاں کندن بوُد ‖ زار زنی کم گرچہ صد خرمن بوُد
سعی بے توفیق ہے بس جاں کنی ‖ کم نہیں کنگنی سے جو ہوں سو ڈھیر بھی

جہد بے توفیق خود کس را مباد ‖ در جہاں واللہ اعلم بالرشاد
سعیٔ بے مقصد کسی کو حق نہ دے ‖ بس وہی اسرار جانے رشد کے

فرعون کا خواب دیکھنا

جہد فرعونی چو بے توفیق بود ‖ ہر چہ او میدوخت آں تفتیق بود
سعیٔ فرعونی جو بے توفیق تھی ‖ جو سلائی اس نے کی۔ اُدھڑی وہی

از منجم بود در حکمش ہزار ‖ وز مُعبّر بود ساحر بے شمار
تھے منجم حکم میں اس کے ہزار ‖ اور جادُو گر معبر[1] بے شمار

مقدمِ موسیٰؑ نمودندش بخواب ‖ کہ کند فرعون و ملکش را خراب
آئے ہیں موسیٰؑ۔ یہ دیکھا اُسنے خواب ‖ وہ اور اس کا ملک ہوتا ہے خراب

با معبّر گفت و با اہلِ نجوم ‖ چوں بود دفعِ خیال و خوابِ شوم
اس نے یہ پوچھا کہ اے اہلِ نجوم ‖ دفع ہو کیونکر خیال و خوابِ شوم

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم ‖ راہِ زادن را چو رہزن بر زنیم
بولے سب۔ تدبیر اسکی ہم کریں ‖ مثلِ رہزن روک دیں پیدائشیں

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں ‖ رائے آں دیدند آں فرعونیاں
رات پیدائش کی جب آ ہی گئی ‖ رائے یہ فرعونیوں کی پھر ہوئی

[1] خواب کی تعبیر نکالنے والا ؎

که برون آرند آں روز از نگاه — سوئے میداں بزم و تختِ بادشاه

پس نکالیں صبح سے بے اشتباہ — جانب میداں ہی تخت بادشاہ

پس بفرمودند در شہر آشکار — کہ منادیہا کنند از ہر کنار

حکم یہ پہنچا کہ سارے شہر میں — یہ منادی ہر طرف کرتے پھریں

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں — شاہ میخواند شمارا از مکاں

ہو تمہیں معلوم اسرائیلیو! — ہے بلایا شاہ نے۔ گھر سے چلو

تا شمارا رو نماید بے نقاب — بر شما احساں کند بہرِ ثواب

تاکہ وہ چہرہ دکھائے بے نقاب — تم پہ یہ احساں کرے بہرِ ثواب

کاں اسیراں را بجز دوری نبود — دیدنِ فرعون دستوری نبود

اُن اسیروں کو تھی دوری دائما — دیکھنا فرعون کا ممکن نہ تھا

گر فتادندے بره در پیشِ او — بہرِ آں یاسہ بخفتندے برو

راہ میں آگے اگر وہ اسکے آئیں — قاعدہ تھا۔ اوندھے گر کر منہ چھپائیں

یاسہ آں بُد کہ نہ بیند ہیچ اسیر — در گہ و بیگہ لقائے آں امیر

ضابطہ یہ تھا۔ نہ دیکھیں وہ اسیر — وقت اور بے وقت دیدارِ امیر

بانگِ چاؤشاں چو در رہ بشنود — تا نہ بیند رو بدیوارے کند

جب نقیبوں کی وہ آوازیں سنیں — جانب دیوار چہرے پھیر لیں

ور ببیند روئے آں مجرم شود — آنچہ بدتر بر سرِ او آں رود

جو ملائے آنکھ مجرم ہو وہی — بد تریں اسکو سزا دی جائے گی

بود شاں حرص لقائے ممتنع — کہ حریص است آدمی فیما منع

دیکھنے کی تھی ہر اک ناداں کو حرص — منع کردہ شے کی ہو انساں کو حرص

فرعون کا بنی اسرائیل کو بُلانا

شد منادی در محلّتہا رواں — بانگ میزد کو بکو شادی کناں

ہر محلّے میں منادی ہو گئی — کو بکو تھی یہ صدا گونجی ہوئی

کاے اسیراں سوئے میداں گہ روید — کز شہنشہ دیدن و جود ستامید

اے اسیرو جانبِ میداں چلو! — دیکھو شاہنشاہ کو۔ انعام ا

چوں شنید آں مژدہ اسرائیلیاں — تشنگان بودند و بس مشتاق آں

مژدہ اسرائیلیوں نے جب سُنا — دید کے پیاسے تھے مشتاق لقا

زیں خبر گشتند جملہ شادماں — راہِ میداں برگرفتند آں زماں

اس خبر سے ہو گئے سب شادماں — راہ لی میدان کی۔ پہنچے وہاں

حیلہ را خوردند و آں سو تاختند — خویشتن را بہرِ جلوہ ساختند

کھا کے دھوکا سب اُدھر کو چل دئے — بن سنور کر دیکھنے کے واسطے

تا روند آنجا بہ بینند روئے او — تا چہ خاصیت دہد دیدارِ او

دیکھیں چہرہ اس کا تا جا کر وہاں — کیا ہے تاثیر اس کی۔ کر لیں امتحان

از غرض غافل بُدند و بے خبر — وز طمع رفتند بیروں سر بسر

تھے غرض سے محض غافل۔ بے خبر — طمع سے باہر گئے وُہ سر بسر

ایک تمثیلی حکایت

ہمچناں کاں جا عول حیلہ داں — گفت میجویم کسے از مصریاں

جس طرح اک حیلہ گر اور بد معاش — بولا۔ اک مصری کی ہے مجھ کو تلاش

مصریاں را جمع آرید ایں طرف — تا در آید آنکہ مے جویم بکف

مصریوں کو جمع کر دو تم یہاں — اس کو پکڑوں جس کا جویا ہوں میں، یہاں

ہر کجا بُد مصریئے جمع آمدند
دربر آں میر یک یک مے شدند

تھے جہاں مصری - اکٹھے ہو گئے
ایک اک سب سامنے آنے لگے

ہر کہ مے آمد بگفتا نیست ایں
ہیں درآ خواجہ درآں گوشہ نشیں

جو کوئی آتا - وہ کہتا یہ نہیں
اور کہتا - خواجہ! تم بیٹھو یہیں

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند
گردن ایشاں بداں حیلہ زدند

اِس طرح جب جمع آ کر سب ہوئے
کاٹیں سب کی گردنیں اس حیلے سے

شومیِ آنکہ سوئے بانگِ نماز
داعی اللہ را نبردندے نیاز

آفت آئی یہ کہ وُہ تھے بے نماز
حق کے داعی سے نہ تھا اُن کو نیاز

دعوتِ مکّارِ شاں اندر کشید
الحذر از مکرِ شیطاں اے رشید

دعوت مکار پر دوڑے گئے
الاماں اس مکر سے شیطان کے

بانگِ درویشاں و محتاجاں نیوش
تا نگیرد بانگِ محتالیت گوش

سُن صدا درویش و مفلس کی اچھی
تا نہ آواز آئے پھر مکار کی

گر گدایاں طامعند و زشت خو
در شکم خوراں تو صاحبدل بجو

گر گدا ہیں لالچی اور زشت خو
گر تو اہلِ دل کی اُن میں جستجو

در تگِ دریا گہر با سنگہاست
فخرہا اندر میانِ ننگہاست

تہ میں دریا کی گہر اور سنگ ہیں
فخر جو کچھ ہیں میانِ ننگ ہیں

پس بجوشیدند اسرائیلیاں
از پگہ تا جانبِ میداں رواں

جوش میں آ کر وہ اسرائیلیے
صبح ہی میداں کی جانب چلدیئے

چوں بحیلت شاں بمیداں برد او
روئے خود بنمود شاں بس تازہ رو

جمع اس حیلے سے جب قوم اُسنے کی
مُنہ دکھانا رونمائی تھی نئی

کرد دلداری و بخششہا بداد
ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد

ان کی دلداری بھی کی بخشش بھی کی
کی عطا اور پھر کیئے کچھ وعدے بھی

بعد ازاں گفت از برائے جاں شاں — جملہ در میداں بخسپید امشباں

پھر کہا۔ اپنی حفاظت کے لئے — آج اس میداں میں سونا چاہیئے

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم — گر تو خواہی یکسرہ اینجا سا کنیم

عرض کی۔ ہم شوق سے خدمت کریں — تو کہے۔ تو ایک سرہ اس جا رہیں

فرعون کا خوش خوش واپس آنا

شہ شبانگہ باز آمد شادماں — کامشباں حملست دُور ز زناں

شام کو شہ لوٹ آیا۔ خوش ہوا — حمل کی شب سب ہیں عورت سے جدا

خازنش عمرانؑ ہم اندر خدمتش — ہم بشہر آمد قرین صحبتش

تھے جو خازن اس کے عمرانؑ خدمتی — شہر کو بس آئے اس کے ساتھ ہی

گفت اے عمرانؑ بریں در خسپ تو — ہیں مرو سوئے زن و صحبت مجو

بولا۔ اے عمرانؑ یہیں کر شب بسر — پاس عورت کے نہ جا۔ صحبت نہ کر

گفت خسپم ہم دریں درگاہِ تو — ہیچ نندیشم بجز دلخواہِ تو

بولے ہاں تیرے ہی در پر سوؤنگا — فکر کیا ہے تیری خواہش کے سوا

بود عمرانؑ ہم ز اسرائیلیاں — لیک مر فرعون را دل بود و جاں

گو تھے عمرانؑ قوم اسرائیل سے — پر بہت فرعون کو محبوب تھے

نے گماں بردے کہ او عصیاں کند — آنکہ خوفِ جانِ فرعون آں کند

گماں کب تھا کہ وہ عصیاں کریں — اور ہلاکت کا مری باعث بنیں

ایمن از عمرانؑ بُد و افعال او — لیک آں بر خود جزائے حال او

فعل سے عمرانؑ کے بے خوف تھا — خود وہ تھا اس کے لئے لیکن سزا

خود کجا در خاطر فرعون بود — ایں چنیں تقدیر چوں عاد و ثمود

خاطرِ فرعون میں تھا کب کشود — اس کی ہے تقدیر جوں عاد و ثمود

شہ برفت و او بر آں درگاہ خفت — نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت
شہ گیا۔ وہ در پہ سوئے بالیقیں — نصف شب کو اُس کی بی بی آگئیں

زن برو افتاد و بوسید آں لبش — بر جہانیدش ز خواب اندر شبش
لپٹ کر کرنے لگی بوس و کنار — نیند سے اُس کو جگایا بار بار

گشت بیدار او و زن را دید خوش — بوسہ باراں کرد از لب بر لبش
دیکھا عورت کو جب آنکھ اُسکی کھلی — بارش اُس کے ہونٹ پر بوسوں کی کی

گفت عمرانؑ ایں زماں چوں آمدی — گفت از شوق و قضائے ایزدی
بولے عمرانؑ۔ آنا تھا اس وقت کیا؟ — بولی تھا شوق اور تھا حکم خدا

در کشیدش در کنار از مہر مرد — بر نیامد با خود آندم در نبرد
مہربانی سے ہوئے وہ ہمکنار — اور لڑائی میں ہوئے بے اختیار

جفت شد با او امانت را سپرد — پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خرد
ہو کے ہم صحبت امانت سونپ دی — بولے اے عورت یہ بات آساں نہ تھی

آہنے بر سنگ زد زاد آتشے — آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
لوہے اور پتھر سے نکلی ہے جو آگ — ملک سے اور شاہ سے رکھے گی لاگ

من چو ابرم تو زمیں موسیٰؑ نبات — حق شہِ شطرنج و ما ماتیم مات
میں ہوں بادل۔ تو زمیں موسیٰؑ نبات — حق شہِ شطرنج ہے۔ اور ہم ہیں مات

مات و برد از شاہ میداں اے عروس — ایں مداں از ما مکن بر ما فسوس
شاہ سے ہے برد و مات اے خوش نظر — میں ہوں کیا۔ مجھ پر نہ تو افسوس کر

آنچہ ایں فرعون مے ترسید او — ہست شد ایندم کہ گشتیم جفت تو
جس سے تھا فرعون کو اک خوف سا — وُہ تری صحبت سے پختہ ہو گیا

حضرت عمرانؑ کا بی بی کو نصیحت کرنا

باز گرد و ہیچ از اینہا دم مزن — تا نیاید بر من و تو صد حزن

لوٹ جا اور ذکر اس کا کچھ نہ کر — تا نہ پہنچے مجھ کو اور تجھ کو ضرر

عاقبت پیدا شود آثار ایں — چوں علامتہا رسد اے نازنیں

حمل کے آثار تب ہوں گے عیاں — ہوں گے جب اے نازنیں پیدا نشاں

در زماں از سوئے میداں نعرہا — مے رسید از خلق و مے شد بر ہوا

جانبِ میداں سے نعرے شہر تک — پہنچے رل مل کر ہوا میں یک بیک

شاہ ازاں ہیبت بروں جست آنزماں — پا برہنہ کایں چہ غلغلہاست ہاں

خوف سے فرعون باہر آ گیا — ننگے پاؤں - جب یہ شور و غل سنا

فرعون کا شور و غل سے ڈرنا

از سوئے میداں چہ بانگست و غریو — کز نہیبش میرمد جنّے و دیو

شور و غل کیسا ہے یہ میدان میں — دیو و جن کو خوف سے ہیں لرزشیں

گفت عمرانؑ شاہ مارا عمر باد — قوم اسرائیلیاں اند از تو شاد

بولے عمرانؑ - عمر افزوں شاہ کی — تجھ سے اسرائیلیوں میں ہے خوشی

از عطائے شاہ شادی میکنند — رقص مے آرند و کفہا میزنند

شاہ کی بخشش سے ان کے دل ہیں شاد — تالیوں اور رقص سے کرتے ہیں یاد

گفت باشد کایں بود اما ولیک — وہم و اندیشہ مرا پر کرد نیک

بولا - شاید ہو یہی - لیکن مجھے — وہم و اندیشہ ہے ایسے شور سے

ایں صدا جانِ مرا تغییر کرد — از غم و اندوہِ تلخم پیر کرد

اس صدا سے دل میں ہے اک انقلاب — ہے غم و اندوہ سے حالت خراب

زہرہ نے عمرانؑ مسکیں را کہ تا — باز گوید اختلاطِ جفت را

تاب تھی عمرانؑ مسکیں میں کہاں — حال صحبت کا جو کر دیتا بیاں

پیش می آمد سپس میرفت شہ — جملۂ شب ہمچو حامل وقتِ زہ

باہر اندر رات بھر فرعون تھا — دردِ زہ کے وقت جیسے حاملا

ہر زماں مے گفت اے عمرانؑ مرا — سخت از جا بردہ است ایں نعرہا

ہر گھڑی کہتا تھا۔ اے عمرانؑ مجھے — بیقراری سخت ہے اس شور سے

چوں زن عمرانؑ بعمرانؑ و رخزید — تا کہ شد استارہ موسیٰؑ پدید

زوجہ عمراں سے ہوئی جب ہمکنار — کوکب موسیٰؑ ہوا گردوں نگار

ہر پیمبر کہ در آید در رحم — نجم او بر چرخ گردد منتجم

جب رحم میں آتا ہے کوئی نبی — تارا ہوتا ہے فلک پر منجلی

نجومیوں کا شور و غوغا

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش — کوریٔ فرعون و مکر و چارہ اش

اُن کا تارا چرخ پر ظاہر ہوا — حیلہ سب فرعون کا بے کار تھا

روز شد گفتش کہ اے عمرانؑ برو — واقفِ آں غلغل و آں بانگ شو

دن ہوا۔ بولا کہ اے عمرانؑ جا — لا خبر۔ کیسا تھا شور اور غلغلا

راند عمرانؑ جانبِ میدان و گفت — ایں چہ غلغل بود شاہنشہ شگفت

جا کے میداں میں یہ عمرانؑ نے کہا — شور یہ کیسا تھا جو شہ نے سنا

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک — ہمچو اصحابِ عزا مالیدہ خاک

ہر نجومی ننگے سر اور جامہ چاک — اہل ماتم کی طرح تھا ملے خاک

ہمچو اصحابِ عزا آوازِ شاں — بُد گرفتہ در فغان و سازِ شاں

ماتمی لوگوں کی سی آواز تھی — اور چلانے سے تھی بیٹھی ہوئی

ریش و مو برکندہ و بدریدگاں ‌‌ ‌‌ خاک بر سر کردہ پرخوں دیدگاں
ڈاڑھی نوچی اور اکھاڑے موئے سر ‌‌ ‌‌ خاک بر سر اور خوں سے آنکھ تر

گفت خیر ست این چہ آشوب ست و حال ‌‌ ‌‌ بدنشانے میدہد منحوس سال
بولے عمرانؑ خیر ہے، کیا ہے یہ حال ‌‌ ‌‌ بدشگونی کرتا ہے منحوس سال

عذر آوردند و گفتند اے امیر ‌‌ ‌‌ کرد ما را دست تقدیرش اسیر
عذر کرکے سب وہ بولے اے امیر ‌‌ ‌‌ کرلیا تقدیر نے ہم کو اسیر

اینہمہ کردیم و دولت تیرہ شد ‌‌ ‌‌ دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
کرچکے سب کچھ، اندھیرا ہو گیا ‌‌ ‌‌ دشمن فرعون پیدا ہو گیا

شب ستارہ آں پسر آمد عیاں ‌‌ ‌‌ کوریٔ ما بر جبین آسماں
رات کو اس کا ستارہ تھا عیاں ‌‌ ‌‌ اپنی کوری تھی بروئے آسماں

زد ستارہ آں پیمبر بر سما ‌‌ ‌‌ ما ستارہ بار گشتیم از بکا
اس نبیؑ کا تھا ستارہ چرخ پر ‌‌ ‌‌ تارے برساتے ہم آنکھوں سے ادھر

با دل خوش شاد عمراں وز نفاق ‌‌ ‌‌ دست بر سر مے بزد کاہ الفراق
خوش تھے عمرانؑ لیکن از راہ نفاق ‌‌ ‌‌ پیٹ کر سر اپنا بولے الفراق

کرد عمرانؑ خویش پر خشم و ترش ‌‌ ‌‌ رفت چوں دیوانگاں بے عقل و ہش
ترش رُو اور رنج و غصہ سے بھرے ‌‌ ‌‌ بے خبر دیوانوں کی صورت چلے

خویشتن را اعجمی کرد و براند ‌‌ ‌‌ گفتہائے بس خشن در جمع خواند
اپنے کو لاعلم کرکے وہ گئے ‌‌ ‌‌ سخت باتیں لوگوں سے کہتے ہوئے

خویشتن را ترش و غمگیں ساخت او ‌‌ ‌‌ نرد ہائے بازگونہ باخت او
ترش اور غمگیں خود کو کرلیا ‌‌ ‌‌ وہ کھلاڑی کھیل کھیلے دُوسرا

گفت شاں شاہ مرا بفریفتید ‌‌ ‌‌ از خیانت وز طمع نشکیفتید
بولے سب نے شاہ کو بہکا دیا ‌‌ ‌‌ صبر کب طمع و خیانت سے کیا

سوئے میداں شاہ را انگیختند ‌ ‌ ‌ آبروئے شاہ ما را ریختند

جا کے میداں میں ابھارا شاہ کو ‌ ‌ ‌ اور ہمارے شاہ کی لی آبرو

دست بر سینہ زدند اندر زماں ‌ ‌ ‌ شاہ را ما فارغ آریم از غماں

بولے سینہ کوٹ کر وہ سب سنو ‌ ‌ ‌ ہم رہا غم سے کریں گے شاہ کو

عاقبت زرہا تلف شد کار خام ‌ ‌ ‌ شد بر فرعون و برخواندنش تمام

زر تلف اتنا ہوا۔ ہے کام خام ‌ ‌ ‌ کہ دیا فرعون سے قصہ تمام

چوں شنید از غصہ ریش شد سیاہ ‌ ‌ ‌ خواند ایشاں را ز خشم آں دیں تباہ

ہو گیا یہ سن کے منہ اس کا سیاہ ‌ ‌ ‌ پھر بلایا سب کو سوئے بارگاہ

گفت ایشاں را کہ ہیں اے خائناں ‌ ‌ ‌ من برآویزم شما را بے اماں

اور کہا اُن سے کہ کیوں اے خائنو ‌ ‌ ‌ کیا چڑھا دوں تم کو سولی ہے۔ کہو

خویش را در مضحکہ انداختم ‌ ‌ ‌ مالہا در دشمناں در باختم

مضحکہ میں میں نے ڈالا اپنے کو ‌ ‌ ‌ مال و زر تم کو دیا اے دشمنو

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیاں ‌ ‌ ‌ دور ماندند از ملاقات زناں

قوم اسرائیل تا صرف ایک رات ‌ ‌ ‌ عورتوں سے دور ہو۔ تھی اتنی بات

مال رفت و آبرو و کار خام ‌ ‌ ‌ ایں بود یاری و افعال کرام؟

دے کے مال و آبرو۔ ہے کار خام ‌ ‌ ‌ کیا یہ ہے غمخواری و فعل کرام؟

سالہا ادرار و خلعت مے برید ‌ ‌ ‌ مملکتہا را ہمہ مے خورید

برسوں خلعت اور وظیفے بھی لئے ‌ ‌ ‌ میری ساری سلطنت کو کھا گئے

از برائے آنکہ در روزے چنیں ‌ ‌ ‌ فہم گر دارید باشیدم معیں

اس لئے یہ تھا کہ آڑے وقت ہیں ‌ ‌ ‌ غور کر کے سب مدد میری کریں

رائے تاں ایں بود و فرہنگ و نجوم ‌ ‌ ‌ طبل خوارانید و مکارید و شوم

تھی تمہاری رائے اور عقل و نجوم ‌ ‌ ‌ تم ہو پیٹو اور مکار اور شوم

من شمارا بردرم آتش زنم ... بینی وگوش ولبانتاں برکنم

پھاڑ ڈالوں میں جلا ڈالوں تمہیں ... ناک کان اور ہونٹ کاٹوں جرم میں

من شمارا ہیزم آتش کنم ... عیش رفتہ بر شما ناخوش کنم

آگ کا ایندھن بنا دوں میں تمہیں ... عیش بھلا سب ملا دوں خاک میں

سجدہ کردند و بگفتند اے خدیو ... گر یکے کرت زما جر بید دیو

سجدہ کر کے سب یہ بولے اے خدیو ... غالب آیا ہم پہ ہاں اس دفعہ دیو

سالہا دفع بلاہا کردہ ایم ... وہم حیراں زانچہ ماہا کردہ ایم

مدتوں کرتے رہے دفع بلا ... وہم حیراں اس سے جو ہم نے کیا

فوت شد از ما و حملش شد پدید ... نطفہ اش جست و رحم اندر خزید

چوکے ہم اور حمل ظاہر ہو گیا ... نطفہ مادر کے رحم میں جا بڑا

لیک استغفار ایں روز ولاد ... ما نگہداریم اے شاہ قباد

اس کی پیدائش کا دن لیکن ضرور ... ہم نگہ رکھیں گے اے شاہ غیور

روز میلادش رصد بندیم ما ... تا نگردد فوت و بجہد ایں قضا

دن ولادت کا نگہ رکھیں گے تا ... ہم نہ چوکیں اور نہ پوری ہو قضا

گر نداریم ایں نگہ مارا بکش ... اے غلام رائے تو افکار و ہش

گر نگہ رکھیں نہ ہم تو جان لے ... ہوش اور افکار ہیں چاکر ترے

تا بنہ مہ مے شمرد او روز روز ... تا نپرد تیر حکم خصم دوز

نو مہینے تک پھر اک اک دن گنا ... تا نہ ہو جائے رہا تیر قضا

بر قضا ہر کو شبیخوں آورد ... سر نگوں آید سر خود را خورد

جو قضا پر عزم شبخوں کا کرے ... اپنا سر کھائے وہ سر کے بل گرے

چوں مکاں بر لامکاں حملہ برد ... خون خود ریزد بلاہا را خرد

جب مکاں ہو لامکاں پر حملہ ور ... خون خود اپنا کرے وہ فتنہ گر

چون زمیں با آسماں خصمی کند
شور گردد سر ز مرگے بر زند
آسمانوں کی جو دشمن ہو زمین
شور ہو کہ مردہ ہو وہ بالیقیں
نقش با نقاش پنجہ میزند
سبلتان و ریش خود بر میکند
نقش اگر نقاش سے پنجہ لڑائے
ڈاڑھی مونچھیں اپنی مٹی میں ملائے

زچہ عورتوں کو فرعون کا بلانا

بعد نہ مہ شہ بروں آورد تخت
سوئے میدان و بروں افگند رخت
نو مہینے بعد نکلا تختِ شاہ
اور میداں میں سجی اِک بارگاہ
بارِ دیگر شد منادی سوئے شہر
کاے زناں کزو ہر میابید بہر
دوسری بار اک منادی پھر ہوئی
عورتو! عشرت اُٹھاؤ دہر کی
اے زناں با طفلگاں میداں روید
تا ز بخششہائے شہ شاداں شوید
سوئے میداں لے کے بچوں کو چلو
شاہ کی بخشش سے جل کر شاد ہو
آنچنانکہ پار مرداں را رسید
خلعت و ہر کس ز انشاں زر کشید
جس طرح مردوں نے پایا پار سال
خلعت و زر سے ہوئے وہ سب نہال
ہیں زناں امروز اقبالِ شماست
تا بیابد ہر کسے چیزیکہ خواست
ہے تمہارا بخت یاور - عورتو
آج تم جو چیز چاہو - مانگ لو
مر زناں را خلعت و صلت دہد
کودکاں را ہم کلاہِ زر نہد
خلعت و دیدار پائیں عورتیں
سر پہ بچوں کے کلاہِ زر رکھیں
ہر کہ او ایں ماہ زائیدست ہیں
گنجہا گیرند از شاہِ مکیں
جس نے بچہ اس مہینے ہیں جنا
شاہ سے لے وہ خزانہ برملا
آں زناں با طفلگاں بیروں شدند
شادماں تا خیمۂ شاہ آمدند
عورتیں بچوں کو لے کر چلیں
خیمۂ فرعون کے پاس آ گئیں

ہر زنے نوزادہ بیروں شد زشہر   سوئے میداں غافل از دستانِ قہر
جتنی زچائیں تھیں، تھیں بیرونِ شہر   تھیں وہ سب میدان میں بے علم قہر
چوں زناں جملہ بدو گرد آمدند   ہر چہ بود از نر ز مادر بستدند
عورتیں جب جمع آ کر ہو گئیں   لڑکے جتنے تھے۔ وہ چھینے سب وہیں
سر بریدندش کہ اینست احتیاط   تا نزاید خصم و لفزاید خباط
احتیاطاً کاٹ ڈالے سب کے سَر   تا کہ ہو دشمن نہ پیدا - الحذر

حضرتِ موسیٰ ع کا پیدا ہونا

چوں زنِ عمراں کہ موسیٰ زادہ بود   دامن اندر چید زاں آشوب و دود
مادرِ موسےٰ ع نے لیکن اے فتا   فتنے سے دامن بچایا بر ملا
بعدِ آں دستاں کہ آں سگ با زناں   کرد و بگر ہیں چہ آورد آں زماں
عورتوں سے کیا پھر اس سگ نے کیا   داستاں اس کی بھی تو سُن لے ذرا
آں زنانِ قابلہ در خانہا   بہرِ جاسوسی فرستاد آں دغا
گھر میں بھیجا دائیوں کو مکر سے   تا کہ ہر اک جا کے جاسوسی کرے
غمز کردندش کہ اینجا کودکے ست   نامد او میداں کہ در وہم و شکیست
دی خبر اک نے۔ ہے اک بچہ وہاں   وہم سے آیا نہ میداں میں یہاں
اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست   کودکے دارد و لیکن پُر فنے ست
اس محلے میں ہے اک عورت حسیں   بچے والی۔ پر ہے پُر فن بالیقیں
چوں عوانان آمدند آں طفل را   در تنور انداخت از امرِ خدا
جب سپاہی آئے۔ تا بچے کو لیں   ڈالا عورت نے اُسے تنور میں
امر آمد سوئے زن از دادگر   کہ ز اصلِ آں خلیل است ایں پسر
آیا کچھ اس طرح حکمِ دادگر   ہے خلیل اللہ سے نسلِ پسر

در تنور انداز موسیٰ را تو زود — تا نگہدارمش از ہر نار و دود
ڈالدے موسیٰ کو تو تنور میں — آگ سے ہم خود نگہبانی کریں

عصمت یا نار کونی بارداً — لا یکون النار حرّاً شارداً
نار کونی کر کے ہم لیں گے بچا — آگ اُسے ہرگز نہ دے نقصان ذرا

زن بوحی انداخت او را در شرر — بر تنِ موسیٰ نہ کرد آتش اثر
وحی سُن کر آگ میں ڈالا اُسے — جسمِ موسیٰ پر اثر کچھ بھی نہ تھے

پس عوانان خانہ را جستند زود — ہیچ طفلے اندر آں خانہ نہ بود
ڈھونڈا گھر کو ہر سپاہی نے تمام — تھا نہ گھر میں کوئی بچہ شاد کام

پس عوانان نامراد آں سو شدند — باز غمّازاں کزاں واقف بُدند
ہو گئے رخصت سپاہی بے مراد — تھے جو کچھ غمّاز واقف بد نہاد

با عوانان ماجرا بر داشتند — پیش فرعون از برائے دانگ چند
ان کو زر لینے کا کچھ لالچ جو تھا — سامنے فرعون کے قصہ کہا

کاے عوانان باز گردید آں طرف — نیک نیکو بنگرید اندر غرف
یہ دیا حکم اُسنے۔ واپس جاؤ تم — کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھ آؤ تم

باز گشتند آں عوانان جملگاں — تا بجویند آں پسر را آں زماں
وہ سپاہی پھر وہاں پہنچے تمام — تا کہ اس بچے کو ڈھونڈیں بلا کلام

مادرِ موسیٰؑ کو وحی آنا

باز وحی آمد کہ در آبش فگن — روئے در اُمید دار و مُو مکن
پھر یہ وحی آئی اُسے پانی میں ڈال — رکھ امید اور نوچ مت تو اپنے بال

در فگن در نیلش و کن اعتمید — من ترا با او رسانم رُو سفید
نیل میں ڈال اور بھروسہ مجھ پہ کر — اُس سے تجھ کو میں ملاؤنگا مگر

لہ یعنی جس طرح ابراہیم علیہ السلام کو یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراہیم کہکر بچا لیا تھا ہم موسیٰ کو بھی بچا لیں گے +

مادرش انداخت اندر رودِ نیل	کار را بگذاشت با نعم الوکیل
ماں نے رودِ نیل میں ڈالا اسے	کام چھوڑے فضل پر اللہ کے
ایں سخن پایاں ندارد مکر ہاش	جملہ مے پیچید اندر دست و پاش
یہ سخن لمبا ہے جو بھی مکر تھے	اس کے دست و پا میں سب لپٹے رہے
صد ہزاراں طفل میکشت از بروں	موسیٰ اندر صدر خانہ در دروں
وہ ہزاروں بچوں کی لیتا تھا جاں	صدرِ خانہ میں تھے پر موسیٰ نہاں
از جنوں میکشت ہر جا بد جنیں	از حیل آں کورِ چشم دور بیں
وہ جنوں سے مارتا تھا ہر جنیں	مکر سے تھی کورِ چشم دور بیں
اژدہا بد مکرِ فرعونِ عنود	مکرِ شاہانِ جہاں را خوردہ بود
اژدہا وہ مکر تھا فرعون کا	مکرِ شاہانِ جہاں کو کھا گیا
لیک ازاں فرعون تر آمد پدید	ہم ورا ہم مکرِ او را در کشید
اس سے بڑھکر اور فرعون آگیا	اس کو۔ اس کے مکر کو جو کھا گیا
اژدہا بود و عصا شد اژدہا	ایں بخورد آں را بہ توفیقِ خدا
اژدہے کو وہ عصا تھا اژدہا	کھا گیا اس کو بہ توفیقِ خدا
دست شد بالائے دست ایں تا کجا	تا بیزداں کہ الیہ المنتہیٰ
ہاتھ غالب ہاتھ پر کتنا ہوا	یعنی حق تک جو ہے سب کا منتہا
کاں یکے دریاست بیغور و کراں	جملہ دریاہا چو سیلے پیشِ آں
وہ ہے دریا۔ حد نہیں جس کی کوئی	اسکے آگے سیل ہیں دریا سبھی
حیلہا و چارہا گر اژدہاست	پیشِ الا اللہ آنہا جملہ لاست
مکر اور چارہ اگر ہیں اژدہا	آگے اِلّا اللہ کے وہ سب ہیں لا
چوں رسید اینجا بیانم سر نہاد	محو شد واللہ اعلم بالرشاد
ہے یہاں آکر بیاں عاجز نہاد	کھو گیا۔ واللہ اعلم بالرشاد

آنچه در فرعون بود اندر تو ہست | لیک اژدرہات محبوس چہ است

تھا جو کچھ فرعون میں، ہے تجھ میں بھی | قید چہ میں اژدہے تیرے اخی

اے دریغ آں جملہ احوال تو ہست | تو برآں فرعون برخواہیش بست

ہائے یہ سب کچھ ہے تیرا ہی تو حال | دیتا ہے فرعون پر تو اس کو ٹال

آنچه گفتیم جملگی احوال تست | خود نگفتیم صد یکے زآنہا درست

حال تیرا ہے جو کچھ میں نے کہا | سو میں سے گو میں نہ اک بھی کہہ سکا

گر ز تو گویند وحشت زایدت | ور ز دیگر آں فسانہ آیدت

گر کہیں تجھ سے تو وحشت ہو تجھے | ڈھالیں اوروں پر تو افسانہ بنے

چہ خرابت میکند نفس لعین | دور می اندازدت سخت ایں قرین

کرتا ہے ابتر تجھے نفس لعین | کر رہا ہے دور تجھ کو یہ قرین

ایں جراحتہا ہمہ در نفس تست | لیک مغلوبی زجہل اے سخت سست

زخم یہ سب نفس ہی میں ہیں ترے | ہاں مگر مغلوب ہے تو جہل سے

آتشت را ہیزم فرعون نیست | زانکہ چوں فرعون او را عون نیست

آگ میں ایندھن نہیں فرعون کا | کیونکہ زور اس میں نہیں فرعون سا

گلخن نفس ترا خاشاک نیست | ورنہ چوں فرعون و شعلہ زنیست

نفس کے گلخن میں ایندھن ہی نہیں | ورنہ جوں فرعون ہے وہ آتشیں

ایک سپیرے کی کہانی

یک حکایت بشنو از تاریخ گو | تا بری زیں از سر پوشیدہ بو

ایک تاریخی حکایت سن ذرا | راز پوشیدہ سے تا ہو آشنا

مارگیرے رفت اندر کوہسار | تا بگیرد او بافسونہاش مار

اک سپیرا کوہساروں میں گیا | سانپ پکڑے تا فسوں سے برملا

اگر گران و گر شتابنده بود — آنکہ جوینده است یابنده بود

کوئی دوڑے یا کہ آہستہ چلے — ڈھونڈنے والا جو کچھ ڈھونڈھے ملے

در طلب زن دائما تو ہر دو دست — کہ طلب در راہِ نیکو رہبر است

تو طلب میں ہاتھ دونوں کھول اب — نیکی کے رستے میں رہبر ہے طلب

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب — سوئے او میغیژ و او را مے طلب

سست لنگڑا اور حقیر و بے ادب — تو جو ہو۔ پھر بھی اُسی کی کر طلب

گہ بگفت و گہ بخاموشی و گہ — بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ

رہ کبھی چُپ، کر کبھی کچھ گفتگو — سونگھ تو ہر ہر طرف سے شہ کی بُو

گفت آں یعقوبؑ با اولادِ خویش — جستنِ یوسفؑ کنید از حد بیش

یوں کہا اولاد سے یعقوبؑ نے — ڈھونڈو یوسف کو زیادہ سعی سے

ہر حسِ خود را دریں جستن بجد — ہر طرف رانید شکلِ مستعد

اپنی ہر حس سے تلاش اُس کو کرو — دوڑ کر ہر سمت اس کو ڈھونڈ لو

گفت از روحِ خدا لا تیأسوا — ہمچو گم کردہ پسر رو سو بسو

پھر کہا رحمت سے کیوں مایوس ہو — مثلِ گم کردہ پسر ڈھونڈو۔ چلو

از رہِ حسِ نہاں پویاں شوید — روئے جاناں را بجاں جویاں شوید

دوڑو تم حسِ نہاں کی راہ سے — ڈھونڈ لو جاناں کو جاں کی راہ سے

پرس پرساں مژدگانے جاں دہید — گوش را بر چار راہِ آں نہید

جان کو مژدہ سناؤ پوچھ کر — کان رکھو اس کے بس چوراہے پر

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید — سوئے آں سر کاشنائے آں سرید

جس جگہ بوئے خوش آئے۔ جاؤ تم — جس سے واقف ہو۔ وہ راز اپناؤ تم

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے — سوئے اصلِ لطف رہ یابی بسے

لطف دیکھے گر کسی سے برملا — راہ اصلِ لطف کی تو پائے گا

اینہمہ جوہا ز دریائیست ژرف　　جزو را بگذار بر کل دار طرف
ندیاں دریا سے سب نکلی ہیں یار　　جزو کو چھوڑ اور کل کر اختیار

زشتہائے خلق بہر خوبی است　　برگ بے برگی نشانِ طوبی است
ہے بدی خلقت کی خوبی کے لئے　　مفلسی آسودگی کے واسطے

خشمہائے خلق بہر مہر خاست　　از جفائے خلق امیدِ وفاست
خلق کا غصہ محبت کی بنا　　جورِ خلقت سے ہے امیدِ وفا

جنگہائے خلق بہر آشتی ست　　دامِ راحت دائما بیراحتی است
جنگِ عالم ہے برائے صلح ہی　　دامِ راحت ہے سدا بے راحتی

ہر زدن بہر نوازش را بود　　ہر گلہ از شکر آگہ میکند
ضرب ہے ہر اک نوازش کے لئے　　ہر گلہ کرتا ہے آگہ شکر سے

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم　　بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
کر تلاش جزو و کل تک اے کریم　　ضد سے ضد کی بو تو لے اے حکیم

چوں عصا در دستِ موسیٰ گشت مار　　جملہ عالم را بدینساں مے شمار
دستِ موسیٰ میں عصا جیسے تھا مار　　ساری دنیا کو یونہی کر لے شمار

جنگہا مے آشتی آرد درست　　مارگیر از بہر یاری مار جست
صلح ہوتا ہے لڑائی کا اخیر　　بہرِ یاری سانپ ڈھونڈے مارگیر

بہرِ یاری مار جو بد آدمی　　غم خورد بہرِ حریف بے غمی
بہرِ یاری سانپ ڈھونڈے آدمی　　اور کھائے رنج بہرِ بے غمی

او ہمے جستے یکے مارِ شگرف　　گردِ کوہستان و در ایامِ برف
ڈھونڈتا تھا وہ بھی اک خونخوار مار　　برف کے موسم میں گردِ کوہسار

اژدہائے مردہ دید آنجا عظیم　　کہ دلش از شکلِ او شد پُر ز بیم
دیکھا مُردہ اک پڑا ہے اژدہا　　شکل جس کی دیکھ کر وہ ڈر گیا

مار گیر اندر زمستان شد پدید — مار میجست اژدہائے مردہ دید
سخت سردی میں سپیرا بر ملا — سانپ کا جویا تھا - پایا اژدہا

مار گیر از بہر حیرانی خلق — مار گیرد اینت نادانی خلق
یوں سپیرا خلق کو حیراں کرے — سانپ پکڑے خلق ناداں کے لئے

آدمی کوہست چوں مفتوں بود — کوہ اندر مار حیراں چوں شود
آدمی ہے کوہ - کیوں حیران ہو — کوہ حیراں دیکھ کر ہو سانپ کو

خویشتن نشناخت مسکین آدمی — از فزونی آمد و شد در کمی
آہ پہچانا نہ خود کو آدمی — تھا بڑا - پھر ہو گیا چھوٹا وہی

خویشتن را آدمی ارزاں فروخت — بود اطلس خویش را بر دلق دوخت
سستا بیچا خود کو اس انسان نے — خود تھا اطلس - خود اُٹھا گدڑی لئے

صد ہزاراں مار کہ حیران وَ است — او چرا حیران شدست و ماردوست
اس سے لاکھوں سانپ حیراں ہیں تمام — سانپ سے حیران وہ کیوں ہو گیا

مار گیر آں اژدہا را برگرفت — سوئے بغداد آمد از بہر شگفت
اس سپیرے نے لیا وہ اژدہا — اور وہاں سے سوئے بغداد آ گیا

اژدہائے چوں ستون خانہ — میکشیدش از پئے دانگانہ
اژدہا وہ جوں ستون خانہ تھا — اس کو پیسوں کے لئے تھا کھینچتا

کاژدہائے مردہ آوردہ ام — در شکارش من جگرہا خوردہ ام
ہاں میں لایا ہوں یہ مردہ اژدہا — سخت مشکل سے شکار اس کا کیا

او ہمے مردہ گماں بردش و لیک — زندہ بود و او ندیدش نیک نیک
مردہ ہونے کا گماں تھا سانپ پر — زندہ تھا - لیکن نہ آتا تھا نظر

او ز سرماہا و برف افسردہ بود — زندہ بود و امّا بشکل مردہ بود
برف اور سردی سے تھا ٹھٹھرا ہوا — زندہ تھا - لیکن بشکل مردہ تھا

عالم افسردہ است و نام او جماد	جامد افسردہ بود اے اوستاد
عالم افسردہ ہے۔ نام اس کا جماد	جامد افسردہ ہے اے عالی نہاد
باش تا خورشید حشر آید عیاں	تا ببینی جنبش جسم جہاں
صبر کر۔ تا نکلے سورج حشر کا	جنبش جسم جہاں پھر دیکھنا
چوں عصائے موسیٰؑ اینجا مار شد	عقل را از ساکناں اخبار شد
ہو گیا جب مار موسیٰؑ کا عصا	ساکنوں کا عقل نے پایا پتا
پارۂ خاک ترا چوں زندہ ساخت	خاکہا را جملگی باید شناخت
خاک پارہ سے تجھے زندہ کیا	چاہیئے ان مٹیوں کا جاننا
مردہ زینسویند زآنسو زندہ اند	خامش اینجا و آنطرف گویندہ اند
اس طرف مُردہ ہیں۔ زندہ ہیں۔ اُدھر	اس طرف خاموش۔ اُدھر تقریر گر
چوں ازاں سو شاں فرستد سوئے ما	آں عصا گردد سوئے ما اژدہا
جب ہماری سمت وہ ہے بھیجتا	ہو ہماری سمت اژدر وہ عصا
کوہہا ہم لحن داؤدی شود	جوہر آہن بکف مومے بود
لحن داؤدی ہوں سارے کوہسار	موم ہو ہاتھوں میں لوہا بار بار
باد حمال سلیماںؑ شود	بحر با موسیٰؑ سخندانے شود
ہاں سلیماںؑ کی ہوا حامل بنے	اور دریا بات موسیٰؑ سے کرے
ماہ با احمدؐ اشارت بیں شود	نار ابراہیمؑ را نسریں شود
چاند احمدؐ کا اشارہ بیں بنے	نار ابراہیمؑ پر نسریں بنے
خاک قاروں را چو مارے در کشد	استن حنانہ آید در رشد
کھینچ لے قاروں کو مثل مار خاک	استن[1] حنانہ ہو نیک اور پاک

[1] استن حنّانہ کی حکایت دفتر اول میں بالتفصیل بیان ہو چکی ہے ∴

سنگ احمدؐ را سلامے میکند ۔ کوہ یحییٰؑ را پیامے میکند

مصطفیٰؐ کو کرتے ہیں پتھر سلام ۔ کوہ پہنچاتا ہے یحییٰؑ کو پیام

جملہ ذرات عالم در نہاں ۔ با تو میگویند روزاں شباں

جس قدر ذرے ہیں سب ہو کر نہاں ۔ روز و شب کرتے ہیں تجھ سے یوں بیاں

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم ۔ با شما نامحرماں ما خامشیم

دیکھتے سنتے ہیں خوشیوں میں ہیں ہم ۔ تم سے یوں چپ ہیں کہ نامحرم ہو تم

چوں شما سوئے جمادی میروید ۔ محرم جان جماداں کے شوید

تم جمادی کی طرف خود ہو رواں ۔ تم پہ کب رازِ جمادی ہو عیاں

از جمادی عالم جاں رو روید ۔ غلغل اجزائے عالم بشنوید

عالمِ جاں کو جمادی سے چلو ۔ شور پھر اجزائے عالم کا سنو

فاش تسبیح جمادات آیدت ۔ وسوسہ تاویلہا بر بایدت

انکی تسبیحیں جو کانوں میں پڑیں ۔ وسوسے تاویلیں سب جاتی رہیں

چوں ندارد جان تو قندیلہا ۔ بہر بینش کردۂ تاویلہا

جان تیری جب نہ قندیلیں رکھے ۔ بہر بینش بس تو تاویلیں کرے

دعوئ دیدن خیال عار بود ۔ بلکہ مر بینندہ را دیدار بود

دعوئ دید اک خیال عار تھا ۔ دیکھنے والوں کو ہاں دیدار تھا

کہ غرض تسبیح ظاہر کے بود ۔ دعوئ دیدن خیال و غے بود

الغرض تسبیح ظاہر کب ہوئی ۔ دید کا دعوئے خیال و گمرہی

بلکہ ہر بینندہ را دیدار آں ۔ وقت عبرت میکند تسبیح خواں

اسکا جلوہ دیکھنے والے کو ہاں ۔ وقت عبرت کرتا ہے تسبیح خواں

پس چو از تسبیح یادت میدہد ۔ آں دلالت ہمچو گفتن میشود

ہے دلاتا یاد وہ تسبیح کی ۔ یہ دلالت بولنے کی ہے اخی

این بود تاویل اہل اعتزال	وائے آنکس کہ ندارد نور حال
ہے یہی تاویل اہل[1] اعتزال	ہائے وہ جس میں نہیں کچھ نور حال
چون ز حس بیرون نیامد آدمی	باشد از تصویر غیبی اعجمی
حس سے جب باہر نہ آیا آدمی	غیب کی تصویر بے معنی ہوئی
این سخن پایان ندارد مارگیر	میکشید آں مار را باصد زحیر
مختصر یہ ہے سپیرا جا بجا	بامشقت کھینچتا اس کو رہا
تا بہ بغداد آمد آں ہنگامہ جو	تا نہد ہنگامہ را بر چارسو
آیا وہ بغداد میں ہنگامہ جو	تا کرے ہنگامہ برپا چارسو
بر لب شط مرد ہنگامہ نہاد	غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
نہر پر ہنگامہ برپا کر دیا	غلغلہ بغداد میں ہر سو بڑا
مارگیرے اژدہا آوردہ است	بوالعجب نادر شکارے کردہ است
اک سپیرا لایا ہے اک اژدہا	ہے شکار اس نے بڑا نادر کیا
جمع آمد صد ہزاراں خام ریش	صید او گشتہ چو او از ابلہیش
جمع لاکھوں احمق اس جا ہو گئے	سن کے شہرہ اس کے پھندے میں پھنسے
حلقہ کرد او چو رز گرد عریش	ہمچناں کہ بت پرستاں بر کشیش
حلقہ زن انگور جوں گرد عریش[2]	جیسے بت گر جمع ہوں گرد کشیش[3]
منتظر ایشاں و او ہم منتظر	تا کہ جمع آیند خلق منتشر
تھا وہ لوگوں کی طرح خود منتظر	تا کہ سب ہوں جمع۔ جو ہیں منتشر

[1] معتزلین۔ فرقۂ معتزلہ +
[2] انگور کی ٹٹی +
[3] بت پرستوں کا پیشوا یا عیسائیوں کا پادری +

مردم ہنگامہ افزوں تر شود
گدیہ و توزیع نیکو تر رود

تا کہ ہو لوگوں کا ہنگامہ سوا
کوڑی پیسے سے زیادہ ہو بھلا

جمع آمد صد ہزاراں ژاژ خا
حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا

اُس جگہ بیہودے لاکھوں آ گئے
آگے پیچھے ہو گئے آ کر کھڑے

مرد را از زن خبر نے ز ازدحام
رفتہ درہم چوں قیامت خاص و عام

مرد و عورت کا تھا بے حد ازدحام
تھا قیامت وہ ہجوم خاص و عام

چوں ہمے حراقہ جنبانید او
میکشادند اہل ہنگامہ گلو

جب بجاتا تھا وہ اپنی ڈگڈگی
چیختے تھے لوگ، تھی ہلچل پڑی

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود
زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود

اژدہا سردی سے جو افسردہ تھا
ٹاٹ اور کپڑوں میں تھا لپٹا ہوا

بستہ بودش با رسنہائے غلیظ
احتیاطے کردہ بودش آں حفیظ

رسیاں اس پر بندھی تھیں بے شمار
جو کسی کرتا تھا اس کی ہوشیار

در درنگ و انتفاق و انتظار
و زہیاہوے و فغانِ بیشمار

دیر جب اتنی ہوئی انجام کار
ہا و ہو اور شن کے غوغا اور پکار

وز غلو خلق و کش مکش و طمطراق
تافت بر آں مار خورشید عراق

شور و غل اور پھر یہ دیر اور طمطراق
اژدہے پر چمکا خورشید عراق

آفتاب گرم سیرش گرم کرد
رفت از اعضائے او اخلاط سرد

آفتاب گرم سے گرما گیا
سردی اخلاط و اعضا سے بچا

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت
اژدہا بر خویش پیچیدن گرفت

مردہ تھا لیکن وہ زندہ ہو گیا
پیچ اپنے جسم پر کھانے لگا

خلق را از جنبش آں مردہ مار
گشت شاں آں یک تحیر صد ہزار

لوگوں کو جنبش سے مردہ سانپ کی
دیکھتے ہی دیکھتے حیرت ہوئی

باتحیر نعرہا انگیختند	جملگاں از جنبشش بگریختند
پہلے تو حیرت سے چلاتے رہے	اس کی جنبش سے لگے پھر بھاگنے
مے شکست آں بند زاں بانگِ بلند	ہر طرف میرفت چاقاں چاق بند
ٹوٹتے تھے بند اُس غل شور سے	بند ہر سو گر رہے تھے ٹوٹ کے
بندہا بگسست و بیروں شد ز زیر	اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بند ٹوٹے اور بپھرا ناگہاں	اژدہا خونخوار مثل شیر ژیاں
در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد	از فتادہ کشتگاں صد پشتہ شد
بھاگنے میں مر گئے کچھ آدمی	کشتوں کے پشتے لگے۔ بھاگڑ پڑی
مارگیر از ترس بر جا خشک گشت	کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
تھا سپیرا خوف سے ٹھٹھرا ہوا	کہتا تھا میں دشت و کہ سے لایا بلا
گرگ را بیدار کرد آں کور میش	رفت ناداں سوئے عزرائیل خویش
بھیڑ اندھی نے جگایا گرگ کو	سوئے عزرائیلؑ پہنچا دیکھ تو
اژدہا یک لقمہ کرد آں گیج را	سہل باشد خوں خوری حجاج را
اژدہا اک لقمہ اس کا کر گیا	پینا خوں حجاج کو جوں سہل تھا
خویش را بر استنے پیچید و بست	استخوان خوردہ را در ہم شکست
آستیں پر پھر وہ لپٹا ناگہاں	توڑ ڈالیں اس کی ساری ہڈیاں
شہر خالی گشت اژدر را براند	سوئے کُہ گرد از بیاباں بر فشاند
شہر خالی، سانپ بھاگا اے اخی	سوئے کُہ گرد بیاباں جھاڑ دی
نفست اژدرہاست او کے مردہ است	از غم بے آلتی افسردہ است
نفس اژدر ہے ترا۔ مردہ نہیں	بے کسی سے ہے فسردہ بالیقیں
گر بیابد آلت فرعون او	کہ بامر او ہمے رفت آب جو
گر اُسے فرعون ساماں ملے	نہر بھی چلتی تھی جس کے حکم سے

آنکہ او بنیادِ فرعونی کند	راہِ صد موسیٰؑ و صد ہاروںؑ زند
بس وہ پھر دُنیا میں فرعونی کرے	راہِ موسیٰؑ۔ راہِ ہاروںؑ روک دے
گر بکست ایں اژدہا از دستِ فقر	پشۂ گردد ز مال و جاہ صقر
فقر سے یہ اژدہا کیڑا بنا	باز مچھر جاہ و دولت سے ہوا
اژدہا را دار در برفِ فراق	ہیں مکش او را بخورشیدِ عراق
اژدہے کو برف میں رکھ ہجر کی	سامنے سورج کے مت لا اے اخی
تا فسردہ مے بود آں اژدہات	لقمۂ اوئی چو او یابد نجات
تا رہے ٹھٹھرا ہوا وہ اژدہا	تو بنے لقمہ، اگر وہ ہو رہا
مات کن او را و ایمن شو ز مات	رحم کم کن نیست او ز اہلِ صلات
مات کر اس کو کہ ہو بےخوف مات	کر نہ رحم اس پر۔ ہے کب نیک اسکی ذات
کاں تفِ خورشیدِ شہوت بر زند	واں خفاشِ مردہ ریگت پر زند
مہرِ شہوت اسکا ہو گا گرم جب	تجھ کو یہ مارے گا یہ خفاش[1] تب
میکشش در ادر جہاد و در قتال	مردوار اللہ یجزیک الوصال
قتل اُسے کر ہو کے مصروفِ قتال	بنکے مرد، اللہ یجزیک[2] الوصال
چونکہ آں مرد اژدہا را آورید	در ہوائے گرم خوش شد آں مرید
مرد وہ جس وقت لایا اژدہا	خوش ہوا وہ۔ گرم جب پائی ہوا
لاجرم آں فتنہا کرد اے عزیز	بیست چنداں کہ ما گفتیم نیز
اس سے پھر ظاہر بہت فتنے ہوئے	اُن سے زائد جو بیاں میں نے کئے
تو طمع داری کہ او را بے جفا	بستہ داری در وقار و در وفا
تجھ کو حسرت ہے کہ بے جور و جفا	اسکو رکھے بستۂ عزّ و وفا

۱؎ چمگادڑ ۔

۲؎ اللہ تجھے وصل کی جزا دے ۔

ہر کسے را ایں تمنا کے رسد | موسیٔ باید کہ اژدرہا کشد

ہر کسی کی یہ تمنا کب بر آئے | ہو کوئی موسیٰ تو اژدر مارا جائے

صد ہزاراں خلق ز اژدرہائے او | در ہزیمت گشتہ شد اے وائے او

لوگ لاکھوں اُس کے اژدر سے مرے | ہائے جب وہ بھاگ کر جانے لگے

وز طمع ہم خویش را ابر باد داد | گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد

ہو گیا لالچ سے وہ خود بھی خراب | کہہ چکا - واللہ اعلم بالصواب

فرعون کا حضرت موسیٰ سے سوال و جواب کرنا

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم | خلق را کُشتی و افگندی بہ بیم

کہتا تھا فرعون تو نے کیوں کلیم! | خلق کو مارا کیا پر خوف و بیم

در ہزیمت از تو افتادند خلق | در ہزیمت گشتہ شد مردم ز زلق

لوگ بھاگے ڈر کے تیرے خوف سے | کھائی لغزش اور بیچارے مرے

لاجرم مردم ترا دشمن گرفت | کین تو در سینہ مرد و زن گرفت

ہو گئے آخر وہ سب دشمن ترے | مرد و عورت کینہ سب رکھنے لگے

خلق را میخواندی بر عکس شد | از خلافت مرد و زن را نیست بُد

تو نے لوگوں کو بلایا - وہ پھرے | تجھ سے پھرنے کے لئے مجبور تھے

من ہم از شرت اگر پس میخزم | در مکافات تو دیگے می پزم

میں بھی تیرے شر سے گو پیچھے ہٹوں | تجھ سے بدلا لینے کی کوشش میں ہوں

دل ازیں بر کن کہ بفریبی مرا | یا بحرفے پس روی کردم ترا

دل اٹھا اس سے کہ دھوکا دے مجھے | یا چلوں نقش قدم پر میں ترے

تو بداں غرہ مشو کش ساختی | در دل خلقاں ہراس انداختی

اپنی ہنوٹ پر ذرا غرہ نہ کر | ڈالا ہے لوگوں کے دل میں تو نے ڈر

صد چنیں آری وہم رسوا شوی — خوار گردی مضحکہ غوغا شوی

سو جتن کر۔ ہوگا رسوا بر ملا — خوار ہوگا۔ مضحکہ اڑ جائے گا

ہمچو تو سالوس بسیار اں بدند — عاقبت در شہر ما رسوا شدند

مثل تیرے سیکڑوں مکار تھے — جو ہمارے شہر میں رسوا ہوئے

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا جواب

گفت با امر حقم اشراک نیست — گر بریزد خونم امرش باک نیست

بولے۔ امر حق میں کچھ شرکت نہیں — وہ اگر لے جان، کچھ حجت نہیں

راضیم من شاکرم من اے حریف — ایں طرف رسوا و پیش حق شریف

راضی و شاکر ہوں میں سن اے حریف — ہوں ادھر رسوا۔ تو پیش حق شریف

پیش خلقاں خوار و زار و ریشخند — پیش حق محبوب و مطلوب و پسند

سامنے لوگوں کے خوار و مستمند — سامنے خالق کے محبوب و پسند

از سخن میگویم ایں ور نہ خدا — از سیہ رویاں کند فردا ترا

بات اک کہتا ہوں میں۔ ور نہ خدا — حشر میں کالا کریگا منہ ترا

عزت آن وست و آن بندگانش — ز آدم و ابلیس بر میخواں نشانش

عزت اس کی اسکے بندوں کی ہے ہاں — آدم و ابلیس سے لے تو نشاں

شرح حق پایاں ندارد ہمچو حق — ہاں وہاں بر بند و بر گرداں ورق

شرح حق کی حد نہیں کچھ مثل حق — کر زباں بند اور لوٹ اب تو ورق

فرعون کا جواب

گفت فرعونش ورق در دست ماست — دفتر و دیوان و حکم اینم مراست

ہے ورق۔ بولا وہ میرے ہاتھ میں — دفتر و دیواں یہ میری قوتیں

مر مرا بخریده اند اہل جہاں | کز ہمہ عاقلتری تو اے فلاں

مجھ کو حاصل کر کے سب کا ہے بیاں | سب سے عاقل تر ہے تو ہی اے فلاں

موسیٰا خود را خریدی ہین برو | خویشتن کم بین بخود غرہ مشو

خود خریدار اپنا ہے تو موسیا | چھوڑ خود بینی نہ ہو مغرور جا

جمع آرم ساحران دہر را | تا کہ جہل تو نمایم شہر را

جمع کر کے ساحران دہر کو | جہل کیں تیرا دکھاؤں شہر کو

ایں نخواہد شد برنے تا دو روز | مہلتم دہ تا چہل روز تموز

ایک دو دن میں یہ ہو سکتا نہیں | مہلت اک چلہ کی دے تو ہمنشیں

گفت موسیٰ مر مرا دستور نیست | بندہ ام امہال تو مامور نیست

بولے موسیٰ۔ اذن ہے مجھکو کہاں | بندہ ہوں۔ مہلت دوں کیونکر ناتواں

گر تو چیری و مرا خود یار نیست | بندہ فرمانم بدانم کار نیست

تو ہے غالب۔ کب کوئی یاور مرا | حکم کا بندہ ہوں۔ اس سے کام کیا

میزنم با تو بجد تا زندہ ام | من چکارہ نصرتم من بندہ ام

ہوں تری کوشش میں جبتک زندہ ہوں | میری نصرت کچھ نہیں۔ اک بندہ ہوں

میزنم تا در رسد حکم خدا | او کند ہر خصم از خصمی جدا

سعی ہے جب تک کہ ہے حکم خدا | وہ کرے دشمن کو کینے سے جدا

گفت نے نے مہلتم باید نہاد | عشوہا کم دہ تو کم پیمائے باد

بولا۔ کچھ مہلت تو ملنی چاہیئے | نازش اتنی بھی نہیں زیبا تجھے

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں | مہلتش دہ متسع مہراس ازاں

حق تعالیٰ نے مگر یوں وحی کی | کر نہ خوف اور دے اسے مہلت بڑی

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع | تا سگالد مکرہا او نوع نوع

مہلت اب چالیس دن کی دے اسے | تا کہ گونا گوں وہ حیلے سوچ لے

تا بگوشد او کہ نے من خفتہ ام	تیز رو گو پیش رو بگرفتہ ام
اور کرے کوشش کہ میں غافل نہیں	چل کہ میں نے تجھ کو پکڑا بالیقیں
حیلہ ہاشاں راہمہ برہم زنم	وآنچہ افزایند من بر کم زنم
اُن کے سب حیلوں کو میں برہم کروں	جس قدر وہ بڑھ چلیں۔ میں کم کروں
آب را آرند من آتش کنم	نوش خوش گیرند من ناخوش کنم
پانی وہ لائیں تو آگ اس کو کروں	ناخوشی میں ان کی خوشیوں میں بھروں
مہر پیوندند من ویراں کنم	آنچہ اندر وہم ناید آں کنم
وہ ملیں آپس میں، میں ویراں کروں	ہو نہ جس کا وہم۔ وہ ساماں کروں
تو مترس و مہلتش دہ بس دراز	گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز
تو نہ ڈر اور اسکو مہلت دے بڑی	کہدے لے آ فوج، کر حیلہ گری

حضرتِ موسیٰؑ کا فرعون کو مہلت دینا

گفت امر آمد برو مہلت ترا	من بجائے خود شدم رستی بلا
بولے موسیٰؑ حکم مہلت آ گیا	میں چلا جاتا ہوں اب۔ تو ہے رہا
او ہمے شد اژدہا اندر عقب	چوں سگِ صیاد دانا و محب
وہ چلے اور اژدہا پیچھے چلا	کتا دانا جس طرح صیاد کا
چوں سگِ صیاد جنباں کردہ دُم	سنگ را میکرد ریگ او زیرِ سُم
ٹیڑھی کرتا اور ہلاتا اپنی دُم	ریت پتھر کو بناتا زیرِ سُم
سنگ و آہن را بدم در میکشید	خرد میخائید آہن را پدید
لوہا اور پتھر نگلتا جاتا تھا	لوہے کے ٹکڑے بظاہر جا بنا
در ہوا میکرد خود بالائے چرخ	کہ ہزیمت میشد از وے روم و کرخ
یوں ہوا میں اڑتا تھا بالائے چرخ	بھاگتے تھے ڈر کے اس سے روم و کرخ

کفک مے انداخت چوں شتراں ز کام
منہ سے تھا مثلِ شتر کف ڈالتا

ژغ ژغ دنداں او دل مے شکست
ٹوٹتے دل دانتوں کی آواز سے

چوں بقوم خود رسید آں مجتبےٰ
پہنچے اپنی قوم میں جب باصفا

تکیہ بروے کردہ میگفت اے عجب
اس پہ تکیہ کر کے کہتے۔ ہے عجب

العجب چشمے نہ بیند ایں سپاہ
ہے عجب۔ اس کو نہ گر دیکھے سپاہ

چشم بازو گوش بازو ایں ذکا
کان آنکھیں ذہن ہے سب کچھ کھلا

من ز ایشاں خیرہ ایشاں ہم ز من
مجھ سے وہ حیراں ہیں اُن پر خندہ زن

پیش شاں بردم بسے جام رحیق
جام مے میں اُن کے آگے لے گیا

دستۂ گل بستم و بردم بہ پیش
دستۂ گل لے گیا کرنے کو پیش

آں نصیب جان بیخویشاں بود
وہ میسّر بے خود دل کو ہے ضرور

خفتۂ بیدار باید پیش ما
خفتہ کو بیدار ہونا چاہیئے

قطرۂ بر ہر کہ میزد شد جذام
ہوتا کوڑھی۔ قطرہ جس پر پڑتا تھا

جانِ شیراں سیہ میشد زدست
شیروں کے بھی چھکے تھے چھوٹتے ہوئے

شدقِ او دگر دست و باز او شد عصا
اور پھر پکڑا تو وہ پھر تھا عصا

پیش ما خورشید و پیش خصم شب
ہم کو سورج بسامنے دشمن کے شب

عالمے پر آفتاب چاشتگاہ
ہے جہاں میں آفتاب صبح گاہ

خیرہ ام در چشم بندیِ خدا
ہے نظر بندیِ حق حیرت فزا

از بہارِ خارِ ایشاں من سمن
ہوں بہارِ خار سے ان کی سمن

سنگ شد آبش بہ پیش آں فریق
پانی اُن کے سامنے پتھر ہوا

ہر گلے چوں خار گشت و نوش نیش
پھول نکلے خار اور تھا نوش نیش

چونکہ باخویشند پیدا کے شود
جبکہ وہ باخود ہیں۔ کیونکہ ہو سرور

تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
خواب بیداری میں تا وہ دیکھ لے

دشمنِ ایں خوابِ خوش شد فکرِ خلق	تا نخسپد فکرتش بستہ است حلق
دشمن ایسی نیند کی ہے فکرِ خلق	تا نہ سوئیں۔ فکر باندھے اُن کے حلق
حیرتے باید کہ روبد فکر را	خوردہ حیرت فکر را و ذکر را
چاہیئے حیرت کہ جھاڑے فکر کو	کھا گئی وہ فکر کو اور ذکر کو
ہر کہ کاہل تر بود او در ہنر	او بصورت پس بمعنی پیشتر
جو ہنر میں سست اور کاہل رہے	ظاہرا پیچھے ہٹے۔معناً بڑھے
راجعون گفت و رجوع ایں ساں بود	کہ گلہ وا گردد و خانہ رود
راجعون بولا۔رجوع اس طور سے	جیسے جائے گھر کو ریوڑ لوٹ کے
چونکہ گلہ باز گردد از ورود	پس فتد آں بز کہ پیش آہنگ بود
گلہ جس دم چر کے لوٹے دشت سے	بھیڑ جو آگے تھی۔وہ پیچھے رہے
پیش افتد آں بزِ لنگِ پسیں	ضحکۃ الرجعیٰ وجوہ العابسین
پیچھے والی بھیڑ آگے ہو وہیں	ترش رو ہنستے ہیں وقتِ واپسیں
از گزافہ کے شدند ایں قوم لنگ	فخر را دادند و بخریدند ننگ
جھوٹ ہے یہ۔کب ہوئی یہ قوم لنگ	فخر دے کر مول لے بیٹھے ہیں ننگ
پا شکستہ میروند ایشاں بحج	از حرج راہیست پنہاں تا فرج
پا شکستہ جا رہے ہیں بہرِ حج	ہے حرج سے راہ پنہاں تا فرج
دل ز دانشہا بشستند ایں فریق	زانکہ ایں دانش نداند آں طریق
عقل سے بیزار دل ہے یہ فریق	دانشِ دُنیا نہ جانے یہ طریق
دانشے باید کہ اصلش زاں سر است	زانکہ ہر فرعے باصلش رہبر است
عقل وہ ہے۔اصل ہے جس کی اُدھر	فرع اپنی اصل کی ہے راہبر

۱؎ تکلف۔تکلیف ؛

۲؎ کشادگی۔راحت ؛

هر پرے برعرض دریا کے پرد ‌‌ ‌ ‌ ‌ تا لدن علم لدنی بے پرد
پاٹ پر دریا کے کب ہر پر اڑے ‌ ‌ ‌ ‌ معرفت کو علم عرفاں پا سکے

پس چرا علمے بیاموزی بمرد ‌ ‌ ‌ ‌ کش بباید سینه را زاں پاک کرد
تو سکھائے علم ایسا کس لئے ‌ ‌ ‌ ‌ جس سے سینہ پاک اسے کرنا پڑے

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش ‌ ‌ ‌ ‌ وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
اس سرے سے تو نہ بڑھ اور لنگ ہو ‌ ‌ ‌ ‌ لوٹنے کے وقت پیش[1] آہنگ ہو

آخرون السابقون باش اے ظریف ‌ ‌ ‌ ‌ بر شجر سابق بود میوه لطیف
آخرین السابقون[2] بن اے حریف ‌ ‌ ‌ ‌ پیڑ پر سابق رہے میوہ لطیف

گرچه میوه آخر آید در وجود ‌ ‌ ‌ ‌ اول است او زانکه او مقصود بود
میوہ آخر ہی میں گو موجود ہے ‌ ‌ ‌ ‌ ہے وہ اوّل، کیونکہ وہ مقصود ہے

چوں ملائک گوے لا علم لنا ‌ ‌ ‌ ‌ تا بگیرد دست تو علمتنا
جوں ملائک بول لا علم لنا ‌ ‌ ‌ ‌ دستگیری تا کرے علمتنا

گر دریں مکتب ندانی تو ہجے ‌ ‌ ‌ ‌ ہمچو احمدؐ بری از نور حجے
اور جو مکتب میں نہ جانے تو ہجے ‌ ‌ ‌ ‌ مثل احمدؐ نور دانش سے اٹے

گر نباشی نامدار اندر بلاد ‌ ‌ ‌ ‌ گم نہ والله اعلم بالعباد
گو نہ ہو مشہور امصار و بلاد ‌ ‌ ‌ ‌ گم نہیں۔ والله اعلم بالعباد

اندریں ویرانہ کاینمعروف نیست ‌ ‌ ‌ ‌ از برائے حفظ گنجینہ زریست
اس خرابے میں جسے شہرت نہیں ‌ ‌ ‌ ‌ گنج زر کی ہے حفاظت کا یقیں

موضع معروف کے بنہند گنج ‌ ‌ ‌ ‌ زیں قبل آمد فرج در زیر رنج
موضع مشہور میں رکھیں نہ گنج ‌ ‌ ‌ ‌ اس طرح راحت ہے گویا تحت رنج

۱؎ پیش قدم ۔
۲؎ جو آخر میں ہیں۔ وہی سبقت لے جانے والے ہیں ۔

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک ۔ بگسلد اشکال را دستورِ نیک
شکلیں اندیشہ کرے پیدا۔ مگر ۔ توڑے سب شکلیں طریقہ نیک تر

دستِ عشقش آتشِ اشکال سوز ۔ ہر خیالے را بروبد نورِ روز
عشق اُس کا آگ مشکل سوز ہے ۔ اس سے ہر اک فکر نورِ افروز ہے

ہم از آنسو جو جواب اے مرتضے ۔ کایں سوال آمد از آنسو مر ترا
ڈھونڈ اُدھر ہی سے جواب اے باصفا ۔ جس طرف سے یہ سوال اس دم اُٹھا

گوشۂ بے گوشۂ دل شہرہ ہست ۔ تابِ لا شرقی ولا غرب از مہے ست
گوشۂ دل ہے عجب اک شاہراہ ۔ شرقی و غربی نہیں یہ نورِ ماہ

تو ازیں سو و از آنسو چوں گدا ۔ اے کہ معنی چہ مے جوئی صدا
تو جو ڈانواں ڈول ہے مثل گدا ۔ تو وہ معنی ہے تو۔ کیا ڈھونڈے صدا

ہم از آنسو جو کہ وقتِ درد تو ۔ میشوی در ذکرِ یاربی دو تو
اس طرف سے ڈھونڈ تو جب وقت درد ۔ کہتا یاربی ہے بھر کر آہِ سرد

وقتِ مرگ و درد آنسو می خمی ۔ چونکہ دردت رفت چونی اعجمی
وقتِ مرگ و درد اُدھر جھکتا ہے تو ۔ مٹ گیا جب درد بے پروا ہے تو

وقتِ محنت گشتۂ اللہ گو ۔ چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
وقتِ محنت اللہ اللہ تو کرے ۔ وقت جب گذرے تو مستغنی رہے

در زمان درد و غم یادش کنی ۔ چوں شدی خوش باز در غفلت تنی
درد و غم میں یاد کرتا ہے اُسے ۔ جب ہو خوش۔ تو عین غفلت میں پڑے

ایں ازاں آمد کہ حق را بیگماں ۔ ہر کہ بشناسد بود دائم بر آں
اس لئے ہے یہ کہ حق کو برملا ۔ جس نے پہچانا۔ وہ اُس کا ہو گیا

آنکہ در عقل و گماں ہستش حجیب ۔ گاہ پوشیدہ است و گہ بدریدہ جیب
ہو گمان و عقل میں جس کے حجاب ۔ ہے کبھی پوشیدہ۔ گا ہے بے نقاب

عقلِ جزوی گاہ خیرہ گہ نگون   عقلِ کُلّی ایمن از ریب المنون

عقلِ جزوی دنگ ہے اور سرنگوں   عقلِ کل سارے شکوں سے ہے بروں

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر   رو بخواری نے بخارا اے پسر

عقل کو تو بیچ دے۔ حیرت کو لا   سمت خواری جا، بخارا کو نہ جا

تا بخارا آ و گر یابی درون   ساکنان در محفلش لا یفقہون

ہو بخارا میں اگر کشف بطون   اہل محفل سب ملیں لا یفقہون

ماجو خود را در سخن آغشتہ ایم   کز حکایت ما حکایت گشتہ ایم

خود کو میں نے بات میں الجھا لیا   ہوں حکایت سے حکایت خود بنا

من عدم افسانہ کردم در جنین   تا تقلب یابم اندر ساجدین

میں نے یہ قصہ عدم میں بھی کہا   ساجدوں میں تا ہو میرا لوٹنا

ایں حکایت نیست پیشِ مردِ کار   وصفِ حال است و حضورِ یارِ غار

سامنے عاقل کے یہ قصہ نہیں   حال ہے اور ہے حضوری بالیقیں

آں اساطیرِ اوّلیں کہ گفت عاق[۱]   حرفِ قرآں را بُد آثارِ نفاق

حرفِ قرآں کو اساطیرِ اوّلیں[۲]   منکروں نے کہہ دیا از راہِ کیں

لامکانے کہ درو نورِ خدا ست   ماضی و مستقبل و حالش کجا ست

لامکاں جس میں کہ ہے نورِ خدا   اس میں ماضی۔ حال و مستقبل ہو کیا

ماضی و مستقبلش نسبت بتو ست   ہر دو یک چیزند و پنداری کہ دو ست

تجھ سے نسبت ماضی استقبال کو   دونوں ہیں ایک اور تو سمجھا ہے دو

یک تنے اورا پدر ما را پسر   بام زیرِ زید و بر عمر آں زبر

ایک شخص اس کا پدر۔ میرا پسر   زید کو چھت، بام ہے بہرِ عمرو

[۱] جاہل ؛
[۲] پہلے لوگوں کے قصے ؛

نسبتِ زیر و زبر شد زین دو کس — سقف سوئے خویش یک جہت است و بس

دونوں سے ہے نسبت زیر و زبر — ورنہ چھت ہے ایک ہی سو کچھ غور کر

نیست مثل آن مثالست این سخن — قاصر از معنیٔ نو حرف کہن

مثل اس کے کب ہے تمثیلی سخن — تنگ ہیں معنیٔ نو، حرفِ کہن

چون لبِ جو نیست مشکا لب بہ بند — بے لب و ساحل ست این بحرِ قند

گر نہیں ساحل۔ تو کر ہونٹوں کو بند — یعنی بے ساحل ہے یہ دریائے قند

این سخن پایان ندارد باز گرد — سوئے فرعونِ مدمغ تا چہ کرد

یہ سخن بے انتہا ہے۔ لوٹ جا — دیکھ کیا فرعون سرکش نے کیا

فرعون کا جادوگروں کو تلاش کرنا

چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند — اہل رائے و مشورت را پیش خواند

جب گئے موسیٰ تو وہ تنہا رہ گیا — اور طلب اُسنے مشیروں کو کیا

مجتمع گشتند و بفشردند پائے — ہر کسے کردند عرض فکر و رائے

جمع سب اک جا ہوئے بڑھ بڑھ کے آئے — عرض کردی سب نے اپنی اپنی رائے

عاقبت ہامان بے سامان دون — رائے پیش آورد و کردش رہنمون

آخر اس ہاماں نے بے ساماں جو تھا — رائے دی اور آگے بڑھ کر یوں کہا

کاے شہِ صاحب ظفر چون غم فزود — ساحران را جمع باید کرد زود

اے شہِ فاتح بہت غم بڑھ گئے — ساحروں کو جمع کرنا چاہئے

در ممالک ساحران داریم ما — ہر یکے در سحر فرد و پیشوا

سلطنت میں ہیں تری ساحر بہت — سحر کے فن میں ہیں وہ ماہر بہت

۱ یعنی اس کی صفات میں معنی نو اور حرف کہن کے بیان کا دائرہ تنگ ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر ‏ ‏ جمع آردشاں شہ و صرّاف مصر

مصلحت یہ ہے کہ اُن کو مصر سے ‏ ‏ حکم دے تو کہ جمع ہونے کے لئے

او بسے مردم فرستاد آں زماں ‏ ‏ در نواحی بہرِ جمع جادواں

اس نے بھیجے پھر بہت سے آدمی ‏ ‏ ساحروں کو جمع کر لائیں ابھی

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار ‏ ‏ کرد پرّاں سوئے او دہ مردِ کار

تھا جہاں بھی کوئی ساحر ہوشیار ‏ ‏ بھیجے اس کے پاس دس مردانِ کار

دو جواں بودند ساحر مشتہر ‏ ‏ سحرِ ایشاں در دلِ مہ مستمر

تھے وہاں مشہور ساحر دو جواں ‏ ‏ اُن کا جادو قلبِ مہ میں ضوفشاں

شیر دوشیدہ ز مہ فاش آشکار ‏ ‏ در سفرہا رفتہ بر خُمّے سوار

چاند سے وہ دوہتے تھے دودھ بھی ‏ ‏ اور مٹکے پر سفر کرتے کبھی

شکل کرباسی نمودہ آفتاب ‏ ‏ او بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب

صورت کرباس اکثر دھوپ کو ‏ ‏ ناپ کر وہ بیچ دیتے دوستو

سیم بُردہ مشتری آگہ شدہ ‏ ‏ دست از حسرت بر رخہا بر زدہ

مشتری کو اس کی جب ہوتی خبر ‏ ‏ دستِ حسرت مارتا رُخسار پر

صد ہزاراں ہمچنیں در جادوئی ‏ ‏ بود استاد و نبودہ چوں روی

لاکھوں ایسے سحر اُن کو یاد تھے ‏ ‏ تھے[1] نہ وہ حرفِ روی ہر طور سے

چوں برایشاں آمد ایں پیغامِ شاہ ‏ ‏ کز شما شاہ ہست اکنوں چارہ خواہ

اُن کو پہنچا شاہ کا جب یہ پیام ‏ ‏ چارہ جو تم سے ہے سلطانِ انام

از پئے آنکہ دو درویش آمدند ‏ ‏ بر شہ و بر قصرِ او موکب زدند

وجہ یہ ہے۔ آئے ہیں درویش دو ‏ ‏ شاہ کو گھیرا ہے اور اس قصر کو

[1] یعنی جس طرح حرفِ روی بار بار آتا ہے۔ اس طرح وہ ایک ہی سحر بار بار نہ کرتے تھے۔ بلکہ انہیں لاکھوں مختلف سحر یاد تھے ٭

نیست با ایشاں بغیر یک عصا — کہ ہمے گردد بامرش اژدہا

صرف اُن کے ہاتھ میں ہے اِک عصا — حکم سے بنتا ہے ان کے اژدہا

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند — زین دو کس جملہ بافغان آمدند

شاہ و لشکر سارے عاجز آ گئے — وہ ہیں نالاں ہاتھ سے اِن دونوں کے

چارہ جویاں بندہ ایم پیش شما — شاہ ازاں ارسال فرمودہ ست تا

چارہ جُو ہم کو تمہارے سامنے — بھیجا ہے اسواسطے سلطان نے

چارۂ سازید اندر دفع شاں — گنجہا بخشد عوض شہ بیکراں

تاکہ ان کے دفع کا چارہ کرو — اور خزانے شہ سے لاتعداد لو

آن دو ساحر را چو ایں پیغام داد — ترس و مہرے در دل ہر دو فتاد

ساحروں کو جب دیا پیغام اگی — بس امید و بیم کی حالت ہوئی

عرق جنسیت چو جنبیدن گرفت — سر بزانو بر نہادند از شگفت

رگ میں جنسیت کی جب حرکت ہوئی — سر بزانو ہو کے بیٹھے وہ شقی

چون دبیرستان صوفی زانو ست — حل مشکل را دو زانو جادو ست

مکتبِ صوفی ہے زانو پے پڑے — حلِ مشکل کو دو زانو سحر ہے

جادوگروں کا اپنے باپ کی قبر پر جانا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا — گور بابا کو تو ما را رہنما

بعد ازاں ماں سے کہا۔ اماں اِذرا — قبر تک ہو باپ کی تو رہنما

برد شاں بر گور او بنمود راہ — پس سہ روزہ داشتند از بہر شاہ

لے گئی وہ قبر پر دکھلا کے راہ — رکھے روزے تین اُنہوں نے بہر شاہ

بعد ازاں گفتند اے بابا بما — شاہ پیغامے فرستاد از وجا

پھر کہا۔ بابا! ہمیں فرعون نے — بھیجا ہے پیغام ڈر اور خوف سے

که دو مرد او را به تنگ آورده اند — آبروی بیش پیش لشکر برده اند
تنگ دو شخصوں نے اس کو ہے کیا — آبرو لی بیش لشکر بر ملا

نیست با ایشاں سلاح و لشکرے — جز عصا و در عصا شور و شرے
ہیں نہ ہتھیار اور نہ لشکر انکے پاس — لڑتے ہیں صرف اک عصا سے بے ہراس

تو جہان راستاں در رفتہ — گرچہ در صورت بخاکے خفتہ
راست لوگوں کے جہاں میں تو گیا — سو رہا ہے خاک میں گو ظاہرا

آں اگر سحر است دہ ما را خبر — ور خدائی باشد اے جانِ پدر
گر وہ جادو ہے تو ہم کو دے خبر — اور خدائی ہو جو اے روحِ پدر

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم — خویش را بر کیمیائے بر زنیم
تو خبر دے تا کہ ہم سجدہ کریں — کیمیا سے خود کو وابستہ کریں

نا امیدانیم امیدے رسد — در شبِ دیجور خورشیدے رسد
یہ ہماری یاس بدلے آس سے — اس اندھیری رات میں سورج ملے

از ضلال آئیم در راہِ رشد — راندگانیم و کرم ما را کشد
سوئے نیکی آئیں گمراہی سے ہم — راندۂ درگاہ ہیں۔ بائیں کرم

ساحرِ مردہ کا جواب دینا

گفت شاں در خواب کاے اولادِ من — نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
خواب میں اُسنے کہا۔ بچو مرے — ظاہرا دم مارنا ممکن کسے

فاش مطلق گفتنم دستور نیست — لیک راز از پیشِ چشمم دور نیست
گو عیاں کرنا نہیں دستور ہے — راز لیکن آنکھ سے کب دور ہے؟

یک نشانے وا نمایم با شما — تا شود پیدا شمارا ایں خفا
اک نشانی میں دکھاتا ہوں تمہیں — راز پوشیدہ بتاتا ہوں تمہیں

نور چشمانم چو آنجا مے روید — از مقام خواب شان آگہ شوید
نور چشمو جب کہ تم جاؤ وہاں — ڈھونڈنا تم اُن کے سونے کا مکاں

آں زمانکہ خفتہ باشد آں حکیم — آں عصا گیرید و بگذارید بیم
جس گھڑی سو جائیں وہ دونوں حکیم — وہ عصا لو۔ دُور کر دو خوف و بیم

گر بدزدید آں عصا شاں ساحرا ست — چارۂ ساحر شمارا حاضر ست
ہے عصا ساحر۔ جو لو اس کو چُرا — ہے تمھیں معلوم ساحر کی دوا

ورنہ بتوانید ہاں آں ایزدیست — او رسول ذوالجلال و مہتدیست
گر نہ ہو ایسا۔ تو وُہ ہے ایزدی — ہے رسول ذوالجلال اور مہتدی

گر جہاں فرعون گیرد شرق و غرب — سرنگوں آید زحق درگاہِ حرب
فتح گر فرعون کرلے شرق و غرب — حق سے عاجز آئے وہ ہنگام حرب

ایں نشاں راست دادم جانِ باب — بر نویس اللہ اعلم بالصواب
ہے نشاں سچا دیا - ہو کامیاب — لکھ اسے واللہ اعلم بالصواب

جانِ بابا بخسپد چوں ساحرے — سحر و مکر ش را نہ باشد رہبرے
جانِ بابا! سوئے جب ساحر کوئی — سحر و مکر اسکا کرے کیا رہبری

چونکہ چوپاں خفت گرگ ایمن شود — چونکہ خفت آں جہدِ او ساکن شود
گلہ باں سو یا۔ نڈر ہے بھیڑیا — سونے سے زور اُس کا ساکن ہوگیا

لیک حیوانے کہ چوپانش خدا ست — گرگ را آنجا امید و رہ کجا ست
ہاں مگر جس کا محافظ ہو خدا — بھیڑیے کو اس جگہ ہو بار کیا

جادوئے کہ حق کند حقست و راست — جادوئے خواندن مرآں حق را خطاست
حق کرے جادو تو برحق اور روا — حق پہ کرنا سحر ہے بالکل خطا

جانِ بابا ایں نشانِ قاطعست — گر بمیرد نیز حقش رافعست
جانِ بابا! یہ ہے روشن اک نشاں — مرکے بھی پائے بلندی بے گماں

عصا خواب موسیٰؑ اور جادوگروں کی تنبیہ

مصطفیٰؐ را وعدہ کرد الطاف حق ۔۔۔ گر بمیری تو نمیرد آں سبق
تھا نبیؐ سے وعدۂ الطاف حق ۔۔۔ تیرے مرنے سے مٹے گا کب سبق

من کتاب و معجزت را رافعم ۔۔۔ بیش و کم کن را ز قرآں مانعم
میں اٹھاؤں گا کتاب اور معجزا ۔۔۔ بیش و کم ہو گا نہ قرآں میں ذرا

من ترا اندر دو عالم حافظم ۔۔۔ طاغیاں را از حدیثت رافضم
میں دو عالم میں ترا حافظ رہوں ۔۔۔ دور باغی کو حدیثوں سے رکھوں

کس نتاند بیش و کم کردن درو ۔۔۔ تو بہ از من حافظے دیگر مجو
بیش و کم کوئی کرے۔ طاقت کہاں ۔۔۔ مجھ سا حافظ کون ہو گا بیگماں

رونقت را روز افزوں میکنم ۔۔۔ نام تو بر زر و بر نقرہ زنم
روز افزوں میں کردوں رونق تری ۔۔۔ سونے چاندی پر ہو سکہ منجلی

منبر و محراب سازم بہر تو ۔۔۔ در محبت قہر من شد قہر تو
دوں تجھے میں منبر و محراب بھی ۔۔۔ قہر میرا قہر تیرا ہے نبیؐ!

نام تو از ترس پنہاں میکنند ۔۔۔ چوں نماز آرند پنہاں میشوند
نام تیرا ڈر سے لیتے ہیں نہاں ۔۔۔ چھپ کے پڑھتے ہیں نمازیں بیگماں

خفیہ میگویند نامت را کنوں ۔۔۔ خفیہ ہم بانگ نماز اے ذوفنوں
خفیہ تیرا نام لیتے ہیں وہ اب ۔۔۔ اور اذاں آہستہ دیتے ہیں وہ اب

از ہراس و ترس کفار لعین ۔۔۔ دینت پنہاں میشود زیر زمیں
ہے جو اس کو خوف کفار لعین ۔۔۔ دین چھپتا ہے ترا زیر زمیں

من منارہ پر کنم آفاق را ۔۔۔ کور گردانم دو چشم عاق را
میں منارہ دہر میں کردوں بلند ۔۔۔ دونوں آنکھیں کردوں گمراہوں کی بند

چاکرانت شہرہا گیرند وجاہ ۔ دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرے خادم شہر لیں اور عزّ و جاہ ۔ دین ہو ماہی سے لے کر تا بماہ

تا قیامت باقیش داریم ما ۔ تو مترس از نسخ دیں اے مصطفےٰ
تا قیامت رکھیں باقی ہم اُسے ۔ نسخ دیں سے تو نہ ڈر مرسل ربّ!

اے رسول ما تو جادو نیستی ۔ صادقی ہم خرقۂ موسیستی
میرے پیغمبر! تو جادو گر نہیں ۔ تو ہے صادق مثلِ موسیٰ بالیقیں

ہست قرآں مر ترا ہمچوں عصا ۔ کفرہا را در کشد چوں اژدہا
ہے یہ قرآں تجھ کو مانندِ عصا ۔ کفر کو نگلے بہ رنگِ اژدہا

تو اگر در زیرِ خاکے خفتۂ ۔ چوں عصایش داں تو آنچہ گفتۂ
خاک میں بھی تو اگر ہو محوِ خواب ۔ قول تیرا ہے عصا اے خوش خطاب!

گرچہ باشی خفتہ تو در زیرِ خاک ۔ چوں عصا آلہ بود آں گفتِ پاک
گرچہ زیرِ خاک تو سو جائے گا ۔ قولِ پاک آلہ[1] ہو مانندِ عصا

قاصداں را بر عصایت دست نے ۔ تو بخسپ اے شہ مبارک خفتئے
مدعی تیرا عصا کب پا سکے ۔ شوق سے آسودہ ہو کر نیند لے

تن بخفتہ نورِ جاں در آسماں ۔ بہرِ پیکارِ تو زہ کردہ کماں
تن ہے خفتہ آسماں پر نورِ جاں ۔ ہے حمایت کے لئے کھینچے کماں

فلسفی و آنچہ پوزش مے کند ۔ قوسِ نورت تیر دوزش مے کند
فلسفی گھڑتا ہے جو کچھ فلسفے ۔ تیر کھاتا ہے کمانِ نور سے

آنچناں کرد و ازاں افزوں کہ گفت ۔ او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
ہو گیا یہ بلکہ اس سے بھی سوا ۔ سو گئے وہ ہے نصیبہ جاگتا

[1] آلہ = حفاظت ۔

حضرت موسیٰؑ کا باقی قصہ

جانِ بابا چونکہ ساحر خواب شد ¹ — کار او بے رونق و بے آب شد
جانِ بابا جبکہ ساحر سو گیا — کام سارا اس کا ابتر ہو گیا

ہر دو از گورش رواں گشتند تفت — تا بمصر از بہر آں پیکار زفت
دونوں اس کی قبر سے راہی ہوئے — جانبِ مصر اس لڑائی کے لئے

چوں بمصر از بہر آں کارہ آمدند — طالب موسیٰؑ و خانہ او شدند
مصر میں پہنچے جو وہ اس کام سے — گھر کا موسیٰؑ کے پتہ لینے لگے

اتفاق افتاد کاں روزِ ورود — موسیٰؑ اندر زیر نخلے خفتہ بود
اتفاق اُس روز کچھ ایسا ہوا — موسیٰؑ زیرِ نخل سوتے تھے فتا!

پس نشاں دادند شاں مردم عیاں — کش بہ نخلستاں بجوئید ایں زماں
دیدیا لوگوں نے اُن کو یہ نشاں — ڈھونڈو نخلستان میں اسوقت ہاں

آمدند آں ہر دو تا خرمابناں — خفتہ بود او لیک بیدارِ جہاں
آئے دونوں باغ میں خرما کے ہاں — خواب میں موسیٰؑ تھے بیدارِ جہاں

بہرِ نازش بستہ بود او چشمِ سر — عرش و فرشش جملہ در پیشِ نظر
بہر نازش بند تھیں آنکھیں۔ مگر — عرش و فرش اُنکے تھے سب پیش نظر

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل — خود چہ بیند چشم اہل آب و گل
ہیں بہت بیدار چشم و خفتہ دل — دیکھے کیونکر چشم اہل آب و گل

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر — گر بخسپد برکشاید صد بصر
جس کا دل بیدار ہو۔ وہ سوئے گر — سو گنی ہو جاتی ہے اُس کی نظر

¹ ساحر کی روح اپنے بچوں سے کہہ رہی ہے ۔

گر تو اہل دل نۂ بیدار باش ۔۔۔ طالب دل باش و در پے کار باش

گر تو اہل دل نہیں۔ بیدار رہ ۔۔۔ طالب دل اور صرفِ کار رہ

ور دلت بیدار شد مخسپ خوش ۔۔۔ نیست غائب ناظرت از ہفت و شش

اور جو دل بیدار ہے۔ تو خوب سو ۔۔۔ جو ترا ناظر ہے کب پنہاں وہ ہو

گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشم من ۔۔۔ لیک کے خسپد دلم اندر وسن

بولے پیغمبرؐ ہیں آنکھیں محوِ خواب ۔۔۔ دل مرا سوتا نہیں اے کامیاب

شاہ بیدار است و حارس خفتہ گیر ۔۔۔ جاں فدائے خفتگانِ دل بصیر

شاہ ہے بیدار، خفتہ پاسباں ۔۔۔ جنکے دل جاگیں۔ فدا ہو اُن پہ جاں

وصفِ بیداریِّ دل اے معنوی ۔۔۔ درنگنجد در ہزاراں مثنوی

وصفِ بیداریِّ دل اے معنوی ۔۔۔ کب سمائے۔ ہوں جو لاکھوں مثنوی

چوں بدیدندش کہ خفتہ ست او دراز ۔۔۔ بہرِ دزدیِّ عصا کردند ساز

جب یہ دیکھا سو رہے ہیں وہ پڑے ۔۔۔ وہ عصا لینے کے ڈھب کرنے لگے

ساحراں قصدِ عصا کردند زود ۔۔۔ کز پسش باید شدن آنگہ بود

ساحروں نے یہ کیا تھا منشورا ۔۔۔ پیچھے سے ہم اس عصا کو لیں چرا

اندکے چوں پیشتر کردند ساز ۔۔۔ اندر آمد آں عصا در اہتزاز

آگے بڑھنے کا جو کچھ ساماں کیا ۔۔۔ وہ عصا جنبش میں آیا بر ملا

آنچناں بر خود بلرزید آں عصا ۔۔۔ کاں دو بر جا خشک گشتند از وجا

خود بخود اس درجہ لرزا وہ عصا ۔۔۔ خشک ہو کر رہ گئے وہ ناسزا

بعد از آں شد اژدہا و حملہ کرد ۔۔۔ ہر دو آں بگریختند و روئے زرد

اژدہا بن کر ہوا پھر حملہ ور ۔۔۔ زرد رُو ہو کر وہ بھاگے فتنہ گر

رُو در افتادن گرفتند از نہیب ۔۔۔ غلط غلطاں منہزم اندر نشیب

چلتے چلتے خوف سے وُہ گر گئے ۔۔۔ اور لڑھک کر اک گڑھے میں جا پڑے

پس یقیں شاں شد کہ ہست از آسماں — زانکہ میدیدند حدِّ ساحراں

تھا یقیں ان کو جانبِ اللہ کا — ساحروں کی حد سے تھے وہ آشنا

پس ازیں رُو علمِ سحر آموختن — نیست ممنوع و حرام و ممتہن

اس لئے جادو کے فن کو سیکھنا — ہے نہیں منع و حرام اے باصفا

بعد ازاں اطلاق و تپشاں شد پدید — کارِ شاں تا نزع و جاں کندن رسید

پھر بڑھی تپ اور دست آنے لگے — ہو گئے آثار طاری نزع کے

پس فرستادند مردے در زماں — سوئے موسیٰؑ از برائے عذرِ آں

آدمی بھیجا وہاں سے ڈھونڈ کے — سوئے موسیٰؑ عذر خواہی کے لئے

کامتحاں کردیم مارا کے رسد — امتحانِ تو اگر نبود حسد

امتحاں کرنا ہمیں واجب نہ تھا — وجہ تھی اس کی حسد ہی برملا

مجرمِ شاہیم مارا عذر خواہ — اے تو خاص الخاصِ درگاہِ الٰہ

مجرمِ سلطاں ہیں تجھ سے عذر خواہ — تو ہے خاص الخاصِ درگاہِ الٰہ

عفو کرد و در زماں نیکو شدند — پیشِ موسیٰؑ ساجد و دو تو شدند

دی معافی۔ دونوں اچھے ہو گئے — سامنے موسیٰؑ کے سجدے میں گرے

در گذر از ما کہ ما کردیم بد — اے ترا الطاف و فضلِ بے عدد

اور کہا۔ تو ہم سے اب کر در گذر — تیرے الطاف و کرم ہیں بیشتر

گفت موسیٰؑ عفو کردم اے کرام — گشت بر دوزخ تن و جانتاں حرام

بولے موسیٰؑ۔ دی معافی اے کرام — آگ دوزخ کی ہوئی تم پر حرام

من شمارا خود ندیدم اے دو یار — اعجمے سازید خود را از اعتذار

میں نے تم کو خود وہاں دیکھا نہ تھا — عذر کرنے کا بھلا موقع ہے کیا

ہمچناں بیگانہ شکل و آشنا — در نبرد آئید بپیش پادشا

بس یونہی بیگانہ شکل و آشنا — آنا تم لڑنے کو پیش بادشا

آنچہ باشد مر شمارا از فنون　　جمع آرید از برون واز درون

سحر کے فن جس قدر ہوں یاد اب　　اندر اور باہر سے کر لو جمع سب

پس زمیں را بوسہ دادند و شدند　　انتظار وقتِ فرصت مے بدند

وہ زمیں کو بوسہ دے کر چلدیئے　　انتظارِ وقتِ فرصت میں لیے

جادوگروں کا فرعون کے پاس آنا

تا بفرعون آمدند آں ساحراں　　دادشاں تشریفہائے بیکراں

پاس سب فرعون کے ساحر وہ آئے　　اور اس سے خلعت و انعام پائے

وعدہا شاں کرد و ہم پیشیں بداد　　بردگاں اسپاں و نقد و جنس و زاد

کچھ کئے وعدے دیا کچھ پیشگی　　کچھ غلام اور اسپ و نقد و جنس بھی

بعد ازآنشاں گفت ہاں اے سابقاں　　گر فزوں آئید اندر امتحاں

پھر کہا اُن سے کہ اہلِ شوق ہاں　　غالب آئے تم جو وقتِ امتحاں

برفشانم بر شما چندیں عطا　　کہ بدرد پردۂ جود و سخا

اِسقدر ہم تم پر کروں لطف و عطا　　ہو دریدہ پردۂ جود و سخا

پس بگفتندش باقبالِ تو شاہ　　غالب آئیم و شود کارش تباہ

سب یہ بولے تب ہے اگر اقبالِ شاہ　　غالب آئیں اور کریں اسکو تباہ

ما دریں فن صفدریم و پہلواں　　کس ندارد پائے ما اندر جہاں

جبکہ اس فن میں ہیں ہم پہلواں　　ہے ہمارا کون ہم رتبہ یہاں

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطرہا شدہ است　　کایں حکایتہاست کہ پیشیں بدہ است

ذکرِ موسیٰؑ بندِ خاطر ہو گیا　　یہ بھی قصہ پہلے قصوں سا ہوا

ذکرِ موسیٰؑ بہرِ روپوش ہست لیک　　نورِ موسیٰؑ نقدِ تست اے یارِ نیک

ذکرِ موسیٰؑ کا یہاں ضمناً ہوا　　نورِ موسیٰؑ خود ہے تو اے باوفا

موسیٰ و فرعون در ہستی تست — باید ایں دو خصم را در خویش جست

ہیں تجھی میں موسیٰ و فرعون بھی — ڈھونڈ ان دونوں کو اپنے میں کبھی

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج — نور دیگر نیست دیگر شد سراج

نور موسیٰ ہوگا تا روزِ جزا — ہے وہی نور اور چراغ اک دوسرا

ایں سفال و ایں فتیلہ دیگر است — لیک نورش نیست دیگر زانسر است

یہ چراغ اور بتی گو ہے دوسری — نور لیکن اس میں پیدا ہے وہی

گر نظر در شیشہ داری گم شوی — زانکہ در شیشہ است اعداد دوئی

شیشے کو دیکھے اگر۔ ہے گمرہی — کیونکہ شیشے میں ہیں اعدادِ دوئی

ور نظر بر نور داری وارہی — از دوئی و اعدادِ جسم اے منتہی

نور پر رکھے نظر۔ تو ہو رہا — اس دوئی سے اور عدد سے برملا

از نظر گاہ است اے مغزِ وجود — اختلاف مومن و گبر و یہود

ہے نظر گہ سے یہ اے جانِ وجود — اختلاف مومن و گبر و یہود

اندھیری رات میں ہاتھی کی شکل میں اختلاف

پیل اندر خانہ تاریک بود — عرضہ را آوردہ بودندش ہنود

ایک ہاتھی اک اندھیرے گھر میں تھا — ہند والے لائے تھے دکھانے برملا

از برائے دیدنش مردم بسے — اندر آں ظلمت ہمی شد ہر کسے

دیکھنے اس کو بہت سے آدمی — جا رہے تھے اس اندھیرے میں سبھی

دیدنش با چشم چوں ممکن نبود — اندر آں تاریکیش کف مے بسود

دیکھ لینا آنکھ سے ممکن نہ تھا — ہاتھ اندھیرے میں تھا ہر اک پھیرتا

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد — گفت ہمچوں ناودانستش نہاد

سونڈ پر ہاتھ ایک کا جب جا پڑا — بولا اس کا جسم ہے پرنالہ سا

آں یکے را دست بر گوشش رسید — آں برو چوں بادبیزن شد پدید

دوسرے کا ہاتھ کانوں پہ بڑھا — اس پہ پنکھا بن کے وہ ظاہر ہوا

آں یکے را کف چو بر پائش بسود | گفت شکل پیل دیدم چوں عمود

ایک کا جب ہاتھ پاؤں پر پڑا | بولا ہاتھی کیا ہے۔ اک کھم ہے بڑا

آں یکے بر پشت او بنہاد دست | گفت خود ایں پیل چوں تختے بدست

ایک نے جب ہاتھ پھیرا پیٹھ پر | بولا یہ ہاتھی ہے تخت سخت تر

ہمچنیں ہر یک بجزوے چوں رسید | فہم آں میکرد ہر جا مے شنید

اس طرح ہر عضو پر ہر اک گیا | جس جگہ سنتا تھا - ویسا جانتا

از نظر گہ گفت شاں شد مختلف | آں یکے دالش لقب داد آں الف

تھے نظر گہ سے بیاں سب مختلف | کہتا دال اک، دوسرا کہتا الف

در کف ہر کس اگر شمعے بُدے | اختلاف از گفت شاں بیروں شدے

شمع ہوتی سب کے ہاتھوں میں اگر | اختلاف اُن میں نہ ہوتا اس قدر

چشم حس ہمچوں کف دست ست و بس | نیست کف را بر ہمہ آں دسترس

چشم حس ہے اک ہتھیلی اور بس | کب ہتھیلی کو ہے سب پر دسترس

چشم دریا دیگر ست و کف دگر | کف بہل و ز دیدہ دریا نگر

چشم دریا اور ہے۔ کف اور ہے | چھوڑ کف۔ دریا مقام غور ہے

جنبش کفہا ز دریا روز و شب | کف ہمے بینی و دریا نے عجب

جھاگ کی دریا سے جنبش روز و شب | دیکھے کف، دریا نہ دیکھے۔ ہے عجب

ماچو کشتیہا بہم بر میزنیم | تیرہ چشمیم و در آب روشنیم

دست و پا ہیں مثل کشتی مارتے | ہم ہیں اندھے آبِ روشن میں پڑے

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب | آب را دیدی نگر در آب آب

کشتیٔ تن میں جو تو ہے محوِ خواب | پانی دیکھا دیکھ لے اب آبِ آب

آب را آبے ست کو میراندش | روح را روحیست کو میخواندش

آب کو اک آب رکھتا ہے رواں | ہے بلاتی روح کو اک روح ہاں

موسیٰ و عیسیٰ کجا بُد کآفتاب | کشتِ موجودات را میداد آب

موسیٰ و عیسیٰ نہ تھے جب آفتاب | عالمِ ایجاد کو دیتا تھا آب

آدم و حوا کجا بود آں زماں | کہ خدا افگند ایں زہ در کماں

آدم و حوا کہاں تھے اُس گھڑی | جب کماں اللہ نے یہ کھینچ لی

ایں سخن ہم ناقص است و ابتر است | آں سخن کہ نیست ناقص زآں سر است

یہ سخن ہے ناقص و ابتر مگر | وہ سخن ناقص نہیں جو ہے اُدھر

گر بگویم زاں بلغزد پائے تو | ور نگویم ہیچ ازاں اے وائے تو

گر کہوں لغزش ہو تیرے پاؤں کو | کچھ نہ بولوں تجھ پہ پھر افسوس ہو

ور بگویم در مثالِ صورتے | بر ہماں صورت بچسپی اے فتے

اور اگر دوں تجھ کو صورت سے مثال | تو چپک جائے اسی میں بے کمال

بستہ پائے چوں گیا اندر زمیں | سر بجنبانی ببادے بے یقیں

گھاس بن کر تو ہے پابندِ زمیں | سر ہلے تیرا ہوا سے ہم نشیں

لیک پایت نیست تا نقلے کنی | یا مگر پا را ازیں گِل برکنی

پاؤں ہوں تو کہیں حرکت کرے | پاؤں یا مٹی سے اپنے کھینچ لے

چوں کنی پا را حیاتت زیں گِل است | ایں حیاتت را روش بس مشکل است

کیا کرے مٹی ہے تیری زندگی | زندگی کی ہے روش مشکل بڑی

چوں حیات از حق بگیری اے روی | پس غنی گردی زگِل در دل روی

گر حیاتِ حق ہو حاصل اے غنی | گِل میں کیا ہوں میں سکونت ہو تری

شیر خوارہ[۱] چوں زدایہ بگسلد | لوت خوارہ شد مر او را مے ہلد

شیر خوارہ جبکہ دایہ سے چھٹے | کھانا کھائے اور اُس کو چھوڑ دے

---

۱ دودھ پیتا بچہ۔

بستهٔ شیر زمینی چوں حبوب
جو فطام خویش از قوت القلوب

صورت دانہ ہے شیر خاک پر
قوت دل سے ترک رسم شیر کر

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر
اے تو نور بے حجب را نا پذیر

قوت حکمت کھا کہ ہے نور قبول
نور بے پردہ سے کیوں ہے بے حصول

تا پذیرا گردی اے جاں نور را
تا بہ بینی بے عجب مستور را

جب تو حاصل کر سکیگا نور کو
دیکھے گا بے پردہ ہر مستور کو

چوں ستارہ سیر بر گردوں کنی
بلکہ بے گردوں سفر بے چوں کنی

سیر تارے کی طرح ہو چرخ پر
بلکہ گردوں کیا، خدا تک ہو سفر

آنچناں کز نیست در ہست آمدی
ہیں بگو چوں آمدی مست آمدی

جس طرح ہستی میں آیا نیست سے
کس طرح آیا؟ بڑی مستی سے

راہہائے آمدن یادت نماند
لیک رمزے با تو بر خواہیم خواند

راستہ آنے کا تجھ کو کب ہے یاد
بھید اک کہتا ہوں سن اے بامراد

ہوش را بگذار آنگہ ہوش دار
گوش را بر بند آنگہ گوش دار

ہوش کو چھوڑ اور پھر ہو ہوشیار
کان کو بند اور پھر سن اے نگار

نے نگویم زانکہ تو خامی ہنوز
در بہاری و ندید ستی تموز

مت کہوں میں کیونکہ تو ہے خام ہاں
ہے بہاروں میں نہ دیکھیں گرمیاں

اینجہاں ہمچوں درخت است اے کرام
ما برو چوں میوہائے نیم خام

یہ جہان اک پیڑ ہے اے خوش کلام
ہم ہیں اس پہ میوہ ہائے نیم خام

سخت گیرد خامہا مر شاخ را
زانکہ در خامی نشاید کاخ را

کچے پھل سختی سے تھامیں شاخ کو
کیونکہ وہ ہیں نامناسب کاخ[1] کو

[1] یعنی وہ محلوں میں نہیں بھیجے جاتے :

چون بپخت و گشت شیریں لب گزاں | سست گیرد شاخہا را بعد ازآں

جب وہ پک کر ہو گئے میٹھے وہاں | شاخ کو ہیں کم پکڑتے بے گماں

چون ازاں اقبال شیریں شد دہاں | سرد شد بر آدمی ملکِ جہاں

جب ہوا اس اقبال سے شیریں دہاں | سرد ہوا انسان پر ملکِ جہاں

سخت گیری و تعصب خامیست | تا جنینی کار خون آشامیست

سخت گیری اور تعصب، خامیاں | خون پینا ہے جنیں کا کام ہاں

چیز دیگر ماند اما گفتنش | با تو روح القدس گوید نے منش

اور ہے اک بات کہنے سے رہی | میں نہیں۔ کہ دیگا روح القدس ہی

نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن | بے من و بے غیرِ من اے ہم تو من

بلکہ اپنے کان میں تو خود کہے | بے مرے۔ بے غیر میں تو ایک سے

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی | تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی

جس طرح سوتے ہیں اندر خواب کے | خود ہی تو آ جائے اپنے سامنے

بشنوی از خویش پنداری فلاں | با تو اندر خواب گفتست آں نہاں

خود سنے اپنے سے اور سمجھے فلاں | کہ گیا ہے خواب میں رازِ نہاں

عہ تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق | بلکہ گردونی و دریائے عمیق

تو فقط تو ہی نہیں اے خوش رفیق | بلکہ ہے اک چرخ و دریائے عمیق

آں توئی زفتست کاں نہصد توست | قلزم است و غرقہ گاہِ صد توست

وہ ہے تو ہی۔ جو کہیں نو سو بنا | بنے پھر دریا دیا سو کو ڈبا

خود چہ جائے حدِ بیداری و خواب | دم مزن واللہ اعلم بالصواب

اس میں کیا ہے حدِ بیداری و خواب | دم نہ مار۔ اللہ اعلم بالصواب

دم مزن تا بشنوی ز آں مہ لقا | الصلا اے پاکبازاں الصلا

دم نہ مار اور سن کہ وہ کہتا ہے کیا | الصلا اے پاکبازو الصلا

عہ دیکھو صفحہ ۱۳۸

دم مزن تا بشنوی اسرارِ حال	از زبان بے زباں کہ قم تعال
دم نہ مار اور سن جو ہیں اسرارِ حال	ہاں زبانِ بے زباں سے قم تعال
دم مزن تا بشنوی زاں دم زناں	آنچہ ناید در بیان و در زماں
دم نہ مار اور سن پھر اس دم مار سے	جو نہ خود ذکر و زماں میں آسکے
دم مزن تا بشنوی زاں آفتاب	آنچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم نہ مار اور سن بیانِ آفتاب	جس سے خالی ہے کتاب اور ہر خطاب
دم مزن تا دم زند بہرِ تو روح	آشنا بگذار در کشتیِ نوحؑ
چپ ہو تا تیرے لئے بولے یہ روح	تیرنا چھوڑ اور لے کشتیِ نوحؑ

حضرت نوحؑ کے لڑکے کی سرکشی

ہمچو کنعاں کاشنا میکرد او	کہ نخواہم کشتیِ نوحِ عدو
مثلِ کنعاں کے کہ وہ تھا تیرتا	نوحؑ کی کشتی کا طالب ہی نہ تھا
ہیں بیا در کشتیِ بابا نشیں	تا نگردی غرقِ طوفاں اے مہیں
نوحؑ بولے۔ بیٹھ جا کشتی میں آ	غرقِ طوفاں ہو نہ جائے بے وفا!
گفت نے نے آشنا آموختم	من بجز شمعِ تو شمعِ افروختم
بولا۔ آتا ہے مجھے تو تیرنا	شمع سے تیری جلاؤں شمع کیا
ہیں مکن کایں موجِ طوفانِ بلاست	دست و پائے آشنا امروز لاست
نوحؑ بولے۔ یہ ہے طوفانِ بلا	تیرنے والے کے دست و پا ہیں لا
باد قہرست و بلائے شمع کش	جز کہ شمعِ حق ہمے پاید خمش
ہے بلائے قہر بادِ شمع کش	شمعِ حق کے ماسوا۔ ہو جا خمش

سلہ (گذشتہ صفحہ کا نوٹ) یعنی آؤ۔ پیامِ دعوت و طلب دہ
سلہ ۲ اُٹھ آ۔

گفت بر رفتم بر آں کوہ بلند
بولا میں اُس کوہ پر چڑھ جاؤنگا

عاصمست آں کہ مرا از ہر گزند
اور اماں ہر ابتلا سے پاؤں گا

ہیں مکن کہ کوہ کاہست ایں زماں
نوحؑ بولے۔ کوہ خود ہے مثلِ کاہ

جز حبیبِ خویش را ندہد اماں
دوست کو اپنے فقط دیگا پناہ

گفت من کے پندِ تو بشنودہ ام
بولا میں تیری نصیحت کب سنوں

کہ طمع کردی کہ من زیں دودہ ام
کر نہ لالچ، کب ترے کنبے سے ہوں

خوش نیامد گفتِ تو ہرگز مرا
بات یہ تیری نہیں کچھ خوشگوار

من بری ام از تو در ہر دو سرا
میں نہیں دونوں جہاں میں ذمہ دار

ہیں مکن بابا کہ روزِ ناز نیست
نوحؑ بولے۔ دن یہ نازش کا نہیں

مر خدا را خویشے و انباز نیست
ہے شریک و خویش بھی اسکا کہیں؟

تا کنوں کردی و ایندم ناز کیست
ناز اب تک کر چکا۔ اب ناز کیا

اندریں درگاہِ گیرا ناز کیست
ناز اُس درگہ میں کرنا ہے خطا

لم یلد لم یولد است او از قِدم
لم یلد[1] ہے اور لم یولد[2] وہ ذات

نہ پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
باپ بیٹے سے بری، عالی صفات

نازِ فرزنداں کجا خواہد کشید
ناز بیٹوں کا اُٹھائے گا وہ کیا

نازِ بابایاں کجا خواہد شنید
ناز باپوں کا ہے اُسنے کب سنا

نیستم مولود پیرا کم بناز
ہوں[3] نہ بیٹا۔ ناز کر بابا نہ ہاں

نیستم والد جوانا کم گراز
ہوں نہ والد۔ ناز کم کر اے جواں

نیستم شوہر نیم من شہوتی
میں نہیں ہوں شہوتی شوہر مگر

ناز را بگذار اینجا اے ستی
ناز مجھ سے اس قدر خانم! نہ کر

[1] اُسنے کسی کو نہیں جنا ۔ [2] وہ کسی سے نہیں جنا گیا ۔
[3] یہ اشعار گویا خدا کی زبانِ حال سے ہیں ۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار — اندریں حضرت ندارد اعتبار

ماسوائے عاجزی و انکسار — کس کو اِس درگاہ میں ہے اعتبار

گفت بابا سالہا ایں گفتۂ — باز میگوئی بجہل آشفتۂ

بولا۔ بابا مدتوں کہتا رہا — پھر وہی باتیں جہالت ہے یہ کیا

چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے — تا جواب سرد بشنودی بسے

تُو نے کی یہ گفتگو ہر شخص سے — اور جواب سرد پایا۔ دیکھ لے

ایں دمِ سردِ تو در گوشم نرفت — خاصہ اکنوں کہ شدم دانا و زفت

تیری سرد آہیں میں سُن سکتا نہیں — اب میں دانشمند ہوں کر لے یقیں

گفت بابا چہ زیاں دارد اگر — بشنوی یکبار تو پندِ پدر

نوحؑ بولے۔ ہو ترا نقصان کیا — مان لے اک بار کہنا باپ کا

ہمچنیں میگفت او پندِ لطیف — ہمچنیں میگفت او دفعِ عنیف

وہ نصیحت اس کو دیتے ہی رہے — اور جواب سخت لڑکے نے دیے

نے پدر از نصحِ کنعاں سیر شد — نے دمے در گوشِ آں ادبر شد

باپ کو سیری نصیحت سے نہ تھی — اور نہ بیٹے نے سُنی اک بات بھی

اندریں گفتن بُدند و موج تیز — بر سرِ کنعاں زد و شد ریز ریز

تھیں یہ باتیں۔ آئیں موجیں جوش پر — ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کنعاں کا سر

نوحؑ گفت اے پادشاہِ بُردبار — مر مرا خر مُرد و سیلت بُرد بار

نوحؑ بولے اے خدائے بُردبار — خر مرا اور لے گئی موج اس کا بار

وعدہ کردی مر مرا تو بارہا — کہ بیابد اہلت از طوفاں رہا

وعدہ تُو نے بارہا مجھ سے کیا — اہل تیرے ہونگے طوفاں سے رہا

دل نہادم بر امیدت اے سلیم — پس چرا بربود سیل از من گلیم

مطمئن تھا میں تری امید پر — لے گئیں موجیں مری کملی کدھر

گفت او از اہل خویشانت نبود — خود ندیدی تو سفیدی از کبود
بولا کب تھا خویش وہ گم کردہ راہ — کچھ نہ سمجھا تو سفید اور یہ سیاہ

چونکہ دندان ترا کرم اوفتاد — نیست دندان برکنش اے اوستاد
جب ترے دانتوں ہیں کیڑے لگ گئے — اب اُکھاڑ اُن کو۔ وہ دنداں کب رہے

تا کہ باقی تن نگردد زار ازو — گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو
تا کہ باقی تن نہ اُن سے زار ہو — خود تو اپنی ملک سے بیزار ہو

گفت بیزارم ز غیر ذات تو — غیر نبود آنکہ او شد مات تو
بولے ہوں بیزار تیرے غیر سے — غیر وہ کب ہے جو تجھ سے مات لے

تو ہمے دانی کہ چونم با تو من — بیست چندانم کہ با باران چمن
جانتا ہے تو نہیں کیا ہوں تیرے ساتھ — اس سے بڑھ کر جو چمن باراں کیساتھ

زندہ از تو شاد از تو عائلے — مغتذی بے واسطہ بے حائلے
تجھ سے ہے محتاج زندہ اور شاد — رزق سے بے واسطہ ہے بامراد

متصل نے منفصل نے اے کمال — بلکہ بیچون و چگونہ ز اعتدال
متصل کب، منفصل کب یہ کمال — بلکہ بے چون و چرا ہے اعتدال

ماہیانیم و تو دریائے حیات — زندہ ایم از لطفت اے نیکو صفات
مچھلیاں ہم۔ تو ہے دریائے حیات — زندہ تیرے لطف سے ہے کائنات

تو نگنجی در کنار فکرتے — نے بہ معلولے قرین با علتے
فکر میں بھی تو سما سکتا نہیں — علت و معلول سے کب ہے قریں

پیش ازیں طوفان و بعد ازیں مرا — تو مخاطب بودۂ در ماجرا
پہلے اس طوفان کے اور بعد ازآں — تو مخاطب تھا ہر اک حالت میں ہاں

با تو میگفتم نہ با ایشاں سخن — اے سخن بخش تو نو و آں کہن
اُن سے کیا میں تجھ سے ہوں گرم سخن — سب کو تو ہی دے سخن۔ تو یا کہن

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن ‌ ‌ ‌ گاہ با اطلال و گاہے با دمن
رات دن کرتا ہے عاشق گفتگو ‌ ‌ ‌ بستیوں سے اور کھنڈر سے مُو بمو

روئے در اطلال کردہ دائما ‌ ‌ ‌ او کرا میگوید ایں مدحت کرا
وہ کھنڈر کی سمت کرکے رُخ سدا ‌ ‌ ‌ ہم سخن کس سے ہے اور مدحت سرا

شکر طوفاں را اکنوں بگماشتی ‌ ‌ ‌ واسطہ اطلال را برداشتی
شکر ہے طوفاں کیا تو نے بپا ‌ ‌ ‌ ہو گیا فانی کھنڈر کا واسطا

زانکہ اطلال لئیم و بد بُدند ‌ ‌ ‌ نے ندائے نے صدائے میزدند
کیونکہ تھے منحوس یہ سارے کھنڈر ‌ ‌ ‌ تھی صدا اُن میں نہ نغموں کا گذر

من چناں اطلال خواہم در خطاب ‌ ‌ ‌ کز صدا چوں کوہ وا گوید جواب
چاہتا ہوں وہ کھنڈر وقتِ خطاب ‌ ‌ ‌ دیں صدا کا کوہ کی صورت جواب

تا مثنّیٰ بشنوم من نام تو ‌ ‌ ‌ عاشقم بر نام جاں آرام تو
نام تیرا تا دوبارہ میں سُنوں ‌ ‌ ‌ نام پر تیرے میں عاشق دل سے ہوں

ہر نبی زاں دوست دارد کوہ را ‌ ‌ ‌ تا مثنّیٰ بشنود نام ترا
دوست رکھیں کوہ کو یوں انبیاؑ ‌ ‌ ‌ تا دوبارہ نام وہ سُن لیں ترا

آں کُہِ پست مثالِ سنگلاخ ‌ ‌ ‌ موش را شاید نہ ما را در مناخ
پست وہ کہسار جو سنگین ہو ‌ ‌ ‌ مجھ کو تو کیا، ہے ضروری موش کو

من بگویم او نگردد یارِ من ‌ ‌ ‌ بے صدا ماند دَرم گفتارِ من
میں کہوں اور وہ نہ دے مجھ کو سکوں ‌ ‌ ‌ بے صدا رہ جائے جیب میں کچھ کہوں

با زمیں آں بہ کہ ہموارش کنی ‌ ‌ ‌ نیست ہمدم با قدم یارش کنی
گر زمیں کے ساتھ تو ہموار اسے ‌ ‌ ‌ جب نہیں ہمدم تو پامالی ہی دے

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را ‌ ‌ ‌ حشر گردانم بر آرم از ثریٰ
دی ندا حق نے جو چاہے نوحؑ تو ‌ ‌ ‌ پھر جلا دوں سب کو تیرے رُو برو

بہرِ کنعانے دلِ تو نشکنم — لیکت از احوالِ او آگہ کنم
بہرِ کنعاں دل نہ توڑونگا ترا — حال سے بحر کو کروں واقف ذرا

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا — ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
بولے ۔ ہاں ہاں میں تو راضی ہوں تجھے — غرق کر دے گر ضرورت ہو تجھے

ہر زمانم غرقہ میکن من خوشم — حکمِ تو جانست چوں جاں میکشم
خوش ہوں مجھ کو غرق کر دے جب کبھی — حکم تیرا جان ہے تا زندگی

ننگرم کس را وگر ہم بنگرم — او بہانہ باشد و تو منظرم
کس کو دیکھوں اور دیکھوں بھی اگر — ہو وہ حیلہ، اور تو مدِّ نظر

عاشقِ صنعِ توام در شکر و صبر — عاشقِ مصنوع کے باشم چو گبر
عاشقِ صنعت ہوں شکر و صبر میں — گبر ہی مصنوع سے اُلفت کریں

عاشقِ صنعِ خدا با فر بود — عاشقِ مصنوعِ او کافر بود
عاشقِ صنعِ خدا ہے بہتریں — عاشقِ مصنوع، کافر بالیقیں

درمیانِ ایں دو فرقے بس خفیست — خود شناسد آنکہ در رویت حقیست
درمیاں ان دو ہے فرقِ خفی — جانے وہ جس کو بصیرت ہے ملی

دو حدیثوں کی مطابقت

دی سوالے کرد سائل مر مرا — زانکہ عاشق بود او بر ماجرا
مجھ سے سائل نے کیا کل یہ سوال — کیونکہ وہ تھا بحث پر عاشق کمال

گفت نکتۂ الرضا بالکفر کفر — ایں پیمبر گفت و گفتِ اوست مُہر
ہے جو نکتہ، الرضا بالکفر کفر — قول پیغمبر ہے، قول ان کا ہے مہر

؎ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے ∴

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا	مر مسلماں را رضا باید رضا
پھر یہ فرمایا کہ ہو کوئی قضا	چاہیے مومن ہو راضی بر رضا
نے قضائے حق بود کفر و نفاق	گر بدیں راضی شوم باشد شقاق
کیا قضائے حق نہیں کفر و نفاق	کفر ہو۔کر لوں جو اس سے اتفاق
ورنیم راضی بود آں ہم زیاں	پس چہ چارہ باشدم اندر میاں
اور نہ ہوں راضی تو اس میں ہے زیاں	پس علاج اس کا ہے کیا۔کیجے بیاں
گفتمش ایں کفر مقضی نے قضاست	ہست آثار قضا ایں کفر راست
بولا ہیں۔ ہے کفر مقضی[1] کب قضا	کفر کے آثار اس میں ہیں تو کیا
پس قضا را خواجہ از مقضی بداں	تا شکالت حل شود اندر جہاں
تو قضا کو مقضی سے تمیز کر	تا کہ مشکل تیری حل ہو اے پسر
راضیم بر کفر زاں رو کہ قضاست	نے ازاں رو کہ نزاع کفر ماست
کفر پر راضی ہیں گر وہ ہو قضا	پر نہ ہو جھگڑا ہمارے کفر کا
کفر از روئے قضا خود کفر نیست	حق را کافر مخواں اینجا مایست
کفر از روئے قضا ہے کفر کب	حق کو کافر کہہ رہا ہے بے ادب
کفر جہلست و قضائے کفر علم	ہر دو یک کے باشد آخر حلم و ظلم
کفر ہے جہل، اور قضائے کفر علم	ایک ہو سکتے ہیں کیونکہ حلم و ظلم[2]
زشتی خط زشتی نقاش نیست	بلکہ از وے زشت را بنمودنیست
بد خطی زشتی نہیں نقاش کی	بلکہ اس سے نقش کی زشتی کھلی
قوت نقاش باشد آنکہ او	ہم تواند زشت کردن ہم نکو
قوتیں نقاش میں ہیں اسے فتا	اچھا کھینچے نقش یا کھینچے برا

[1] قضا والا ۔

[2] غصہ اور غضب ۔

گر کشایم بحث این را من بساز	تا سوال و تا جواب آید دراز
بحث کو چھیڑوں اگر اے دلنواز!	ہو سوال اس کا جواب اسکا دراز
ذوقِ نکتۂ عشق از من میرود	نقشِ خدمت نقشِ دیگر میشود
ذوقِ عشق اس طرح ہو جائے جدا	نقشِ خدمت کا ہو نقشہ دوسرا

حیرت بحث و فکر کی مانع ہے

آں یکے مرد دو مو آمد شتاب	پیشِ یک آئینہ دارِ مستطاب
آیا اک مل جلی ڈاڑھی سا لئے	مضطرب سا پاس اک حجام کے
گفت از ریشم سفیدی کن جدا	کہ عروسِ نو گزیدم اے فتیٰ
بولا۔ ڈاڑھی سے سفیدی کر جدا	ہیں عروسِ نو ہوں لایا یہ لقا
ریشِ او ببرید و کل پیشش نہاد	گفت تو بگزین مرا کارے فتاد
اُسنے ڈاڑھی کاٹ کر آگے رکھی	اور کہا۔ تو بال چن، آیا ابھی
این سوال و این جواب است اے گزین	کہ سرِ اینہا ندارد مردِ دین
یہ سوال اور یہ جواب اے نکتہ چیں	کچھ خیال اس کا نہ رکھتے مردِ دیں
این یکے زد سیلیے مر زید را	حملہ کرد او ہم برائے کید را
اک نے آکر زید کے تھپڑ دیا	زید نے بھی بدلے میں حملہ کیا
گفت سیلی زن[1] سوالے میکنم	پس جوابم گوے وآنگہ میزنم
بولا سیلی زن ہے تجھ سے اک سوال	دے جواب اور پیٹ لینا پھر کمال
بر قفائے تو زدم آمد طراق	یک سوالے دارم اینجا در وفاق[2]
مارا گردن پہ صدا آئی تڑاق	پوچھتا ہوں تجھ سے از راہِ وفاق

١؎ تھپڑ مارنے والا۔
٢؎ محبت۔

ایں سوال از تو ہمے پرسم بگو
پوچھتا ہوں تجھ سے دے اسکا جواب

حل کن اشکال مرا اے نیکخو
حل مری مشکل کو کر اے کامیاب

ایں طراق از دست من بود آیا
یہ تڑاقہ ہاتھ سے میرے ہوا

از قفا گاہِ تو اے فخر کیا
یا تری گدی سے آئی تھی صدا

گفت از درد ایں فراغت نیستم
بولا مجھ کو درد سے فرصت نہیں

کہ دریں فکر و تامل بیستم
تا کروں فکر و تامل بالیقیں

تو کہ بیدردی ہمے اندیش ایں
تو کہ ہے بیدرد اس کی فکر کر

نیست صاحب درد را ایں فکر ہاں
فکر اہل درد کو کب ہے مگر

دردمنداں را نباشد فکر غیر
دردمندوں کو نہیں کچھ فکر غیر

خواہ در مسجد برو خواہی بدیر
خواہ تو مسجد میں جا یا سوئے دیر

غفلت و بیدردیت فکر آورد
فکر اٹھتی ہے دل بیدرد سے

در خیالت نکتۂ بکر آورد
نکتے جو تخیل میں پیدا کرے

جز غم دیں نیست صاحب درد را
ہے غم دیں صرف اہل درد کو

مے شناسد مرد را و گرد را
جانتا ہے مرد کو اور گرد کو

حکم حق را بر سر و رو مے نہد
حکم حق کو وہ سر آنکھوں پر رکھے

حفظِ فکرِ خویش یکسو مے نہد
کچھ نہ اپنی فکر کی پروا کرے

صحابۂ کرامؓ میں کوئی حافظ نہ تھا

در صحابہؓ کم بدے حافظ کسے
ہاں صحابہؓ میں کوئی حافظ نہ تھا

گرچہ شوقے بود جانشان زبسے
گرچہ اس کا شوق اُن کو تھا بڑا

مغز علم افزود کم شد پوستش
بڑھ گیا علم اور رہا باقی نہ پوست

زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
کیونکہ عاشق کو جلا دیتا ہے دوست

زانکه چوں مغزش در آگند و رسید — پوستها شد بس رقیق و واکفید
چونکہ ان کا مغز تھا بالکل بھرا — پوست نازک ہوتے ہوتے پھٹ گیا

قشرِ جوز و فستق و بادام ہم — مغز چوں آگندشاں شد پوست کم
پستہ بادام اور پوست اخروٹ کے — مغز جب بڑھنے لگا۔ گھٹنے لگے

وصفِ مطلوبی چو ضدِّ طالبی ست — وحیِ برقِ نور سوزانِ نبی ست
ضدِّ طالب وصف ہے مطلوب کا — وحیِ برقِ نور سے قرآں جلا

چوں تجلّی کرد اوصافِ قدیم — پس بسوزد وصفِ حادث را گلیم
جب عیاں ہوتے ہیں اوصافِ قدیم — جلتی ہے پھر وصفِ حادث کی گلیم

ربعِ قرآں ہر کرا محفوظ بود — جلّ فینا از صحابہ مے شنود
یادِ قرآں حفظ جس کو یاد تھا — جلّ[1] فینا کہتے اصحابِ وفا

جمعِ صورت با چنیں معنیِ ژرف — نیست ممکن جز ز سلطانے شگرف
جمع صورت اسقدر معنی کے ساتھ — ہے فقط شاہنشہ[2] عالی کے ہاتھ

در چنیں مستی مراعاتِ ادب — خود نباشد ور بود باشد عجب
ایسی مستی میں مراعاتِ ادب — خود نہیں رہتیں۔ رہیں۔ تو ہے عجب

اندر استغنا مراعاتِ نیاز — جمعِ ضدّین است چوں گردد دراز
ہو جو استغنا میں بھی پاسِ نیاز — ہے ضدوں کی جمع۔ کیونکر ہو دراز

جمعِ ضدّین از نیاز افتاد و ناز — باز در وقتِ تحیّر امتیاز
دو ضدوں کی وجہ ہیں ناز و نیاز — اور پھر وقتِ تحیّر امتیاز

چوں عصا معشوقِ عمیاں میشود — کور خود صندوقِ قرآں میشود
ہے عصا معشوق اندھوں کا یہاں — کور ہو قرآں کا صندوق ہاں

[1] ہم میں بزرگ ہے ؛

[2] عارفِ کامل سے مراد ہے ؛

گفت کوران خود صنادیقند پر ۔ از حدیث و مصحف و ذکر و نذر

بیگماں اندھے ہیں خود صندوق ہی ۔ جن میں قرآں اور حدیثیں ہیں بھری

باز صندوقے پر از قرآں بہ است ۔ زانکہ صندوقے بود خالی بدست

جس میں ہو قرآں۔ وہ ہے صندوق خوب ۔ اُس سے۔ جو خالی ہو اور ہو پُر عیوب

باز صندوقے کہ خالی شد ز بار ۔ بہ ز صندوقے کہ پُر موش ست و مار

بہتر ہے جو صندوق خالی بار سے ۔ بہتر اُس سے جو بھرا ہو مار سے

حاصل اندر وصل چوں افتاد مرد ۔ گشت دلالہ بہ پیش مرد سرد

مرد کو ہوتا ہے حاصل وصل جب ۔ پھیکا پڑتا ہے رُخ دلالہ تب

چوں بمطلوبت رسیدی اے ملیح ۔ شد طلبگاری علم اکنوں قبیح

پہنچا جب مطلوب تک تو اے فتا ۔ پھر طلب کرنا بُرا ہے علم کا

چوں شدی بر بامہائے آسماں ۔ سرد باشد جستجوئے نردباں

جبکہ تو ہو باریاب آسماں ۔ پھر ہے ناحق جستجوئے نردباں

جز برائے یاری و تعلیم غیر ۔ سرد باشد راہ خیر از بعد خیر

ماسوائے یاری و تعلیم غیر ۔ سرد راہ خیر ہے بس بعد خیر

آئنہ روشن کہ شد صاف و جلے ۔ جہل باشد بر نہادن صیقلے

آئنہ روشن ہو جب اور ہو صفا ۔ جہل ہے صیقل کا اس پہ پھیرنا

پیش سلطاں خوش نشستہ در قبول ۔ جہل باشد جستن نامہ رسول

پیش سلطاں جبکہ ہے تو خود قبول ۔ جہل ہے پھر ڈھونڈنا خط اور رسول

معشوق کے سامنے عاشق کا نامہ محبت پڑھنا

آں یکے را یار پیش خود نشاند ۔ نامہ بیروں کرد و پیش یار خواند

اِک کو پاس اپنے بٹھایا دوست نے ۔ لے کے خط پڑھنے لگا وہ سامنے

بیتہا در نامۂ مدح و ثنا | زاری و مسکینی و بس لابہا
نامہ کے وہ شعر وہ مدح و ثنا | وہ خوشامد اور وہ رونا جھینکنا

گریہ و افغان و حزن و دردِ خویش | خواری و بیزاری بااہل و خویش
وہ فغاں و رنج اور وہ زاریاں | خواریاں اور اپنوں سے بیزاریاں

دوری و رنجوری ز ہجرانِ دوست | ذکرِ پیغام و رسول از مغز و پوست
دوری و رنجوری و آلام و وہ | جھوٹے سچے نامہ و پیغام وہ

ہمچناں میخواند با معشوق خود | تا کہ بیروں شد ز حد و از عدد
سامنے معشوق کے ایسے پڑھا | حد و اندازہ سے آگے بڑھ گیا

گفت معشوق ایں اگر بہرِ منست | گاہِ وصل ایں عمر ضائع کردنست
دوست، بولا یہ جو ہے میرے لئے | پھر تو کیوں کھوتا ہے لمحے وصل کے

من بہ پیشت حاضر و تو نامہ خواں | نیست ایں باری نشانِ عاشقاں
میں ہوں تیرے پاس تو ہے نامہ خواں | ہاں نہیں ہے عاشقوں کا یہ نشاں

گفت اینجا حاضری اما ولیک | من نمے یابم نصیب خویش نیک
بولا عاشق۔ تو تو حاضر ہے۔ ولیک | اپنی قسمت کو نہیں پاتا ہیں نیک

آنچہ میدیدم ز تو پارینہ سال | نیست اینم گرچہ مے بینم وصال
تجھ سے جو کچھ دیکھتا تھا پار سال | وہ نہیں اب گرچہ حاصل ہے وصال

من ازیں چشمہ زلالے خوردہ ام | دیدہ و دل زآب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمے سے پانی ہے پیا | دل کو اور آنکھوں کو ہے تازہ کیا

چشمہ مے بینم ولیکن آب نے | راہِ آبم را مگر زد رہزنے
چشمہ ہے۔ لیکن وہ پانی اب کہاں | راہزن نے راہ ماری بے گماں

گفت پس من نیستم معشوق تو | من بہ بلغار و مرادت در قتو
بولا میں تیرا نہیں معشوق۔ جا | میں ہوں مشرق میں تو مغرب میں پڑا

عاشقی تو بر من و بر حالتے — حالت اندر دست نبود اے فتے

مجھ پہ عاشق ہے کہ میرے حال پر — کب ہؤا قابو کسی کے حال پر؟

پس نیم کلی مطلوب تو من — جزو مقصودم ترا اندر زمن

میں نہیں معشوق کلی اب ترا — جزو ہوں میں اک ترے مقصود کا

خانۂ معشوقم و معشوق نے — عشق بر نقد است بر صندوق نے

خانۂ معشوق ہوں معشوق نے — نقد سے ہے عشق کب صندوق سے

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود — مبتدا و منتہایت او بود

ہے وہی معشوق جو یکتا رہا — ہو جو تیری ابتدا و انتہا

چوں بیابی اش نباشی منتظر — ہم ہویدا او بود ہم نیز سر

جب اُسے پائے۔ نہ ہو تو منتظر — ظاہر و باطن میں ہو تیرا مقر

میرِ احوالست نے موقوفِ حال — بندۂ ایں ماہ باشد ماہ و سال

حال کا حاکم۔ نہیں پابند حال — ماہ کے بندے بنے ہیں ماہ و سال

چوں بگوید حال را فرماں کند — چوں بخواہد جسمہا را جاں کند

جب وہ چاہے۔ حال کو فرماں کرے — اور جب وہ چاہے تن کو جاں کرے

منتہی نبود کہ موقوفست او — منتظر نشستہ باشد حال جو

وہ سدا یکساں ہے کب ہے منتہی — منتظر کب حال کا ہے اے فتی

کیمیائے حال باشد دست او — دست جنباند شود مے مست او

کیمیائے حال اس کا ہاتھ ہاں — جب ہلائے مست مے ہووے گماں

گر بخواہد مرگ ہم شیریں شود — خار و نشتر نرگس و نسریں شود

وہ جو چاہے موت کو شیریں کرے — خار و نشتر کو گل و نسریں کرے

او بود سلطانِ حال اندر روش — نے چو تو محروم از حال و کشش

صورتِ سلطانِ حال اس کی روش — کب ہے وہ محروم جذبات و کشش

آنکہ او موقوفِ حالست آدمیست
حال کا پابند ہے یہ آدمی

کہ گہے افزوں دگاہے در کمیست
گاہ اس میں ہے فزونی۔ گہ کمی

لیک صافی فارغست از وقت و حال
کچھ نہیں صوفی کو فکرِ وقت و حال

صوفی ابن الوقت باشد در مثال
صوفی ابن الوقت ہے بہرِ مثال

حالہا موقوفِ فکر و رائے او
حال ہیں پابند اس کی فکر کے

زندہ از نفخِ مسیح آسائے او
زندہ ہیں اس کے مسیحی نفس سے

عاشقِ حالی نہ عاشق بر منی
حال کا عاشق تو۔ میرا کب مگر

بر امیدِ حال و بر من مے تنی
میرا عاشق ہے اُمیدِ حال پر

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود
جو کبھی ناقص۔ کبھی کامل ہوا

نیست معبودِ خلیل آفل بود
وہ نہیں معبود اور زائل ہوا

و آنکہ آفل باشد و گہ آن و ایں
ہے جو فانی۔ حال پر قائم نہیں

نیست دلبر لا احب الآفلین
کب ہے دلبر۔ لا احب الآفلین ۱؎

آنکہ او گاہے خوش و گہ ناخوشیست
جو کبھی خوش ہے۔ کبھی ناخوش ہے یار

یک زمانے آب و یکدم آتشست
گاہ پانی ہے۔ تو گہ مانندِ نار

برجِ مہ باشد و لیکن ماہ نے
برجِ مہ ہو، ماہ ہو سکتا نہیں

نقشِ بت باشد و لے آگاہ نے
نقشِ بُت آگاہ ہو سکتا نہیں

ہست صوفیِ صفا جو ابن وقت
صوفیٔ صافی ہے گویا ابن وقت

وقت را ہمچوں پدر بگرفتہ سخت
وقت کو جوں باپ کے پکڑا ہے سخت

لیک صافی غرقِ عشقِ ذو الجلال
ہے جو صوفی غرقِ عشقِ ذوالجلال

ابن کس نے فارغ از اوقات و حال
کب کسی کا ہے پسر، فارغ ز حال

۱؎ میں فنا ہو جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

غرق نورے کہ او لم یولد است | لم یلد لم یولد آن ایزد است
غرق ہے اس میں کہ لم یولد ہے وہ | لم یلد لم یولد اور ایزد ہے وہ

رو چنیں عشقے گزیں گر زندۂ | ورنہ وقتِ مختلف را بندۂ
عشق ایسا کر۔ اگر تو زندہ ہے | مختلف وقتوں کا ورنہ بندہ ہے

منگر اندر نقشِ زشت و خوبِ خویش | بنگر اندر عشق و بر مطلوبِ خویش
نقش اپنے تو نہ دیکھ اچھے بُرے | عشق اور معشوق ہی کو دیکھ لے

منگر ایں را کہ حقیری یا ضعیف | بنگر اندر ہمتِ خود اے شریف
تو نہ دیکھ اس کو ہے دُبلا یا ضعیف | اپنی ہمت پر نظر کر اے شریف

تو بہر حالے کہ باشی مے طلب | آب مے جو دائما اے خشک لب
تو ہو جس حالت میں۔ رکھ حسن طلب | ڈھونڈ دائم آب کو اے خشک لب

کاں لبِ خشکت گواہی مید ہد | کو بآخر بر سرِ منبع رسد
خشک لب تیرے ہیں خود اس کے گواہ | پہنچے گا سرچشمہ پر اے خوش نگاہ!

خشکی لب ہست پیغامے ز آب | کہ بمات آرد یقیں ایں اضطراب
خشکی لب کیا ہے اک پیغام آب | تجھ کو لے آئے گا ہم تک اضطراب

کایں طلبگاری مبارک جنبشے ست | ایں طلب در راہِ حق مانع کشیست
اس طلب میں ہیں مبارک جنبشیں | راہِ حق میں اس کو مانع کش نہیں

ایں طلب مفتاحِ مطلوباتِ تست | ایں سپاہ و نصرتِ رایاتِ تست
یہ طلب کنجی ہے مطلوبات کی | فوج ہے یہ فتح اور رایات کی

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح | میزند نعرہ کہ مے آید صباح
یہ طلب جوں مرغ دے بانگِ ظفر | اور چلائے کہ آتی ہے سحر

گرچہ آلت نیستت تو مے طلب | نیست آلت حاجت اندر راہِ رب!
گو تو بے ساماں ہے پھر بھی کر طلب | راہِ رب میں حاجتِ ساماں ہے کب

ہر کرا بینی طلبگار اے پسر! | یارِ او شو پیشِ او انداز سر
جسکو تو دیکھے طلبگار اے پسر! | سامنے اس کے جھکا دے اپنا سر

گر جوارِ طالباں طالب شوی	در ظلالِ غالباں غالب شوی
طالبوں کے سائے میں طالب ہو تو	غالبوں کے سائے میں غالب ہو تو
گر یکے مورے سلیمانی بجُست	منگر اندر جُستنِ او سُست سُست
چیونٹی گر عزمِ سلیمانی کرے	تو نہ دیکھ اس کو نگاہِ سُست سے
ہر چہ داری تو زمال و پیشۂ	نے طلب بود اوّل و اندیشۂ
مال اور پیشہ جو تو رکھتا ہے اب	اس کی پہلے تھی کہاں فکر و طلب
گر یکے گنجے بیابد نادرست	ور باستد از طلب ہم قاصر است
اک خزانہ پائے تو نادر ہے وُہ	اور طلب سے گرزکے قاصر ہے وُہ
ہر کہ چیزے جُست بیشک یافت او	چوں بجد اندر طلب بشتافت او
جسنے جو ڈھونڈا۔ اسے بے شک مِلا	جب طلب کی راہ میں دوڑا گیا
چوں نہادی در طلب پا اے پسرا	یافتی و شد میسّر بے خطر
پاؤں جب رکھا طلب میں اے پسرا	ہوگیا سب کچھ میسّر بے خطر
ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب	تا بیابی ہر چہ خواہی اے عجب
ہاں نہ رہ اے خواجہ اکدم بے طلب	تا جو کچھ چاہے مِلے وُہ تجھ کو سب
عاقبت جوئندہ یابندہ بود	چونکہ در خدمت شتابندہ بود
جو کوئی ڈھونڈے گا۔ آخر پائے گا	جبکہ وہ خدمت میں دوڑا جائے گا
در طلب چالاک شو زآں فتحِ باب[1]	مے طلب و اللہ اعلم بالصّواب
ہو طلب میں مستعد اور فتحِ باب	کر طلب۔ و اللہ اعلم بالصّواب

ایک سُست آدمی کا قِصّہ

آں یکے در عہدِ داوٗدِ نبی	نزدِ ہر دانا و پیشِ ہر غبی
عہدِ داوٗدِ نبی میں تھا کوئی	سامنے نادان و دانا کے اخی!

[1] دروازے کا کھُلنا۔ حصولِ مقصد۔

ایں دعا میکرد دائم کاے خدا! ثروتے بے رنج روزی کن مرا
یوں دعا کرتا تھا دائم - اے خدا! مال بے محنت مشقت کر عطا

چوں مرا تو آفریدی کاہلے زخم خوارے سست جنبے منبلے
تو نے جب کاہل مجھے پیدا کیا زخم خوردہ، سست بازو، مبتلا

بر خران پشت ریش بیمراد بار اسپان و اشتران نتوان نہاد
جن گدھوں کی پیٹھ ہو جائے فگار اونٹ گھوڑوں کا لدے کیا اُن پہ بار

کاہلم چوں آفریدی اے ملی! روزیم دہ ہم ز راہ کاہلی
جب کیا پیدا ہے کاہل اے غنی! رزق دے مجھ کو برائے کاہلی

کاہلم من سایہ خسپم در وجود خفتم اندر سایۂ احسان وجود
سست ہوں میں اور کاہل جسم میں سائے میں احسان کے ہیں رہتیں

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر روزیے بنہادۂ نوعے دگر
کاہلوں راحت پسندوں کو مگر رزق تو دیتا ہے با نوع دگر

ہر کرا پا ہست جوید روزیے ہر کرا پا نیست کن دلسوزیے
پاؤں جس کے ہیں - وہ روزی ڈھونڈلے اور تو بے کس کی دلجوئی کرے

رزق را می راں بسوئے ایں حزیں ابر را باراں بسوئے ہر زمیں
بھیج میرا رزق میں بھی ہوں حزیں ابر کو برسا دے سوئے ہر زمیں

چوں زمیں را پا نباشد جود تو ابر را راند بسوئے او دوتو
ہے زمیں بے دست و پا - تیرا کرم ابر اُس کی سمت بھیجے دمبدم

طفل را چوں پا نباشد مادرش آید و ریزد وظیفہ بر سرش
بچہ جب بے پاؤں کا ہوتا ہے ماں دودھ اس کو ہے پلاتی بیگماں

روزیے خواہم بناگہ بے تعب کہ ندارم من ز کوشش جز طلب
مانگتا ہوں رزق بے فکر و تعب ہے مری کوشش فقط حسن طلب

مدتے بسیار میکرد ایں دعا — روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحے

مدتوں کرتا رہا وہ یہ دعا — صبح تک شب سے، سحر سے تا مسا

خلق میخندید بر گفتارِ او — بر طمع خامے و بر بیگارِ او

ہنستے تھے لوگ اس کی اس گفتار پر — طمع خام اور ناروا بیگار پر

کہ چہ میگوید عجب ایں سست ریش — یا کسے داد ست بنگ بیہشیش

بک رہا ہے بے شعور احمق یہ کیا — بھنگ اُسے شاید کسی نے دی پلا

راہِ روزی کسب و رنج است و تعب — ہرگز ایں نادر نشد ور شد عجب

شرط بہر رزق ہے کسب و تعب — یہ نہیں نادر، جو ہو تو ہے عجب

ہر کرا او پیشۂ داد و طلب — از رہِ کسب و تعب با رنج و تب

جس کسی کو دے وہ پیشہ یا طلب — ہے ضروری رنج اور کسب و تعب

اطلبوا الارزاق من اسبابہا — ادخلوا الاوطان من ابوابہا

رزق کو ڈھونڈو مگر اسباب سے — ہو وطن میں داخل ابواب سے

شاہ و سلطان و رسولِ حق کنوں — ہست داؤدِ نبی ذو فنوں

شاہ و سلطان اور رسول ذوالمنن — ہیں جو داؤد نبی ممتاز فن

ہست در فرمانِ او از وحش و طیر — در ہمہ روئے زمیں او راست سیر

حکم میں آج اُنکے سب ہیں وحش و طیر — وہ زمیں پر ہر جگہ کرتے ہیں سیر

با چناں عزے و نازے کاندر ست — کہ گزیدستش عنایتہائے دوست

کیسے باعزت ہیں۔ اہل ناز ہیں — لطف سے خالق کے وہ ممتاز ہیں

معجزاتش بے شمار و بے عدد — موجِ بخشایش مدد اندر مدد

معجزے ہیں بے شمار اور بے عدد — موجِ بخشش سے انہیں حاصل مدد

ہیچکس را خود ز آدم تا کنوں — کے بدست آواز ہمچوں ارغنوں

آجتک آدمؑ سے لے کر کون تھا — جس نے پائی ارغنوں کی سی صدا

کو بہر وعظے بمیراند دو بیست — آدمی از صوت خویش کرد نیست

آدمی ہر وعظ میں دو سو مریں — اپنی خوش لحنی سے وہ بیجاں کریں

شیر و آہو جمع گردد آں زماں — سوئے تذکیرش مغفل ازیں آں

شیر و آہو جمع ہوتے ہیں وہاں — ذکر سے بے ہوش ہو کر بیگماں

کوہ و مرغاں ہم رسائل با دمش — ہر دو اندر وقت دعوت محرمش

کوہ و مرغ ان کے ہوں سارے ہم زباں — وقتِ دعوت وہ ہوں محرم بیگماں

این و صد چنداں مر او را معجزات — نور او بے جہات و در جہات

یہ اور ایسے سیکڑوں ہیں معجزے — نور ان کا بے جہت ہر جا رہے

با ہمہ تمکیں خدا روزیِ او — کردہ باشد بستہ اندر جستجو

باوجود اس کے بھی وہ اپنی معاش — کرتے رہتے ہیں بصد محنت تلاش

بے زرہ بافی و رنجے روزیش — مے نیاید با ہمہ بہروزیش

بے زرہ بافی و بے محنت کہاں — روزی انکی، گو وہ ہیں خود کامراں

اینچنیں مخذول واپس ماندۂ — خانہ کندۂ دوں و گردوں راندۂ

یہ ہے گمرہ اور پھر ناکامیاب — گردشوں میں وقف اور خانہ خراب

اینچنیں مدبر ہمے خواہد کہ او — گنج یابد تا رود پایش فرو

ایسا ہے بدبخت اور ہے چاہتا — گنج ہائے بے حد و بے انتہا

زا حمقی خواہد کہ بے رنجش زود — بے تجارت پر کند دامن ز سود

فکر احمق ہے کہ بے محنت کئے — بے تجارت نفع سے دامن بھرے

اینچنیں گنجے نیابد در جہاں — کہ بر آید بر فلک بے نردباں

گنج یوں بے رنج ملتا ہے کہاں — کون جائے چرخ پر بے نردباں

ایں ہمے گفتش بہ تسخر زر بگیر — کہ رسیدت روزی و آمد بشیر

دل لگی کرتا تھا کوئی لے یہ زر — تیری روزی آ گئی اے خوش خبر!

وآں ہمے خندید مار اہم بدہ
کوئی کہتا تھا ہمیں بھی کچھ ملے

او ازیں تشنیع مردم در فسوس
طعن اور تشنیع سے لیکن کبھی

تا کہ شد معروف در شہر و شہیر
ہو گیا مشہور شہروں میں حقیر

شد مثل در خام طمعی آں گدا
طمع میں ضرب المثل تھا وہ گدا

کم نمیکرد از دعا و ابتہال
کم نہ کرتا تھا دعائیں وہ ملول

گر گراں و گر شتابندہ بود
سست ہو یا دوڑنے والا کوئی

زانچہ یابی ہدیہ اے سالار دہ
اس میں سے جو ہدیۃ آئے مجھے

کم نمیکرد از دعا و چاپلوس
کم نہ کرتا تھا دعائیں رزق کی

کوزہ انبان تہی جوید پنیر
ڈھونڈتا ہے خالی تھیلے سے پنیر

او ازیں خواہش نمے آمد جدا
اپنی خواہش سے نہ تھا لیکن جدا

کرد اجابت مستعان ذوالجلال
کی خدا نے ہر دعا آخر قبول

عاقبت جوئندہ یابندہ بود
سچ ہے جو ڈھونڈے گا پائیگا وہی

اس گدا کے گھر میں گائے کا گھس آنا

تا کہ روزے ناگہاں در چاشتگاہ
ایک دن وہ صبح کو بے اشتباہ

ناگہاں در خانہ اش گاوے دوید
گائے اس کے گھر میں آئی دوڑ کے

گاو گستاخ اندر آں خانہ بجست
گائے گستاخ اس کے گھر میں گھس گئی

ایں دعا میکرد با زاری و آہ
یہ دعا کرتا تھا با زاری و آہ

شاخ زد بشکست در بند و کلید
تالا کنجی در کا توڑا سینگ سے

مرد بر جست و قوائمہاش بست
مرد نے وہ گائے اٹھ کر باندھ لی

پس گلوئے گاو ببرید آں زماں ۔ بے توقف بے تامل بے اماں

کاٹ ڈالا گائے کا اس نے گلا ۔ بے توقف بے تامل بر ملا

چوں سرش ببرید شد سوئے قصاب ۔ تا اہابش بر کند در دم شتاب

کاٹ کر سر لے گیا سوئے قصاب ۔ کھال اس کی وہ اتارے تا شتاب

اے تقاضا گر دروں ہمچون جنیں ۔ چوں تقاضا میکنی اتمام دیں

اے تقاضا کرنے والے جوں جنیں ۔ کرتا ہے کیوں خواہش اتمام دیں

سہل گرداں رہ نما توفیق دہ ۔ یا تقاضا را بہل بر ما منہ

سہل کر رستہ بتا۔ توفیق دے ۔ یا بری کر دے۔ تقاضا چھوڑ کے

چوں ز مفلس زر تقاضا می کنی ۔ زر ببخشش در سرائے شاہ غنی

گر تقاضا زر کا مفلس سے کرے ۔ اے غنی چھپ کر اسے زر بخش دے

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر ۔ زہرہ کے دارد کہ آید در نظر

قافیے اور شعر صبح و شام کے ۔ بے تری توفیق ہیں کس کام کے

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم ۔ بندۂ امر تو اند از ترس و بیم

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم ۔ تابع فرماں ہیں اور رکھتے ہیں بیم

چوں مسبح کردۂ ہر چیز را ۔ ذات بے تمییز و با تمییز را

کر دیا ہر چیز کو تسبیح خواں ۔ بے تمیز اور با تمیز اب ہیں جہاں

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر ۔ گوید و از حال آں ایں بیخبر

ہر کوئی تسبیح با نوع دگر ۔ کر رہا ہے دوسرے سے بے خبر

آدمی منکر ز تسبیح جماد ۔ واں جماد اندر عبادت اوستاد

جانے کیا انسان تسبیح جماد ۔ وہ عبادت میں مگر ہیں اوستاد

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے ۔ بیخبر از یکدگر و اندر شکے

بلکہ یہ جو ہیں بہتر ملتیں ۔ بے خبر باہم دگر ہیں وہم میں

چوں دو ناطق را ز حالِ ہمدگر — نیست آگہ چوں بود دیوار و در

حال ناطق سے ہے ناطق بے خبر — کس طرح ہو واقف دیوار و در

چوں من از تسبیحِ ناطق غافلم — چوں بدانم سبحۂ صامت دلم

جب نہیں تسبیحِ ناطق کا پتا — پھر جمادی کی سنوں تسبیح کیا

ہست سُنّی را یکے تسبیحِ خاص — ہست جبری را ضدِ آں در مناص

خاص اک تسبیح سُنّی کی ہوئی — پائی ضد جبری نے اس تسبیح کی

سُنّی از تسبیحِ جبری بے خبر — جبری از تسبیحِ سُنّی بے اثر

ذکر سے جبری کے سُنّی بے خبر — سُنّی کی طاعت سے جبری بے اثر

ایں ہمے گوید کہ آں ضالست و گم — بے خبر از حالِ او وز امرِ قم

یہ ہے کہتا راہ گم کردہ اُسے — بے خبر حال اور قُم کے حکم سے

واں ہمے گوید کہ ایں را چہ خبر — جنگشاں افگند یزداں از قدر

وہ یہ کہتا ہے کہ اِس کو کیا خبر — جنگ میں رکھا ہے حق نے سربسر

گوہرِ ہر یک ہویدا میکند — جنس از ناجنس پیدا میکند

کرتا ہے جوہر وہ ہر اک کا عیاں — جنس کو ناجنس سے پیدا یہاں

قہر را از لطف داند ہر کسے — خواہ ناداں خواہ دانا یا خسے

قہر کو سب لطف سے ہیں جانتے — اس میں ناداں ہوں کہ دانا دیکھیے

لیک لطفے قہر در پنہاں شدہ — یا کہ قہرے در دلِ لطف آمدہ

قہر میں ہے لطف پنہاں ہو گیا — لطف میں یا قہر ہے جلوہ نما

کم کسے داند مگر ربانیے — کش بود در دل محکِّ جانیے

کون اسے جانے۔ مگر حق کا ولی — جسکے دل میں ہے کسوٹی کشف کی

باقیاں زیں دو گمانے میبرند — سوئے لانہ خود بیک پر مے پرند

باقیوں کو دونوں ہی پر ہے گماں — اُڑتے ہیں اک پر سے سُوئے آشیاں

علم را دو پر گمان را یک پر است	ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتر است
علم کے دو پر گماں کا ایک پر	ظن ہے ناقص اور اڑنے میں بتر

علم اور گمان

مرغ یک پر زود افتد سرنگوں	باز بر پرد دو گامے یا فزوں
مرغ اک پر سے اڑے ہو سرنگوں	پھر اڑے دو اک قدم یا کچھ فزوں
میفتد میخیزد آں مرغ گماں	با یکے پر بر امید آشیاں
اٹھتا ہے گرتا ہے وہ مرغ گماں	ایک پر سے با امید آشیاں
چوں ز ظن وارست علمش رو نمود	شد دو پر آں مرغ و پرہا واکشود
جب گماں سے چھوٹا علم اسکو ملا	مرغ کو دو پر ملے ۔ اڑنے لگا
بعد ازاں یمشی سویا مستقیم	نے علی وجہہ مکبا او سقیم
بعد ازاں چلتا ہے سیدھا راستا	منہ کے بل گرتا نہیں اوندھا ذرا
با دو پر بر میپرد چوں جبرئیل[1]	بیگمان و بے مگر بے قال و قیل
اڑتا ہے دو پر سے مثل جبرئیل	بے گماں بے شبہ اور بے قال وقیل
گر ہمہ عالم بگویندش توئی	بر رہ یزدان و دین مستوی
ساری دنیا گر کہے ہاں ہے تو ہی	رہرو راہ حق و دین نبی
او نگردد گرم تر از گفت شاں	جان طاق او نگردد جفت شاں
گرم وہ ہوتا نہیں اس قول سے	جان یکتا اُس کی ان سے کیوں ملے
ور ہمہ گویند او را گمرہی	کوہ پنداری و تو برگ کہی
اور اگر گمراہ سب اُس کو کہیں	کاہ ہے تو ۔ کوہ اپنے زعم میں

[1] قولہ تعالیٰ: فمن یمشی مکبًا علی وجہہ اہدیٰ من یمشی سویًا علی صراط المستقیم یعنی جو منہ کے بل گر گر کر چلتا ہے وہ زیادہ راست رو ہے یا وہ جو کھڑے کھڑے سیدھا راستہ چل رہا ہے +

او نیفتد در گمان از طعن شان — او نگردد دردمند از طعنشان

اُن کے طعنوں سے نہ ہو وہ بدگماں — طعنے اس کو دیں نہ کچھ تکلیف جاں

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت — گویدش با گمرہی یاری و جفت

کوہ و دریا بھی اگر اُس سے کہیں — رنگ گمراہی ہے تیرے حال میں

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال — مطمئن و موقن و بے احتیال

ایک ذرہ بھر نہ ہو اسکو خیال — مطمئن ہو اور یقیں میں باکمال

مدرسے کے لڑکے اور استاد

کودکان مکتبے از اوستاد — رنج دیدند و ملال و اجتہاد

بچوں نے مکتب میں اک استاد سے — رنج اُٹھائے، اور ملال انکو ہوئے

مشورت کردند در تعویق کار — تا معلم در فتد در اضطرار

مشورہ ٹھہرا ہے تا خیر کار — تا معلم کچھ دنوں ہو بیقرار

چوں نمے آید ورا رنجورئے — کہ بگیرد چند روز او دورئے

کیوں نہیں آتا مرض کوئی اُسے — دُور وہ کچھ روز تو ہم سے رہے

تا رہیم از حبس و از تنگی کار — ہست او چوں کوہ خارا برقرار

قید اور تنگی سے تا ہم ہوں رہا — کوہ کے مانند ہے وہ ایک جا

آں یکے زیرکتریں تدبیر کرد — کہ بگوید اوستا چونی تو زرد

ایک نے سوچا۔ جو تھا اُن سب میں فرد — یوں کہو استاد؛ چہرہ کیوں ہے زرد

خیر باشد رنگ تو بر جائے نیست — ایں اثر یا از ہوا یا از تپیست

خیر باشد۔ کیوں اُڑا رنگ آپ کا — تپ ہے یا ہے یہ خرابی ہوا؟

اندکے اندر خیال افتد ازیں — تو برادر ہم مدد کن اینچنیں

کچھ خیال اس سے ہو پیدا واقعی — بھائی! تو بھی پھر مدد کرنا یونہی

چوں درآئی از درِ مکتب بگو خیر باشد اوستا احوالِ تو
جب درِ مکتب سے آئے - چھیڑنا خیر باشد - آپ کا ہے حال کیا
آں خیالش اندکے افزوں شود کز خیالے عاقلے مجنوں شود
کچھ بڑھے گا اور ان کا احتمال کرتا ہے دیوانہ عاقل کو خیال
آں سوم واں چارم و پنجم چنیں در پئے ما غم نمایند و حنیں
تیسرا چوتھا یونہی پھر پانچواں نالہ و غم کا کریں اظہار ہاں
تا چو سی کودک تواترا ایں خبر متفق گویند یابد مستقر
تیس لڑکے جب یونہی دینگے خبر اس کے دل پہ مستقل ہوگا اثر
ہر یکے گفتش کہ شاباش اے ذکی باد بختت بر عنایت متکی
سب یہ بولے اس سے شاباش اے ذکی بخت ہو بیدار تیرا اے اخی
متفق گشتند در عہدِ وثیق کہ نگرداند سخن را یک رفیق
متفق ہو کر یہ پیماں کر لیا کوئی برگشتہ نہ ہوگا برملا
بعد ازاں سوگند داد او جملہ را تا کہ غمازے نگوید ماجرا
بعد ازآں اس نے قسم ان سب کو دی تا نہ چغلی کھائے اُن میں سے کوئی

لوگوں کی عقل میں اختلاف

رائے آں کودک بچربید از ہمہ عقلِ او در پیش میرفت از رمہ
رائے اس لڑکے کی یوں غالب ہوئی عقل اس کی سب پہ سبقت لے گئی
آں تفاوت ہست در عقلِ بشر کہ میانِ شاہداں اندر صور
عقلِ انساں میں ہے فرق برملا جیسے معشوقوں کی شکلیں ہیں جدا
زیں قبل فرمود احمد در مقال در زباں پنہاں بود حسنِ رجال
ہے اسی بحث میں قولِ مصطفےٰ حسن انساں کا زباں میں ہے چھپا

اختلافِ عقلها در اصل بود — بر وفاقِ سنّیاں باید شنود
اصل میں ہے ساری عقلوں کا نفاق — سنّیوں کا ہے اسی پر اتفاق

برخلافِ قولِ اہلِ اعتزال — کہ عقول از اصل دارند اعتدال
اور یہ کہتے ہیں اہلِ اعتزال — اصل میں عقلوں کو ہے اک اعتدال

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند — تا یکے را از یکے اعلم کند
تجربہ تعلیم بیش و کم کرے — دوسرے کو ایک سے اعلم کرے

باطلست ایں زانکہ رائے کودکے — کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ ہے باطل، کیونکہ اک لڑکے کی رائے — تجربہ سے جو نہ کچھ ادراک پائے

بگذرد ز اندیشۂ مردانِ کار — عاجز آید کارِ شاں در اضطرار
تجربہ کاروں کی گذرے فکر سے — کام اُن کا فکر سے ابتر رہے

بر دمید اندیشۂ زاں طفلِ خرد — پیرِ با صد تجربہ بوئے نبرد
چھوٹے بچّے نے جو اندیشہ کیا — بوڑھے دانا کو نہیں اُسکا پتا

خود فزوں آں بہ کہ آنِ فطرتست — تا ز افزونی کہ جہد و فکرتست
برتری بہتر، جو ہو پیدائشی — اس فزونی سے جو ہو تحصیل کی

تو بگو دادہ خدا بہتر بود — یا کہ لنگے راہوارانہ رود
تو ہی کہہ - وہ چال اچھی حق جو دے — چال یا لنگڑے کی جو اچھا چلے

لڑکوں کا مکر سے استاد کو وہم میں ڈالنا

روز گشت و آمدند آں کودکاں — بر ہمیں فکرت بمکتب شادماں
دن چڑھا اور آئے لڑکے بیگماں — سوئے مکتب اپنی دھن میں شادماں

جملہ استادند بیروں منتظر — تا در آید از در آں یارِ مُصر
لڑکے سب باہر کھڑے تھے منتظر — تا کہ اندر آئے وہ یارِ مُصر

زانکہ منبع او بدست این رائے را | سر امام آمد ہمیشہ پائے را

کیونکہ تھا مرکز وہی اس رائے کا | اور تھا سردار سب کا برملا

اے مقلد! تو مجو پیشی بر آں | کو بود منبع ز نورِ آسماں

اے مقلد! دیکھ تو سبقت نہ کر | نور کا منبع ہے تیرا راہبر

او در آمد گفت استا را سلام | خیر باشد رنگِ رویت زرد فام

آیا وہ لڑکا - کیا جھک کر سلام | اور کہا یہ چہرہ یہ کیوں ہے زرد فام

گفت استا نیست رنجے مر مرا | تو برو بنشیں مگو یاوہ ہلا

بولا یوں استاد - ہوں اچھا بھلا | کیوں تو بک بک کر رہا ہے بیٹھ جا

نفی کرد اما غبارِ وہمِ بد | اندکے اندر دلش ناگاہ زد

نفی کی لیکن غبارِ وہم تھا | دل میں کچھ تھوڑا سا میل آہی گیا

اندر آمد دیگرے گفت اینچنیں | اندکے آں وہم افزوں شد بریں

دوسرا آیا یہی کہتا ہوا | بڑھ گیا کچھ اور وہم استاد کا

ہمچنیں تا وہمِ او قوت گرفت | ماند اندر حالِ خود بس در شگفت

ایسے ہی جب وہم کو قوت ملی | حیرت اپنے حال پر اس کو ہوئی

فرعون کا وہم سے پریشان ہونا

سجدۂ خلق از زن و از طفل و مرد | زد دلِ فرعون را رنجور کرد

عورتوں مردوں نے جب سجدے کئے | بڑھ گئے صدمے دلِ فرعون کے

گفتنِ ہر یک خدیو و شہ و ملک | آنچناں کردش ز وہمے منہتک

جب کہا سب نے شہنشہ اور خدا | ایسا اُس کو وہم نے رسوا کیا

کہ بدعوائے الٰہی شد دلیر | اژدہا گشت و نمے شد ہیچ سیر

ہو گیا زعمِ خدائی پہ دلیر | اژدہا تھا جو نہیں ہوتا تھا سیر

عقلِ جزوی آفتش وہم است و ظن | زانکہ در ظلمات شد او را وطن

عقلِ جزوی اس کی آفت وہم اور ظن | کیونکہ ہے ظلمات میں اس کا وطن

بر زمین گر نیم گز راہے بود | آدمی بے وہم ایمن میرود

نصف گز رستہ زمیں پر ہو اگر | آدمی چلتا ہے اس پر بے خطر

بر سرِ دیوارِ عالی گر روی | گر دو گز عرضش بود کژ میشوی

اونچی اک دیوار پر گر تو چڑھے | عرض دو گز بھی ہو تو جھک کر چلے

بلکہ می‌افتی ز لرزِ دل بوہم | ترسِ وہمے را نکو بنگر بفہم

بلکہ دل کی لرزشوں سے وہم ہو | ہاں سمجھ اس بحث خوف و وہم کو

استاد کا وہم و خیال سے بیمار ہو جانا

گشت استا سخت سست از وہم و بیم | بر جہید و میکشانید او گلیم

سست وہم و بیم سے استاد تھا | اوڑھا کمبل اور وہاں سے اٹھ چلا

خشمگیں با زن کہ مہرِ اوست سست | من بدیں حالم نپرسید او نخست

بیوی پر غصہ کیا۔ ہے بے وفا | میرا یہ حال اور نہ اسنے کچھ کہا

خود مرا آگہ نکرد از رنگِ من | قصد دارد تا رہد از ننگِ من

رنگ سے میرے نہ دی مجھ کو خبر | چاہتی ہے چھوٹنا مجھ سے مگر

او بحسن و جلوہ خود مست گشت | بیخبر کز بامِ من افتاد طشت

مست ہے جلوہ گری میں حسن کی | بے خبر ہے میرے دن ہیں آخری

آمد و در را بتندی بر کشاد | کودکاں اندر پئے آں اوستاد

آیا کھولا در نہایت زور سے | بچے پیچھے پیچھے تھے استاد کے

گفت زن خیر است چوں زود آمدی | کہ مبادا ذاتِ نیکت را بدی

بیوی بولی۔ خیر ہے۔ کیوں آ گئے | دشمنوں کے کیا مزاج اچھے نہ تھے؟

گفت کوری رنگ و حال من ببیں	از غم بیگانگاں اندر حنیں
بولا- اندھی! دیکھ میرا رنگ و حال	دوسروں کے غم کا تجھ کو ہے خیال
تو درون خانہ از بغض و نفاق	مے نہ بینی حال من در احتراق
گھر میں تو بیٹھی ہوئی ہے کینہ ور	حال سے سوزش کے میری بے خبر
گفت زن اے خواجہ عیبے نیستت	وہم و ظن لاش و بے مغنیستت
بولی عورت، نقص تو کوئی نہیں	وہم بے معنی ہیں سارے بالیقیں
گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج	مے نہ بینی در تغیر و ارتجاج
بولا- اے فحبہ دا ہی ہے بحث ابھی	کیا نظر میرے لرزنے پہ نہ کی
گر تو کور و کر شدی ما را چہ جرم	ما دریں رنجیم و در اندوہ و کرم
تو اندھی اور بہری ہو گئی	اور مجھے تکلیف ہے اس دم بڑی
گفت اے خواجہ بیارم آئنہ	تا بدانی کہ ندارم من گنہ
بولی اے خواجہ میں لاؤں آئنہ	تا یقین آئے- نہیں میرا گنہ
گفت رو چہ تو چہ آئینہ ات	دائما در بغض و کینی و عنت
بولا- جا تو کیا - ترا آئینہ کیا	بغض و کیں کرتی رہی ہے برملا
جامہ خواب مرا رو گستراں	تا بخسپم کہ سر من شد گراں
بولا جا اور میرا بستر دے بچھا	سر گراں ہے، اب میں جا کر سوؤں گا
زن توقف کرد مردش بانگ زد	کالعدو زوتر ترا ایں مے سزد
ٹھہری عورت- دی معلم نے صدا	دشمن جاں- جلد دے بستر بچھا

استاد کا بیماری کے وہم سے رونا

جامہ خواب آورد و گسترد آں عجوز	گفت امکاں نے و باطن پر ز سوز
بڑھی نے بستر بچھایا زود تر	کہ نہیں سکتی تھی- دل تھا پر شرر
گر بگویم متہم دارد مرا	ور نہ گویم جد شود ایں ماجرا
گر کہوں- تو مجھ پہ وہ تہمت رکھے	چپ رہوں- تو مفت میں قصہ بڑھے

فالِ بد رنجور گرداند ہمے ... آدمی را کہ نبود ستش غمے

فالِ بد بیمار کر دیتی ہے ہاں ... آدمی کو۔ گو نہ ہو غم بے گماں

قولِ پیغمبرؐ قبولہ یفرضوا ... اِن تمارضتم لدینا تمرضوا

قولِ پیغمبرؐ ہے - اس کو مان لو ... خود مرض سر پر جو لو - بیمار ہو

گر بگویم او خیالے بر زند ... فعلِ داروزن کہ خلوت میکند

اب کہوں کچھ میں - تو سمجھے گا یہی ... کچھ تو ہے، جو ہے وہ خلوت چاہتی

مر مرا از خانہ بیروں میکند ... بہر فسقے فعلِ افسوں میکند

گھر سے وہ دیگا مجھے باہر نکال ... ہو گا جادو اور لوٹنے کا خیال

جامہ خواب افگندا استاد او فتاد ... آہ آہ و نالہ از وے مے بزاد

بچھ گیا بستر - معلم سو گیا ... آہ آہ اور نالہ وہ کرنے لگا

کودکاں آنجا نشستند و نہاں ... درس میخواندند با صد اندہاں

تھے وہاں لڑکے وہ سب بیٹھے ہوئے ... چپکے چپکے پڑھتے تھے۔ مغموم تھے

کایں ہمہ کردیم و ما زندانئیم ... بد بنائے بود و ما بد بانئیم

ہم نے سب کچھ تو کیا- پھر ہیں اسیر ... یہ بری ڈالی بنائے نا گزیر

ہیں دگر اندیشۂ باید نمود ... تا ازیں محنت فرج یابیم زود

فکر کوئی اور کرنی چاہیئے ... تا رہائی اس مشقت سے ملے

استاد کو پھر وہم میں ڈالنا

گفت آں کودک کہ اے قوم پسند ... درس خوانید و کنید آوا بلند

بولا وہ لڑکا کہ اے ہمراہیو ... شور کر کے تم سبق اپنا پڑھو

لہ اگر تم مرض کو اپنے اوپر فرض کر لو گے تو مریض ہو جاؤ گے۔

چوں ہمی خواندند گفت آں کودکاں — بانگ ما استاد را دارد زیاں

جب پڑھا کہنے لگا وہ رازداں — یہ صدا استاد کو دیگی زیاں

درد سر افزاید استا را ز بانگ — ارزد ایں کو در دیابد بہر دانگ

درد سر آواز سے بڑھ جائیگا — درد وہ کیوں مول تھا لینے لگا

گفت استا راست میگوید وید — درد سر افزوں شدم بیروں شوید

بولا استاد - اب یہ تم نے سچ کہا — جاؤ رخصت درد سر بڑھنے لگا

سجدہ کردند و بگفتند اے کریم — دور بادا از تو رنجوری و بیم

سجدہ کر کے سب وہ بولے اے کریم — دور ہو تجھ سے یہ رنجوری و بیم

پس بروں جستند سوئے خانہا — ہمچو مرغاں در ہوائے دانہا

اپنے اپنے گھر وہ لڑکے چل دیئے — مرغ دانے کے لئے جیسے اڑے

لڑکوں کا جانا اور ماؤں کا پوچھنا

مادر انشاں خشمگیں گشتند و گفت — روزِ کتاب و شما بالہو جفت

ان کی مائیں غصّے سے کہنے لگیں — وقت مکتب کا ہے کھیل اچھا نہیں

وقتِ تحصیل است اکنوں و شما — میگریزید از کتاب و اوستا

وقت یہ پڑھنے کا ہے پھر کس لئے — بھاگتے ہو مکتب و استاد سے

عذر آوردند کاے مادر تو بیست — ایں گناہ از ما و از تقصیر نیست

عذر کر کے سب نے ماؤں سے کہا — یہ ہماری تو نہیں کچھ بھی خطا

از قضائے آسماں استادِ ما — گشت رنجور و سقیم و مبتلا

تھا یہی استاد کو حکم قضا — ہو گیا بیمار دکھ میں مبتلا

مادراں گفتند مکر است و دروغ — صد دروغ آرید بہر طمعِ دوغ

بولیں مائیں کہ رہے ہو مکر سے — چیلے سو ہیں اک دہی کے واسطے

ما صباح آئیم پیش اوستا — تا بہ بینیم اصلِ ایں مکرِ شما
صبح ہم جائیں گے پاس استاد کے — جھوٹ اور سچ کو تمہارے جانچنے

کودکاں گفتند بسم اللہ روید — بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بولے لڑکے - جاؤ بسم اللہ تم — جھوٹ اور سچ سے بنو آگاہ تم

ماؤں کا استاد کی بیمار پُرسی کو جانا

بامداداں آمدند آں مادراں — خفتہ استا ہمچو بیمارِ گراں
صبح دم مائیں چلی آئیں وہاں — تھا جہاں اُستاد سوتا ناتواں

ہم عرق کردہ ز بسیارے لحاف — سر بہ بستہ رو کشیدہ در سجاف
کچھ لحافوں سے پسینہ تھا رواں — سر بندھا تھا منہ تھا پردہ میں نہاں

آہ آہستہ میکند آہستہ او — جملگاں گشتند ہم لاحول گو
آہ کی آہستہ اس نے بالیقیں — عورتیں لاحول سب پڑھنے لگیں

خیر باشد اوستاد ایں دردِ سر — جانِ تو مارا نبود از ایں خبر
خیر باشد کب سے ہے یہ دردِ سر — ہے قسم - ہم کو نہ تھی اس کی خبر

گفت من ہم بیخبر بودم ازاں — آگہم کردند ایں مادر غزاں
بولا میں بھی بے خبر خود اس سے تھا — ان شریروں نے مجھے آگہ کیا

من بدم غافل بشغلِ قال و قیل — بود در باطن چنیں رنجے ثقیل
تھا میں غافل کر رہا تھا قال و قیل — اندر اندر بڑھ گیا رنج ثقیل

چوں بجد مشغول باشد آدمی — او زدید رنج خود باشد عمی
جبکہ ہو کوشش میں مشغول آدمی — رنج سے ہوتی نہیں کچھ آگہی

از زنانِ مصر یوسفؑ شد سمر — جملہ از مشغولی خود بے خبر
حضرت یوسفؑ ہوئے رسوا مگر — بیخودی طاری تو زنانِ مصر پر

پارہ پارہ کرد ساعد ہائے خویش ۔ روح والہ کہ نہ پس اندر نہ پیش

ٹکڑے ٹکڑے اپنے ہاتھوں کو کیا ۔ پیش و پس کیا جانے رُوح مبتلا

اے بسا مردِ شجاع اندر حراب ۔ کہ ببرّد دست یا پائش ضراب

جنگ میں ہوتے ہیں ایسے شور ما ۔ ضرب سے کٹتے ہیں جبکہ دست و پا

او ہماں دست آورد در گیر و دار ۔ بر گمان آنکہ ہست او برقرار

وہ اسی ہمت سے پھر کرتے ہیں وار ۔ جانتے ہیں - ہیں ابھی تک برقرار

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر ۔ خون ازو بسیار رفتہ بے خبر

ہاتھ کا کٹنا نہیں آتا نظر ۔ خون بہتا ہے - مگر ہیں بے خبر

جسم رُوح کا لباس ہے

تا بدانی کہ تن آمد چوں لبیس ۔ رو بجو لابس لباسے را ملبس

جسم ہے ملبوس - اگر معلوم ہو ۔ ڈھونڈ تو کپڑے پہننے والے کو

رُوح را توحیدِ اللہ خوشتر است ۔ غیرِ ظاہر دست و پائے دیگر است

روح کو خوشتر ہے توحیدِ خدا ۔ اور باطن میں ہیں اسکے دست و پا

دست و پا در خواب بینی ایتلاف ۔ آں حقیقت داں مدانش از گزاف

دست و پا گر خواب میں دیکھے ملے ۔ وہ حقیقت ہے - نہ جھوٹا جان اسے

آں توئی کہ بے بدن داری بدن ۔ پس مترس از جسم جاں بیروں شدن

تو وہ ہے - بے جسم رکھتا ہے بدن ۔ جان جائے تو نہ ڈر اے جانِ من

روح دارد بے بدن بس کار و بار ۔ مرغ باشد در قفس بس بیقرار

بے بدن بھی رُوح کو ہے کاروبار ۔ مرغ رہتا ہے قفس میں بیقرار

باش تا مرغ از قفس آید بروں ۔ تا ببینی ہفت چرخ او را زبوں

مرغ کو باہر قفس سے آنے دے ۔ پھر ہوں ہفت افلاک ہیچ اس کے لئے

ایک حکایت گو بہت گر بشنوی ۔ در حقیقت بر حقیقت بگروی

اک حکایت میں کہوں گر تو سنے ۔ تا حقیقت کا تو گرویدہ رہے

ایک خلوت نشین درویش کا قصہ

بود درویشے بکہسارے مقیم ۔ خلوت او را بود ہمخوابہ ندیم

ایک درویش اک پہاڑی پر مقیم ۔ تھا- فقط تنہائی تھی اسکی ندیم

چوں ز خالق میرسید او را شمول ۔ بود از انفاس مرد و زن ملول

چونکہ تھا اللہ سے اس کا وصال ۔ مرد و عورت سے پہنچتا تھا ملال

ہمچنانکہ سہل شد ما را حضر ۔ سہل شد ہم قوم دیگر را سفر

ہم کو رہنا ہے وطن میں سہل ہے ۔ دوسروں کو ہے یونہی آساں سفر

آنچنانکہ عاشقی بر سروری ۔ عاشق است آں خواجہ بر آہنگری

جس طرح تو سروری پر ہے فدا ۔ خواجہ ہے آہنگری پر مبتلا

ہر کسے را بہر کارے ساختند ۔ میل آں را در دلش انداختند

ہے بنا اک کام کو یاں ہر کوئی ۔ رغبت اس کی اسکے دل میں ڈالدی

دست و پا بے میل جنباں کے شود ۔ خار و خس بے آب و بادے کے رود

دست و پا بے شوق کب جنبش کریں ۔ خار و خس بے پانی ہوا بن کب چلیں

گر ببینی میل خود سوئے سما ۔ پر دولت بر کشا ہمچوں ہما

ہو اگر رغبت تری سوئے سما ۔ کھولدے دولت کے پر مثل ہما

ور ببینی میل خود سوئے زمیں ۔ نوحہ میکن ہیچ منشیں از حنیں

ہو اگر رغبت تری سوئے زمیں ۔ نوحہ کر اور بیٹھ مت رہ ہمنشیں

عاقلاں خود نوحہا پیشیں کنند ۔ جاہلاں آخر بسر بر میزنند

جو ہے دانا- نالہ وہ پہلے کرے ۔ جاہل آخر میں ہیں سر کو پیٹتے

ز ابتدائے کار آخر را ببیں	تا نباشی تو پشیماں یوم دیں
ابتدا میں کام کا انجام دیکھ	حشر میں تا ہو نہ تو بدنام دیکھ

ایک شخص اور ایک سنار

آں یکے آمد بہ پیش زرگرے	کہ ترازو دہ کہ بر سنجم زرے
پاس زرگر کے گیا اک آدمی	دے ترازو تاکہ زر تولوں ابھی
گفت رو خواجہ مرا غربال نیست	گفت میزاں دہ بریں تسخر مایست
بولا - اے خواجہ یہاں چھلنی کہاں	دق نہ کر - بولا - ترازو لا یہاں
گفت جاروبے ندارم در دکاں	گفت بس بس ایں مضاحک را بماں
بولا - جھاڑو بھی نہیں دکان میں	بولا - بس بس چھوڑ دے یہ جگتیں
من ترازوئے کہ میخواہم بدہ	خویشتن را کر مکن ہر سو مجہ
میں ترازو مانگتا ہوں مجھ کو دے	یوں نہ بہرہ بن - نہ کر چلبلے نئے
گفت بشنیدم سخن کر نیستم	تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
بولا سب سنتا ہوں - میں بہرا نہیں	کر یقیں اسکا ہیں بے معنی نہیں
ایں شنیدم لیک پیری مرتعش	دست لرزاں جسم تو نا منتعش
یہ سنا - ہے جسم تیرا کانپتا	تو ہے بوڑھا - جسم لاغر ہے ترا
فہم کردم لیک پیری ناتواں	وشنت از ضعف سست لرزاں ہر زماں
جانتا ہوں - تو ہے پیر ناتواں	ہاتھ لرزاں ضعف سے ہیں بیگماں
واں زر تو ہم قراضہ خورد مرد	دست لرزد پس بریزد زر خرد
اور سونا ریزہ ریزہ ہے ترا	ہاتھ کانپیں گے گرے گا بھر طلا
پس بگوئی خواجہ جاروبے بیار	تا بجویم زر خود را از غبار
پس کہے تو مجھ سے لا جھاڑو ذرا	ڈھونڈ لوں سونا جو کوڑے میں گرا

چوں بروبی خاک را جمع آوری گوئیم غربال خواہم اے جری

خاک کو جب جمع کر لے جھاڑ کے پھر کہے مجھ سے کہ چھلنی مجھکو دے

من ز اول دیدم آخر را تمام جائے دیگر رو ازینجا والسلام

دیکھا ہے اول سے آخر تک تمام جا کہیں اور اس جگہ سے۔ والسلام

ہر کہ اول بیں بود اعمیٰ بود ہر کہ آخر بیں چہ با معنیٰ بود

جو کہ اول بیں ہو، ہے اندھا وہی جو ہو آخر بیں۔ ہے با معنیٰ وہی

ہر کہ اول بنگرد پایان کار اندر آخر او نگردد شرمسار

جو کہ پہلے سوچ لے انجام کار وہ نہ آخر میں کبھی ہو شرمسار

حکم چوں بر عاقبت اندیشی است بادشاہی بندۂ درویشی است

عاقبت بینی پہ ہے حکم اے ہمام بادشاہی ہے فقیری کی غلام

عاقبت بیناں بوند اہل رشاد در نگر واللہ اعلم بالسداد

جو ہیں آخر بیں۔ وہی ہیں کامیاب غور کر، واللہ اعلم بالصواب

ایں سخن را پایاں نہ اے درازگوے قصۂ آں مرد زاہد باز گوے

راز گو، قصہ بہت ہے یہ بڑا مرد زاہد کی حکایت پھر سنا

کن تمام اکنوں حدیث شیخ فرد کاندراں کہسار بودش خواب و خورد

شیخ کا قصہ ذرا اب ختم کر ہاں۔ پہاڑوں میں وہ کرتا تھا بسر

پہاڑی زاہد کا قصہ

اندراں کہ بود اشجار و ثمار سیب و امرود و انار بے شمار

کوہ پر تھے پیڑ اور میوے لگے سیب، امرود اور انار اچھے بھلے

قوت آں درویش بود آں میوہا غیر آں چیزے نخوردے دائما

میوے اس درویش کی تھے بس غذا اور کچھ کھاتا نہ تھا اُن کے سوا

گفت آں درویش یا رب با تو من ‌ ‌ عہد کردم کہ نچینم در زمن

بولا وہ درویش۔ تجھ سے اے خدا ‌ ‌ ہے کیا عہد۔ اب نہ میوہ توڑونگا

خود نچینم میوہ را در کل حین ‌ ‌ نیز غیرے را نگویم کہ بچین

میں نہ خود توڑونگا میوے پیڑ کے ‌ ‌ اور نہ تڑواؤنگا میوہ غیر سے

جز از آں میوہ کہ باد انداز دش ‌ ‌ من نچینم از درخت منتعش

ماسوا اسکے ہوا سے جو گرے ‌ ‌ میں نہ کچھ توڑونگا اونچے پیڑ سے

مدتے بر نذر خود بودش وفا ‌ ‌ تا درآمد امتحانات خدا

مدتوں وہ عہد پر قائم رہا ‌ ‌ امتحان عہد کا وقت آ گیا

زیں سبب فرمود استثنا کنید ‌ ‌ گر خدا خواہد بہ پیماں بر زنید

اس لئے ہے حکم[1] استثنا کرے ‌ ‌ عہد اگر چاہے خدا پورا کرے

زانکہ حکم کار در دست من است ‌ ‌ اختیار جملگاں پست من است

کیونکہ میرے ہاتھ میں ہے حکم کار ‌ ‌ پست تر ہے مجھ سے سب کا اختیار

ہر زماں دل را دہم میل دگر ‌ ‌ ہر زماں بر دل نہم داغ جگر

ہر گھڑی دل کو نیا اک ذوق دوں ‌ ‌ ہر گھڑی داغ جگر پر دل پہ رکھوں

کل اصباح لنا شان جدید ‌ ‌ کل شئی عن مرادی لا یحید

ہر سحر میری جدا ہی شان ہے ‌ ‌ کب جدا مقصد سے میرے کوئی شے

در حدیث آمد کہ دل ہمچوں پریست ‌ ‌ در بیابانے اسیر صرصریست

قول پیغمبر ہے۔ دل ہے مثل پر ‌ ‌ دشت کی آندھی میں جو ہے منتشر

باد پر را ہر طرف راند گزاف ‌ ‌ گہ چپ و گہ راست با صد اختلاف

چھینکتی ہے پر کو ہر جانب ہوا ‌ ‌ دائیں بائیں آگے پیچھے بر ملا

[1] یعنی حکم ہے۔ کہ جب تم کوئی عہد کیا کرو۔ تو " انشاء اللہ تعالیٰ " کہہ لیا کرو۔

در حدیثِ دیگراں دل واں چناں   کاب جوشاں ز آتش اندر قازغاں

ہے حدیث اک یہ کہ دل ہے پے سخن   دیگ میں جیسے ہو پانی جوش زن

در حدیثِ دیگر آمد اے شریف   ہست دل مانندِ گنجشکِ ضعیف

ہے حدیث اک یہ ذرا سُن اے شریف   جسم میں یہ دل ہے اک چڑیا ضعیف

کہ قرارے نبودش بر یک مکاں   مے جہد دائم ازینجا تا بداں

اک جگہ جس کو نہیں ملتا قرار   ہر طرف وہ ہے پھُدکتی بار بار

ہر زماں دل را دگر رائے بود   آں نہ از وے لیک از جائے بود

رائے دل کی ہر گھڑی ہے دُوسری   رائے وہ اس کی نہیں۔ ہے اور ہی

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل   عہد بندی تا شوی آخر خجل

کیوں تو بے پروا ہو سُن کر رائے دل   عہد کر کے ہو پشیماں اور خجل

ایں ہم از تاثیرِ حکمت و قدر   چاہ مے بینی و نتوانی حذر

یہ بھی ہے تاثیرِ حکمِ کبریا   ہے کنواں ظاہر، نہیں بچنے کی جا

نیست خود از مرغِ پرّاں ایں عجب   کو نہ بیند دام و افتد در عطب

مرغ پرّاں سے تعجّب یہ نہیں   جو نہ دیکھے دام اور ہو غم نشیں

ایں عجب کہ دام بیند با وتد   گر بخواہد ور نخواہد مے فتد

ہاں عجب یہ ہے کہ پھندا دیکھ کے   اس میں وہ خواہی نخواہی گر پڑے

چشم باز و گوش باز و دام پیش   سوئے دامے مے پرد با پرِّ خویش

وا ہوں گوش و چشم، پھندا سامنے   خود پروں سے اُڑ کے پھندے میں پھنسے

بندِ دام کی تشبیہ قضا سے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ   سر برہنہ در بلا افتادۂ

دیکھ تو گدڑی میں مہتر زادہ کو   سر برہنہ اور بلا افتادہ کو

در ہوائے نابکاری سوختہ
نابکاری کی ہوا میں ہے جلا
امتعہ و املاکِ خود بفروختہ
مال و اسباب اُس نے بیجا ہے ملا

خوار گشتہ در میانِ قومِ خویش
اور اپنی قوم میں بدنام و خوار
مرہمش نایاب و دل ریش و مریش
ملتا بس مرہم نہیں۔ دل ہے فگار

خان و مان رفتہ شد و بدنام و خوار
خانماں برباد اور رسوا و خوار
کامِ دشمن مبرود او بار دار
بوجھ وہ ڈھوتا ہے۔ دشمن کامگار

زاہدے بنید بگوید اے کیا
دیکھ کر زاہد کو اس سے یوں کہے
ہمتے میدار از بہرِ خدا
کر مدد میری خدا کے واسطے

کاندریں ادبارِ زشت افتادہ ام
ہو گیا ادبار میں میں مبتلا
مال و زر و نعمت از کف دادہ ام
مال و زر سب ہاتھ سے جاتا رہا

ہمتے تا بو کہ من زیں وارہم
کر دُعا ایسی کہ ہو جاؤں رہا
زیں گِل تیرہ بود کہ بجہم
خاکِ تیرہ سے کروں خود کو جُدا

ایں دُعا میخواہد او از عام و خاص
ہر کس و ناکس سے تھی یہ التجا
کالخلاص و الخلاص و الخلاص
کر رہا ہاں کر رہا ہاں کر رہا

دست و بازو پائے بازو بند نے
دست و پا آزاد قید و بند سے
نے موکل بر سرش نے آہنے
سر پہ تھا جن اور نہ لوہے کے کڑے

از کدامیں بند میجوئی خلاص
تو رہائی خواہ ہے کس قید سے
وز کدامیں قید میخواہی مناص
ہے ضروری بھاگنا کس سے تجھے

بندِ تقدیر و قضائے مختفی
قیدِ تقدیر اور پوشیدہ قضا
ہاں نبیند آں بجز ذاتِ صفی
کون دیکھے اس کو بجز مردِ خدا

گرچہ پیدا نیست آں در مکمنست
گرچہ وہ ظاہر نہیں پنہاں تو ہے
بدتر از زندان و بندِ آہنست
بدتر از زنجیر و صد زنداں تو ہے

زانکه آهنگر مر آنرا بشکند | حفره گر هم خشت زندان بر کند

بند ہو تو توڑے آہن گر اُسے | اینٹ زنداں کی نقب زن توڑ دے

این عجب این بند پنهان گران | عاجز از تکسیر آن آهن گران

یہ عجب اک بند ہے سخت و نہاں | توڑنے سے عاجز آہن گر یہاں

دیدن آن بند احمدؐ را رسد | بر گلوی بسته حبل من مسد[1]

آگہی احمدؐ کو ہے اس بند کی | رسّی خرما کی گلے میں دیکھ لی

دید بر پشت عیال بولهب | تنگ هیزم گفت حمال الحطب

لکڑیاں لادے بھی زوجہ بولہب | آپ نے فرمایا حمال الحطب[2]

حبل هیزم را جز او چشمی ندید | که پدید آید بر او هر ناپدید

رسّی لکڑی کون آن رن دیکھتا | آن پہ تھا ہر ظاہر و باطن کھلا

باقیانش جمله تاویلی کنند | کاین ز بیهوشیست و ایشان هوشمند

باقی سب تاویلیں ہی کرتے ہیں یار | یہ ہیں بیہوشی اور وہ ہیں ہوشیار

لیک از تاثیر آن پشتش دوتو | گشته و نالان شده او پیش او

پیٹھ اُس کی خم تھی اُس تاثیر سے | آیا وہ نالاں ہی اُسکے سامنے

که دعا و همتی تا وارهم | تا ازین بند نهان بیرون جهم

کر تو ہمّت اور دُعا، تا ہوں رہا | قید سے باہر میں آ جاؤں ذرا

آنکه او اند این علامتها پدید | چون نداند او شقی را از سعید

جو کہ دیکھے اس علامت کو عیاں | کیوں نہ پہچانے وہ نیک و بد کو ہاں

داند و پوشد بامر ذوالجلال | که نداند کشف راز از حق حلال

رکھتا ہے پنہاں بحکم کبریا | جانے کشف راز کو وہ ناروا

[1] یعنی زوجۂ بولہب کے گلے میں ۔

[2] لکڑیوں کی اُٹھانے والی ۔

این سخن را پایان ندارد آن فقیر | از مجاعت شد زبون تن اسیر
بات طولانی ہے یہ اور وہ فقیر | بھوک سے لاغر ہے آفت میں اسیر

فقیر کا درخت سے امرود توڑنا

پنج روزاں باد امرودے نریخت | ز آتش جوعش صبوری میگریخت
پانچ دن تک جب نہ امرود اک گرا | بھوک سے بے صبر آخر ہو گیا

بر سر شاخ امرودے چند دید | باز صبرے کرد و خود را واکشید
دیکھے امرود اس نے کچھ اک شاخ پر | صبر کر کے پھر چلا آیا ادھر

باد آمد شاخ را سر زیر کرد | طبع را بر خوردن او چیر کرد
جب ہوا سے شاخ نیچے کو جھکی | پھر طبیعت کھانے پر راغب ہوئی

جوع و ضعف و قوت جذب قضا | کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
بھوک اور ضعف اور پھر جذب قضا | عہد زاہد کا نہ قائم رہ سکا

چونکہ از امرود بن میوہ شکست | گشت اندر عہد و نذر خویش سست
پیڑ سے امرود کے میوہ لیا | سست اپنے عہد میں وہ ہو گیا

ہم در آندم گوشمال حق رسید | چشم او بکشاد و گوشش واکشید
گوشمالی حق سے آئی بے گماں | کھولیں آنکھیں اور کھینچے اسکے کان

مخلصاں ہستند دائم در خطر | امتحانہا ہست در راہ اے پسر
جو ہیں مخلص۔ ہے سدا ان کو خطر | امتحاں ہیں راستے میں اے پسر

یا ممکن نذرے کہ نتوانی وفا | برخطر منشیں بروں رجہ ہلا
عہد مت کر۔ جب نہ ہو ممکن وفا | بڑ نہ خطرے میں۔ بلا سے باہر آ

باز گشتم سوئے قصۂ آن فقیر | عہد چوں بشکست در وہم شد اسیر
پھر وہی قصہ سناؤں۔ وہ فقیر | توڑ کر یوں عہد ہو بیٹھا اسیر

غیرتِ حق گوشمالش داد زود | زانکہ فرمودست اوفوا بالعہود
غیرتِ حق نے سزا دی اسکو زود | کیونکہ فرمایا ہے اوفوا[۵۱] بالعہود

درویش کا ہاتھ کاٹا جانا

اتفاقاً دزد چندے تاختند | واندراں کہسار منزل ساختند
اتفاقاً چند چور آئے وہیں | اس پہاڑی میں ہوئے مسکن گزیں

بیست از دزداں بُدند آنجا و بیش | بخش میکردند مسروقاتِ خویش
بیس تھے وہ بلکہ زائد بیس سے | مال تھے چوری کا باہم بانٹتے

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود | مردمِ شحنہ درافتادند زود
شحنہ کو جاسوس نے دی تھی خبر | آگئے اس کے سپاہی جلد تر

ہم بداں جا پائے چپ و دستِ راست | جملہ ببریدند و غوغائے بخاست
کاٹے بائیں پاؤں سیدھے ہاتھ بھی | شور غل سے ایک ہلچل مچ گئی

دستِ زاہد ہم بریدہ شد غلط | پاش را میخواست ہم کردن سقط
ہاتھ زاہد کا بھی سہواً کٹ گیا | چاہتے تھے پاؤں بھی وہ کاٹنا

در زماں آمد سوارے بس گزیں | بانگ زد بر عواں کاے سگ ببیں
آگیا ناگاہ اسی جا اک سوار | ہر سپاہی سے کہا - اے نابکار

ایں فلاں شیخست و ابدالِ خدا | دستِ او را تو چرا کردی جدا
ہے فلاں یہ شخص ابدالِ خدا | ہاتھ اس کا کیوں کیا تم نے جدا

آں عواں بدرید جامہ تیز رفت | پیشِ شحنہ داد آگاہیش تفت
وہ سپاہی پھاڑ کر کپڑے چلے | واقعے سب جاکے شحنہ سے کہے

۵۱ اپنے عہد وفا کرو ۔

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ　　کہ ندانستم خدا بر من گواہ

شحنہ آیا پا برہنہ عذر خواہ　　بے خبر تھے ہم، خدا خود ہے گواہ

ہیں بہل کن مر مرا زیں کارِ زشت　　اے کریم و سرورِ اہلِ بہشت

عفو کر دے اِس بدی کو اے سلیم　　سرورِ اہلِ بہشت اور اے کریم

گفت میدانم سببِ ایں نیش را　　می‌شناسم من گناہِ خویش را

بولا۔ اِس کی وجہ میں ہوں جانتا　　اور ہوں اپنی خطا پہچانتا

من شکستم حرمتِ پیمانِ او　　پس یمینم برد دادستانِ او

توڑی میں نے حرمت اسکے عہد کی　　ہاتھ سیدھا لے لیا اُس نے اخی!

من شکستم عہد و دانستم بد است　　تا رسید آں شومیِ جرأت بدست

عہد توڑا میں نے اور جانا بُرا　　شومیِ جرأت میں ہاتھ آخر پھنسا

دستِ ما و پائے ما و مغز و پوست　　بادا اے والی فدائے حکمِ دوست

ہاتھ پاؤں اور ہمارا مغز و پوست　　سب ہیں اے حاکم فدائے حکمِ دوست

قسمِ من بود ایں ترا کردم حلال　　تو ندانستی ترا نبود وبال

تجھ کو بخشا، یہ مری قسمت میں تھا　　تجھ کو کیا معلوم، تیری کیا خطا

آنکہ او دانست او فرمانرواست　　با خدا سامانِ پیچیدن کراست

جانتا تھا جو۔ وہ ہے فرمانروا　　کون اُلجھے اس سے جو خود ہے خدا

اے بسا مرغاں زمعدہ در مغص　　بر کنارِ بام محبوسِ قفص

ہیں بہت سے مرغ مارے بھوک کے　　کوٹھے کے اُوپر ہیں پنجرے میں پڑے

اے بسا مرغِ پرندہ دانہ جو　　کہ بریدہ حلقِ او ہم حلقِ او

ہیں بہت سے مرغ ایسے دانہ جُو　　حلق کے باعث کٹے اُنکے گلو

اے بسا ماہی در آبِ دوردست　　گشتہ از حرصِ گلو ماخوذِ شست

مچھلیاں دریا میں کیا جرأت کریں　　پھنس گئیں حرصِ گلو سے شست میں

ای بسا مستور در پرده بده — شومیِ فرج و گلو رسوا شده

ہیں بہت سی عورتیں پردہ نشیں — جو گلو و فرج سے رسوا ہوئیں

ای بسا قاضیِ حبرِ نیک خو — از گلوئے رشوتے او زرد رو

ہیں بہت قاضیِ دانا نیک خو — جو ہیں رشوت کے سبب سے زرد رو

ای بسا حاجی بحج رفته بعشق — وقت باز آمد شده او یارِ فسق

حاجی اکثر شوق سے حج کو گئے — لوٹ کر آئے تو فاسق ہو گئے

بلکه در هاروت و ماروت ایں سراب — از عروجِ چرخ شاں شد سدِ باب

حرص سے ہاروت و ماروت اب یہاں — پا نہیں سکتے عروجِ آسماں

بایزیدؒ از بهرِ ایں کرد احتراز — دید در خود کاہلی اندر نماز

بایزیدؒ اس سے بچے اس وجہ سے — کہ نمازوں میں وہ سستی دیکھتے

از سبب اندیشه کرد آں ذو لباب — دید علت خوردنِ بسیار آب

کاہلی کی اپنی ڈھونڈی وجہ جب — تھا زیادہ پانی پینا ہی سبب

گفت تا سالے نخواهم خورد آب — آنچناں کرد و خدایش داد تاب

بولے۔ چھوڑا اک برس کو میں نے آب — پھر کیا ایسا ہی۔ حق نے دی وہ تاب

ایں کمینہ جہدِ او بد بہرِ دیں — گشت او سلطان و قطب العارفیں

یہ تھی ادنیٰ کوشش انکی بہرِ دیں — ہو گئے سلطان و قطب العارفیں

چوں بریده شد برائے حلق دست — مردِ زاہد را در شکوی بہ بست

ہاتھ جرمِ حلق سے جب کٹ گیا — مردِ زاہد کو نہ کچھ شکوہ رہا

اینچنیں باشد چو یک در بسته شد — صد درِ دیگر برو اشکسته شد

ایسا ہوتا ہے جب اک در بند ہو — اور کھل جاتے ہیں سو در مومنو!

شیخ اقطع گشت نامش پیشِ خلق — کرد معروفش بدیں القاب خلق

شیخِ اقطع نام اُن کا ہو گیا — خلق نے مشہور یوں انکو کیا

گر تو نام او لش خواہی روان ... ہیں برو بوالخیرؒ نیسانیش خوان

پہلا نام اُن کا جو چاہے جاننا ... کہ انہیں بو الخیرؒ نیساتی فنا!

شیخ اقطع کی کرامت

در عریش او یکے زائر بیافت ... کو بہر دو دست خود زنبیل بافت

دیکھا اک زائر نے چھپر میں انہیں ... بُنتے تھے زنبیل جو تھی ہاتھ میں

گفت او را اے عدوئے جانِ خویش ... در عریشم آمدی سر کردہ پیش

بولے - اپنی جان کا تُو ہے عدو ... آ گیا کیونکر مرے چھپر میں تو

ہیں چرا کردی شتاب اندر سباق ... گفت از افراطِ مہر و اشتیاق

تُو نے سبقت کس لئے کی بے نفاق! ... بولا - مجھ کو تھا بڑا ہی اشتیاق

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیا ... لیک مخفی دار ایں را اے کیا

مسکرا کر پھر کہا اس سے - کہ آ ... ہاں مگر سب سے چھپانا ماجرا

تا نمیرم من مگو ایں با کسے ... نے قرینے نے حبیبے نے خسے

رکھنا میری زیست تک اسکو نہاں ... اپنے بیگانوں سے کہ دینا نہ ہاں

بعد از آں قومِ دگر از روزنش ... مطلع گشتند بر بافیدنش

بعد ازآں روزن سے قوم اِک دوسری ... اُن کے یوں بُننے سے واقف ہو گئی

گفت حکمت را تو دانی کردگار ... من کنم پنہاں تو کردی آشکار

بولے - یہ حکمت تُو جانے کردگار ... میں چھپاتا ہوں - کرے تو آشکار

آمد الہامش کہ یکچندے بدند ... کہ دریں غم بر تو منکر میشدند

یوں ہوا الہام - تھے کچھ آدمی ... جو کھلی تکذیب کرتے تھے تری

کہ مگر سالوس بود او در طریق ... کہ خدا رسواش کرد اندر فریق

ہاں طریقت میں وہ اک مکار تھا ... ہاں اسے رسوا خدا نے کر دیا

من نخواہم کاں رمہ کافر شوند — وز ضلالت در گماں بد روند

میں نے یہ چاہا کہ وہ کافر نہ ہوں — ہوں نہ گمرہ، بدگمانی کر کے یوں

ایں کرامت را بکردیم آشکار — کہ دہ بیمیت دست اندر وقت کار

یہ کرامت ہم نے کردی آشکار — تا مدد کچھ تجھ کو پہنچے وقت کار

تاکہ ایں بیچارگانِ بدگماں — رد نکردندے از جناب آسماں

یہ جو بیچارے نہ ہوتے بدگماں — رد نہ کر دیتے فیوض آسماں

من زنالے ایں کرامت از پیش — خود تسلی دادمے از ذات خویش

اس کرامت سے بھی پہلے میں تجھے — خود تسلی دیتا اپنی ذات سے

ایں کرامت بہر ایشاں دادمت — واں چراغ از بہر ایشاں نہادمت

یہ کرامت دی تجھے اُن کے لئے — یہ چراغ اب ہیں جلے انکے لئے

تو از آں بگذشتۂ کز مرگ تن — ترسی از تفریق اجزائے بدن

تو ہے بالاتر، کہ مرگِ جسم سے — عضو کی تفریق ہونے سے ڈرے

وہمِ تفریق از سراپائے تو رفت — دفعِ وہم از سر رسیدت نیک زفت

وہم تجھ میں ہے کہاں تفریق کا — دفعِ وہم اب تجھ کو باطن سے ملا

فرعون کے جادوگر

ساحراں را گفت کہ فرعون لعیں — کرد تہدید و سیاست بر زمیں

ساحروں سے یوں کہا فرعون نے — میں سزا دونگا سیاست کے لئے

کہ ببرم دست و پاتاں از خلاف — پس درآویزم ندارمتاں معاف

دست و پا کاٹوں جیئے ہو تم خلاف — اور لٹکا دوں۔ کروں میں کیوں معاف

او چناں پنداشت کایشاں در ہماں — وہم و تخویفند و وسواس و گماں

وہ یہ سمجھا سب یونہی ڈرتے رہیں — وہم و وسواس و گمان و خوف میں

که بود شاں لرزه از تخویف و ترس

از تو سّہما و تہدیدات نفس

خوف سے لرزاں بدن انکے رہیں

نفس کی دھمکی سے وہ ڈرتے رہیں

او نمید انست کا یشاں رستہ اند

بر دریچہ نور دل بنشستہ اند

وہ نہ سمجھا تھا کہ یہ آزاد ہیں

نور دل کے در پہ سب آباد ہیں

سایۂ خود را ز خود دانستہ اند

چابک و چست و کش و برجستہ اند

اپنا سایہ جسم کو ہیں جانتے

شاد ہیں چالاک چستی ہیں بھرے

ہاون گردوں اگر صد بار شاں

خرد کوبد اندریں گلزار شاں

گر فلک کی اوکھلی سو بار بھی

ریزہ ریزہ انکو کر دے واقعی

اصل آں ترکیب را چوں دیدہ اند

از فروع وہم کم ترسیدہ اند

اصل ہیں ترکیب کی دیکھے ہوئے

وہ نہیں ڈرتے فروع وہم سے

ایں جہاں وہمست اندر ظن ما ایست

گر رود در خواب دستے باک نیست

یہ جہاں ہے وہم، ظن سے جاگذر

خواب میں گر ہاتھ کٹ جائے نہ ڈر

گر بخواب اندر سرت ببرید کار

ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز

خواب میں گر سر چھری سے کٹ گیا

عمر تیری بڑھ گئی - سر ہے بجا

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم

تندرستی چوں بخیزی بے سقیم

خواب میں دو ٹکڑے گر آئیں نظر

جب اٹھے۔ ہو تندرستی بیشتر

حاصل اندر خواب نقصان تن

نیست باکے از دو صد پارہ شدن

الغرض نقصاں بدن کا خواب سے

کچھ نہ ہو۔ گو سیکڑوں ٹکڑے کرے

ایں جہاں را کہ بصورت قائم است

گفت پیغمبر کہ حلم نائم است

اس جہاں کا ہے جو صورت پر قیام

خواب کی صورت کہیں خیر الانام

از رہ تقلید تو کردی قبول

سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول

کر لیا تقلید سے تو نے قبول

سالکوں نے اسکو دیکھا بے رسول

روز در خوابی مگو کاین خواب نیست ‌ ‌ ‌ سایہ فرع است اصل جز مہتاب نیست

تو ہے سوتا یہ نہ کہہ کب خواب ہے ‌ ‌ ‌ سایہ ہے شاخ، اصل بس مہتاب ہے

خواب بیداریست آں داں اے عضد ‌ ‌ ‌ کو بہ بیند خفتہ کو در خواب شد

خواب بیداری ہے گویا اے جواں ‌ ‌ ‌ خفتہ کیا سمجھے کہ ہے خواب گراں

او گمان بردہ کہ اینکدم خفتہ ام ‌ ‌ ‌ بیخبر زاں کوست در خواب دوم

وہ تو یہ جانے کہ ہوں سویا ہوا ‌ ‌ ‌ اصل میں یہ خواب ہے وہ دوسرا

کوزہ گر گر کوزہ را بشکند ‌ ‌ ‌ چوں بخواہد باز خود قائم کند

کوزہ گر، کوزہ کوئی توڑے اگر ‌ ‌ ‌ پھر وہ جب چاہے بنا دے جوڑ کر

کور را ہر گام باشد ترس چاہ ‌ ‌ ‌ با ہزاراں ترس مے آید براہ

اندھے کو ہے ہر قدم پر خوف چاہ ‌ ‌ ‌ سیکڑوں خطروں میں چلتا ہے وہ راہ

مرد بینا دید عرض راہ را ‌ ‌ ‌ پس بداند او مغاک و چاہ را

مرد بینا دیکھتا ہے راہ کو ‌ ‌ ‌ جانتا ہے ہر گڑھے اور چاہ کو

پا و زانویش نلرزد ہر دمے ‌ ‌ ‌ رو ترش کے دارد او از ہر غمے

پاؤں اور زانو لرزتے ہی نہیں ‌ ‌ ‌ ترش رو وہ کب ہو اور اندوہگیں

خیز فرعونا کہ ما آنے نیستیم ‌ ‌ ‌ کہ بہر بانگے زغولے بیستیم

دیکھ اے فرعون ایسے ہم نہیں ‌ ‌ ‌ بانگ غولی پر ٹھہرتے ہیں کہیں؟

خرقۂ ما را بدرد دوزندہ ہست ‌ ‌ ‌ ورنہ خود ما را برہنہ تن بہست

پھاڑ خرقہ۔ سینے والا ہے خدا ‌ ‌ ‌ یوں بھی ہم خوش ہیں نہ گر اس نے سیا

بے لباس ایں خواب را اندر کنار ‌ ‌ ‌ خوش بگیرم اے عدوئے نابکار!

بے لباس اس خواب سے ہوں ہمکنار ‌ ‌ ‌ خوش ہوں اس سے اے عدوئے نابکار!

خوشتر از تجرید از تن و ز مزیج ‌ ‌ ‌ نیست اے فرعون بے الہام گیج

سب سے بہتر ہے جدائی جسم سے ‌ ‌ ‌ سن تو اے فرعون بے الہام اسے

ایک خچّر اور ایک اونٹ

گفت استر با شتر اے خوش رفیق
در فراز و شیب و در راہِ عمیق

بولا خچّر اونٹ سے کیوں اے رفیق!
اونچا نیچا جب ہو رستہ یا عمیق

تو نیائی در سر و خوش میروی
من ہمے آیم بسر در چوں غوی

سر کے بل گرتا نہیں تو بے گماں
اور میں گرتا ہوں اکثر ناگہاں

من ہمے افتم برو در ہر دمے
خواہ در خشکی و خواہ اندر یمے

مُنہ کے بل گرتا ہوں میں تو ہر گھڑی
خواہ وہ خشکی ہو کوئی یا تری

ایں سبب را باز گو با من کہ چیست
تا بدانم من کہ چوں باید زیست

کچھ سبب اِس کا بتا آخر مجھے
تا کہ رستہ مجھ کو جینے کا مِلے

گفت از چشمِ تو چشمِ من نفیس
بیگماں روشن‌تر است و دُور بیں

بولا تیری آنکھوں سے آنکھیں مری
دُور بیں ہیں اور بہت ہے روشنی

بعد از آں ہم از بلندی ناظرم
زیں سبب در رہ نیفتم حاضرم

میں بلندی سے ہوں سب کچھ دیکھتا
منہ کے بل گرتا نہیں یوں برملا

خوش برآیم بر سرِ کوہِ بلند
آخرِ عقبہ ببینم ہوشمند

خوش بخوش آتا ہوں سر کوہِ بلند
گھاٹی کو میں دیکھتا ہوں ہوشمند

پس ہمہ پستی و بالائی راہ
دیدہ ام را وا نماید ہم الٰہ

یہ بلندی راہ کی - یہ پستیاں
کرتا رہتا ہے خدا مجھ پر عیاں

ہر قدم من از سرِ بینش نہم
از عثار و او فتادن وا رہم

ہر قدم رکھتا ہوں میں دانائی سے
لغزش اور گرنے سے بچنے کے لئے

تو بہ بینی پیشِ خود یک دو سہ گام
دانہ بینی و نہ بینی رنجِ دام

دیکھتا ہے تو فقط دو تین گام
دانہ کو دیکھے نہ دیکھے رنجِ دام

یستوی الاعمیٰ لدیکم والبصیر   فی المقام والنزول والمسیر

ہے برابر کور اور بینا تمہیں   ہر جگہ ہر منزل اور ہر سیر میں

چوں جنیں را در رحم حق جاں دہد   جذبِ اجزا در مزاج او نہد

جب رحم میں بچے کو حق جان دے   جذب اجزا کا طبیعت میں رکھے

از خورش او جذبِ اجزا میکند   تار و پودِ جسمِ خود را مے تند

کھانے سے وہ جذب اجزا کو کرے   تانا بانا جسم کا اپنے تنے

تا چہل سالش بجذبِ جزو ہا   حق حریصش کردہ باشد در نما

جذب اجزا کے لئے چالیس سال   ہے حریص اس کو بناتا ذوالجلال

جذبِ اجزا روح را تعلیم کرد   چوں نداند جذبِ اجزا شاہِ فرد

جب سبق وہ روح کو دے جذب کا   جذبِ اجزا کیوں نہ جانے کبریا

جامع ایں ذرہ ہا خورشید بود   بے غذا اجزات را داند ربود

جمع ان ذروں کو سورج نے کیا   تیرے اجزا کو چلائے بے غذا

آں زمانے کہ در آئی تو ز خواب   ہوش و حسِ رفتہ را خواہد شتاب

جس گھڑی بیدار ہو تو خواب سے   ہوش و حس رفتہ کو پھر دیکھ لے

تا بدانی کاں از و غائب نشد   باز آید چونکہ فرماید کہ عُد

ہو یقیں تجھ کو نہ تھے وہ منتشر   لوٹ آئیں جب وہ فرمائے کہ "پھر"

حضرت عزیرؑ کا گدھا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت   کہ بپوسیدہ است و ریزیدہ برت

اے عزیر! اپنے گدھے پر غور کر   سڑ گیا اور گل گیا پیشِ نظر

پیش تو گرد آوریم اجزاش را   آں سر و دُم و دو گوش و پاش را

کر دیں اجزا جمع تیرے سامنے   کان۔ دُم سر پاؤں ہوں باہم ملے

دست و پے وجزو برہم مے نہم ۔ پارہا را اجتماعے میدہم

ہاتھ پاؤں اور کریں اجزا بہم ۔ جمع کر کے جوڑ دیں ٹکڑوں کو ہم

درنگر در صنعتِ پارہ زنے ۔ کو ہمے دوزد کہن بیسوزنے

دیکھ پارہ دوز کی صنعت ذرا ۔ بے سوئی سیتا ہے ٹکڑے پر ملا

ریسمانے سوزنے نے وقتِ خرز ۔ آنچناں دوزد کہ پیدا نیست درز

وقت سینے کے نہیں ڈورا سوئی ۔ یوں سیئے ۔ باقی نہ چھوڑے درز بھی

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بیں ۔ تا نماند شبہ اتت در یوم دیں

آنکھ کھول اور دیکھ ظاہر حشر کو ۔ تا قیامت میں تجھے پھر شک نہ ہو

تا بہ بینی جامعیتم را تمام ۔ تا نلرزی وقتِ مردن زاہتمام

جمع کرنا تو مرا دیکھے تمام ۔ وقت مرنے کے نہ گھبرائے ہمام

ہمچنانکہ وقتِ خفتن ایمنی ۔ از فواتِ جملہ حسہائے دنی

جس طرح سوتے میں ہے اے میکخو ۔ اپنی حس کے فوت سے بیخوف تو

بر حواسِ خود نلرزی وقتِ خواب ۔ گرچہ میگردد پریشان و خراب

اور حسوں کا ڈر نہیں کچھ وقتِ خواب ۔ گو وہ ہوتی ہیں پریشاں اور خراب

ایک بزرگ کا اپنے بچوں کی موت پر نہ رونا

بود شیخے رہنمائے پیش ازیں ۔ آسمانی شمع بر روئے زمیں

تھا کبھی کوئی بزرگ رہنما ۔ جو زمیں پر آسمانی شمع تھا

چون پیمبر درمیان امتان ۔ درکشائے روضۂ دار الجنان

جیسے مرسل امتوں کے درمیاں ۔ کھول دیتا ہے درِ باغِ جناں

گفت پیغمبر کہ شیخ رفتہ پیش ۔ چون نبی باشد میان قوم خویش

ہے نبیؐ کا قول ۔ شیخ پیشوا ۔ قوم میں اپنی ہے مثل انبیا

یک صباحے گفتش اہلِ بیتِ او ۔۔۔ سخت دل چونی بگو اے نیکخو

اس سے یوں اک روز بیوی نے کہا ۔۔۔ سخت دل تو کیوں ہے اے مردِ خدا

ما ز ہجر و مرگِ فرزندانِ تو ۔۔۔ نوحہ میداریم با پشتِ دو تو

ہم ترے بچوں کے ہجر و مرگ سے ۔۔۔ نوحہ خواں ہیں اور جاتے ہیں جھکے

تو نمے گریی نمے زاری چرا ۔۔۔ یا کہ رحمت نیست در دل اے کیا

تو نہیں روتا نہ ہے نالہ سرا ۔۔۔ رحم کیا دل میں نہیں تیرے ذرا

چون ترا رحمے نباشد در دروں ۔۔۔ پس چہ امید ست مال از تو کنوں

رحم جب بالکل نہیں دل میں ترے ۔۔۔ تجھ سے کیا امید پھر کوئی رکھے

ما بامیدِ توئیم اے پیشوا ۔۔۔ کہ نہ بگذاری تو ما را در عنا

ہم تری امید پر ہیں پیشوا ۔۔۔ رنج سے تو ہم کو کر دیگا رہا

چوں بیارایند بہرِ حشر تخت ۔۔۔ خود شفیع ما توئی آں روزِ سخت

تخت جب محشر میں داور کا بچھے ۔۔۔ تو شفاعت اس مصیبت میں کرے

در چناں روز و شبِ بے زینہار ۔۔۔ ما باکرام تو ہم امیدوار

جب ہوں ایسے بے اماں لیل و نہار ۔۔۔ ہم ہیں تیرے لطف کے امیدوار

دستِ ما و دامنِ تست آں زماں ۔۔۔ کہ نمانند ہیچ مجرم را اماں

ہو ہمارا ہاتھ اور دامن ترا ۔۔۔ جب اماں پائیں نہ اربابِ خطا

گفت پیغمبرؐ کہ روزِ رستخیز ۔۔۔ کے گذارم مجرماں را اشک ریز

قولِ پیغمبرؐ ہے میں روزِ جزا ۔۔۔ مجرموں کو کب رکھوں نالہ سرا

من شفیع عاصیاں باشم بجاں ۔۔۔ تا رہانم شاں ز اشکنجہ گراں

میں شفیع عاصیاں ہوں بر ملا ۔۔۔ تا کروں ان کو مصیبت سے رہا

عاصیان و اہلِ کبائر را بجہد ۔۔۔ وا رہانم از عتابِ نقضِ عہد

دوں گا سب اہل[1] کبائر کو بچا ۔۔۔ تا نہ نقضِ عہد کی پائیں سزا

[1] دیکھو صفحہ ۱۹۰

صالحانِ اُمتم خود فارغند ‏ — ‏ از شفاعتہائے من روزِ گزند

صالح امت ہیں فارغ بر ملا ‏ — ‏ ہاں شفاعت سے مری روزِ جزا

بلکہ ایشاں را شفاعتہا بود ‏ — ‏ گفتِ شاں چوں حکمِ نافذ میرود

خود شفاعت وہ کرینگے نیک ذات ‏ — ‏ حکم بن کر ہو گی جاری انکی بات

ہیچ وازر وزرِ غیرے برنداشت ‏ — ‏ من نیم وازر خدایم برفراشت

بار اُٹھاتا ہے کسی کا کوئی کب ‏ — ‏ بوجھ اُٹھواتا ہے مجھ سے کب وہ رب

آنکہ بے وزر است شیخ است اے جواں ‏ — ‏ در قبولِ حق چو اندر کف کماں

جو کہ ہے بے بوجھ ہے شیخ اے جواں ‏ — ‏ تابعِ حق جیسے ہاتھوں میں کماں

شیخ کہ بود پیر یعنی مو سپید ‏ — ‏ معنیِ ایں مو بداں اے نا امید

شیخ بوڑھا بال ہوں جس کے سفید ‏ — ‏ اس کے تُو معنی سمجھ - اے نا اُمید

ہست آں موئے سیہ ہستیِ او ‏ — ‏ تا ز ہستیش نماند تارِ مو

بال کالے اس کی ہستی ہیں پسر ‏ — ‏ تار ہے باقی نہ ہستی بال بھر

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست ‏ — ‏ گر سیہ مو باشد او خود یا دو موست

پیر وہ ہے جس کی ہستی خود مٹے ‏ — ‏ بال کالے ہوں کہ ہوں تل چاولے

ہست آں موئے سیہ وصفِ بشر ‏ — ‏ نیست آں مو موئے ریش و موئے سر

بال کالے کیا ہیں ؟ اوصافِ بشر ‏ — ‏ کب وہ موئے ریش ہیں یا موئے سر

مہد در عیسیٰ[۱۲] بر آرد صد نفیر ‏ — ‏ کہ جواں ناگشتہ ما شیخیم پیر

تھا یہ گہوارے میں عیسےٰ کا بیان ‏ — ‏ ہم ہیں شیخ و پیر، اور کب ہیں جوان

گر رہیدہ از بعضِ اوصافِ بشر ‏ — ‏ شیخ نبود کہل باشد اے پسر

گر نہیں بعض اس میں اوصافِ بشر ‏ — ‏ پیرِ کامل وہ کہاں ہے اے پسر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کبیرہ گناہ کرنے والے لوگ ۔

ور یکے موئے سیہ کان وصف ماست | نیست بر او شیخ و مقبول خداست
گر نہیں چہرے پہ اک موئے سیاہ | شیخ ہے وہ اور ہے مقبول الٰہ

چوں بود ریشش سپید و با خوداست | او نہ پیر است و نہ خاص ایزداست
بال جس کے ہوں سپید اور ہو خودی | وہ نہیں پیر اور خاص ایزدی

در سر موئے ز وصفش باقیست | او نہ از عرش خدا آفاقیست
بال بھر جو وصف باقی ہو کہیں | وہ ہے دنیا دار - مرد حق نہیں

ما[1] ہمہ امیدواران تو ہیم | ریزہ چین خوان احسان تو ایم
ہم تو ہیں امیدوار اب سب ترے | ریزہ چیں ہیں ہاں ترے احسان کے

لیک با ایں جملہ چون بے شفقتی | بہر فرزنداں چرا بے رافتی
باوجود اس کے بھی بے شفقت ہے تو | اپنے فرزندوں سے بے الفت ہے تو

یا مگر خود دل نمے سوزد ترا | باز گو اے شیخ ما را ماجرا
یا پگھلتا خود نہیں ہے دل ترا | کچھ تو کہہ اے شیخ ہم سے ماجرا

شیخ کا نہ رونے کے واسطے عذر کرنا

شیخ گفتا او مپندار اے رفیق | کہ ندارم رحم و مہر دل شفیق
شیخ بولا یہ نہ تو جان اے رفیق | رحم سے میرا نہیں ہے دل شفیق

بر ہمہ کفار ما را رحمت است | گرچہ جان جملہ کافر نعمت است
رحم مجھ کو کافروں پر بھی ہے اب | کافر نعمت ہیں گو وہ سب کے سب

بر سگانم رحمت و بخشایش است | کہ چرا از سنگہا شان مالش است
رحم کتوں پر بھی آتا ہے مجھے | کیوں انہیں پتھر سے سب ہیں مارتے

[1] یہاں سے اس بزرگ کی بیوی کا قول پھر شروع ہوا۔

آں سگے کہ میگزد گویم دعا ۔۔۔ کہ ازیں خو دوار ہانش اے خدا

کتا جب کاٹے ہیں کرتا ہوں دعا ۔۔۔ تو چھڑا دے اس کی یہ عادت خدا

ایں سگاں را ہم دریں اندیشہ دار ۔۔۔ کہ نباشند از خلائق سنگسار

فکر کتوں کی یہ رہتی ہے مجھے ۔۔۔ سنگسار اب ہوں نہ یہ مخلوق سے

زاں بیاورد اولیا را بر زمین ۔۔۔ تا کندشاں رحمۃ للعالمین

اولیا کو لائے وہ سوئے زمیں ۔۔۔ تا بنائے رحمۃ للعالمین

خلق را خواند سوئے درگاہِ خاص ۔۔۔ حق را خواند کہ وافر کن خلاص

وہ سوئے درگاہِ حق سب کو بلائیں ۔۔۔ صدق وافر ہونے کی مانگیں دعائیں

جہد بنماید ازیں سو بہرِ پند ۔۔۔ چوں نشد گوید خدایا در مبند

زور دیتے ہیں نصیحت میں بڑا ۔۔۔ کچھ نہ ہو تو بولیں در کھول اے خدا

رحمتِ جزوی بود مر عام را ۔۔۔ رحمتِ کلی بود ہمام را

رحمت جزوی ہے بہرِ خلق عام ۔۔۔ رحمت کلی ہے بہرِ ہر ہمام[1]

رحمتِ جزوش قرین گشتہ بکل ۔۔۔ رحمتِ دریاست ہادی سبل

رحمتِ جزوی ہے کل سے بس قریں ۔۔۔ رحمتِ دریا ہے ہادی بالیقیں

رحمتِ جزوی بکل پیوستہ شد ۔۔۔ رحمتِ کل را تو ہادی ہیں بود

رحمت جزوی ہے کل سے مل گئی ۔۔۔ رحمتِ کل کو تو ہادی جان اخی

تا کہ جزو است و نداند راہِ بحر ۔۔۔ ہر غدیرے را کند اشباہ بحر

جز ہے جبتک راہِ دریا جانے کیا ۔۔۔ ہوتا ہے تالاب پر شک بحر کا

چوں نداند راہِ یم رہ کے برد ۔۔۔ سوئے دریا خلق را چوں آورد

کیا کرے جب یاد راہِ یم[2] نہ ہو ۔۔۔ لائے کیونکر سوئے دریا خلق کو

[1] مقبولِ خدا ۔

[2] دریا ۔

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او — رہ برد تا بحر ہمچوں سیل جو

بحر سے مل جائے۔ تو ہے شبہ و شک — لے کے جائے سیل بن کر بحر تک

ور کند دعوت بہ تقلیدے بود — نز عیان وحی و تائیدے بود

گر کرے تبلیغ تقلیدی بنے — کب عیاں با وحی تائیدی بنے

گفت پس چوں رحم داری برہمہ — ہمچو چوپانے بگرد ایں رمہ

بولی بیوی۔ تو ہے سب پر مہربان — جیسے گلہ کے لئے ہو گلہ بان

چوں نداری نوحہ فرزند خویش — چونکہ فصاد اجل شان زد بہ نیش

کیوں نہیں پھر نوحہ خواں فرزندوں کا — جن پہ نشتر ہے اجل کا لگ چکا

چوں گواہ رحم اشک دیدہاست — دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست

ہیں گواہ رحم آنسو آنکھ کے — تیری آنکھیں کیوں ہیں خالی اشک سے

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد — در سخن یکبارہ بے آزرم شد

شیخ کی غصے سے تیوری چڑھ گئی — بے مروت ہو گیا یکبار گی

رو بزن کرد و بگفتش کاے عجوز — خود نباشد فصل دے ہمچوں تموز

بولا عورت سے کہ سن اے پیرہاں — فصل گل ہوتی ہے کب فصل خزاں

جملہ گر مردند ایشاں ور حی اند — غائب و پنہاں ز چشم دل کے اند

مر گئے ہیں جو۔ ہیں زندہ سب کے سب — چشم دل سے ہیں بھلا پوشیدہ کب

من چو بینمشاں معین پیش خویش — از چہ رو رو را کنم ہمچوں تو ریش

دیکھتا ہوں اُن کو اپنے سامنے — منہ کو تیری طرح پیٹوں کس لئے

گرچہ بیرونند از دور زماں — با منند و گرد من بازی کناں

گو نہیں دُنیا میں اب وہ ذی شرف — کھیلا کرتے ہیں مرے چاروں طرف

گریہ از ہجراں بود یا از فراق — با عزیزانم وصالست و عناق

ہجر سے روتی ہے جان بے قرار — اور فرزندوں سے ہوں میں ہمکنار

خلق اندر خواب مے بینند شاں
من بہ بیداری ہمے بینم عیاں

خلق انکو دیکھتی ہے خواب میں
جاگتے میں دیکھتا ہوں میں انہیں

زیں جہاں خود را دمے پنہاں کنم
برگِ حس را از درخت افشاں کنم

دہر سے خود کو چھپا لیتا ہوں میں
حس کے پتوں کو گرا دیتا ہوں میں

حس اسیرِ عقل باشد اے فلاں
عقل اسیرِ روح باشد ہم بداں

حس اسیرِ عقل ہے سُن اے اخی
عقل ہوتی ہے اسیرِ رُوح ہی

دستِ بستہ عقل را جاں باز کرد
کارہائے بستہ را ہم ساز کرد

عقل کے عقدے کو کھولا جان نے
اور بھتے جو کام۔ جاری ہو گئے

حسہا و اندیشہ بر آبِ صفا
ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را

حس اور اندیشہ ہے آبِ صاف پر
ہو خس و خاشاک جیسے اے پسر

دستِ عقل آں حس بیکسو میبرد
آب پیدا میشود پیشِ خرد

دستِ عقل اس حس کو جب یکسو کرے
آب پیدا ہو خرد کے سامنے

خس بس انبوہ بود بر جو چوں حباب
خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب

جمع تھی خس نہر پر مثلِ حباب
خس ہٹی تو ہو گیا ظاہر پھر آب

چونکہ دستِ عقل نکشاید خدا
خس فزاید از ہوا بر آبِ ما

گر نہ خالق ہاتھ کھولے عقل کے
خس ہمارے پانی پر بڑھتی رہے

آب را ہر دم کند پوشیدہ او
از ہوا خنداں و گریاں عقلِ تو

پانی کو ہر لحظ وہ کر لے نہاں
ہنستی روتی ہے ہوا سے عقل ہاں

چونکہ تقوےٰ بست دو دستِ ہوا
حق کشاید ہر دو دستِ عقل را

بندھ گئے جب زہد سے دستِ ہوا
عقل کے ہاتھوں کو کھولے گا خدا

پس حواسِ چیرہ محکومِ تو شد
چوں خرد سالار و مخدومِ تو شد

ہو گئے محکوم وہ غالب حواس
جب ہوئی سردار عقل اے حق شناس

حس را بخواب خواب اندر کند — تا کہ غیبت ہا زجاں سر بر زند
جس کو بیداری میں دیتی ہے سُلا — غیب سے ہو روح تیری آشنا
ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا — ہم زگردوں بر گشاید بابہا
خواب دیکھے عالمِ بیدار میں — آسماں سے تجھ پہ دروازے کھلیں

ایک شیخ نابینا کا قرآن پڑھنا

دید در ایام آں شیخ فقیر — مصحفے در خانۂ پیر ضریر
دیکھا اُن روزوں میں اک درویش نے — ایک قرآں گھر میں اندھے پیر کے
پیش او مہماں شد او وقت تموز — ہر دو زاہد جمع گشتہ چند روز
اس کا وہ مہماں گرما میں ہوا — دونوں زاہد مل کے بیٹھے ایک جا
گفت اینجا اے عجب مصحف چراست — چونکہ نابیناست ایں درویش راست
سوچا ہے قرآں کا اس جا کام کیا — جبکہ نابینا ہے پیر با صفا
اندریں اندیشہ تشویشش فزود — کہ جز او را نیست اینجا باش و بود
فکر اس اندیشے میں اسکی بڑھ گئی — یاں سوا اس کے نہیں رہتا کوئی
اوست تنہا مصحفے آویختہ — من نیم گستاخ یا آمیختہ
وہ ہے تنہا اور قرآں ہے یہاں — میں نہیں گستاخ اور بے باک ہاں
تا بپرسم نے خمش صبرے کنم — تا بہ صبرے بر مرادے بر زنم
تا کہ پوچھوں، صبر کرلوں، چُپ رہوں — صبر سے مقصود میں حاصل کروں
صبر کرد و بود چندے در حرج — کشف شد کالصبر مفتاح الفرج
صبر سے تھا کچھ دنوں محوِ حرج — کھل گیا ہے صبر مفتاح الفرج
صبر گنجست اے برادر صبر کن — تا شفا یابی تو زیں رنج کہن
صبر ہے گنج اے برادر صبر کر — تجھ کو غم سے ہو شفا حاصل مگر

صبر شد سوئے کشف ہر سر رہبرست — صبر تلخ آمد برِ او شکرست

صبر کشفِ راز میں ہے رہنما — صبر کڑوا۔ پھل ہے میٹھا برملا

حضرتِ لقمانؑ کا صبر کرنا

رفت لقمانؑ سوئے داؤدؑ از صفا — دید کو میکرد ز آہن حلقہا

خدمتِ داؤدؑ میں لقمانؑ گئے — دیکھا حلقے ہیں بنانے لوہے کے

جملہ را با ہمدگر در مے فگند — ز آہن و پولاد آں شاہِ بلند

ایک کو ایک دوسرے میں ڈالتے — وہ بنا کر آہن و فولاد سے

صنعتِ زرّاد او کم دیدہ بود — در عجب میماند و سواسش فزود

صنعت ایسی چلتے کی دیکھی نہ تھی — بڑھ گیا وسواس اور حیرت ہوئی

کایں چہ شاید بود واپرسم ازو — کہ چہ مے سازی ز حلقہ تو بتو

ان سے آخر پوچھنا تو چاہیئے — حلقے کیوں رکھتے ہیں یہ اُوپر تلے

باز با خود گفت صبر اولیٰ ترست — صبر با مقصود زو تر رہبرست

پھر کہا۔ ہے صبر ابھی لازم مجھے — صبر ہی مقصود کا رہبر بنے

چوں نپرسی زود تر کشفت شود — مرغِ صبر از جملہ پرّاں تر بود

گر نہ پوچھے۔ بھید کھل جائے پسر — صبر کا ہے مرغ سب سے تیز پر

ور بپرسی دیر تر حاصل شود — سہل از بے صبریت مشکل شود

اور جو پوچھے۔ ہو بدیر اُسکا اثر — سہل بے صبری سے ہو دشوار تر

چونکہ لقمانؑ تن بزد اندر زماں — شد تمام از صنعتِ داؤدؑ آں

جبکہ لقمانؑ نے کیا صبر اس گھڑی — صنعتِ داؤدؑ پوری ہو گئی

پس زرہ سازید و در پوشید او — پیشِ لقمانِ حکیمِ صبر خو

بن چکا جب چلتہ۔ پھر پہنا اُسے — سامنے لقمانؑ صبر انگیز کے

گفت ایں نیکو لباسست اے فتیٰ | در مصاف و جنگ دفعِ زخم را
بولے یہ پوشش ہے اچھی دیکھ لے | جنگ میں دفعِ جراحت کے لئے

گفت لقمانؑ صبر ہم نیکو دمیست | کو پناہ و دافعِ ہر جا غمیست
بولے لقمانؑ صبر بھی ہے مغتنم | دافعِ فکر و پناہِ رنج و غم

صبر را با حق قریں کرد اے فلاں | آخرِ والعصر را آگہ بخواں
صبر ہے نزدیک حق سے اے پسر | آخرِ والعصر[1] پڑھ اور غور کر

صد ہزاراں کیمیا حق آفرید | کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید
گرچہ لاکھوں قسم کی ہیں کیمیا | کیمیائے صبر ہے سب سے سوا

شیخ نابینا کا باقی قصّہ

مردِ مہماں صبر کرد و ناگہاں | کشف گشتش حالِ مشکل در زماں
صبر مہماں نے کیا اور ناگہاں | حالِ مشکل ہو گیا اس پر عیاں

نیم شب آوازِ قرآں را شنید | جست از خواب آں عجائب را بدید
نصف شب آواز قرآں کی سُنی | نیند سے چونکا تو حیرت ہو گئی

کہ ز مصحف کور میخواند درست | گشت بے صبر و ز کور آں حال جست
کور تھا قرآن فر فر پڑھ رہا | ہو گیا بے صبر۔ پوچھا ماجرا

گفت چوں در چشمہایت نیست نور | چوں ہمے بینی ہمے خوانی سطور
پوچھا۔ آنکھوں میں نہیں جب روشنی | سطریں آتی ہیں نظر کیونکر اجی

آنچہ میخوانی بر آں افتادہٴ | دست را بر حرفِ آں بنہادہٴ
تو جو کچھ پڑھتا ہے۔ اُسپر ہے نظر | انگلی ہے رکھے ہوئے ہر حرف پر

[1] یعنی وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر۔ حق کے اور صبر کے ساتھ وصیت کرتے ہیں۔

اصبعت در سیر پیدا میکند | کہ نظر بر حرف داری مستند

انگلی کی حرکت سے ظاہر ہے مگر | ٹھیک پڑتی ہے نظر ہر حرف پر

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا | ایں عجب بیداری از صنع خدا

بولا جہل تن سے ہے تو تو جدا | ہے تعجب صنعت خالق میں کیا

من ز حق درخواستم کاے مستعان | بر قرائت من حریصم ہمچو جان

میں نے اپنے حق سے کی تھی التجا | شوق ہے قرآن پڑھنے کا بڑا

نیستم حافظ مرا نورے بدہ | در دو دیدہ وقت خواندن بے گرہ

میں نہیں حافظ مجھے دے روشنی | پڑھتے وقت آنکھیں یہ کھل جائیں مری

باز دہ دو دیدہ ام را آں زماں | کہ بگیرم مصحف و خوانم عیاں

میری آنکھیں پھر مجھے مقسوم کر | تا پڑھوں قرآن میں اے داوگر

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار | اے بہر رنجے بما امیدوار

آئی خالق کی ندا - اے مرد کار | ہم سے تو ہر غم میں ہے امیدوار

حسن ظن ہست و امیدے خوش ترا | کہ ترا گویم بہر دم بر تر آ

حسن ظن ہے اور امید بے بہا | تجھ سے کہتا ہوں کہ آگے بڑھ کر آ

ہر زماں کہ قصد خواندن باشدت | یا ز مصحفہا قرائت بایدت

قصد جب قرآن پڑھنے کا کرے | یا کہ قرأت مصحف اللہ سے

من در آں دم وادہم چشم ترا | تا فرو خوانی معظم جوہرا

میں تجھے اسوقت دوں آنکھیں تری | جوہر اعظم پڑھے تو با خوشی

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من | وا گشایم مصحف اندر خواندن

اس نے ایسا ہی کیا، میں جس گھڑی | کھول کر قرآن پڑھتا ہوں کبھی

آں خبیرے کہ نشد غافل ز کار | آں گرامی بادشاہ کردگار

جو نہیں بندوں سے غافل وہ خبیر | ہاں وہ سلطان گرامی و بصیر

باز بخشد بینشیم آں شاہِ فرد
در زماں ہمچو چراغ شب نورد
بخشتا ہے نور آنکھوں کا مجھے
اس گھڑی جوں شمع شب افروز کے

زیں سبب نبود ولی را اعتراض
ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض
معترض کب اولیا ہیں اس لئے
وہ جو کچھ لے۔ اسکا بدلہ خوب دے

گر بسوزد باغت انگورے دہد
درمیانِ ماتمت سورے دہد
گر جلا دے باغ۔ تو انگور دے
اور ماتم میں دل مسرور دے

آں شل بیدست را دستے دہد
کان غمہا را دلِ مستے دہد
ہاتھ بخشے وہ جو اک بے دست کو
مست اس کے رحم سے مغموم ہو

لانسلّم و اعتراض از ما برفت
چوں عوض مے آید از مفقود زفت
اعتراض اس پر ہمارا ہے فضول
جب مرادِ دل عوض میں ہو حصول

چونکہ بے آتش مرا گرمی رسد
راضیم گر آتشِ ما را کشد
جبکہ بے آتش مجھے گرمی ملے
ہوں میں راضی۔ آگ اگر میری بجھے

چونکہ بے حشمت بہ بخشد دیدنے
اینچنیں کور بیست چشم روشنے
جب وہ دے بے آنکھ تجھ کو روشنی
ہے اس اندھے پن میں بینائی بڑی

بے چراغے چوں دہد او روشنی
گر چراغت شد چہ افغاں می کنی
بے چراغ اس سے ملے جب روشنی
شمع بجھنے سے ہے پھر کیوں بیکلی

اولیاء اللہ کا قصّہ

بشنو اکنوں قصۂ آں رہرواں
کہ ندارند اعتراضے در جہاں
قصہ سن اُن رہرووں کا اب ذرا
جو نہیں ہیں معترض اے با وفا

ز اولیا اہلِ دعا خود دیگر اند
کہ ہمے دوزند و گاہے میدرند
اولیا کا اک گروہ اہلِ دُعا
جو کبھی سیتا۔ کبھی ہے پھاڑتا

قومِ دیگر مے شناسم ز اولیا | کہ دہاں شاں بستہ باشد از دعا
ایسی بھی ہے ایک قومِ اولیا | جو ہے خاموش اور نہیں کرتی دعا

از رضا کہ ہست رامِ آں کرام | جستن دفعِ قضا شاں شد حرام
اس رضا سے جو کہ اُن کو ہے مدام | ڈھونڈنا دفعِ قضا کا ہے حرام

در قضا ذوقے ہمے بینند خاص | کفرِ شاں آید طلب کردن خلاص
ہے قضا میں بھی انہیں اک ذوقِ خاص | کفر ہے چاہیں اگر اپنی خلاص

حسنِ ظنے بر دلِ ایشاں کشود | کہ نپوشد از غمے جامہ کبود
حسن ظن سے اُنکے دل پر ہے کھلا | نیلا جامہ غم میں وہ رکھیں جدا

ہر چہ آید پیشِ ایشاں خوش بود | آبِ حیواں گردد ار آتش بود
سامنے جو آئے۔ خوش ہیں نیکذات | آگ بھی آئے تو ہو آبِ حیات

زہر در حلقومِ شاں شکر بود | سنگ اندر راہِ شاں گوہر بود
زہر اُن کے حلق میں شکر بنے | پتھر اُن کی راہ میں گوہر بنے

جملگی یکساں بود شاں نیک و بد | از چہ باشد ایں ز حسنِ ظانِ خود
نیک و بد یکساں ہیں سب اُنکے لئے | حسنِ ظن سے اُن کو یہ رتبے ہے

کفر باشد نزدِ شاں کردن دعا | کاے الٰہ از ما بگرداں ایں قضا
کفر ہے اُن کے لئے ایسی دعا | اے خدا تو پھیر لے ہم سے قضا

بہلول اور ایک صاحبدل

گفت بہلول آں یکے درویش را | چونی اے درویش واقف کن مرا
پوچھا اک درویش سے بہلول نے | حال کیا ہے کچھ پتہ مجھ کو دے

گفت چوں باشد کسے کہ جاوداں | بر مرادِ او رود کارِ جہاں
بولا ایسا ہے کہ جیسے جاوداں | ہو تمنا پر کسی کی یہ جہاں

سیلِ جوہا بر مرادِ او روند ۔ اختراں زانساں کہ او خواہد شوند

سیل دریا اس کی خواہش پر چلیں ۔ اور ستارے اس کی مرضی پر رہیں

زندگی و مرگ سرہنگانِ او ۔ بر مرادِ او روانہ کو بکو

اور پیادے زندگی و موت کے ۔ اس کی خواہش پہ ہوں ہر دم پھر رہے

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت ۔ ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت

وہ جہاں بھی چاہے بھیجے تعزیت ۔ اور جہاں بھی چاہے بھیجے تہنیت

سالکانِ راہ ہم بر گامِ او ۔ ماندگانِ راہ ہم در دامِ او

اس کے قدموں پر ہیں سالک راہ کے ۔ اور واماندہ ہیں پھندے میں پڑے

ہیچ دندانے نجنبد در دہاں ۔ بے رضا و امرِ او فرمانرواں

دانت بھی ہلتا نہیں منہ میں کوئی ۔ بے رضا و حکم اس کے ہر گھڑی

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ ۔ بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ

بے رضا اس کی نہ اک پتا گرے ۔ بغیر حکم اس کے نہ کوئی بھی مرے

بے مرادِ او بجنبد ہیچ رگ ۔ در جہاں زاوجِ ثریا تا سمک

بے مراد اس کے نہ کوئی رگ ہلے ۔ اس زمیں تک لے کے اوجِ چرخ سے

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں ۔ در فرِ سیمائے تو پیداست ایں

بولا اے شہ تو نے بالکل سچ کہا ۔ تیری پیشانی سے ہے جلوہ نما

آں و صد چنداں اے صادق ولیک ۔ شرح کن ایں را بیاں کن نیک نیک

یہ اور ایسے سو سخن سچ ہیں مگر ۔ تھوڑی تھوڑی اس بیاں کی شرح کر

آنچنانکہ فاضل و مردِ فضول ۔ چوں بگوشش در رسد آرد قبول

تا کہ کوئی فاضل اور مردِ فضول ۔ گر سنے۔ کر لے ہم سے فوراً قبول

آنچنانش شرح کن اندر کلام ۔ کہ از آں ہم بہرہ یابد جانِ عام

اس طرح کر شرح میں اس کی کلام ۔ جس سے بہرہ یاب ہوں سب خاص و عام

ناطقِ کامل چو خواں باشے بود — بر سرِ خوانش زہر آشے بود

ناطق کامل بچھائے خوان اگر — ہر غذا موجود ہو اس خوان پر

کہ نماند ہیچ مہماں بینوا — ہر کسے یابد غذائے خود جُدا

رہ نہ جائے کوئی مہماں بے نوا — ہر کوئی پائے غذا اپنی جُدا

ہمچو قرآں کہ بمعنی ہفت توست — خاص او عام را مطعم دروست

سات باطن جیسے ہیں قرآن کے — بہرہ ور سب خاص و عام اس سے ہوئے

گفت ایں بارے یقیں شد پیش عام — کہ جہاں در امر یزدانست رام

بولا اس کا تو یقیں سب کو ہوا — یہ جہاں ہے زیر حکم کبریا

ہیچ برگے در نیفتد از درخت — بے قضا و حکمِ آں سلطانِ بخت

پیڑ سے گرتا نہیں پتا کوئی — حکم جب تک دے نہ خود اللہ ہی

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو — تا نگوید لقمہ را حق کادخلوا[1]

منہ سے لقمہ جائے کب سوئے گلو — گر نہ لقمے سے کہے وہ۔ کادخلوا

میل و رغبت کاں زمام آدمیست — جنبش و آرام امرِ آں غنی ست

میل و رغبت باگ ہے انسان کی — جنبش و آرام ہے حکمِ غنی

در زمینہا و آسمانہا ذرّہ — پر نجنباند نگردد پرّہ

ایک ذرّہ بھی زمین و چرخ پر — اڑ نہیں سکتا۔ کرے جنبش اگر

جُز بفرمانِ قدیم نافذش — شرح نتواں کرد جلدی نیست غش

گر نہ ہو فرمان نافذ کی خوشی — شرح کب ممکن ہے جلدی ہے بری

کہ شمرد برگِ درختاں را تمام — بے نہایت کے شود در نطق رام

کون سب پیڑوں کے پتے گن سکے — جو ہو بے حد۔ نطق میں وہ کب گھرے

[1] داخل ہو جاؤ ۔

این قدر بشنو کہ چوں کلّیِ کار ۔۔۔ مے نگردد جز بامرِ کردگار

اس قدر سن لے کہ جملہ کاروبار ۔۔۔ ہیں فقط موقوف حکمِ کردگار

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد ۔۔۔ حکمِ او را بندہ خواہندہ شد

جب قضائے حق ہے بندے کی رضا ۔۔۔ حکم اس کا بندہ کی خواہش بنا

بے تکلف نے پئے مزدِ ثواب ۔۔۔ بلکہ طبعِ او چنیں شد مستطاب

بے تکلف ہو نہ کچھ فکرِ ثواب ۔۔۔ ہوتی ہے خود طبع اس کی مستطاب

زندگی خود نخواہد بہرِ خود ۔۔۔ نے پئے ذوقِ حیاتِ مستند

زندگی چاہے نہ خود اپنے لئے ۔۔۔ اور نہ ذوقِ زندگی کے واسطے

ہر کجا امرِ قدم را مسلکے ست ۔۔۔ زندگی و مردگی پیشش یکیست

جس طرف ہے امرِ حق کا راستا ۔۔۔ جینا اور مرنا اسے یکساں ہوا

بہرِ یزداں مے زید نے بہرِ گنج ۔۔۔ بہرِ یزداں میرد نز خوف و رنج

حق سے جیتا ہے نہ فکرِ گنج سے ۔۔۔ حق پہ مرتا ہے، نہ خوف و رنج سے

ہست ایمانش برائے خواہِ او ۔۔۔ نے برائے جنّت و اثمار و جو

اس کو ہے ایمان صرف اللہ کا ۔۔۔ جنت اور نہروں پھلوں سے کام کیا

ترکِ کفرش ہم برائے حق بود ۔۔۔ نے ز بیمِ آنکہ در آتش شود

ہے برائے حق ہی ترکِ کفر بھی ۔۔۔ آگ کا اس کو نہیں ہے خوف ہی

اینچنیں آمد ز اصل آں خوئے او ۔۔۔ بے ریاضت نے ز جستجوئے او

فطرتاً خوگر ہے وہ اس بات کا ۔۔۔ بے ریاضت بے تگ و دو برملا

آنگہاں خندد کہ او بیند رضا ۔۔۔ ہمچو حلوائے شکر او را قضا

وہ ہنسے اسوقت جب دیکھے رضا ۔۔۔ اور حلوا ہے اسے حکمِ قضا

بندۂ کش خوئے و خصلت ایں بود ۔۔۔ نے جہاں بر امر و فرمانش رود

بندہ جس کی خو و خصلت یہ رہے ۔۔۔ کیوں نہ دنیا حکم پر اسکے چلے

پس چرا لابہ کند او یا دعا | کہ بگرداں اے خداوند ایں قضا
کیوں کرے پھر وہ خوشامد اور دعا | یا الٰہی پھیر دے تو یہ قضا

مرگ او و مرگ فرزندان او | بہرِ حق پیشش چو حلوا در گلو
اسکی موت اور اس کے فرزندوں کی یارہ | بہرِ حق ہے مثل حلوا خوش گوار

نزع فرزنداں بر آں باوفا | چوں قطائف پیش شیخ بینوا
جاں کنی بیٹوں کی اس کے سامنے | جیسے[1] لوزینہ گدا کے واسطے

پس چرا گوید دعا الا مگر | در دعا بیند رضائے دادگر
پس دعا وہ کیوں کرے کوئی مگر | دیکھے جو اس میں رضائے داد گر

آں شفاعت واں دعا نز رحم خود | میکند آں بندۂ صاحب رشد
وہ شفاعت ہے-نہیں ہے کچھ دعا | وہ کرے بہرِ ہدایت بر ملا

رحم خود را او ہماں دم سوختہ است | کہ چراغ عشق حق افروختہ است
اس نے رحم اپنا جلایا بر ملا | جب چراغ عشق حق روشن کیا

دوزخ اوصاف او عشق است و او | سوخت مر اوصاف او را موبمو
عشق دوزخ اسکے ہے اوصاف کی | پھونک ڈالے اُسنے اوصاف اے اخی

ہر طروقے ایں فرقے کے شناخت | چوں دقوقی کو در اید دولت بتاخت
جانا ہر سالک نے کب اس فرق کو | جس طرح جانا دقوقیؒ نے سنو

حضرت دقوقیؒ اور اُن کی کرامت

آں دقوقی داشت خوش دیباجۂ | عاشق و صاحب کرامت خواجۂ
چہرہ زیبا تھا دقوقیؒ کو ملا | عاشق و صاحب کرامت تھے فتا

[1] وہ لذیذ حلوا جس میں بادام پڑتے ہیں +

برزمیں میشد چو مہ بر آسماں | شب روا ز اگشتہ زو روشن رواں

تھے زمیں پر جیسے ماہِ آسماں | اور شب رَو اُن سے تھے روشن رواں

درمقامے مسکنے کم ساختے | کم دو روز اندر دہے انداختے

کم کسی جا اپنا کرتے تھے مقام | گاؤں میں دو دن سے کم رہتے مدام

گفت در یک خانہ باشم گر دو روز | عشق آں مسکن کند در من فروز

کہتے تھے۔اک گھر میں گر دو دن رہوں | عشق اس مسکن کا ہو دل میں فزوں

غرة المسکن احاذر ہا انا | انقلی یا نفس سافر للغنا

ہو نہ جاؤں اک جگہ کا شیفتا | کر سفر اے نفس تُو بہرِ غنا

لا اعود خُلق قلبی بالمکان | کَی یکون خالصًا فی الامتحان

دل نہ لوٹے گا مرا سُوئے مکاں | تا رہے خالص یہ وقتِ امتحاں

روز اندر سیر بد شب در نماز | چشم اندر شاہباز او ہمچو باز

دن کو پھرتے۔رات کو پڑھتے نماز | تھی نظر شہباز پر، وہ مثلِ باز

منقطع از خلق نے از بدخوئی | منفرد از مرد و زن نے از دوئی

تارکِ دُنیا تھے، خوئے نیک تھی | مرد و زن سے تھے جدا، کیسی دوئی

مشفقے بر خلق نافع ہمچو آب | خود شفیقے و دعایش مستجاب

مہرباں خلقت پہ نافع مثلِ آب | تھے شفیق اور تھیں دُعائیں مستجاب

نیک و بد را مہربان و مستقر | بہتر از مادر شہی تر از پدر

نیک و بد پر مہرباں تھے اور رفیق | ماں سے بہتر، باپ سے بڑھکر شفیق

گفت پیغمبرؐ شما را اے مہاں | چوں پدر ہستم شفیق و مہرباں

مصطفےٰؐ کہتے تھے۔میں ہوں بیگماں | باپ کی صورت شفیق و مہرباں

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید | جزو را از کل چرا بر مے کنید

کیونکہ تم ہو میرے اجزا برملا | کیوں جدا کرتے ہو کُل سے جز بھلا

جزو از کُل قطع شد بیکار شد — عضو از تن قطع شد مردار شد

جزو جب کُل سے ہٹا بیکار ہے — عضو جب تن سے کٹا۔مردار ہے

تا نہ پیوندد بکُل بارِ دگر — مُردہ باشد نبودش از جاں خبر

کُل سے جا کر پھر نہ وہ جبتک ملے — مثل مردہ بے خبر جاں سے رہے

ور بجنبد نیست خود اُو را سند — عضوِ نو بُبریدہ ہم جنبش کند

گر کرے جنبش سند اس کی نہیں — عضوِ نو ہلتا ہے کٹ کر بالیقیں

جزو ازیں کُل گر بُرد یکسو رود — ایں نہ آں کُل ہست کو ناقص شود

جزو اس کُل سے کٹے تو ہو جُدا — یہ نہیں وہ کُل جو ناقص ہو فنا

قطع و وصلِ او نیاید در مقال — چیز ناقص گفتہ شد بہرِ مثال

قطع و وصل اس کا ہے بیرونِ مقال — اس لئے ناقص رہی اس کی مثال

مر علی را بر مثالِ شیر خواند — شیر مثلِ او نباشد گرچہ راند

شیر سے دیدی علیؓ کو گر مثال — شیر اُن کا پا نہیں سکتا کمال

از مثال و مثل و فرق آں بران — جانبِ قصہ دقوقیؒ باز راں

چھوڑ بھی فرق و مثل کی بحث ہاں — قصہ خواجہ دقوقی کر بیاں

حضرت دقوقیؒ کا قصہ

آنکہ در فتوئے امامِ خلق بود — گوئے تقوئے از فرشتہ میربود

وہ جو فتوے میں امامِ خلق تھے — تھے فرشتوں سے بھی تقوے میں بڑھے

آنکہ اندر سیر مہ را مات کرد — ہم ز دینداری اُو دیں رشک خورد

سیر میں چاند اُن سے پیچھے ہی رہا — ان کی دینداری پہ دیں کو رشک تھا

باچنیں تقوئے و اوراد و قیام — طالبِ خاصانِ حق بودے مدام

باوجود زُہد و اوراد و قیام — تھی طلب خاصانِ مولا کی مدام

در سفر معظم مرادش آن بُدے | کہ دمے با بندۂ خاصے زدے

تھا یہ مقصودِ سفر اُن کے لیے | کوئی خاصانِ الٰہی سے ملے

این ہمے گفتے چو میرفتے براہ | کُن قرینِ خاصگانم اے الٰہ

راستہ چلتے ۔ تو کرتے تھے دُعا | خاص بندوں سے ملا دے اے خدا

یارب آنہا را کہ بشناسد دلم | بندۂ بستہ میان و مجملم

یارب ان کا جن کو دل ہے جانتا | جان سے اور دل سے ہیں بندہ ہوا

وآنکہ نشناسد تو اے یزدانِ جاں | بر من محبوب شاں کن مہرباں

جن کو پہچانے نہ میرا دل یہاں | اُن کو بھی کر دے تو مجھ پر مہرباں

حضرتش گفتے کہ اے صدرِ مہیں | این چہ عشقست و چہ استسقاست این

اُن سے کہتا تھا خدا اے با صفا | تشنگی کیسی ہے یہ اور عشق کیا

مہرِ من داری چہ میجوئی دگر | چوں خدا با تست چہ جوئی بشر

میں ہوں تیرا، پھر تلاشِ غیر کیا | ساتھ ہوں میں، پھر بشر سے واسطہ

او ہمی گفتے یارب اے دانائے راز | تو کشودی در دلم راہِ نیاز

وہ یہ کہتے حق سے اے دانائے راز | تو نے دل میں کھولدی راہِ نیاز

در میانِ بحر اگر بنشستہ ام | طمع در آبِ سبو ہم بستہ ام

میں جو ہوں دریا میں بیٹھا اے غنی | طمع مٹکے کی بھی ہے پھر لازمی

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست | طمع در نعجہ حریفم ہم بجاست

عورتیں نوّے ہیں، ہوں داؤد سا | طمع[1] ہے جُفتِ مقابل کی بجا

حرص اندر عشقِ تو فخرست و جاہ | حرص اندر غیرِ تو ننگ و تباہ

حرص تیرے عشق میں ہے فخر و جاہ | ماسوا کی حرص ہے شرم و گناہ

شہوت و حرصِ نراں پیشی بود | وآن حیزاں ننگ و بدکیشی بود

حرص و شہوت نر کی آگے ہی رہی | ننگ و خواری ہلک ہے نامرد کی

[1] یعنی زنِ حریف کی طرح بھی درست ہے +

حرص مرداں از رہ پیشی بود — در مخنث حرص سوئے پس رود

حرص ہے مردوں کی آگے بیگماں — ہیجڑے کی حرص ہے پیچھے نہاں

آں یکے حرص از کمال مردیست — واں دگر حرص افتضاح و سردیست

حرص پہلی باعث مردانگی — دوسری رسوائی و نامردمی

آہ سرے ہست اینجا بس نہاں — کہ سوئے خضرے شود موسیٰؑ دواں

اس میں بھی اک بھید تھا بیشک نہاں — خضرؑ کی جانب ہوئے موسیٰؑ رواں

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست — بر ہر آنچہ یافتی باللہ مایست

جیسے مستسقی نہ ہو پانی سے سیر — جو ملے۔ اس پر نہ ہو قائم بدیر

بے نہایت حضرتست ایں بارگاہ — صدر را بگذار صدر تست راہ

بے حد و پایاں ہے اس کی بارگاہ — صدر کیسا یہ تو صرف اسکی ہے راہ

حضرتِ موسیٰؑ کی رازطلبی

از کلیم حق بیاموز اے کریم — بیں چہ میگوید ز مشتاقی کلیمؑ

کچھ کلیمؑ اللہ سے سیکھ اے کریم — کہتے اک مشتاق سے ہیں یوں کلیمؑ

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری — طالب خضرم ز خود بینی بری

مرتبہ یہ۔ اور یہ پیغمبری — خضرؑ کا طالب ہوں نخوت سے بری

موسیا تو قوم خود را ہشتۂ — در پئے آں نیکوئے سرگشتۂ

تو نے اپنی قوم چھوڑی موسیاؑ — اک بزرگ نیک کے پیچھے پڑا

کیقبادی رستہ از خوف و رجا — چند گردی چند جوئی تا کجا

تو ہے سلطاں خوف سے چھوٹا ہوا — ڈھونڈتا کب تک پھریگا جا بجا

آں تو با تست و تو واقف بریں — آسمانا چند پیمائی زمیں

اپنا حصہ تو نے پایا بالیقیں — آسماں! کب تک تو ناپے گا زمیں

گفت موسیٰ ایں ملامت کم کنید ‏ آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
بولے موسیٰؑ۔ یہ ملامت کم کرو ‏ چاند سورج کے نہ تم رہزن بنو

میروم تا مجمع البحرین من ‏ تا شوم مصحوب سلطانِ زمن
مجمع البحرین کی دُھن ہے ہمیں ‏ بادشاہِ خضرؑ تا ہم سے ملیں

اجعل الخضر لامری سببا ‏ ذاک او امضی واسری حقبا
ہے وسیلہ خضر میرے کام کا ‏ یا کروں سیر و سیاحت سالہا

سالہا پرّم ز پرّ و بالہا ‏ سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
میں جو برسوں لے کے پرّ وہاں اُڑوں ‏ برسوں کیسے گو ہزاروں سال اُڑوں

میروم یعنی نے ارزد بداں ‏ عشقِ جاناں کم مداں از عشقِ ناں
پر یہ پھرنا عشق سے کم ہے کہیں ‏ عشقِ جاناں عشقِ ناں سے کم نہیں

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو ‏ داستانِ آں دقوقیؒ باز گو
کیا ٹھکانا اے اخی اِس بات کا ‏ قصۂ شیخ دقوقیؒ پھر سُنا

قصۂ حضرتِ دقوقیؒ کی طرف رجوع

آں دقوقی رحمۃ اللہ علیہ ‏ گفت سافرت مدیً فی خافقیہ
کہتے ہیں[1] وہ۔ اُن پہ ہو فضلِ خدا ‏ مشرق و مغرب میں ہوں برسوں پھرا

سالہا رفتم سفر از عشقِ ماہ ‏ بے خبر از راہ و حیراں در الٰہ
عشقِ مہ میں ہے کیا برسوں سفر ‏ تھا میں حیراں راستے سے بے خبر

پا برہنہ رفتہ ام بر خار و سنگ ‏ زانکہ من حیرانم و بیخویش و دنگ
میں تھا ننگے پاؤں کانٹوں پر رواں ‏ کیونکہ میں حیراں ہوں اور وارفتہ ہاں

[1] یعنی دقوقی علیہ الرحمۃ

تو نبینی این پاپہا را بر زمیں ‏ ‏ ‏ زانکہ بر دل میرود عاشق یقیں
تو نہ دیکھ ان پاؤں کو یوں خاک پر ‏ ‏ ‏ کیونکہ عاشق دل پہ کرتے ہیں سفر

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز ‏ ‏ ‏ دل چہ داند کوست مست دلنواز
راہ و منزل اور کوتاہ و دراز ‏ ‏ ‏ سمجھے کیا دل جو ہے مست دلنواز

ایں دراز و کوتہ اوصاف تن ست ‏ ‏ ‏ رفتن ارواح دیگر رفتن ست
وصف تن ہے یہ دراز و کم - فنا ‏ ‏ ‏ روح کا جانا ہے - جانا دوسرا

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل ‏ ‏ ‏ نے بگامے بود و منزل نے بنقل
نطفہ سے تو عقل تک آیا چلا ‏ ‏ ‏ یہ سفر بے نقل اور بے پاؤں کے تھا

سیر جاں بیچوں بود در دور و دیر ‏ ‏ ‏ جسم ما از جاں بیاموزید سیر
سیر جاں ہے پاک دور و دیر سے ‏ ‏ ‏ سیر کرنا جاں سے سیکھا جسم نے

سیر جاں ہر کس نبیند جان من ‏ ‏ ‏ لیک سیر جسم باشد در علن
سیر جاں ہوتی ہے جان من نہاں ‏ ‏ ‏ اور سیر جسم ہوتی ہے عیاں

سیر جسمانہ رہا کرد او کنوں ‏ ‏ ‏ میرود بیچوں نہاں از شکل چوں
له سیر جسمانی جو چھوڑے ناگہاں ‏ ‏ ‏ شکل چوں میں جائے بے چوں بے گماں

گفت روزے میشدم مشتاق وار ‏ ‏ ‏ تا ببینم در بشر انوار یار
کہتے ہیں - اک دن چلا مشتاق وار ‏ ‏ ‏ تا بشر میں دیکھ لوں انوار یار

تا ببینم قلزمے در قطرہ ‏ ‏ ‏ آفتابے درج اندر ذرہ
تا کہ اک قطرے میں دریا دیکھ لوں ‏ ‏ ‏ ذرے میں سورج کا جلوا دیکھ لوں

چوں رسیدم سوئے یک ساحل بگام ‏ ‏ ‏ بود بیگہ گشتہ روز و وقت شام
آخر اک ساحل پہ پہنچا شاد کام ‏ ‏ ‏ ڈھل چکا تھا دن - ہوا تھا وقت شام

له یعنی جب تو جسم کی سیر چھوڑ کر روح کی سیر کریگا - تو تجھ سے نور چھلکے گا ۔

ساحلِ دریا پر سات شمعوں کا نظر آنا

ہفت شمع از دور دیدم ناگہاں	اندراں ساحل شتابیدم بداں
سات شمعیں میں نے دیکھیں ناگہاں	دور سے پہنچا کنارے تک دواں
نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازاں	بر شدہ خوش تا عنانِ آسماں
روشنی اور شعلہ ہر اک شمع کا	آسماں پر تھا درخشاں بر ملا
خیرہ گشتم خیرہ گی ہم خیرہ گشت	موجِ حیرت عقل را از سر گذشت
تھا میں حیراں، خیرگی حیرت کو تھی	موجِ حیرت عقل کے سر سے بڑھی
کایں چگونہ شمعہا افروختہ ست	ویں دو دیدہ خلق از آنہا دوختہ ست
کس طرح شمعیں یہ روشن ہیں یہاں	اور ہیں لوگوں کی آنکھوں سے نہاں
خلق جویانِ چراغ گشتہ بود	پیشِ آں شمعے کہ بر مہ میفزود
خلق ہے جویا چراغ گشتہ کی	شمع کو چھوڑا جو مہ سے بڑھ گئی
چشم بندی بُد عجب بر دیدہا	بندِ شاں میکرد یہدی من یشا
کیا ہے آنکھوں پہ نظر بندی قضا	بند ہے ہر آنکھ، یہدی[1] من یشاء

اُن ساتوں شمعوں کا ایک ہو جانا

باز میدیدم کہ میشد ہفت یک	نورِ او بشگافتے جیبِ فلک
مل کے ساتوں شمع سے پھر اک بنی	چرخ پر بے حد تھی اس کی روشنی
باز آں یکبار دیگر ہفت شد	مستی و حیرانیٔ من رفت شد
سات پھر ہو گئیں یکبارگی	مستی و حیرت مری حد سے بڑھی

[1] وہ جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے ؎

انصالاتے میان شمعہا
کہ نیاید بر زبان و گفت ما
اتصال اُن شمعوں میں ایسا ہؤا
کہ نہیں سکتی زباں جس کو ادا

آنکہ یک دیدن کند ادراک آں
سالہا نتواں نمودن از زباں
ایک ہونا اُن کا جس پر ہو عیاں
مدّتوں تک بند ہو اُس کی زباں

آنکہ یکدم بیندش ادراک و ہوش
سالہا نتواں نمودن آں بگوش
ہوش و ادراک اس کو دیکھیں ایکبار
کان تک پہنچے نہ قصہ زینہار

چونکہ پایانے ندارد رو الیک
زانکہ لا احصی ثناء ما علیک
نور بے پایاں ہے اسکا اور بسیط
ہو نہیں سکتی صفت اس کی محیط

پیشتر رفتم دواں کاں شمعہا
تا چہ چیز ست از نشان کبریا
دیکھنے شمعوں کو میں آگے بڑھا
دیکھوں کیا ہے یہ نشانِ کبریا

میشدم مدہوش و بیخویش و خراب
تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
تھا میں مدہوش اور بیخود اور خراب
گر پڑا جلدی میں اور دوڑا شتاب

ساعتے بیعقل و بیہوش اندریں
اوفتادم بر سرِ خاکِ زمیں
اک گھڑی بے ہوش اور بے عقل سا
خاک میں غلطاں زمیں پر تھا پڑا

باز با ہوش آمدم برخاستم
در روش گوئی نہ سر نہ پا ستم
پھر جو ہوش آیا وہاں سے میں اُٹھا
بے سر و پا تھا، میں گویا چل رہا

سات شمعوں کا سات مرد بن جانا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد
نورِ شاں میشد بسقفِ لاجورد
سات شمعیں ہو گئیں سات آدمی
آسماں تک نور تھا اُن کا اجی

پیش آں انوار نورِ روز درد
از صلابت نور ہا را مے سپرد
آگے اُن کے ماندِ دن کا نور تھا
تیزیوں سے نور تھا پھیلا ہؤا

باز حیراں گشتم اندر صنعِ رب — کاینچنیں چوں شد چگونه است العجب

صنعِ رب سے میں بہت حیران تھا — کیوں ہوا ایسا یہ کیا ہے ماجرا

پیشتر رفتم که نیکو بنگرم — تا چه حالست اینکه میگیرد دو سرم

دیکھنے کو اور کچھ آگے بڑھا — واقعہ کیا ہے۔ کہ سر پھرنے لگا

پھر اُن سات مردوں کا سات درخت بن جانا

باز هر یک مرد شد شکلِ درخت — چشم از سبزیِ ایشاں نیکبخت

بن گیا ہر مرد پھر شکل درخت — آنکھ تھی سبزی سے اُنکی نیک بخت

زانبهیِ برگ پیدا نیست شاخ — برگ هم گم گشته از میوه فراخ

پتوں کی کثرت سے شاخیں تھیں نہاں — پتے بھی میووں میں پوشیدہ تھے ہاں

هر درختے شاخ بر سدره زده — سدره چه بود از خلا بیروں شده

پیڑ کی شاخیں تھیں سدرہ تک رسا — سدرہ کیا تھیں وہ تو بیرونِ خلا

بیخ هر یک رفته از قعرِ زمیں — زیرتر از گاو و ماهی بد یقیں

تھیں جڑیں انکی سوئے قعرِ زمیں — گائے اور مچھلی سے نیچے بالیقیں

بیخ شاں از شاخ خنداں روئے تر — عقل از اں شکلها زیر و زبر

جڑ تھی شاخوں سے زیادہ پُر بہار — عقل تھی زیر و زبر بے اختیار

میوه که بر شکافیدے عیاں — همچو آب از میوه جستے نور آں

جو کہ میوے پھٹ گئے تھے ظاہرا — نور مثل آب جاری اُن سے تھا

اُن درختوں کا مخلوق کی آنکھوں سے پوشیدہ ہونا

آں عجب تر که بر ایشاں میگذشت — صد هزاراں خلق از صحرا و دشت

بکمال تعجب یہ گذرتے رہتے تھے — لوگ اُدھر لاکھوں سواد دشت سے

زار زوئے سایہ جاں میباختند	از گلیمے سایباں مے ساختند
آرزوئے سایہ میں دیتے تھے جان	تھے وہ کمبل کا بناتے سائباں
سایۂ آں زانمے دیدند ہیچ	صد تفو بر دیدہائے ہیچ ہیچ
سایہ اُن کا آ نہ سکتا تھا نظر	لعنت ایسے دیدۂ ہیچ ہیچ پر
ختم کردہ قہر حق بر دیدہا	کہ نہ بیند ماہ را بیند سہا
ختم اُن آنکھوں پہ تھا قہرِ خدا	تا نہ دیکھیں چاند اور دیکھیں سُہا
ذرۂ را بیند و خورشید نے	لیک از لطف و کرم نومید نے
ذرّہ کو دیکھیں نہ دیکھیں مہر کو	نا امید اس کے کرم سے تھے نہ گو
کاروانہا بینوا وایں میوہا	پختہ میریزد چہ سحرست ایخدا
قافلے مفلس ہیں اور میوے یہاں	پک چکے ہیں، یہ ہے جادو کا سماں
سیب پوسیدہ ہمے چیدند خلق	درہم افتادہ زیغما خشک حلق
چُن رہی ہے سیب پوسیدہ کو خلق	لُوٹ میں سب کا ہوا ہے خشک حلق
گفت ہر برگ و شگوفہ آں غصون	دمبدم یا لیت قومی یعلمون
کہتے تھے پتے شگوفے سرنگوں	دم بدم "یا لیت[1] قومی یعلمون"
بانگ مے آید ز سوئے ہر درخت	سوئے ما آئید خلق شور بخت
ہر درخت سبز دیتا تھا صدا	شورہ بختو! تم اِدھر آؤ ذرا
بانگ مے آید ز غیرت بر شجر	چشم شاں بستیم کلا لا وزر
یہ ندا غیرت سے کہتی ہر پیڑ پر	کر دیں آنکھیں بند- کلا لا وزر[2]
گر کسے میگفت شاں کاینسو روید	تا ازیں اشجار مستسعد شوید
کوئی کہتا تھا اگر دوڑو اِدھر	اِن درختوں سے رہو تا بہرہ ور

[1] کاش میری قوم مجھے پہچانتی ۔

[2] باز آؤ - یہ قیامت نہ چھوڑے گی ۔

جملہ میگفتند کایں مسکین مست	از قضاء اللہ دیوانہ شد است
سب یہ کہتے تھے کہ یہ مست و گدا	ہے قضائے حق سے پاگل ہوگیا
مغزِ ایں مسکین ز سودائے دراز	وز ریاضت گشت فاسد چوں پیاز
مغز میں اس کے ہے سودائے دراز	ہے ریاضت سے سڑا مثلِ پیاز
او عجب میماند یا رب حال چیست	خلق را ایں پردۂ اضلال چیست
دہ تھے حیراں، اے خدا یہ حال کیا	ان پہ گمراہی کا ہے یہ جال کیا
خلق گوناگوں با صد رائے و عقل	یک قدم ایں سو نمے آرند نقل
سیکڑوں رائیں ہیں اس مخلوق کی	اس طرف آتی نہیں اک گام بھی
عاقلان و زیرکاں ز اتفاق	گشتہ منکر ز ینچنیں باغی و عاق
عاقل و دانا میں کیا جھگڑے پڑے	منکر اور اس درجہ باغی ہو گئے
یا منم دیوانہ و خیرہ شدہ	دیو بر من غالب و چیرہ شدہ
یا ہوں میں دیوانہ و حیراں ہوا	اور غالب مجھ پہ ہے شیطاں ہوا
چشم میمالم بہر لحظہ کہ من	خواب می بینم خیال اندر زمن
آنکھ ملتا ہوں میں ہر دم خستہ حال	دیکھتا ہوں خواب یا ہے یہ خیال
خواب چہ بود بر درختاں میروم	میوہا شاں میخورم چوں نگروم
خواب کیا جاتا ہوں میں برزدنکے پاس	میوے کھاتا ہوں غلط کیوں ہو قیاس
باز چوں من بنگرم در منکراں	کہ ہمے گیرند ازیں بستاں کراں
منکروں پر ڈالتا ہوں جب نظر	وہ کنارہ کش ہیں گلشن سے ادھر
با کمالِ احتیاج و افتقار	زآرزوئے نیم غورہ جاں سپار
باوجودِ احتیاج و نفرہا	نصف نصف انگور پر دیتے ہیں جان

[1] یعنی دقوقی علیہ الرحمۃ

زاشتیاق و حرص یک یک درخت	میزنند ایں بینوایاں آہِ سخت
پتّوں کا ہے شوق اور حرص درخت	مفلسی میں بھر رہے ہیں آہ سخت
در ہزیمت زیں درخت و زیں ثمار	ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان پھلوں پیڑوں سے وہ ہیں بھاگتے	لوگ لاکھوں اور کروڑوں دیکھئے
باز میگویم عجب ہیں بیخودم	دست بر شاخ خیالی در زدم
پھر یہ کہتا ہوں کہ ہوں بیخود ہوا	ہاتھ ہے شاخ خیالی پہ مرا
ہیں بخواں اِستیاس الرسل لے بیو	تا بظنوا انہم قد کذبوا
پڑھ۔ کہ نا امید پیغمبر ہوگئے	اپنے کو جھوٹا گمان کرنے لگے
ایں قرائت خواں بہ تخفیف کذب	ایں بود کہ خویش بیند محتجب
کذبوا پڑھ ذال کی تخفیف سے	صاف معنی ہیں وہ نادم ہوگئے
در گماں افتاد جانِ انبیا	ز اتفاقِ منکری اشقیا
ابتلا کیا کیا گماں میں پڑ گئے	کافروں کے حیلہ و انکار سے
جاءہم بعد التشکک نصرنا	ترک شاں گو بر درختِ جاں بر آ
آئیں بعدِ شک ہماری نصرتیں	آ درختِ جاں پہ تو اور چھوڑ انہیں
میخورد میوہ ہاں کش روزیست	ہردم و ہر لحظہ سحر آموزیست
میوہ وہ کھاتا ہے جو ہے خوش نصیب	سحر آموزی ہے ہر دم اے حبیب!
خلق گویاں العجب ایں بانگ چیست	چونکہ صحرا از درخت و بر تہیست
لوگ کہتے تھے یہ کیسی ہے صدا	دشت تو خالی ہے پیڑوں سے، پڑا

لہ سورۂ یوسفؑ کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حتیٰ اذا استیاس الرسل وظنوا انہم قد کذبوا الآ یعنی جب کافروں کی مہلت اور انکار اس حد تک پہنچ گیا۔ کہ پیغمبر مایوس ہوگئے۔ اور اپنے جھوٹا ہونے کا گمان کرنے لگے۔ یعنی اُنکے عذاب اور سزا سے مایوس ہو کر قیامت کے وعدے میں شک کرنے لگے۔

گیج گشتیم از دم سودائیاں | کہ بزو بک شما باغست و خواں

تنگ، ہوں کرتے ہیں سودائی بیان | ہے تمہارے پاس گلشن اور خوان

چشم میمالم کہ اینجا باغ نیست | یا بیابانیست یا مشکل رہیست

آنکھ ملتا ہوں کہ گلشن ہے کدھر | یا ہے جنگل یا ہے مشکل رہگذر

ای عجب چندیں دراز ایں ماجرا | چوں بود بیہودہ و ہزل و خطا

ہے تعجب۔ ماجرا اتنا بڑا | کس طرح ہو ہزل کیونکر ہو خطا

من ہمی گویم چو ایشاں ای عجب | ایں چنیں مہرے چرا زد صنع رب

مثل اُن کے میں بھی کہتا ہوں اجی | صنع رب کی مہر ایسی کیوں لگی

زیں تنازعہا محمدؐ در عجب | در تعجب نیز ماندہ بولہب

تھا انہیں جھگڑوں سے احمدؐ کو عجب | اور تعجب میں رہا تھا بولہب

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف | تا چہ خواہد کرد سلطان شگرف

اس میں اور اُس فرق میں ہے امتیاز | دیکھئے کرتا ہے کیا وہ بے نیاز

اے دقوقی تیز دو تر ہیں خموش | چند گوئی چند چوں قحط است گوش

تیز دَو ہے تو دقوقیؔ رہ خموش | کب تک آخر یہ بیاں، ہے قحط گوش

ساتوں درختوں کا پھر ایک درخت ہو جانا

گفت راندم پیشتر من نیکبخت | باز شد آں ہفت جملہ یک درخت

بولے۔جب آگے بڑھا میں نیک بخت | ساتوں مل کر ہو گئے پھر اک درخت

ہفت میشد فرد میشد ہر دمے | من چساں میگشتم از حیرت ہمے

سات ہو جاتے تھے پھر ہوتے تھے ایک | دیکھ کر میں تھا تحیرؔ سے ویک

بعد ازاں دیدم درختاں در نماز | صف کشیدہ چوں جماعت کردہ ساز

پھر عبادت میں درخت آئے نظر | صف بصف مثل جماعت خاک پر

یک درخت از پیش مانند امام — دیگراں اندر پسِ او در قیام

آگے تھا اِک پیڑ مانندِ امام — کر رہے تھے دوسرے پیچھے قیام

آں قیام و آں رکوع و آں سجود — از درختاں بس شگفتم می نمود

اُن درختوں کے رکوع و سجدہ سے — کیا کہوں میں، سخت حیرت تھی مجھے

یاد کردم قولِ حق را آں زماں — گفت و النجم الشجر ایسجداں

قول حق یاد آ گیا، مجھ کو اِدھر — سجدہ کرتے ہیں مجھے نجم و شجر

ایں درختاں را نہ زانو نہ میاں — ایں چہ ترتیبِ نماز ست آنچناں

تھے نہ زانو اور نہ پیڑوں کی کمر — ایسی ترتیبِ نماز آئی نظر

آمد الہامِ خدا کاے با فروز — مے عجب داری ز کارِ ما ہنوز

آیا الہامِ خدا، اے با فروز — تو مرے کاموں سے حیراں ہے ہنوز

اُن سات درختوں کا سات مرد بن جانا

بعد دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد — جملہ در قعدہ پئے یزدانِ فرد

بعد ازاں، وہ ہو گئے سات آدمی — کرتے تھے قعدہ میں یاد اللہ کی

چشم می مالم کہ آں ہفت ارسلاں — تا کیانند و چہ دارند از جہاں

آنکھ مَلتا تھا کہ یہ ساتوں جواں — کون ہیں، رُتبے میں پہنچے ہیں کہاں

چوں بنزدیکی رسیدم من ز راہ — کردم ایشاں را سلام از انتباہ

جب میں پہنچا پاس اُن کے لاکلام — با ادب ہو کر کیا میں نے سلام

قوم گفتندم جوابِ آں سلام — اے دقوقی مفخر و تاجِ کرام

بولے کرکے وہ جوابی پھر سلام — اے دقوقی ؟ فقر والوں کے امام

گفتم آخر چوں مرا بشناختند — پیش ازیں بر من نظر ننداختند

پوچھا میں نے۔ کیسے پہچانا مجھے — اِس سے پہلے تو نہ دیکھا تھا مجھے

از ضمیر من بدانستند زود   یکدگر را بنگریدند از فرود

وہ ضمیر اور حالِ دل پہچان کے   پھر گئے اک دوسرے کو دیکھنے

پاسخم داده که اے جانِ عزیز   چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز

یوں دیا مجھ کو جواب اے باصفا   تجھ پہ بھی یہ راز پوشیدہ ہے کیا

بر دلے کو در تحیر با خداست   کے شود پوشیده از چپ و راست

ایسے دل پر، ہے جو حیرانِ خدا   راز پوشیدہ ہے کوئی کب رہا

گفتم از سوئے حقایق بشکفید   چوں ز اسم و حرفِ رسمی و آکفید

بولا میں، آخر حقیقت کچھ کہو   تم جو اِسم و رسم سے آگاہ ہو

گفت اگر اسمے شود غیب از ولی   آں ز استغراق داں نز جاہلی

بولے کوئی نام اگر بھولے ولی   وہ ہے استغراق، کب ہے جاہلی

بعد ازاں گفتند مارا آرزوست   اِقتدا کردن بتو اے پاک دوست

پھر وہ سب بولے ہمیں ہے آرزو   مقتدی بننے کی اے فرخندہ خو

گفتم آرے لیک یکساعت که من   مشکلاتے دارم از دورِ زمن

میں یہ بولا، ہاں مگر ٹھہرو ذرا   ہے ابھی کچھ مشکلوں کا سامنا

تا شود آں حل بصحبتہائے پاک   که بصحبت روید انگورے ز خاک

تا وہ حل ہوں آج قربِ پاک سے   اُگتے ہیں انگور مل کر خاک سے

دانۂ پُر مغز را خاک دژم   خلوتی و صحبتی کرد از کرم

دانۂ پُر مغز کو بھی خاک نے   اپنا ہم صحبت بنایا لُطف سے

خویشتن در خاک کلّی محو کرد   تا نماندش رنگ و بوئے سرخ و زرد

خاک میں جب محو بالکل ہو گیا   رنگ و بُو کی قید سے بس وُہ چھٹا

از پس آں محو قبض او نماند   بر گشاد و بست شد مرکب براند

ہو گیا پھر قبض اس کا وُہ فنا   وہ گشاد و بست سے تھا آشنا

پیش اصل خویش چوں بےخویش شد | رفت صورت جلوہ معنیش شد

آگے اپنی اصل کے بے خود ہوئے | ہٹ گئی صورت، تو پھر معنی کھلے

سر چنیں کردند ہیں فرماں ترا است | تف دل آں سر چنیں کردن بخاست

سر ہلا کر سب یہ بولے۔ ہے بجا | دل کی گرمی بڑھ گئی جب سر ہلا

ساعتے با آں گروہِ مجتبے | چوں مراقب گشتم و از خود جدا

اس گروہِ باصفا میں اے فتا | ہو کے بیخود جب مراقب میں ہوا

ہم دراں ساعت ز ساعت رست جاں | ز آنکہ ساعت پیر گرداند جواں

جان ساعت سے ہوئی میری جدا | کیونکہ ساعت سے جواں بوڑھا ہوا

جملہ تلوینہا ز ساعت خاستہ ست | رست از تلویں کہ از ساعت برست

ہیں یہ سب ساعت سے گونا گونیاں | جب چھٹا ساعت سے پھر۔ قسمیں کہاں

چوں ز ساعت ساعتے بیروں شوی | چوں نماند محرمِ بےچوں شوی

جبکہ تو ساعت سے اک ساعت چھٹا | محرمِ اسرارِ بے چوں ہو گیا

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست | ز آنکہ آں سو جز تحیر راہ نیست

ساعتی بے ساعتی سے بے خبر | جز تحیر کون ہے اس راہ پر

ہر نفر را بر طویلہ خاص او | بستہ اند اندر جہان جستجو

ہر نفر کو اک طویلہ خاص پر | جستجو سے وہ ہے رکھتا باندھ کے

منتصب بر ہر طویلہ رائضے | جز بدستورے نیاید رائضے

ہر طویلے میں ہے اک چابک سوار | بے اجازت کچھ نہیں ہوتا ہے کار

از ہوس از یک طویلہ گرود | در طویلہ دیگرے اندر شود

گر ہوس میں اک طویلے سے وہ جائے | دوسرے ویسے طویلے میں پھر آئے

در زماں آخرچیان چست و خوش | گوشۂ افسار او گیرند و کش

مستعد داروغے پھر آئیں وہاں | باگ ڈور ان کی وہ کھینچیں بگیاں

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار — اختیارت را ببیں بے اختیار

گر نگہبانوں سے ہوں آنکھیں نہ چار — اختیار آئیں نظر بے اختیار

اختیارے می کنی و دست و پا — بر کشادہ دستت چرا جبسی چرا

ہے جو زعمِ اختیار اور دست و پا — کھول ہاتھ اپنے، مقید کیوں ہوا

دقوقی کا اس جماعت کی امامت کرنا

روئے در انکارِ حافظ بردہ — نام تہدیدات نفسش کردہ

تو نگہبانوں سے ہے منکر ہوا — نام ہے تہدید نفس اسکا رکھا

ایں سخن پایاں ندارد تیز رو — ہیں نماز آمد دقوقی پیش شو

یہ سخن لمبا ہے چل جلدی ذرا — اے دقوقی پڑھ نماز، آگے تو آ

اے یگانہ ہیں دوگانہ برگزار — تا مزین گردد از تو روزگار

اے یگانہ کر دوگانہ تو ادا — تا یہ عالم تجھ سے ہو آراستہ

اے امامِ چشمِ روشن، الصلا — چشمِ روشن باید اندر پیشوا

اے امام چشم روشن، الصلا — پیشوا کو چشمِ روشن ہے روا

در شریعت ہست مکروہ اے کیا — در امامت پیش کردن کور را

ہے شریعت میں یہ مکروہ وخطا — اندھے کو کرنا امامت میں کھڑا

گرچہ حافظ باشد و چست و فقیہ — چشمِ روشن بہ اگر باشد سفیہ

گرچہ وہ حافظ ہو اور چست وفقیہ — آنکھ بینا چاہیئے گو ہو سفیہ

کور را پرہیز نبود از قذر — چشم باشد اصلِ پرہیز و حذر

کیا نجاست سے بچے کور اے اخی — آنکھ ہی تو اصل ہے پرہیز کی

او پلیدی را نہ بیند در عبور — زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور

گندگی کو دیکھے چلنے میں نہ کور — اُس کا فعل و قول ہے محروم نور

کورِ ظاہر در نجاست ظاہر ست	کورِ باطن در نجاساتِ سرِ ست
کورِ ظاہر کی نجاست ظاہری	کورِ باطن کی نجاست باطنی
ایں نجاست ظاہر از آبے رود	واں نجاست باطن افزوں می‌شود
ظاہرا ناپاکی پانی سے مٹے	ہاں مگر ناپاکی باطن کی بڑھے
جز بآبِ چشم نتواں شستن آں	چوں نجاساتِ بواطن شد عیاں
آنکھ کے پانی سے دھل سکتی ہے ہاں	باطنی جب اک نجاست ہو عیاں
چوں نجس خوانده ست کافر را خدا	آں نجاست نیست در ظاہر ورا
جب نجس کہتا ہے کافر کو خدا	وہ نجاست اسکی کب ہے ظاہرا
ظاہرِ کافر ملوث نیست زیں	آں نجاست ہست در اخلاق دیں
ظاہرِ کافر نہیں اس سے بھرا	ہے نجس اخلاق دیں میں وہ ہوا
ایں نجاست بویش آید بیست گام	واں نجاست بویش از رے تا بشام
اس نجاست کی ہے بد بو بیس گام	اور اُس کی بو ہو رَے سے تا بہ شام
بلکہ بویش آسماں ہا بر رود	بر دماغِ حور و رضواں بر شود
بلکہ جائے آسماں تک اس کی بو	تا دماغِ حور و رضواں ہو بہو
آنچہ میگویم بقدرِ فہمِ تست	مُردم اندر حسرتِ فہمِ درست
ہیں بقدرِ فہم یہ باتیں مری	فہمِ کامل کی مجھے حسرت رہی
فہم آبست و وجودِ تن سبو	چوں سبو بشکست ریزد آب او
فہم پانی ہے۔ وجودِ تن سبو	جب سبو ٹوٹے ہو پانی سُو بسُو
ایں سبو را پنج سوراخست ژرف[1]	اندرونے آب ماند خود نہ برف
اس سبو میں پانچ ہیں سوراخ ژرف[1]	پانی ٹھہرے گا نہ اسمیں اور نہ برف

[1] سخت اور بڑے ✦

امر تغضّوا غضّۃ ابصارکم ہم شنیدی راست ننہادی قدم

بند کرلو آنکھ - حق نے کہ دیا اس کو سن کر بھی نہ تم سنبھلے ذرا

از دہانت نطق فہمت را بَرَد گوش چوں زنگست فہمت را خورد

نطق مُنہ سے لے کے جائے فہم کو کان مثل زنگ کھائے فہم کو

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت میکشاید آب فہم مُضمرت

اس طرح سوراخ جو ہیں دوسرے فہم کا پانی بہاتے ہیں ترے

گر زدریا آب را بیروں کنی بیعوض آں بحر راہاموں کنی

پانی دریا سے جو تو باہر کرے لاجرم دریا کو مثل بر کرے

بیگہست ارنہ بگویم حال را مدخل اعواض را وابدال را

ہوتا گر موقع تو میں کرتا بیاں مدخل[۲] اعواض و ابدال ایجواں

کاں عوضہا واں بدلہا بحر را از کجا آید زبعد خرجہا

وہ عوض اور وہ بدل اس بحر کے خرج کے بعد آتے ہیں کس سمت سے

صد ہزاراں جانور زدمی چرند ابرہا ہم از برونش میبرند

سیر ہو جاتے ہیں لاکھوں جانور ابر لے جاتے ہیں پانی کھینچکر

باز دریا آں عوضہا میکشد از کجا. دانند اصحاب رشد

پھر ہے وہ دریا عوض کو کھینچتا جو ہے نیکوکار اسے ہے جانتا

قصہا آغاز کردیم از شتاب ماند بےمخلص درونِ ایں کتاب

کردے آغاز قصے زود تر مثنوی میں رہ گئے وہ مختصر

اے ضیاء الحق حسام الدین راد کہ فلک وارکاں چو تو شاہے نزاد

اے ضیاء الحق حسام الدین سخی کب فلک نے دی کسی کو یہ شہی

[۱] اپنی آنکھوں کو چھپاؤ ؛

[۲] یعنی عوض اور تبدیلیوں کے مدخل کا بیان کرتا ؛

تو بنا در آدمی در جان و دل
ای دل و جان از قدوم تو خجل

ہاں تو ہی تو ہے بنائے جان و دل
جان و دل ہیں تیرے جلووں سے خجل

چند کردم مدح قوم ما مضے
قصد من زآنہا تو بودی زاقتضا

اگلی قوموں کی جو میں نے مدح کی
مقتضائے قصد تیری ذات تھی

خانۂ خود را شناسد خود دعا
تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا

اپنا گھر پہچانتی ہے خود دعا
چاہے جس کے نام سے تو کر ثنا

بہر کتمان مدیح از نامحل
حق نہادست ایں حکایات و مثل

مدح بے جا کے چھپانے کے لئے
دیں حکایات و مثل اللہ نے

حق پذیرد کسرۂ دارد معاف
کز دو دیدہ کور دو قطرہ کفاف

کرتا ہے خالق شکستہ کو قبول
ہو جو کور آنکھوں سے اشکوں کا نزول

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل
لیک بپذیرد خدا جہد المقل

تو خجل ہے تجھ سے خود مدح حقیر
ہے قبول حق مگر سعی فقیر

مرغ و ماہی داند آں ابہام را
کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را

مرغ و ماہی جانیں اس ابہام کو
مجملاً میں نے سراہا نام کو

تا برو آہِ حسوداں کم وزد
تا خیالش را بدنداں کم گزد

حاسدوں کو کم ہو موقع آہ کا
دانت ہو تخئیل کا اس سے جدا

خود خیالش را کجا یابد حسود
در وثاق موش طوطی کے غنود

کب خیال اس کا حسودِ زار پائے
طوطا کب سوراخ میں چوہے کے جائے

آں خیال او بود از احتیال
موئے ابروئے ولیست آں نے ہلال

مکر و حیلہ سے ہے اسکا ہر خیال
چاند کب ہے، اُسکے ابرو کا ہے بال

دقوقیؒ کا امامت کے لئے آگے بڑھنا

مدح تو گویم برون از پنج و ہفت ❊ بر نویس اکنون دقوقیؒ پیش رفت
مدح تیری بڑھ کے سات[1] اور پانچ سے ❊ اب یہ لکھ، آگے دقوقیؒ بڑھ گئے

ور تحیات و سلام الصالحین ❊ مدح جملہ انبیاؑ آمد عجین
یہ تحیات اور سلام صالحین ❊ مدح جملہ انبیا ہے بالیقین

مدح ہا شد جملگی آمیختہ ❊ کوزہا در یک لگن در ریختہ
مدحتیں سب مل گئیں آپس میں ہاں ❊ اِک لگن میں جمع ہیں کوزے یہاں

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست ❊ کیشہا زیں روئے جز یک کیش نیست
کون ہے ممدوح یاں جز ایک کے ❊ سب مذاہب ایک ہیں اس نوع سے

زانکہ ہر مدحے بہ نورِ حق رود ❊ بر صور و اشخاص عاریت بود
ہے ہر اک مدحت خدا کے نور کی ❊ جسم و صورت کی ہے مدحت عارضی

مدحہا جز مستحق را کے کنند ❊ لیک بر پندار گمرہ میشوند
مستحق کی مدح ہوتی ہے اخی ❊ ہے مگر پندار سے اک گمرہی

ہمچو نورے تافتہ بر حائطے ❊ حائط آں انوار راچوں رابطے[2]
نور چمکے جس طرح دیوار پر ❊ رابطِ انوار دیوار اے پسر

لاجرم چوں سایہ سوئے اصل راند ❊ ضال مہ گم کرد و ز استایش بماند
سایہ سوئے اصل جب آخر گیا ❊ گم کیا گمرہ نے چاند اور چپ رہا

یا ز چاہے عکس ماہے وا نمود ❊ سر بچہ در کرد و آن را مے ستود
یا کنوئیں میں عکس مہ کا جب پڑا ❊ جھانک کر تعریف وہ کرنے لگا

[1] سات آسمان اور پانچ حواس ❊
[2] ربط رکھنے والی ❊

در حقیقت مادحِ ماہست او ۔۔۔ گرچہ جہل او بعکسش کرد رو

اصل میں مدّاح ہے وہ ماہ کا ۔۔۔ جہل سے ہے عکس کی جانب پھرا

مدح او مہ راست نے آں عکس را ۔۔۔ کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا

چاند کی ہے مدح کب ہے عکس کی ۔۔۔ کفر ہے کھایا جو دھوکا اے اخی

کز شقاوت گشت گمرہ آں دلیر ۔۔۔ مہ ببالا بود آں پنداشت زیر

ہو گیا گمرہ شقاوت سے دلیر ۔۔۔ چاند تھا اوپر وہ سمجھا اسکو زیر

زیں بتاں خلقاں پریشاں می شوند ۔۔۔ شہوتے رانده پشیماں مے شوند

ان بتوں سے لوگ حیراں ہو گئے ۔۔۔ جوشِ شہوت سے پشیماں ہو گئے

زانکہ شہوت با خیالے رانده اند ۔۔۔ وز حقیقت دور تر وا مانده اند

کیونکہ شہوت ہے خیالوں سے بسرا ۔۔۔ وہ حقیقت سے پڑے ہیں دور تر

با خیالے میل تو چوں پر بود ۔۔۔ تا بداں پر بر حقیقت بر شود

میل ہے جوں پر خیالوں سے تجھے ۔۔۔ تا کہ اس پر سے حقیقت تک اڑے

چوں برانذی شہوتے پرّت بریخت ۔۔۔ لنگ گشتی واں خیال از تو گریخت

جب ہوئی شہوت، ترا پر گر گیا ۔۔۔ ہو گیا لنگڑا خیال ابتر ہوا

پر نگہدار و چنیں شہوت مراں ۔۔۔ تا پر میلت برد سوئے جناں

پر بچائے رہ، نہ بھر شہوت میں ہاں ۔۔۔ تا کہ لے جائے یہ پر سوے جناں

خلق پندارند عشرت میکنند ۔۔۔ بر خیالے پرّ خود بر میکنند

خلق کو ہے اپنی عشرت کا گماں ۔۔۔ اس گماں پر ٹوٹتا ہے پر یہاں

وام دارِ شرحِ ایں نکتہ شدم ۔۔۔ مہلتم دہ معسرم زاں تن زدم

اس بیاں کی شرح کا ہوں قرضدار ۔۔۔ دے تو مہلت عسرت[1] سے ہوں ترسا

---

[1] تنگی ۔

باز گردم زانکہ قصہ شد دراز ۔۔۔ وقت تنگ و خلق موقوف نماز
لوٹتا ہوں کیونکہ ہے قصہ دراز ۔۔۔ وقت تنگ اور خلق مشتاق نماز

دقوقی کے پیچھے اس جماعت کا مقتدی ہونا

پیش در شد آں دقوقیؔ در نماز ۔۔۔ قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
پس امام اُن کے دقوقیؔ ہو گئے ۔۔۔ قوم تھی اطلس وہ اس پر نقش تھے

اقتدا کردند آں شاہاں قطار ۔۔۔ در پئے آں مقتدائے نامدار
اقتدا کی باندھ کر سب نے قطار ۔۔۔ مقتدا کے پیچھے جو تھا نامدار

چونکہ با تکبیر ہا مقروں شدند ۔۔۔ ہمچو قرباں از جہاں بیروں شدند
کہ جب تکبیر وہ باہم ملے ۔۔۔ مثل قرباں دہر سے باہر ہوئے

معنی تکبیر اینست اے امیم ۔۔۔ کاے خدا پیش تو ما قرباں شدیم
معنی تکبیر یہ ہیں اے فتا ۔۔۔ تجھ پہ ہم ہوتے ہیں قرباں اے خدا

وقت ذبح اللہ اکبر مے کنی ۔۔۔ ہمچنیں در ذبح نفس کشتنی
وقت ذبح اللہ اکبر تو کہے ۔۔۔ ایسے ہی جب نفس کو قرباں کرے

گوئی اللہ اکبر و ایں شوم را ۔۔۔ سر ببر تا وارہد جان از عنا
اور کہے اللہ اکبر۔ نفس کا ۔۔۔ کاٹ سر۔ تا جان غم سے ہو رہا

تن چو اسمٰعیلؑ جاں ہمچوں خلیلؑ ۔۔۔ کرد جاں تکبیر بر جسم نبیل
جسم اسمٰعیلؑ جاں مثل خلیلؑ ۔۔۔ جاں نے کی تکبیر تن پر اے جلیل

گشت کشتہ تن ز شہوتہا و آز ۔۔۔ شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
ہو گیا تن کشتۂ صد حرص و آز ۔۔۔ ہو کے بسم اللہ سے بسمل در نماز

چوں قیامت پیش حق صفہا زدہ ۔۔۔ در حساب و در مناجات آمدہ
جوں قیامت پیش حق باندھیں صفیں ۔۔۔ پھر مناجات اور حسابوں میں پڑیں

ایستادہ پیشِ یزداں اشک ریز — بر مثالِ راست خیز رستخیز
سامنے خالق کے روتے ہوں کھڑے — ہو قیامت جس طرح دن حشر کے

حق ہمے گوید چہ آوردی مرا — اندریں مہلت کہ دادم من ترا
پوچھے رب لایا ہے کیا میرے لئے — ایسی فرصت میں جو میں نے دی تجھے

عمر خود را در چہ پایاں بردۂ — قوت و قوت در چہ فانی کردۂ
عمر اپنی ختم کیونکر تو نے کی — تیری وہ قوت فنا کیونکر ہوئی

گوہرِ دیدہ کجا فرسودۂ — پنج حس را در کجا پالودۂ
آنکھ کا موتی کہاں تو نے گھسا — پانچ حس کو صاف کس جا ہے کیا

گوش و چشم و ہوش و گوہرہائے عرش — خرج کردی چہ خریدی تو ز فرش
آنکھ کان اور ہوش گوہر عرش کے — خرچ کر کے کیا خریدا فرش سے

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند — من ببخشیدم ز خود آں کے شدند
دست و پا تیشہ کی صورت میں تجھے — میں نے بخشے آخر کہاں سے آئے تھے

ہمچنیں پیغام ہائے دردناک — صد ہزاراں آید از یزدانِ پاک
ایسے ہی پیغام لاکھوں دردناک — بھیجے گا مخلوق کو یزدانِ پاک

در قیام ایں گفتہا دارد رجوع — وز خجالت شد دوتا اندر رکوع
تا قیام اس گفتگو میں تھا رجوع — پھر خجالت سے ہوا محو رکوع

قوتِ استادن از خجلت نماند — در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرم سے قوت اقامت کی نہ تھی — تو رکوع اس نے کیا تسبیح کی

باز فرماں میرسد بردار سر — از رکوع و پاسخ حق بر شمر
حکم خالق آئے گا پھر سر اٹھا — اور سن جو ہے جواب اللہ کا

سر بر آرد از رکوع آں شرمسار — باز اندر رو فتد آں خامکار
سر اٹھائے وہ خجل اور شرمسار — منہ کے بل پھر گر پڑے عصیاں شعار

باز فرماں آیدش بردار سر
حکم پھر آئے اٹھا تو اپنا سر
از سجود و وا دہ ز کردہ خبر
کیا کیا سجدے میں دے اس کی خبر

سر برآرد او دگرہ شرمسار
سر اٹھائے پھر وہ اپنا شرمسار
اندر افتد باز در رو ہمچو مار
منہ کے بل پھر گر پڑے مانند مار

باز گوید سر برآرو باز گو
حکم پھر ہو سر اٹھا اور کہہ بیاں
کہ بجو اہم جستت از تو مو بمو
تجھ سے استفسار کرتا ہوں میں ہاں

رکعت دیگر بیارہ و ہمچنیں
دوسری رکعت بھی ایسے ہی پڑھے
از نہیب و سہم یزداں در ایں
خوف خالق کی امانت کے لئے

چوں خطاب آمد دگر بارہ کہ خیز
جب دوبارہ حکم آئے ہو کھڑا
تا چہ کردستی زباں بکشائے تیز
کیا کیا تو نے بیاں کر بے ملا

قوت پا ایستادن نبودش
اب کھڑے ہونے کی قوت ہو کہاں
کہ خطاب ہیبتے برجاں زدش
جاں پہ ہو ہیبت کا طلب آگراں

پس نشیند قعدہ زاں بار گراں
قعدہ میں بیٹھے وہ پھر اس بار سے
حضرتش گوید سخن گو با بیاں
کہ بیاں کیا حال ہے پھر حق کے

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بود
دی جو نعمت شکر کیا اس کا کیا
دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
جو دیا سرمایہ سود اس کا دکھا

چونکہ سرمایہ بود او رانہ سود
سود و سرمایہ نہ جب دیکھے وہ پاس
شافعے خواہد کہ آرد عذر زود
ہو شفاعت کے لئے بیم و ہراس

سیدھے ہاتھ کی طرف سلام پھیرنا

رو بدست راست آرد در سلام
پھیرے سیدھے ہاتھ کی جانب سلام
سوئے جان انبیا و آل کرام
یعنی سوئے انبیائے ذی الکرام

یعنی اے شاہاں شفاعت کایں لئیم
اور سلے میری شفاعت کیجئے
سخت در گل ماندش پا و گلیم
سخت عاجز ہوں عنایت کیجئے

انبیا گویند روز چارہ رفت
وہ کہیں تدبیر کا دن تو گیا
چارہ آنجا بود و دست افزار رفت
چارہ تھا دنیا میں اب ہوتا ہے کیا

مرغ بے ہنگامی اے بدبخت رو　　ترک ما گو خون ما اندر مشو

جا کہ اب تو مرغ بے ہنگام ہے　　چھوڑ ہم کو، ہم سے اب کیا کام ہے

رو بگرداند بسوئے دست چپ　　در تبار و خویش گویندش کہ خپ

منہ جو بائیں سمت پھیرے، بمتلا　　دور ہو مکار۔ بولیں اقربا

ہیں جواب خویش گو باکردگار　　ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار

دے جواب اللہ کو اے نابکار　　کون ہیں ہم، کہہ نہ ہم سے بار بار

نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شد　　جان آں بیچارہ دل صد پارہ شد

ہر طرف سے جب ہوئیں مایوسیاں　　دل ہوا ٹکڑے ہوئی مغموم جاں

از ہمہ نومید گردد آں دغا　　پس برآرد ہر دو دست اندر دعا

سب سے ناامید جب ہو جائے وہ　　ہاتھ اٹھا لب پر دعا یہ لائے وہ

از ہمہ نومید گشتم اے خدا　　اول و آخر توئی و منتہا

میں ہوں اب مایوس سب سے اے خدا　　اول و آخر ہے تو اور انتہا

در نماز ایں خوش اشارتہا ببیں　　تا بدانی کایں بخواہد شد یقیں

دیکھ اشارے یہ نمازوں میں عیاں　　ایسا ہونا ہے یقیں کر بیگماں

دقوقی کا اہل کشتی کی فریاد سننا

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز　　سر مزن چوں مرغ بے تعظیم و ساز

بچہ اس بیضہ سے کر لے آشکار　　مرغ ناکارہ کی صورت سر نہ مار

آں دقوقی در امامت کرد ساز　　اندر آں ساحل درآمد در نماز

کی دقوقی نے امامت بانیاز　　ساحل دریا پہ پڑھتے تھے نماز

واں جماعت در پئے او در قیام　　اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام

اُن کے پیچھے تھا جماعت کو قیام　　منتخب اچھا کیا تھا یہ امام

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد	چوں شنید از سوئے دریا داد داد
ناگہاں آنکھ انکی دریا پر پڑی	آئیں دریا سے صدائیں شور کی
درمیان موج دید او کشتیے	در قضا و در بلا و زشتیے
موج میں آئی انہیں کشتی نظر	جو قضا میں اور بلا میں تھی ادھر
ہم شب و ہم ابر و ہم موج عظیم	آں سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات تھی، بادل بھی اور طوفان تھا	تین اندھیرے اور پھر ڈر غرق کا
تند بادے ہمچو عزرائیل خاست	موجہا آشوفتہ اندر چپ و راست
تھیں ہوائیں مثل عزرائیل کے تیز	موجیں ہر سو اٹھ رہی تھیں شور خیز
اہل کشتی از مہابت کاستہ	نعرہ و واویلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے تھے ناتواں	کر رہے تھے شور اور آہ و فغاں
دستہا در نوحہ بر سر میزدند	کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
ہاتھ سر پر مارتے تھے نوحہ خواں	کافر و ملحد ہوئے تھے ہم زباں
با خدا با صد تضرع آں زماں	عہدہا و نذرہا کردہ بجاں
عاجزی کرتے تھے سب اللہ سے	عہد کرتے، اور نذریں مانتے
سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ	روئے شاں قبلہ ندیدہ از ہیچ ہیچ
ننگے سر وہ سب تھے سجدے میں پڑے	قبلہ دیکھا ہی نہ تھا بس جہل سے
گفت کہ بیفائدہ ست ایں بندگی	واں زماں دیدہ دراں صد زندگی
تھی ندائے حق-عبث ہے بندگی	تم تو جب تھے مائل صد زندگی
از ہمہ امید ببریدہ تمام	دوستان و خال و عم و بابا و مام
منقطع سب سے امیدیں ہو گئیں	رشتہ دار اور دوستوں سے بالیقیں
زاہد و فاسق شدہ آندم متقی	ہمچو در ہنگام جاں کندن شقی
زاہد و فاسق بنے سب متقی	جیسے وقتِ نزع ہو کوئی شقی

نے ز چپ شاں چارہ بود نے ز راست ۔۔۔ حیلہا چوں مُرد ہنگام دعاست

دائیں بائیں سے کوئی چارہ نہ تھا ۔۔۔ مٹ گئے حیلے تو یاد آئی دعا

در دعا ایشاں و در زاری و آہ ۔۔۔ بر فلک ایشاں شدہ دود سیاہ

سب دعا کرتے ہوئے اور زاری و آہ ۔۔۔ آسماں پر چھا گیا دُود سیاہ

دیو آندم از عداوت تیز بیں ۔۔۔ بانگ زد کاے سگ پرستان لعین

دیکھا شیطاں نے عداوت سے ذرا ۔۔۔ اور کہا اے سگ پرستو بیوفا

مرگ جسک اے اہل انکار و نفاق ۔۔۔ عاقبت خواہد بدن ایں اتفاق

موت، لرزے، اے اہل انکار و نفاق ۔۔۔ ایک دن بس ہوگا ایسا اتفاق

چشم تاں تر باشد از بعد خلاص ۔۔۔ کہ شوید از بہر شوت دیو خاص

تر تمہاری آنکھیں ہوں بعد خلاص ۔۔۔ اور بنو تم بہر رشوت دیو خاص

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر ۔۔۔ دستتاں بگرفت یزداں از قدر

کیا نہیں ہے یاد - اکدن تھا خطر ۔۔۔ ہاتھ پکڑا تھا خدا نے دوڑ کر

ایں ہمے آمد ندا از دیو لیک ۔۔۔ ایں سخن را نشنود جز گوش نیک

دیو سے آئی تھی یہ پیہم ندا ۔۔۔ لیکن اس کو کوئی سنتا ہی نہ تھا

راست فرمودست با ما مصطفےٰ ۔۔۔ قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا

حق ہے یہ قول جناب مصطفےٰ ۔۔۔ قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت ۔۔۔ عاقلاں بینند ز اوّل مرتبت

دیکھے گا جاہل جو کچھ انجام میں ۔۔۔ عاقل اس کو ابتدا ہیں دیکھ لیں

کارہا ز آغاز اگر غیب است و سر ۔۔۔ عاقل اول دید و آخر آں مصر

ابتدا کی کام غیب و راز کے ۔۔۔ عاقل اوّل دیکھے، غافل بعد سے

اوّلش پوشیدہ باشد آخر آں ۔۔۔ عاقل و جاہل بہ بیند در عیاں

ابتدا ہوتی ہے بس اسکی نہاں ۔۔۔ عاقل و جاہل پہ آخر ہو عیاں

در بہ بینی واقعہ غیب اے عنود | حزم را سیلاب کے اندر ربود

واقعات غیب اگر آئیں نظر | حزم کو کب سیل لیجائے بسر

حزم چہ بود بدگمانی در جہاں | دمبدم دیدن بلائے ناگہاں

حزم کیا ہے بدگمانی جہاں | دیکھنا ہر دم بلائے ناگہاں

آنچنانکہ ناگہاں شیرے رسید | مرد را بدرید و در بیشہ کشید

بس اچانک جس طرح اک شیر آئے | مرد کو دے پھاڑ، جنگل لے کے جائے

او چہ اندیشد در آں بردن ببیں | تو ہماں اندیش اے استاد دیں

اس کو لیجانے میں اندیشہ ہو کیا | تو بھی سوچ ایسا ہی اے مرد خدا

مرد حازم کے تصورات[1]

میکشد شیر قضا در بیشہ ہا | جان ما مشغول کار و پیشہ ہا

کھینچتا جنگل میں ہے شیر قضا | کام میں مشغول ہیں ہم برملا

آنچناں کز فقر می ترسند خلق | زیر آب شور رفتہ تا بحلق

ایسے ہی یہ فقر سے ڈرتی ہے خلق | کھاری پانی میں ہے ڈوبی تا بہ حلق

گر بترسیدے از آں فقر آفریں | گنجہاشاں کشف گشتے در زمیں

ہوتا کچھ فقر آفریں سے خوف اگر | گنج ان کو خاک میں آتے نظر

جملہ شاں از خوف غم در عین غم | در پئے ہستی دویدہ در عدم

خوف غم سے عین غم میں ہیں پڑے | ہے عدم کی سمت ہستی کے لئے

[1] حزم و حازم کی تصریح دفتر سوم میں پہلے کی جا چکی ہے +

دقوقی کا دعا کرنا

چوں دقوقیؒ آں قیامت را بدید ۔ رحم او جوشید اشک او دوید
حضرت جب دیکھا دقوقیؒ نے بپا ۔ رو دیئے وہ۔ رحم اُن کو آگیا

گفت یارب منگر اندر فعلشاں ۔ دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں
بولے۔ دیکھ اُن کے نہ فعلوں کو خدا ۔ دستگیری کر کہ تو ہے کبریا

خوش سلامت شاں بساحل باز بر ۔ اے رسیدہ دست تو در بحر و بر
خیریت سے لا کنارے پر اُنہیں ۔ بحر و بر دونوں ہیں تیرے ہاتھ میں

اے کریم و اے رحیم سرمدی ۔ در گذار از بدسگالاں ایں بدی
اے کریم اور اے رحیم سرمدی ۔ در گزر کر اہل عصیاں کی بدی

اے بدادہ رائگاں صد چشم و گوش ۔ بے ز رشوت بخش کردہ عقل و ہوش
مفت ہیں تو نے دیئے سو چشم و گوش ۔ اور بے رشوت کے بخشے عقل و ہوش

پیش از استحقاق بخشیدہ عطا ۔ دیدہ از ما جملہ کفران و خطا
حق سے پہلے ہم پہ کرتا ہے عطا ۔ دیکھ کر ہم سب کے کفران و خطا

اے عظیم از ما گناہان عظیم ۔ تو توانی عفو کردن در حریم
ہم سے ہوتے ہیں گنہ اکثر بڑے ۔ عفو کر سکتا ہے تو اکرام سے

ما ز حرص و آز خود را سوختیم ۔ ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
حرص سے ہم نے لیا خود کو جلا ۔ تو نے ہی ہم کو سکھائی ہے دعا

حرمت آں کہ دعا آموختی ۔ در چنیں ظلمت چراغ افروختی
صدقہ تعلیم دعا کا اے خدا ۔ شمع کر دی ایسی ظلمت میں عطا

دستگیر و رہنما توفیق دہ ۔ جرم بخش و عفو کن بکشا گرہ
دستگیر و رہنما توفیق دے ۔ حل مشکل کر خطائیں بخش کے

ہمچنیں ہم رفت بر لفظش دعا
اس طرح سے کر رہے تھے وہ دعا
آں زماں چوں مادران باوفا
جس طرح کرتی ہیں مائیں باوفا

اشک میرفت از دو چشمش وآں دعا
آنکھ سے آنسو رواں تھے، اور دعا
بیخود از وے می برآمد بر سما
بیخودی میں جاتی تھی سوئے سما

آں دعائے بیخوداں خود دیگر است
بیخودوں کی یہ دعا ہے اور شے
آں دعا زو نیست گفت داور است
یہ سخن ان کا نہیں - اللہ کا ہے

آں دعا حق میکند چوں او فناست
وہ دعائے حق ہے - داعی ہے فنا
آں دعا و آں اجابت از خدا است
وہ دعا مقبول کرتا ہے خدا

واسطہ مخلوق نے اندر میاں
واسطہ کوئی نہیں ہے درمیاں
بیخبر زآں لابہ کردن جسم و جاں
بے خبر ہیں افترا سے جسم و جاں

بندگان حق رحیم و بردبار
حق کے بندے ہیں رحیم و بردبار
خوئے حق دارند در اصلاحِ کار
خوئے حق رکھتے ہیں اور اصلاحِ کار

مہرباں بے رشوتاں یاری گراں
ہوتے بے رشوت کے ہیں وہ مہرباں
در مقام سخت و در روزِ گراں
جب ہو سختی اور ہو روزِ گراں

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا
ڈھونڈ تو اس قوم کو اے مبتلا
ہیں غنیمت دار ایشاں پیش از بلا
اور غنیمت جان انہیں پیش از بلا

رست کشتی از دمِ آں پہلواں
انکی برکت سے ہوئی کشتی رہا
و اہل کشتی را بجہد خود گماں
اہل کشتی کو گماں کوشش کا تھا

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر
جیسے ان کے بازوؤں نے کھینچکر
بر ہدف انداخت تیرے از ہنر
تیر مارا ہے ہدف پر کارگر

پا رہاند روبہاں را در شکار
پاؤں سے اک لومڑی ہو رستگار
و آں ز دم دانند روباہاں غرار
اور سمجھے دُم ہوئی کشاف کار

عشقہا با دُم خود بازند کیں — میرہاند جان مارا از کمین

عشق اپنی دُم سے ہوتا ہے اُسے — جانتی ہے یہ بچاتی ہے مجھے

از ضلالت بوسہا بر دُم دہند — رقص گیرند و ز شادی بر جہند

گمرہی سے دُم کو ہے وہ چومتی — رقص میں آتی ہے اور ہے کھوتی

روبہا پارا نگہدار از کلوخ — پا چہ نبود دم چہ سود اے چشم شوخ

لومڑی! پاؤں سے رہنا ہوشیار — ہوں نہ پا، تو دُم ہو کیا عہدہ برار

ما چو روباہان و پائے ما کرام — میرہاندماں ز صد گوں انتقام

لومڑی ہم پاؤں ہیں اہل کرام — کرتے ہیں جو رستگار از انتقام

حیلۂ باریک ماں چوں دُم ماست — عشقہا بازیم با دُم چپ و راست

حیلۂ باریک دُم ہے اے اخی — انسیت دُم سے ہمیں ہے واقعی

دُم بجنبانیم ز استدلال و مکر — تا کہ حیراں گردد از ما زید و بکر

دُم ہلاتا کیا ہے استدلال و مکر — تا کہ ہوں حیران ہم سے زید و بکر

طالب حیرانی خلقاں شدیم — دست طمع اندر الوہیت زدیم

طالب حیرانی دُنیا ہیں ہمہ — اور الوہیت میں حرص آرا ہیں ہم

تا بافسوں مالک دُنیا شویم — این نمی بینیم ما کاندر گویم

تا فسوں سے مالک دُنیا ہوں ہم — یہ نہ سوجھے ہیں گڑھے میں بیش و کم

در گوے و در چہے اے قلتباں — دست وادار از سبال دیگراں

اس گڑھے اور چاہ میں اے ہرزہ کار — کر نہ اوروں کی خوشامد زینہار

چوں بہ بستانے رسی زیبا و خوش — بعد ازاں دامان خلقاں را بکش

گلشن شاداب میں پہنچے تو ہاں — ہو جا پھر مخلوق کا دامن کشاں

اے مقیم حبس چار و پنج و شش — نغز جائے دیگراں را ہم بکش

قید[1] چار و پنج و شش کو ہے اخی — ہو جگہ نادر، تو کھینچ اوروں کو بھی

[1] وسیطی ۲۳۷

اے چو خر بندہ حریف کون خر	بوسہ گاہ یافتی یا راہبر
مثل احمق اے حریف کون خر	بوسہ گہ پائی، اسی کو چاٹا کر
چوں نداوت بندگی دوست نیست	میل شاہی از کجایت خاستست
بندگی دوست جب یاور نہیں	میل شاہی پھر ہے کیوں اے نکتہ چیں
در ہوائے آنکہ گویندت زہے	بستہ بر گردن جانت ربے
طمع میں اس کی کہ سب اچھا کہیں	راستہ ڈھونڈا ہے اپنی جان میں
روبہا این دم حیلت را بہل	وقف کن دل بر خداوندان دل
لومڑی ! حیلے کے اس پھندے کو چھوڑ	رشتہ اپنے دل کا اہل دل سے جوڑ
در پناہِ شیر کم ناید کباب	روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
کیا پناہِ شیر میں کم ہیں کباب	از پئے مردار تو مت ہو خراب
تو دلا منظور حق آنگہ شوی	کہ چو جزوی سوئے کل خود روی
ہوگا تو منظور حق اس دم دلا	جب ملیگا کل سے مثل جزو جا
حق ہمے گوید نظر ماں بر دلست	نیست بر صورت کہ آں آب و گلست
حق یہ کہتا ہے۔ دلوں پر ہے نظر	آب و گل صورت ہے، کیوں دیکھوں ادھر
تو ہمے گوئی مرا دل نیز ہست	دل فراز عرش باشد نے بہ پست
تو کہے دل پاس ہے میرے مگر	عرش پر ہے دل۔ نہیں ہے فرش پر
در گل تیرہ یقیں ہم آب ہست	لیک ازاں آبت نشاید آبدست
مٹی میں پانی یقیناً ہے ولے	آب دست اس سے نہ لینا چاہیئے
زانکہ گر آبست مغلوب گلست	پس دل خود را مگو کایں ہم دلست
کیونکہ پانی ہے مگر مغلوب گل	اس لئے دل کو نہ اپنے کہہ تو دل

حاشیہ صفحہ گذشتہ چار سے عناصر اربعہ پانچ سے حواس خمسہ اور شش سے شش جہت مراد ہیں ش

آن دلے کز آسمانہا برترست | آن دل ابدال یا پیغمبرست
آسماں سے بڑھ کے جس کا حال ہے | وہ دل پیغمبر و ابدال ہے

پاک گشتہ آں ز گِل صافی شدہ | در فزونی آمدہ وافی شدہ
مٹی سے وہ پاک ہو کر ہے صفا | پائی افزونی، نہایت بڑھ گیا

ترکِ گِل کردہ سوئے بحر آمدہ | رستہ از زندانِ گِل بحری شدہ
چھوڑ کر مٹی سوئے دریا چلا | چھوٹا قیدِ خاک سے بحری بنا

آبِ ما محبوسِ گِل ماندست ہیں | بحرِ رحمت جذب کن ما را ز طیں
قید ہے مٹی میں پانی اس لئے | بحرِ رحمت! کھینچ ہم کو خاک سے

بحر گوید من ترا در خود کشم | لیک مے لافی کہ من آبِ خوشم
بحر کہتا ہے، تجھے میں کھینچ لوں | پر تو کہتا ہے: میں آبِ صافی ہوں

لافِ تو محروم مے دارد ترا | ترکِ آں پنداشت کن در من درا
لاف نے محروم ہے تجھ کو رکھا | چھوڑ دے پندار اور مجھ میں سما

آبِ گِل خواہد کہ در دریا رود | گِل گرفتہ پائے او را میکشد
سوئے دریا آبِ گِل کی ہے خوشی | پاؤں کو اس کے ہے مٹی کھینچتی

گر رہاند پائے خود از دستِ گِل | گِل بماند خشک و او شد مستقل
دستِ گِل سے پاؤں گر وہ لے چھڑا | خشک ہو گِل رہ جائے، اور وہ ہو رہا

آں کشیدن چیست آں گِل آب را | جذبِ تو نقل و شرابِ ناب را
کھینچنا کیا ہے وہ گِل سے آب کا | جذب ہے نقل و شرابِ ناب کا

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہاں | خواہ مال و خواہ آب و خواہ ناں
بس یونہی جتنی ہیں شہوات جہاں | خواہ مال، اور خواہ آب اور خواہ ناں

خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن | خواہ ملک و خانہ و فرزند و زن
خواہ گھوڑا، باغ، تلوار اور سپر | خواہ فرزند و زن اور ملک اور گھر

ہر یکے زآنہا ترا مستے کند — چوں نیابی آں خمارت بشکند
ان میں سے ہر ایک مستی دے تجھے — گر نہ پائے تو خمار اس کا رہے

ایں خمارِ غم دلیلِ آں شد است — کہ بداں مقصودِ مستی ات بد است
ہے خمارِ غم، دلیل اس بات کی — تجھ کو بس مقصودِ مستی اس سے تھی

جز باندازہ ضرورت زیں مگیر — تا نگردد غالب و بر تو امیر
لے ضرورت سے نہ زائد بالیقیں — تجھ پہ وہ غالب نہ ہو جائے کہیں

سر کشیدی تو کہ من صاحب دلم — حاجتِ غیرے ندارم واصلم
بولے سرکش ہو کے، اہل دل ہوں میں — غیر کی حاجت نہیں، واصل ہوں میں

آنچنانکہ آب در گل سر کشد — کہ منم آب چرا جویم مدد
آب مٹی میں کرے جوں سرکشی — خود ہوں پانی، کیوں مدد لوں غیر کی

دل تو ایں آلودہ را پنداشتی — لاجرم دل ز اہلِ دل برداشتی
دل تو سمجھا ہے اس آلودہ کو ہاں — اہلِ دل سے، دل اٹھایا بیگماں

خود روا داری کہ آں دل باشد ایں — کہ بود در عشقِ شیر و انگبیں
خود ہی کر انصاف۔ یہ دل ہے کہیں — جو محبت میں ہو شیر و انگبیں

لطفِ شیر و انگبیں عکسِ دلست — ہر خوشی را آں خوش از دل حاصلست
لطفِ شیر و شہد عکسِ دل میں ہے — حاصلِ ہر عیش اس حاصل میں ہے

پس بود دل جوہر و عالم عرض — سایۂ دل چوں بود دل را غرض
دل ہے جوہر اور ہے عالم عرض — سایۂ دل ہو کہاں دل کی غرض

آں دلے کو عاشقِ مالست و جاہ — یا زبونِ ایں گل و آبِ سیاہ
ہے جو دل سرشار و مستِ حبِ جاہ — یا وہ ہے وقفِ گل و آبِ سیاہ

یا خیالاتے کہ در ظلماتِ او — مے پرستد شاں برائے گفتگو
یا خیال ایسے کہ ظلمت میں انہیں — پوجتا ہے تاکہ وہ باتیں کریں

دل نباشد غیر آں دریائے نور ... دل نظر گاہِ خدا و آنگاہ کور

کیا ہے دل، یہ دل ہے دریا نور کا ... کور کیونکر ہو نظر گاہِ خدا

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام ... در یکے باشد کہ ہست آں کدام

دل نہیں ہے لاکھوں خاص و عام میں ... ایک میں ہے ڈھونڈ اسے کر کر تمیز

ریزۂ دل را بہل دل را بجو ... تا شود آں ریزہ چوں کوہے ازو

ریزہ ہو دل چھوڑ، ڈھونڈ اس قلب کو ... تا کہ وہ ریزہ مثالِ کوہ ہو

دل محیط است اندریں خطۂ وجود ... زر ہمے افشاند از احسان و جود

دل محیط اس جسم کے ہے خطے میں ... زر فشانی ہے اسی کے حصے میں

از سلامِ حق سلامت ہا نثار ... میکند بر اہلِ عالم ز اختیار

ہے سلام حق پر اس کو اختیار ... اہلِ عالم پر وہ کرتا ہے نثار

ہر کرا دامن درستست و معد ... آں نثارِ دل برآنکس میرسد

جس کے دامن کو فراخی کچھ ملے ... فیض اس دل کا وہی حاصل کرے

دامنِ تو آں نیاز ست و حضور ... ہاں منہ در دامن آں سنگِ فجور

تیرا دامن ہے نیاز اور ہے حضور ... اپنے دامن میں نہ رکھ سنگِ فجور

تا نہ درد دامنت آں سنگہا ... تا بدانی نقد را از رنگہا

پھٹ نہ جائے اُن سے یہ دامن ترا ... فرق نقد و رنگ سمجھے بر ملا

سنگ پر کردی تو دامن از جہان ... ہم ز سنگِ سیم و زر چوں کودکاں

بھر لئے دامن میں پتھر رول کر ... مثل کچھ بچوں کے سنگِ سیم و زر

آں خیالِ سیم و زر چوں زر نبود ... دامنِ صدقت درید و غم فزود

وہ خیالِ سیم و زر تھا، زر نہ تھا ... صدق کا دامن پھٹا، غم بڑھ گیا

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ ... تا نگیرد عقل دامن شاں بچنگ

بچوں کو پتھر ہو کب پتھر بھلا ... عقل سے جب تک نہ ہوں وہ آشنا

پیر عقل آمد نہ آں موئے چو شیر | موئے نگنجد در ینجا اے فقیر
عقل ہے پیر اور نہ وہ مُو مثلِ شیر | مُو کی گنجائش نہیں یاں اے فقیر

اس جماعت کا دقوقی کی دُعا سے انکار

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام | شد نماز آں جماعت ہم تمام
جب رہا کشتی ہوئی اے نیکنام | پڑھ چکے تھے یہ نماز اپنی تمام

فجفجے افتاد شاں با ہمدگر | کیں فضولی نیست از ما ہا بدر
چرچا آپس میں وہاں ہونے لگا | واقعہ ہم سے نہیں ایسا ہوا

ہر یکے با یک دگر گفتند سر | از پس پشت دقوقی مستتر
بحث چپکے کہ ایسے تھے سر بسر | یوں پس پشت دقوقی کے بیٹھ کر

گفت ہر یک من نکردستم کنوں | ایں دعا نے از برون نے از درون
کہتا تھا ہر اک نہ یہ میں نے کیا | اور نہ مانگی ظاہر و باطن دُعا

گفت ما نا کایں امام ما ز درد | بو الفضولانہ مناجاتے بکرد
بولے تحقیق اس امام پاک نے | کی دعائے بو الفضولانہ - ارے

گفت آں دیگر کہ اے یار قریں | مر مرا ہم می نماید ایں چنیں
دوسرا بولا کہ اے یار قریں | مجھ کو بھی ایسا ہی ہوتا ہے یقیں

او فضولے بودہ است از انقباض | کرد بر مختارِ مطلق اعتراض
ہے فضولی سے جو اس کو انقباض | کر دیا مختارِ کل پہ اعتراض

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم | کہ چہ می گویند آں اہل کرم
پیچھے پھر کر میں نے جب ڈالی نظر | کہ رہے ہیں کیا یہ سب عالی گہر

یک از ایشاں را ندیدم در مقام | رفتہ بودند از مقام خود تمام
ایک کو میں نے نہ دیکھا پھر وہاں | ہو چکے تھے اس جگہ سے سب رواں

نے چپ و نے راست نے بالا و زیر ‏/ چشم تیزم من نباشد بر قوم خیر

داہنیں بائیں تھے۔ نہ اوپر اور نہ زیر ‏/ تیز نظر میں میری عاجز تھیں۔ دلیر

ذرہا بودند گوئی آب گشت ‏/ نے نشانِ پا و نے گردے بدشت

تھے وہ کچھ ذرے کہ پانی ہو گئے ‏/ دشت میں انکے نشانِ پا نہ تھے

در قباب حق شدند آندم ہمہ ‏/ در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ

حق کے قبوں میں ہوئے وہ سب نہاں ‏/ کون سے روضے میں پہنچے شادماں

در تحیر ماندہ ام کایں قوم را ‏/ چوں بپوشانید حق از چشم ما

اس جماعت سے میں حیران رہ گیا ‏/ کیوں لیا اللہ نے ان کو چھپا

آنچناں پنہاں شدند از چشم او ‏/ مثل غوطہ ماہیاں در آب جو

اس طرح وہ آنکھ سے پنہاں ہوئے ‏/ جیسے مچھلی مار کر غوطہ چھپے

سالہا در حسرت ایشاں بماند ‏/ عمرہا در شوق ایشاں اشک راند

سالہا حسرت میں وہ انکی رہے ‏/ مدتوں روتے رہے اس شوق سے

تو نگوئی مردِ حق را در نظر ‏/ کے در آید با خدا ذکرِ بشر

مردِ حق دیکھے۔ بشر مت کہ پسر ‏/ کب خدا کے ساتھ ہو ذکرِ بشر

خر ازیں میخندد اینجا اے فلاں ‏/ کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں

تجھ پہ ہنستا ہے گدھا بھی اے فلاں ‏/ بس بشر دیکھا نہ دیکھی تو نے جاں

کار ازیں ویراں شدست اے مردِ خام ‏/ کہ بشر دیدی تو ایشاں را چو عام

کام یوں ابتر ہوا اے مردِ خام ‏/ ان کو تو سمجھا بشر مانندِ عام

تو ہماں دیدی کہ ابلیس لعیں ‏/ گفت من از آتشم آدم ز طیں

تو نے دیکھا۔ جوں کہا ابلیس نے ‏/ آگ سے میں ہوں۔ اور آدم خاک سے

چشم ابلیسانہ را یکدم بہ بند ‏/ چند بینی صورت آخر چند چند

چشم ابلیسی کو اپنی کر لے بند ‏/ دیکھے گا ظاہر کی جانب تا بہ چند

اے دقوقیؔ با دو چشم ہمچو جو — ہین مبر امید ایشان را بجو

اے دقوقیؔ رو نہ یوں مانند جو — ہو نہ مایوس اور انکو ڈھونڈ تو

ہین بجو کہ رکن دولت جستن است — ہر کشادے در دل اندر بستن است

ڈھونڈ تو ہے رکن دولت ڈھونڈنا — دل لگانے میں فراخی ہے فتا

از ہمہ کار جہان پرداختہ — کو و کو می گو بجان چون فاختہ

چھوڑ کر دُنیا کے کاموں کو ذرا — دل سے کوکو کرتا پھر جوں فاختا

نیک بنگر اندرین اے محتجب — کہ دعا را بست حق بر استجب

غور کر دل میں ذرا اے محتجب — ہے دُعاؤں کو نوید استجب

ہر کرا دل پاک شد از اعتلال — آن دعایش میرود تا ذوالجلال

علتوں سے پاک جب دل ہو گیا — جاتی ہے بے اشک خدا تک ہر دُعا

بے محنت طالب روزی کا قصہ

یادم آمد آن حکایت کان فقیر — روز و شب میکرد افغان و نفیر

یاد آئی وہ حکایت اِک فقیر — روز و شب تھا آہ و نالہ میں اسیر

از خدا میخواست روزی حلال — بے شکال رنج و کسب و انتقال

چاہتا تھا حق سے روزی حلال — وہ بغیر کسب و محنت بے ملال

پیش ازین گفتیم بعضے حال او — لیک تعویق آمد و شد پنج تو

پہلے ہم نے حال کچھ اسکا لکھا — دیر اس میں ہو گئی اور بڑھ گیا

ہم بگوئیمش کجا خواہد گریخت — چون ز ابر فضل حق حکمت بریخت

میں کہوں وہ قصہ جائے گا کہاں — فضل حق کا ابر ہے حکمت نشاں

۱ پشیمان ۔

۲ قولہ تعالیٰ عز و جل:- ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھ سے دُعا کرو یا مجھے پکارو۔ میں تمہاری دعائیں قبول کرونگا ۔

صاحب گاوش بدید و گفت ہین ... اے بظلمت گاو من گشتہ رہین
گائے والے نے کہا بس واہ جی ... گائے میری ظلم ہیں تیرے پھنسی

ہین چرا کشتی بگو گاو مرا ... ابلہ طرار انصاف اندر آ
تو نے کیوں مارا ہے میری گائے کو ... بیوقوف اب مائل انصاف ہو

گفت من روزے زحق میخواستم ... قبلہ را از لابہ مے آراستم
بولا ہیں حق سے تھا روزی مانگتا ... تھا خوشامد سے دعائیں کر رہا

سالہا بود ست کار من دعا ... تا کہ بفرستاد گاوے اخدا
سالہا مانگی جو میں نے یوں دعا ... گائے بھیجی تھی خدا نے بر ملا

چوں بدیدم گاو را برخاستم ... روزی من بود کشش میخواستم
گائے کو میں نے جو دیکھا تو اٹھا ... میری روزی تھی، جو تھا میں چاہتا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب ... روزی من بود کشتم نک جواب
ہیں پرانی وہ دعائیں مستجاب ... میری روزی تھی یہ ہے سن لے جواب

او ز خشم آمد گریبانش گرفت ... چند مشتے زد برویش ناشگفت
اس نے بس پکڑا گریباں غصہ سے ... چند گھونسے اس کے منہ پر جڑ دیئے

دونوں فریقوں کا حضرت داؤدؑ کے پاس جانا

میکشیدش تا بداؤد نبی ... کہ بیا اے ظالم گیج غبی
پاس چل داؤدؑ کے اس نے کہا ... چل ادھر او ظالم حیلہ نما

حجت بارد رہا کن اے دغا ... عقل در تن آور و با خویش آ
کر نہ بے معنی دلیلیں پُر دغا! ... عقل سے لے کام اور آپے میں آ

ایں چہ میگوئی دعا چہ بود مخند ... بر سر و ریش من و خویش اے لوند
کیا تو کہتا ہے دعا، خندہ نہ کر ... اپنی میری ریش کو رسوا نہ کر

گفت من با حق دعاہا کردہ ام — اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
بولا میں نے کی ہے خالق سے دُعا — خونِ دل ہے اس خوشامد میں پیا

من یقین دارم دُعا شد مستجاب — سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب
ہے یقین میری دُعا تھی مستجاب — مار سر پتھر پہ تو خانہ خراب

گفت گرد آئید ہیں اے مسلمیں — ژاژ بینید و فشارِ ایں لعیں
بولا دوڑو اے مسلمانو ! چلو — اس لعیں کی بہکی باتیں دیکھ لو

اے دُغا تا چند خائی ژاژ را — حجّتِ قاطع بگو چہ بود دُعا
اے فریبی بیہدہ گوئی ہے کیا — لا دلیل اچھی کوئی - کیا ہے دُعا

اے مسلماناں دعا مالِ مرا — چوں از آنِ او کند بہرِ خدا
مال میرا مومنو کیونکر دُعا — اس کا کر دیگی - کہو بہرِ خدا

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں — یک دعا املاک بردندے بہ کیں
ایسا ہی ہوتا اگر - فہو المراد — سب دعا سے چھین لیتے جائداد

گر چنیں بودے گدایانِ ضریر — محتشم گشتہ بُدندے و امیر
ایسا گر ہوتا - تو یہ سارے فقیر — بنتے دولت والے اور ہوتے امیر

روز و شب اندر دعا و اندر ثنا — لابہ گویاں کہ تو دہ مال اے خدا
روز و شب جو کرتے رہتے ہیں دُعا — دے ہمیں تو مال و دولت اے خدا

تا تو ندہی ہیچکس ندہد یقین — اے کشائندہ تو بکشا بند ایں
تو نہ دے تو کون دیگا بالیقیں — کھول اے مشکل کشا عقدہ کہیں

مکسبِ کوراں بود لابہ و دعا — جز لبِ نانے نیابند از عطا
سب اندھوں کا خوشامد اور دُعا — صرف روٹی انکو ہوتی ہے عطا

قوم گفتند ایں مسلمانست کو — دیں فروشندہ دُعاہا ظلم جوست
قوم بولی یہ مسلماں بھی نہیں — ہے فروشندہ دُعا کا بالیقیں

این دعا کے باشد از اسباب ملک — کے کشد این را شریعت خود بسلک

یہ دعا ہوگی سبب کب ملک کا — ہے شریعت میں کہاں یہ قاعدا

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا — یا ز جنس این شود ملکے ترا

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا — یا ہو اس کی جنس پر قابو ترا

در کدامین دفتر ست این شرع نو — گاو را تو باز دہ یا حبس رو

کون سے دفتر میں ہے یہ شرع ہاں — قید ہو یا گائے واپس لا یہاں

اندر آور حبس در زندان او — ورنہ گاوش را بدہ حجت مگو

قید ہو چل سوئے زندان حیلہ گر — ورنہ اس کی گائے دے حجت نہ کر

او بسوئے آسمان میکرد رو — کای خداوند کریم لطف خو

وہ یہ کہتا دیکھکر سوئے سما — اے کریم لطف خو - اے کبریا

من دعاہا کردہ ام زین آرزو — واقعہ ما را کہ داند غیر تو

تھا دعاؤں میں یہ میرا مدعا — کون جانے واقعہ تیرے سوا

در دل من آن دعا انداختی — صد امید اندر دلم افراختی

تو نے میرے دل میں ڈالی وہ دعا — جس نے ڈالی سو امیدوں کی بنا

من نمے کردم گزافہ آن دعا — ہمچو یوسفؑ دیدہ ام بس خوابہا

میں نے بیہودہ نہ کی تھی وہ دعا — مثل یوسفؑ خواب ہوں دیکھا کیا

دید یوسفؑ آفتاب و اختران — پیش او سجدہ کنان چون کافران

دیکھا یوسفؑ نے کہ نجم و آفتاب — کافروں کی طرح ساجد ہیں شتاب

اعتمادش بود بر خواب درست — در چہ و زندان جز آن را مے نجست

خواب پر اپنے بھروسہ انکو تھا — چاہ و زندان میں خیال اسکا رہا

ز اعتماد او نبودش ہیچ غم — از غلام و از ملامِ بیش و کم

اس بھروسے سے نہ تھا کچھ انکو غم — اس غلامی اور ملامت کا بہم

اعتمادے داشت او بر خواب خویش
که چو شمعے میفروزیدش ز پیش

اعتماد انکو تھا اپنے خواب پر
شمع کے مانند آتا تھا نظر

چوں در افگندند یوسفؑ را بجاہ
بانگ آمد سمع او را از الٰہ

چاہ میں یوسفؑ کو ڈالا جس گھڑی
تو انہوں نے یہ ندائے حق سنی

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں
تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں

ایکدن تو شاہ ہوگا اے جواں
لے گا بدلہ اس جفا کا بیگماں

قائل ایں بانگ نا بد در نظر
لیک دل بشناخت قائل از اثر

کہنے والا گو نہ آتا تھا نظر
قلب میں لیکن تھا قائل کا اثر

قوتے و راحتے و مسندے
در میان جاں فتادش زاں ندے

اعتماد اور قوت اور آرام سا
اس ندا سے روح کو انکی ملا

چاہ شد بر وے بداں بانگ جلیل
گلشن و بزمے چو آتش بر خلیلؑ

اس صدا سے تھا کنواں شاداب تب
آگ جوں گلشن خلیلؑ اللہ پر

ہر جفا کہ بعد از آنش میرسید
او بداں قوت بشادی میکشید

بعد اس کے جو پہنچتی تھی جفا
وہ بدلتی تھی خوشی سے بر ملا

ہمچنانکہ ذوق آں بانگ الست
در دل ہر مومنے تا حشر ہست

جس طرح سے ذوق آواز الست
حشر تک رکھے گا ہر مومن کو مست

تا نباشد در بلاشاں اعتراض
نے ز امر و نہی حق شاں انقباض

تا نہ ہو انکو بلاؔ سے اعتراض
ہو نہ امر و نہی حق سے انقباض

لقمۂ تلخے چو شکر مے شود
خار ریحاں سنگ گوہر میشود

تلخ لقمہ جس سے ہو جائے شکر
خار گل ہو اور بہتر ہو گہر

لہ "بلٰی" سے مشابہ وہ لفظ جو "الست بربکم" کے جواب میں کیا گیا تھا ؂

لقمہ حکمت کہ تلخی مے نہد — گل شکر آں را اگر وارش میدہد

علم کے لقمے میں ہیں جو تلخیاں — کرتا ہے گلقند انہیں شیریں بیاں

گل شکر آں را کہ نبود مستند — لقمہ را از انکار او قے میکند

ہو نہ اس گلقند پر تکیہ جسے — لقمہ کھا بھی لے تو فوراً قے کرے

ہر کہ خوابے دید از روز الست — مست باشد در رہ طاعات مست

جس نے دیکھی خواب مخمور الست — طاعت حق سے رہا ہر وقت مست

میکشد چوں اشتر مست این جوال — بے فتور و بے گماں و بے ملال

کھینچتا ہے بار مانند اونٹ کے — بدگمانی ہے نہ سستی ہے اسے

کفک لفظ تصدیقش بگرد پوز او — شد گواہ مستی دلسوز او

اس کے منہ میں جھاگ ہیں تصدیق کے — مستی دلسوز کے شاہد بنے

اشتر از قوت چو شیر نر شدہ — زیر ثقل بار اندک خور شدہ

اونٹ قوت سے جو شیر نر ہوا — بوجھ بھاری تھا تو کم کھانے لگا

ز آرزوے ناقہ صد فاقہ برو — مینماید کوہ پیشش تار مو

اونٹنی کے شوق میں فاقے ہوئے — کوہ آتا ہے نظر جوں بال کے

در الست آنکو چنیں خوانے ندید — اندریں دنیا نشد بندہ مرید

خوان ازل میں جس نے یہ دیکھا نہ تھا — وہ نہ دنیا میں مرید آ کر ہوا

ور بشد اندر تردد صد دلہ — یک زماں شکرستش و سالے گلہ

جو ہوا بھی تو تردد میں رہا — اک گھڑی کا شکر برسوں کا گلا

پائے پیش و پائے پس در راہ دیں — مے نہد با صد تردد بے یقیں

راہ دین میں آگے پیچھے وہ قدم — رکھتا ہے بے حد تردد سے بہم

وام دار شرح اینم نک گرو — ور شتابست از الم نشرح شنو

ہوں گرو اور قرضدار اس شرح کا — گر ہے جلدی۔ سن الم نشرح فدا

چوں ندارد شرح ایں معنی کراں	خر لبسوئے مدعیؑ گاوراں
شرح اس معنی کی تو ہے بے کراں	مدعیؑ گاو کا پھر کر بیاں
گفت کورم خواند زانیجرم آں دغا	بس بلیسیانہ قیاس ست ایخدا
کہتا[1] تھا۔ کہتا ہے یہ[2] اندھا مجھے	کیسے شیطانی ہیں اس کے وسوسے
من دعا کورانہ کے مے کردہ ام	جز بخالق کدیہ کے آوردہ ام
میں نے کب کورانہ کی تھی وہ دعا	بھیک کس سے مانگی تھی غیر خدا
کور از خلقاں طمع دارد زجہل	من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
کور کو ہے طمع خلق از روئے جہل	اور مجھے تجھ سے کہ ہر مشکل بہ سہل
آں یکے کورم ز کوراں بشمرید	او نیاز جان و اخلاصم ندید
خود ہے اندھا کور جو سمجھا مجھے	وہ نیاز اخلاص کیا جانے مرے
کوری عشق ست ایں کوری من	حب[3] یعمی و یصم ست اے حسن
عشق کی کوری ہے یہ کوری مری	عشق کر دے اندھا بہرا واقعی
کورم از غیر خدا بینا بدو	مقتضائے عشق ایں باشد نکو
غیر سے اندھا ہوں بینائے خدا	عشق کا بیشک یہی ہے مقتضا
تو کہ بینائی ز کورانم مدار	دایرم بر گرد نقطہ ایں مدار
تو ہے بینا مت بنا اندھا مجھے	گھومتا پھرتا ہوں گرد میں اس نقطے کے
آنچنانکہ یوسف صدیق را	خواب بنمودی و گشتش متکا
یوسف صدیق کو جس طرح تھا	خواب پر اک اعتماد اے کبریا[4]

ے۱ یعنی وہ شخص کہتا تھا۔ جس نے گائے کو ذبح کر ڈالا تھا ÷

ے۲ یعنی مدعی ÷ ے۳ اس حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے کہ "حبّ الشیءِ یعمی و یصم" یعنی کسی چیز کی محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے ÷

ے۴ یعنی اے خدا! میں تیرے ہی گرد گھومتا ہوں ÷

امرِ مرا لطفِ تو ہم خوابے نمود — آں دعائے بیحدم بازی نبود
لطف نے تیرے دکھایا مجھکو خواب — کھیل کب تھی وہ دعائے بے حساب

مے نداند خلق اسرارِ مرا — ژاژ ہمیدانند گفتارِ مرا
بھید میرے خلق ہے کب جانتی — بیہودہ سمجھی ہے وہ باتیں مری

حق نہانست کہ داند رازِ غیب — غیرِ علّامِ سِر و ستّارِ عیب
حق نہاں ہے۔کون جانے رازِ غیب — ہاں مگر خالق جو ہے ستّارِ عیب

خصم گفتش رو بمن کن حق بگو — رو چہ سوئے آسماں کردی عمو
بولا دشمن ہا دیکھ ادھر اور سچ بتا — دیکھتا ہے آسماں کی سمت کیا

شید مے آری غلط مے افگنی — لافِ عشق و لافِ قربت میزنی
مکر کرکے دھوکا دیتا ہے مجھے — زعم میں ہے اپنے قرب و عشق کے

با کدامیں روئے چوں دل مردۂ — روئے سوئے آسما نہا کردۂ
تو ہے دل مردہ تو کس منہ سے بتا — آسماں کی سمت تو نے رخ کیا

غلغلہ در شہر افتادہ ازیں — آں مسلماں می نہد رو بر زمیں
اس کا سارے شہر میں چرچا ہوا — سر بسجدہ اِک مسلماں ہے پڑا

کاے خدا ایں بندہ را رسوا مکن — گر بدم من سِرِّ من پیدا مکن
کہہ رہا ہے۔اے خدا رسوا نہ کر — ہوں جو بد، میرا یہ راز افشا نہ کر

تو ہمے دانی و شب ہائے دراز — کہ ہمے خواندم ترا با صد نیاز
جانتا ہے تو کہ راتیں تھیں دراز — میں دعائیں کر رہا تھا با نیاز

پیشِ خلق ایں را اگر خود قدر نیست — پیشِ تو ہمچوں چراغِ روشنیست
قدر اس کی خلق کر سکتی نہیں — اور ترے آگے ہے روشن بالیقیں

گاو میخواہند از من اے خدا — چوں فرستادی نکردم من خطا
گائے مجھ سے مانگتے ہیں اے خدا — تو نے بھیجی تھی، ہے میری کیا خطا

حضرت داؤد کا مدعیوں کے بیانات سننا

چونکه داؤد نبی آمد برون — گفت هین چونست این احوال چون

باہر آئے جب کہ داؤد نبی — پوچھا اُن سے کیا ہے حال داعی

مدعی گفت اے نبی اللہ داد — گاو من در خانهٔ او اوفتاد

مدعی بولا کہ فریاد اے نبی — گائے میری اس کے گھر میں گھس گئی

کشت گاوم را بپرسش که چرا — گاو من کشت و بیان کن ماجرا

ذبح اس نے گائے کو میری کیا — پوچھیے اس سے کہ کیا تھا ماجرا

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم — چون تلف کردی تو ملک محترم

بولے داؤد اس سے بول اے نیکدم — کیوں تلف کی تو نے ملک محترم

هین پراگنده مگو حجت بیار — تا بیک سو گردد این دعوی و کار

دے ثبوت اور بات کر سلجھی ہوئی — تا ہو اس دعوے سے حاصل یکسوئی

گفت اے داؤد بودم هفت سال — روز و شب اندر دعا و اندر سوال

بولا اے داؤد میں نے سات سال — رات دن حق سے کیا تھا یہ سوال

این همی جستم ز یزدان کای خدا — روزیی خواهم حلال و بے عنا

چاہتا تھا میں خدا سے اے خدا — رزق بے محنت مجھے تو کر عطا

مرد و زن بر نالهٔ من واقفند — کودکان این ماجرا را واصفند

میرے رونے سے ہیں واقف مرد و زن — بچے بھی آگاہ ہیں مخدوم من

تو بپرس از هر که خواهی این خبر — تا بگوید بے شکنجه بے خطر

جس سے چاہیں پوچھیں اسکی خبر — وہ گواہی دے گا اسکی بے خطر

هم هویدا پرس و هم پنهان ز خلق — که چه میگفت این گدای ژنده دلق

ظاہر و باطن کا لیجیے پتا — گدڑی والا کرتا تھا فریاد کیا

بعد ازیں جملہ دعا و ایں فغاں — گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
کر چکا جب یہ دعا اور یہ فغاں — گائے میں نے گھر میں دیکھی ناگہاں

چشم من تاریک شد نے بہر قوت — شادی آں کہ قبول آمد قنوت
تھی نہ تاریکی وہ ہرگز قوت کی — خوش تھا، میری التجا پوری ہوئی

کشتم آں را تا دہم در شکر آں — کہ دعائے من شنید آں عیب داں
شکر کرنے کے لئے مارا اسے — ہاں دعا میری سنی اللہ نے

فقیر کو حضرت داؤد کا حکم سنانا

گفت داؤد ایں سخنہا را بشو — حجت شرعی دریں دعوے بگو
بولے داؤد اب یہ باتیں چھوڑ تو — حجت شرعی بیاں کر مو بمو

تو روا داری کہ من بے حجتے — بنہم اندر شرع باطل سنتے
غیر حجت تو روا رکھتا ہے کیا — شرع میں دوں کھول باطل راستا

ایں کہ بخشیدت خریدی وارثی — ریع را چوں میستانی حارثی[1]
کس نے بخشی اسکا تو وارث ہے کیا — تو جو حاصل لیتا ہے حارث ہے کیا؟

کسب را ہمچوں زراعت داں عمو — تا نہ کاری دخل نبود آں تو
کسب ہے مثل زراعت اے اخی — بوئے بن وہ ملک ہو کیونکر تری

آنچہ کاری بدروی آں آن تست — ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست
تو جو بوئے اور کاٹے ہے ترا — ورنہ یکسر ظلم ہے یہ اور خطا

رو بدہ مال مسلماں کژ مگو — رو بجو وام و بدہ باطل مجو
پھیر دے مال مسلماں! جلد جا — قرض لے کر دے اسے، بکتا ہے کیا

گفت اے شہ تو ہمیں میگوئیم — کہ ہمے گویند اصحاب ستم
بولا اے شہ تو نے بھی وہ ہی کہا — ظلم والوں نے کہا جو بر ملا

[1] کاشتکار

فقیر کا خدا کے سامنے زاری کرنا

پس ز دل آہے بر آورد و بگفت
اے خدائے ہر کجا طاقی و جفت

دل سے اک آہ اسنے کھینچی اور کہا
طاق[۱] ہے اور جفت ہے تو اے خدا

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز
در دل داؤد انداز آں فروز

سجدہ کر کے بولا اے دانائے راز
کر دل داؤد پر افشائے راز

در دلش نہ آنچہ تو اندر دلم
اندر افگندی بر او اے مفضلم

جو مرے دل کو دیا اسکو بھی دے
مجھ میں جو پیدا کیا اس راز سے

ایں بگفت و گریہ در شد ہا یہائے
تا دل داؤد بیروں شد ز جائے

ہائے ہائے کر کے جب رونے لگا
حضرت داؤد کا دل ہل گیا

گفت ہیں امروز اے خواہان گاو
مہلتم دہ ایں عادی را مکاو

بولے اس کو آج تو اے مدعی
دیدے مہلت کچھ نہ کر دعویٰ ابھی

تا روم من سوئے خلوت در نماز
پرسم ایں احوال از دانائے راز

تا بڑھوں خلوت میں جا کر میں نماز
پوچھوں کیا ہے ازلے دانائے راز

خوئے دارم در نماز آں التفات
معنی[۲] قرۃ عینی فی الصلوٰۃ

ہیں نمازیں میری ایسی چیز نیاز
روشنی ہے میری آنکھوں کی نماز

روزن جانم کشاد است از صفا
میرسد بے واسطہ نامہ خدا

روزن جاں ہے صفائی سے کھلا
آتی ہے بے واسطہ وحی خدا

نامہ و باران و نور از روزنم
میفتد در خانہ ام از معدنم

چاندنی انوار کی ہمیشہ نور کا
میرے گھر میں ہے برستا برملا

---

۱ یعنی اے خدا تو سب سے علحدہ بھی ہے اور سب کے ساتھ بھی۔
۲ نماز میں میری آنکھوں کی روشنی ہے

دوزخ است آن خانہ کان بے روزن است	اصل دین اے بندہ روزن کردن است
ہو نہ روزن جس میں، وہ دوزخ ہے وہ گھر	اصل دیں روزن بنانا ہے پسر
تیشہ در ہر بیشہ کم زن بیا	تیشہ زن در کندن روزن ہلا
ہاں تو کر جنگل میں کم تیشہ گری	تیشہ سے روزن بنا، کر مردمی
یا نمیدانی کہ نور آفتاب	عکس خورشید برونست از حجاب
کیا نہیں سمجھا؟ کہ نور آفتاب	عکس اُس سورج کا ہے بر یا حجاب
نور آن دانی کہ حیوان دید ہم	پس چہ کرمنا بود بر آدمم
دیکھے جو حیواں، لے تو اسکو نور	کیوں ہے کرمنا[1] سے آدمؑ کا ظہور
من چو خورشیدم درون نور غرق	می ندانم خویش کرد از نور فرق
نور میں ہوں صورتِ خورشید غرق	میں نہ پاؤں نور میں اور خود میں فرق
رفتنم سوئے نماز و آن خلا	ہست تعلیم ست رہ مر خلق را
جانا یہ خلوت میں اور سوئے نماز	خلق کی تعلیم کا گویا ہے راز
کژ نہم تا راست گردد این جہان	حرب خدعہ این بود اے پہلوان
میں ہوں ٹیڑھا تا کہ سیدھا ہو جہاں	ہے یہی "الحرب خدعۃ"[2] اے جواں
نیست دستورے وگر نہ ریختم	گرد از دریائے راز انگیختم
کب اجازت ہے مجھے ورنہ فنا	راز کے دریا سے دیتا گرد اڑا
ہمچنین داؤدؑ میگفت این نسق	خواست گشتن عقل خلقان محترق
اس طرح سے کہتے تھے داؤدؑ نبی	عقل جس سے جل گئی مخلوق کی
پس گریبانش کشید از پس یکے	کہ ندارم در بیانش من شکے
پیچھے سے کھینچا گریباں ایک نے	بس نہیں اک بات میں بھی شک مجھے

۱ یعنی ہم نے بزرگی دی۔

۲ لڑائی دھوکا ہے۔

حضرت داؤد کا خلوت میں تشریف لیجانا

ہا خود آمد گفت را کوتاہ کرد — لب بہ بست و عزم خلوتگاہ کرد

ہوش میں آ گفتگو یہ ختم کی — اور چلے خلوت کو داؤد نبی

در فرو بست و برفت آنگہ شتاب — سوئے محراب و دعائے مستجاب

بند دروازہ کیا، اندر گئے — اور دعا محراب میں کرنے لگے

حق نمودش آنچہ بنمودش تمام — گشت واقف بر سزا و انتقام

جو دکھانا تھا دیا حق نے دکھا — کر کے بدلے اور عوض سے آشنا

دید احوالے کہ کس واقف نبود — راز پنہانے کہ حیرانی فزود

دیکھا وہ جس سے کوئی واقف نہ تھا — راز پنہاں جس سے دل حیراں ہوا

روز دیگر جملہ خلقاں آمدند — پیش داؤد پیمبر صف زدند

دوسرے دن جمع پھر خلقت ہوئی — پیش داؤد پیمبر صف جمی

ہمچنیں آں ماجراہا باز رفت — زود زد آں مدعی تشنیع زفت

پھر وہی قصے وہاں ہونے لگے — مدعی نے طعن پھر اسکو دیے

زود گاوم را بدہ اے نابکار — از خدائے خویشتن شرمے بدار

جلد میری گائے دے اے نابکار — اور ہو اپنے خدا سے شرمسار

ایں چنیں ظلم صریح نا سزا — ہیچ بود در عہد پیغمبر ہلا

یہ کھلے ظلم اور باتیں نا سزا — عہد پیغمبر میں کب تک ہیں روا

گاو کشتہ خوردہ بے ترس و بیم — در جواب افزودہ تزویر آں لئیم

گائے ماری۔ ہو گیا کھا کر نڈر — یوں جواب اسکا دیا اسنے مگر

کہ چہ چندیں سال بودم در دعا — من طلب کردم ز حق دادا مرا

مدتوں سے میں تو کرتا تھا دعا — میں نے جو مانگا۔ مجھے حق نے دیا

اے رسولِ حق چنیں باشد روا — مِلکِ من بُد گاو چوں دُزدش خدا

اے رسولِ حق بھلا یہ ہے روا — گائے میری کیونکر اس کو دے خدا

گائے والے کا حضرت داؤدؑ کو طعنہ دینا

گفت داؤدش خمش کن رَو بہل — ایں مسلماں را ز گاوت کن بحل

مدعی سے بولے داؤدِ نبی — کر معاف اس مردِ مومن کو ابھی

چوں خدا پوشید بر تو اے جواں — رو خمش کن حق ستاری بداں

جب چھپاتا ہے خدا رازِ نہاں — حق ستاری سے رہ خاموش ہاں

گفت واویلا چہ حکمست ایں چہ داد — از پئے من شرعِ نو خواہی نہاد

بولا۔ واویلا یہ کیا انصاف ہے — شرعِ نو ہے اور نیا انصاف ہے

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں — کہ معطر شد زمین و آسماں

ایسی تیرے عدل کی شہرت ہے ہاں — جس سے مہکے ہیں زمیں و آسماں

بر سگانِ کور ایں استم نہ رفت — زیں تعدی سنگ و کُہ بشگافت رفت

اندھے کتوں پر بھی جبر ایسا نہیں — ظلم سے بھاگیں نہ سنگ و کُہ کہیں

ہمچنیں تشنیع میزد بر ملا — کالصلا ہنگامِ ظلمست الصلا

طعنے وہ ایسے ہی کچھ دیتا رہا — الصلاؔ ہے ظلم مجھ پر الصلا

ایں چنیں ظلم و جفا بر من مکن — یا نبیؑ اللہ مگو زینساں سخن

اس قدر جور و جفا مجھ پر نہ کر — یا نبیؑ اللہ اس سے در گذر

لہ یعنی اے لوگو!

گائے والے کو حضرت داؤد علیہ السلام کا حکم دینا

بعد ازآں داؤدؑ گفتش اے عنود ... جملہ مالِ خویش او را بخش زود
بعد ازاں اس سے کہا داؤدؑ نے ... اپنا سارا مال اسکو بخش دے

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت ... تا نگردد ظاہر از وے اِستمت
ورنہ ہوگا مشکلوں کا سامنا ... ظلم کھل جائے گا میں نے کہہ دیا

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید ... کہ بہر دم میکنی ظلمے مزید
خاک اُڑا کر اور کپڑے پھاڑ کر ... بولا ہے بیداد مجھ پر بیشتر

یکدمے دیگر بدیں تشنیع راند ... باز داؤدؑ ش بہ پیشِ خویش خواند
طعن وہ دیتا رہا اس قسم کے ... پھر بُلا یا پاس اُسے داؤدؑ نے

گفت چوں بختت نبود اے بخت کور ... ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
بولے اندھے، ہے نصیب اندھا ترا ... ظلم تیرا تھوڑا تھوڑا ہے کھلا

دیدۂ آنگاہ صدر و پیش گاہ ... اے دریغ از چوں تو خر خاشاک را
دیکھی اس دم تو نے یہ انصاف گاہ ... تجھ پہ افسوس اے گدھے اے خاک را

رَو کہ فرزندانِ تو باجفتِ تو ... بندگانِ او شدند افزوں مگو
جا کہ تیرے بچے اور بیوی تری ... ہو گئی اسکی غلام اب وا فتی

سنگ بر سینہ ہمیزد با دو دست ... میدوید از جہلِ خود بالا و پست
پتھروں سے کوٹتا سینے کو تھا ... جہل سے تھا آگے پیچھے بھاگتا

خلق ہم اندر ملامت آمدند ... کز ضمیرِ کارِ او غافل بدند
لوگ بھی تھے سب ملامت کر رہے ... وہ تھے ناواقف ضمیرِ کار سے

ظالم از مظلوم کے داند کسے ... کہ بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
ظالم و مظلوم جانے کوئی کیا ... مثلِ خس جب ہو ہوا میں مبتلا

ظالم از مظلوم آنکس پے برد | کہ سرِ نفسِ ظلوم خود برد

ظالم و مظلوم کو جانے وہی | جو اڑا دے صاف گردن نفس کی

ورنہ آں ظالم کہ نفس است اندروں | خصمِ ہر مظلوم باشد از جنوں

ورنہ وہ ظالم جو ہے نفسِ نہاں | ہے جنوں سے دشمنِ مظلوم ہاں

سگ خمارہ حملہ بر مسکیں کند | تا تواند زخم بر مسکیں زند

کتا حملہ کرتا ہے مسکین پر | زخم پہنچاتا ہے اسکو بے خطر

شرم شیراں راست نے سگ را بدان | کہ نہ گیرد صید از ہمسائگاں

شرم شیروں کو ہے۔ کتوں کو کہاں | صید ہمسایہ نہ کھائے شیر ہاں

او ہمیں سگ سان سوئے داؤد جست | عامۂ مظلوم کش ظالم پرست

جانبِ داؤد وہ جوں سگ بڑھا | عام ہے مظلوم کش ظالم بڑا

روئے بر داؤد کردند آں فریق | کائے نبیِّ مجتبیٰ بر ما شفیق

بولا یوں داؤد سے پھر وہ فریق | اے نبی تم ہم پہ ہو بیحد شفیق

ایں نشاید از تو کیں ظلمیست فاش | قہر کردی بیگناہے را بلاش

تم کو ظلمِ فاش یوں زیبا ہے کب | بے گنہ پر قہر ہے یہ بے سبب

حضرت داؤد کا بھید ظاہر کرنے کا ارادہ

گفت اے یاراں زمان آں رسید | کاں سرِ مکتوم او گردد پدید

بولے داؤد آ گیا وہ وقت ہاں | بھید اس کا سب پہ ہو جائے عیاں

جملہ برخیزید تا بیروں رویم | تا ازاں سرِ نہاں واقف شویم

لو اٹھو سب مل کے ہم باہر چلیں | تا کہ اس کے بھید سب ہم پر کھلیں

در فلاں صحرا درختے ہست زفت | شاخہا انبُہ و بسیار جفت

ہے فلاں صحرا میں اک پیڑ اے اخی | جس کی شاخیں ہیں خمیدہ اور گھنی

سخت را سخ خیمه گاه و میخ او — بوئے خوں مے آیدم از بیخ او

میخ بھی ہے سخت خیمہ گاہ بھی — جڑ سے آتی ہے مجھے بُو خون کی

خوں شد است اندر تن آنخوش درخت — خواجه را کشتست این منحوس بخت

اس کے نیچے خون ہے اک ہو گیا — کاٹا اس نے اپنے آقا کا گلا

مال او برداشتست این قلتباں — وین غلام اوست اے آزادگاں

مال اسکا لے لیا اُسنے تمام — اور اس مقتول کا ہے یہ غلام

این جواں مر خواجه را باشد پسر — طفل بود او و ندارد زیں خبر

یہ جواں ہے مرنے والے کا پسر — تھا یہ بچہ اور نہیں اس کو خبر

تاکنوں حلم خدا پوشید آں — آخر از ناشکری این قلتباں

حلم حق نے کی تھیں پردہ پوشیاں — ہو گیا ناشکریوں سے سب عیاں

که عیال خواجه را روزے ندید — نے بنوروز و نه موسمهائے عید

خواجہ زادوں کو نہ بھیجا کچھ کبھی — عید اور نو روز سب گذرے یونہی

بینوایاں را بیک لقمه نجست — یاد ناورد او ز حقہائے نخست

بینواؤں کو نہ اک لقمہ دیا — اگلے پچھلے حق دئے سارے بھلا

تاکنوں از بهر یک گاو آں لعیں — میزند فرزند او را بر زمیں

اور اب اک گائے کے پیچھے لعیں — اس کے بیٹے کو کرے رسوا یہیں

او بخود برداشت پرده از گناه — ورنه می پوشید جرمش را اله

اُسنے خود اپنے گنہ ظاہر کئے — گو چھپا رکھے تھے ظلم اللہ نے

کافر و فاسق دریں دور گزند — پردهٔ خود را بخود بر میدرند

کافر و فاسق جہاں میں برملا — اپنا پردہ آپ دیتے ہیں اُٹھا

ظلم مستورست در اسرار جاں — مے نهد ظالم به پیش مردماں

ظلم تو اسرارِ جاں میں ہے نہاں — ظالم اسکو کر رہا ہے خود عیاں

گر ببینیدم کہ دارم شاخہا ‏ ‏ گاوِ دوزخ را ببینید از ملا
دیکھو ہیں یہ میرے سر پہ سینگ کیا ‏ ‏ بلکہ میں ہوں گاؤ دوزخ برملا

دُنیا میں بھی اعضا کا گواہی دینا

پس ہمیں جا دست و پایت در گزند ‏ ‏ بر ضمیر تو گواہی مے دہند
پس یہیں ہے ہاتھ پاؤں کا زیاں ‏ ‏ تیرے دل کے بھید کا جو دیں نشاں

چوں موکل مے شود بر تو ضمیر ‏ ‏ کہ بگو تو اعتقادت وا مگیر
جب موکل تجھ پہ ہو تیرا ضمیر ‏ ‏ اور کہے کہ صاف اے مردِ حقیر

خاصہ در ہنگام خشم و گفتگو ‏ ‏ میکند ظاہر سرت را مو بمو
خاص کر غصے میں ہو جب گفتگو ‏ ‏ بھید کھل جائیں ترے سب مو بمو

چوں موکل مے شود ظلم و جفا ‏ ‏ کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
جب موکل تجھ پہ ہو جور و جفا ‏ ‏ کہ دے کر ظاہر مجھے اے دست و پا

چوں ہمے گیرد گواہ سر لگام ‏ ‏ خاصہ وقت جوش خشم و انتقام
کھینچتا ہے جب لگام ایسا گواہ ‏ ‏ خاص کر ہو جبکہ غصہ بے پناہ

پس ہمانکس کہ موکل میکند ‏ ‏ تا لوائے راز بر صحرا زند
جو کرے اس کو موکل برملا ‏ ‏ بھید خود جنگل میں دیتا ہے اُڑا

پس موکلہائے دیگر روزِ حشر ‏ ‏ ہم تواند آفرید از بہرِ نشر
پس موکل دوسرے بھی روزِ حشر ‏ ‏ یوں ہی کر سکتا ہے پیدا بہر نشر

اے بدو دست آمدہ در ظلم و کیں ‏ ‏ گوہرت پیداست حاجت نیست ایں
دونوں ہاتھوں سے تو کرتا ہے جفا ‏ ‏ ہیں عیاں جوہر ترے، حاجت ہے کیا

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند ‏ ‏ بر ضمیر آتشینت واقفند
ظلم کی تشہیر سے کیا فائدا ‏ ‏ سب ضمیر آتشیں جانیں ترا

نفس تو ہر دم بر آرد صد شرار
کہ بہ بینندم منم اصحاب نار

نفس سے اڑتے ہیں تیرے سو شرار
دیکھ لیں سب، ہیں ہمیں اصحاب نار

اجزو نارم سوئے کل خود روم
من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم

سوئے کل جاتا ہوں جزو نار ہوں
نور ہوں تو جانب خالق بڑھوں

ہمچناں کایں ظالم حق ناشناس
بہر گاوے کرد چندیں التباس

جس طرح یہ ظالم نا آشنا
گائے کی خاطر ہے جھگڑوں میں پڑا

او ازو صد گاو برد و صد شتر
نفس اینست اے پدر ازوے ببر

اونٹ اس سے سو لیے سو گائیں بھی
چھوڑ اس کو، نفس ہے یہ اے اخی

نیز روزے باخدا زاری نکرد
یا ربے نامد ازو روزے بدرد

رو یا پیش حق نہ اک دن یہ کبھی
اور صدا یا رب کی بھولے سے دی

کاے خدا خصم مرا خوشنود کن
گر منش کردم زیاں تو سود کن

تو مرے دشمن کو خوش کر اے خدا
گر برا میں نے کیا تو کر بھلا

گر خطا کشتم دیت بر عاقلہ است
عاقلہ جانم تو بودی از الست

کی خطا تو عاقلہ پر خوں بہا
عاقلہ تو ہے ازل سے اے خدا

سنگ میگردد باستغفار در
ایں بود زانصاف نفس ایجان حر

سنگ استغفار سے موتی بنے
ہو یہ سب کچھ نفس کے انصاف سے

لوگوں کا اس درخت کی طرف جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت
گفت دستش را ازپس بندید سخت

جب وہ باہر پیڑ کی جانب گئے
بولے باندھو ہاتھ اسکے پیچھے سے

تا گناہ و جرم او پیدا کنم
تا لوائے عدل بر صحرا زنم

تا کہ میں اس کا گنہ پیدا کروں
عدل اپنا ظاہر صحرا کروں

گفت اے سگ جد این را کشتہ ۔۔۔ تو غلامی خواجہ زین رو کشتہ

بولے اے سگ اس کے جد کو مار کر ۔۔۔ بندے سے خواجہ بنا تو بے خطر

خواجہ را کشتی و بردی مال او ۔۔۔ کرد یزداں آشکارا حال او

مار کر خواجہ کو دولت لوٹ لی ۔۔۔ حق نے خود آخر عیاں یہ بات کی

آں زنت او را کنیزک بودہ است ۔۔۔ با ہمیں خواجہ جفا بنمودہ است

ہے کنیز اسکی جو ہے بیوی تری ۔۔۔ ہے جفا تو نے اسی خواجہ پہ کی

ہرچہ زو زائید مادہ یا کہ نر ۔۔۔ ملک وارث باشد آنہا سربسر

اس سے جو پیدا ہوا مادہ کہ نر ۔۔۔ ملک وارث کی ہے وہ بس سربسر

تو غلامی کسب و کارت ملک او ست ۔۔۔ شرع جستی شرع بستاں رو نکوست

تو غلام، اور ملک اسکی کسب و کار ۔۔۔ چاہتا تھا شرع، یہ ہے شرع یار

خواجہ را کشتی باستم زار زار ۔۔۔ ہم بریں جا خواجہ گویاں زینہار

ظلم کرکے قتل خواجہ کو کیا ۔۔۔ 'الامان' خواجہ بہت کہتا رہا

کارد را از اشتاب کردی زیر خاک ۔۔۔ از خیالے کہ بدیدی سہمناک

خاک میں تو نے چھری کر دی نہاں ۔۔۔ تھا تردد سے جو تجھ کو خوف جاں

نک سرش با کارد در زیر زمین ۔۔۔ باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں

ہے یہاں سر اور چھری زیر زمیں ۔۔۔ اس زمیں کو کھود۔ نکلیں گے یہیں

نام ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر ۔۔۔ کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر

ہے چھری پر کندہ اس کا نام بھی ۔۔۔ اس نے ہی ایسی دغا خواجہ سے کی

ہمچنیں کردند و چوں بشگافتند ۔۔۔ در زمیں آں کارد با سر یافتند

سب نے ایسا ہی کیا کھودی زمیں ۔۔۔ وہ چھری اور سر ملا ان کو وہیں

دلولہ در خلق افتاد آں زماں ۔۔۔ ہر یکے زنار ببرید از میاں

شور و غل مخلوق میں اُس دم ہوا ۔۔۔ تھا ہر اک زنار اپنی توڑتا

دا آنگہے سوئے درخت آورد رو — گفت زیں حالت چہ میدانی بگو

کرکے رُخ پھر پیڑ کی جانب کہا — اِس تعلق میں ہے تُو کیا جانتا

در زماں از شاخ و برگ آں درخت — آمد از صنعِ خدا آواز سخت

بول اُٹھیں وہ شاخیں اور برگِ درخت — آئی شانِ حق سے اک آوازِ سخت

کاے رسولِ حق ہمہ گفتی تو راست — صلِ لعٰ عالم بریں گفتت گواست

اے رسولِ حق یہ تم نے سچ کہا — اور شاہد اسکا خود ہے وہ خدا

خواجہ را ایں سگ بد ینجا چوں بکشت — از فلاد کی دو تنہا بودش بدست

خواجہ کو اس شخص نے مارا یہاں — تھی چھری دو لاد کی ہاتھوں میں ہاں

جملہ از داؤدؑ گشتہ عُذر خواہ — زانکہ بد ظن گشتہ بودند و تباہ

وہ ہوئے داؤدؑ سے سب عُذر خواہ — کیونکہ اپنی بدظنی سے تھے تباہ

حضرتِ داؤدؑ کا خونی سے بدلہ لینا

بعد ازیں گفتش بیا اے داد خواہ — داد خود بستاں تو ازایں روسیاہ

پھر یہ فرمایا کہ آ اے دادِ خواہ — داد اپنی لے کہ ہے یہ روسیاہ

ہم بداں تیغش بفرمود اقصاص — کے کند مکرش ز حلمِ حق خلاص

اس چھری سے لے لیا بدلہ اخی — مکر حلمِ حق سے کب دے مخلصی

حلمِ حق گرچہ مواساہا کند — چونکہ از حد بگذرد رسوا کند

گو رعایت حلم خالق کا کرے — حد سے جب جائے گذر۔ رُسوا کرے

خوں نخسپد در فتد در ہر دلے — میلِ جُستجوئے و کشفِ مشکلے

کب چھپے خوں بلکہ ہر دل میں بڑھے — جستجو کی خواہش اور رغبت بڑھے

اقتضائے داوریِ ربِّ دیں — سر بر آرد از ضمیرِ آن و امیں

اقتضائے داوری، اے دردمند — سر کرے اپنا ضمیروں سے بلند

کآں فلاں خواجہ چہ شد حالش چہ گشت	ہمچنانکہ جوشد از گلزار کشت
کیا ہوا وہ خواجہ حال اسکا ہے کیا	جیسے سبزہ جوش میں ہو باغ کا
جوشش خون باشد آں واجستہا	خارشش دلہا و بحث و ماجرا
جوش خوں ہوتی ہے ایسی جستجو	دل میں خارش اور بحث و گفتگو
چونکہ پیدا گشت سر کار او	معجزۂ داؤدؑ شد فاش و دوتو
بھید جب اس کام کا سب پہ کھلا	معجزہ داؤدؑ سے ظاہر ہوا
خلق جملہ سر برہنہ آمدند	سر بسجدہ بر زمینہا میزدند
سر برہنہ دوڑی وہ خلقت تمام	گر پڑے سجدوں میں سارے خاص و عام
ما ہمہ کوران اصلی بودہ ایم	وانچہ میفرمودہ نشنودہ ایم
اور کہا در اصل ہم اندھے رہے	آپ کے فرمان ہم نے کب سنے
وز تو ما صد گوں عجائب دیدہ ایم	لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم
سیکڑوں دیکھے عجائب آپ سے	اپنے اندھے پن سے پر معذور تھے
سنگ با تو در سخن آمد شہیر	کز برائے غزو طالوتم بگیر
اے نبیؑ! کیں تم سے باتیں سنگ نے	لو مجھے تم لڑنے کو طالوت[1] سے
تو بسہ سنگ و فلاخن آمدی	صد ہزاران خصم را برہم زدی
تین پتھر ایک گوپھن ساتھ تھا	لاکھوں ہی اعدا کو برہم کر دیا
سنگہایت صد ہزاران پارہ شد	ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
پتھروں کے لاکھوں ٹکڑے ہو گئے	خون دشمن کا پیا ہر ایک نے
آہن اندر دست تو چوں موم شد	چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
موم دست پاک میں لوہا ہوا	جب زرہ سازی ہوئی دست آشنا

[1] بنی اسرائیل میں ایک بادشاہ گذرا ہے ✦

کوہ ہا با تو رسائل شد شکور — با تو میخوانند چوں مقری زبور را

کوہ تھے سب آپ کے شاکر ضرور — مثل قاری ساتھ پڑھتے تھے زبور

صد ہزاراں چشم دل بکشادہ شد — از دم تو غیب را آمادہ شد

تم نے لاکھوں دل کی آنکھیں کھولدیں — ہے تمہیں سے غیب کا انکو یقیں

واں قوی تر از ہمہ کاں دائم است — زندگی بخشے کہ سرمد قائم است

ہے وہی دائم جو سب سے ہے قوی — زندگی بخشش اور قائم سرمدی

جان جملہ معجزات اینست خود — کہ بہ بخشد مردہ را جان ابد

جان سارے معجزوں کی ہے یہی — جاودانی زندگی مُردوں کو دی

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد — ہر یکے از ما خدا را بندہ شد

جب مرا ظالم، جہاں زندہ ہوا — حق کا ہم میں سے ہر اک بندہ بنا

نفسُ خونی ہے

نفس خود را کُش جہانے زندہ کن — خواجہ را کشتہ است او را بندہ کن

نفس کو مار اپنے، دنیا کو جلا — قاتل خواجہ ہے، بندہ لے بنا

مدعی گاو نفس تست ہیں — خویشتن را خواجہ کرد است مہیں

نفس تیرا مدعی ہے گائے کا — اور لیا ہے اپنے کو خواجہ بنا

آں کشندہ گاو عقل تست رو — بر کشندہ گاو تن منکر مشو

عقل نے تیری ہے مارا گائے کو — تو کشندہ گاو سے منکر نہ ہو

عقل اسیر است و ہمے خواہد ز حق — روزئی بے رنج و نعمت بر طبق

عقل قیدی ہے خدا سے مانگتی — روزئی بے رنج اور نعمت بھلی

روزئی بے رنج او موقوف چیست — آنکہ بکشد گاو را کاصل بدیست

روزی بے رنج کیا ہے اے اخی — گائے کا مرنا جو ہے اصل بدی

نفس گوید چونکہ کُشتی گاوِ من ۔۔۔ زانکہ گاوِ نفس باشد نقشِ تن

گائے ماری، نفس کرتا ہے سخن ۔۔۔ گائے کیا ہے نفس کی یہ نقشِ تن

خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا ۔۔۔ نفسِ خونی خواجہ گشت و پیشوا

خواجہ زادہ عقل، ہے بس بینوا ۔۔۔ نفسِ خونی خواجہ بن بیٹھا ترا

روزیٔ بیرنج میدانی کہ چیست ۔۔۔ قوتِ ارواح ہست و ارزاق سنیستم

روزیٔ بے رنج کیا ہے اے فتا ۔۔۔ رزق نوری اور روحوں کی غذا

لیک موقوفست بر قربانِ گاو ۔۔۔ گنج اندر گاو داں اے گنج کاو

گائے کی قربانی پر ہے منحصر ۔۔۔ گائے میں ہے گنج اے جویائے راز

دوش چیزے خوردہ‌ام ورنہ تمام ۔۔۔ دادمے در دستِ فہمِ تو زمام

کھا لیا کچھ میں نے کل ورنہ تمام[1] ۔۔۔ تیرے دستِ فہم میں دیتا لگام

دوش چیزے خوردہ‌ام افسانہ است ۔۔۔ ہر چہ مے آید زِ پنہاں خانہ است

کل جو کچھ کھایا۔وہ ہے افسانہ سا ۔۔۔ راز کے پردے سے ہے بس برملا

چشم بر اسباب از چہ دوختیم ۔۔۔ کہ زِ خوش چشماں کرشم آموختیم

آنکھیں ہیں نے بند کیں اسباب سے ۔۔۔ اچھی آنکھوں سے کرشمے سیکھ کے

ہست بر اسباب اسبابے دگر ۔۔۔ در سبب منگر در آں افگن نظر

کچھ سبب ہیں اور ان اسباب پر ۔۔۔ اس سبب کو چھوڑ، اُن پر غور کر

انبیا در قطعِ اسباب آمدند ۔۔۔ معجزاتِ خویش بر کیواں زدند

انبیا قطعِ سبب کو آئے تھے ۔۔۔ آسماں تک جن کے پہنچے معجزے

بے سبب مر بحر را بشگافتند ۔۔۔ بے زراعت چاشِ گندم یافتند

بے سبب دریا کو ٹکڑے کر دیا ۔۔۔ صاف غلہ بے زراعت کے لیا

[1] یعنی میں نے روزِ ازل میں عشق کی کچھ نعمت کھائی ہے۔ اس لئے بھید نہیں کہہ سکتا۔ ورنہ تجھ پر ظاہر کر دیتا ؎

ریگہا ہم آرد شد از سعیٔ شاں
پشم بز ابریشم آمد کش کشاں

ریت انکی سعی سے آٹا ہوئی
اون ریشم بن گئی ہر بھیڑ کی

جملہ قرآنست در قطعِ سبب
عزِّ درویش و ہلاکِ بولہب

مقصدِ قرآں ہے بس قطعِ سبب
عزتِ فقر، اور ہلاکِ بولہب

مثال

مرغ بابیلے دو سہ سنگ افگند
لشکرِ زفتِ حبش را بشکند

وہ ابابیل ایک دو کنکر ہی سے
سخت لشکر کو حبش کے توڑ دے

پیل را سوراخ سوراخ افگند
سنگ مرغے کو ببالا بر زند

جسم کو ہر فیل کے چھلنی بنائے
مرغ اک پتھر جو اوپر سے گرائے

دُمِ گاوِ کشتہ بر مقتول زن
تا شود زندہ ہماندم در کفن

گاوِ مردہ کی جو دُم مقتول پر
مار دیں تو جی اُٹھے وہ سر بسر

حلقِ ببریدہ جہد از جائے خویش
خون خود جوید ز خون پالائے خویش

سر بُریدہ پھر ہو زندہ برملا
اپنے قاتل سے وہ مانگے خوں بہا

ہمچنیں ز آغازِ قرآں تا تمام
رفضِ اسبابست و علت والسلام

اوّلِ قرآں سے یوں ہی تا تمام
ترکِ اسباب و علل ہے والسلام

کشفِ ایں نز عقل کار افزا شود
بندگی کن تا ترا پیدا شود

کشف اسکا عقل سے ممکن نہیں
بندگی کرتا تو سمجھے بالیقیں

بندِ معقولات آمد فلسفی
شہسوارِ عقلِ عقل آمد صفی

قیدِ معقولات میں ہے فلسفی
شہسوارِ عقل ہیں لیکن نبی

عقلِ عقلت مغز و عقلِ تست پوست
معدۂ حیواں ہمیشہ پوست جوست

مغز عقلِ عقل ہے، اور عقلِ پوست
معدۂ حیواں ہے محوِ پوست دوست!

مغزِ جو از پوست دارد صد ملال
مغزِ نغز آنرا حلال آمد حلال
مغز جو کو پوست سے ہیں سو ملال
اور مغز نادر اس کو ہے حلال

چونکہ قشرِ عقل صد برہاں دہد
عقلِ کُل کے گام بے ایقاں نہد
عقل کا چھلکا دلیلیں لاکھ دے
عقلِ کُل پر بے یقیں کب کچھ کرے

عقل دفترہا کند یکسر سیاہ
عقلِ عقل آفاق دارد پُر زماہ
دفتروں کو عقل بس کالا کرے
عقلِ عقل آفاق کو روشن رکھے

از سیاہی وز سپیدی فارغست
نورِ ماہش بر دل و جاں بازغست
وہ سیاہی اور سپیدی سے ہے دُور
ہے دل و جاں پر درخشاں اسکا نُور

ایں سیاہ و آں سپید از قدر یافت
زانکہ شب قدرست کاختر وار تافت
ہے سیاہی اور سپیدی قدر کی
ہے ضیا دونوں میں شامِ قدر کی

قیمتِ ہمیان و کیسہ از زر است
بے زرے ہمیان و کیسہ ابتر است
کیسہ کی وقعت بھلا بے زر ہو کیا
کیسۂ بے زر ہے ناقص اے فتا

ہمچنانکہ قدرِ تن از جاں بود
قدرِ جاں از پرتوِ جاناں بود
جس طرح توقیرِ تن کی جان سے ہے
جاں کی قیمت پرتوِ جاناں سے ہے

گر بدے جاں زندہ بے پرتو کنوں
ہیچ گفتے کافراں را میتوں
زندہ رہتی جان بے پرتو اگر
کافروں کو مردہ کہتا کون رادھے

ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند
تا بقرنے بعد ما آبے رسد
یوں سمجھ، جو نہر کھودے ناطقا
ہم سے قرنوں بعد باقی آئے گا

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود
لیک گفتِ سابقاں یارے بود
گو کہ ہوں اہلِ سخن ہر قرن میں
اگلوں کی باتیں انہیں امداد دیں

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور
شد گواہِ صدقِ قرآں اے شکور
کیا نہیں توریت و انجیل و زبور
صدقِ قرآنی کے شاہد اے شکور

روزیِ بے رنج جو و بے حسیب
کز بہشت آورد جبریلؑ سیب
روزیِ بے رنج ڈھونڈ اور بے حساب
سیب جنت لائے جبریلؑ اب شتاب

بلکہ رزقے از خداوند بہشت … بے صداع باغباں بے رنج و کشت

بلکہ روزی خالق فردوس دے … کرکے فارغ باغبان و کشت سے

زانکہ نفع نان در آں نان داد اوست … بدہدت آں نفع بے توسیط پوست

رکھا روٹی میں اسی نے فائدہ … فائدہ دیگا وہی بے واسطہ

ذوق پنہاں نقش نان چوں سفرہ است … نان بے سفرہ ولی را بہرہ است

ذوق پنہاں نقش، جوں سفرہ ہے نان … نان بے خوان اولیا کو ہے یہاں

رزق جانی کے بری باسعی جست … جز بعدل شیخ کو داؤد تست

رزق روحی سعی سے ہے حاصل کہاں … غیر مرشد جوکہ ہے داؤد ہاں

نفس چوں باشیخ بیند گام تو … از بن دنداں شود او رام تو

شیخ سے وابستہ جب دیکھے تجھے … نفس تیرا رام ہو، بندہ بنے

صاحب ایں گاؤ رام آنگاہ شد … کز دم داؤد او آگاہ شد

گائے والا اس گھڑی بندہ بنا … جب دم داؤد سے واقف ہوا

عقل گاہے غالب آید در شکار … بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار

عقل غالب آئے گی وقت شکار … نفس کے کتے پہ جب ہو شیخ یار

نفس اژدرہاست با صد زور و فن … روئے شیخ او را زمرد دیدہ کن

نفس تیرا، مکر کا ہے اژدہا … تو زمرد روئے مرشد کا دکھا

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا … دستش از داماں مکن یکدم رہا

اژدہے سے ہو اگر بچنا تجھے … چھوڑ تو دامن نہ اسکا ہاتھ سے

خاک شو در پیش شیخ باصفا … تا ز خاک تو بروید کیمیا

خاک ہو جا سامنے تو شیخ کے … کیمیا پیدا ہوگا تیری خاک سے

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبون … چوں خزاں بخشش کن او سوئے رون

چاہے رسوائی جو صاحب گاؤ کی … جوں خزاں تو جڑ اکھاڑ اسکی انی

چوں بہ نزد یک ولی اللہ شود — آں زبان صد گزش کوتہ شود

جائے جب آگے ولی اللہ کے — تو زباں سو گز کی بھی چھوٹی رہے

صد زباں در ہر زبانش صد لغت — زرق و دستانش نیاید در صفت

سو زبانیں، ہر زباں میں سو لغت — مکر و حیلہ اُن کا بیرون صفت

مدعیٔ گاؤ نفس آمد فصیح — صد ہزاراں حجت آرد نا صحیح

مدعیٔ گاؤ ہے گویا فصیح — سو دلیلیں لائے بالکل ناصحیح

شہر را بفریبد اِلّا شاہ را — رہ نتاند زد شہِ آگاہ را

دے یہ دھوکا شہریاں شاہ کو — پر نہ دے دھوکا شہِ آگاہ کو

نفس را تسبیح و مصحف در یمین — خنجر و شمشیر اندر آستین

نفس کے ہاتھوں میں قرآں کر یقین — ہے مگر تلوار زیرِ آستیں

مصحف و سالوس او باور مکن — خویش با او ہمسر و ہمسر مکن

مصحف اُس کے مکر کا باور نہ کر — اس کو تو ہمراز اور ہمسر نہ کر

سوئے حوضت آورد بہر وضو — و اندر اندازد ترا در قعر جو

حوض پر لائے وضو کے واسطے — ڈال دے پھر قعرِ دریا میں تجھے

عقل نورانی و نیکو طالب است — نفس ظلمانی بر او چوں غالب است

عقل نورانی ہے طالب نیک کی — نفس ظلماتی ہے کیوں غالب اجی

زانکہ او در خانہ عقل تو غریب — بر در خود سگ بود شیر مہیب

وہ ہے گھر میں، عقل ہو کیونکہ دلیر — ہوتا ہے کتا بھی اپنے گھر پہ شیر

باش تا شیراں سوئے بیشہ روند — ویں سگان کور آنجا بگروند

صبر کر تا شیر سوئے دشت جائیں — اندھے کتے اس جگہ پھر غل مچائیں

مکر نفس و تن نداند عام شہر — او نگردد جز بوحی القلب قہر

نفس و تن کے مکر کب جانیں عوام — جز بہ وحیِ دل نہیں ہوتا وہ رام

ہر کہ جنسِ اوست یارِ او شود ۔۔۔ جز مگر داؤد کہ مِہتت بود

جو ہے جس کی جنس۔ اُسکا یار ہو ۔۔۔ ہاں مگر داؤدؑ وہ ہے شیخ جو

کو مبدل گشت و جنسِ تن نماند ۔۔۔ ہر کرا حق در مقامِ خود نشاند

ہو مُبدل اور نہ جنسِ تن رہے ۔۔۔ جس کو نائب اپنا خود مولا کرے

خلق جملہ علتے اند از کمین ۔۔۔ یارِ علت می‌شود علت یقین

اک جہاں علت ہے اور اندر کمیں ۔۔۔ یار علت کی ہو علت بالیقیں

ہر خسے دعوائے داؤدی کند ۔۔۔ ہر کہ بے تمییز کف در وے زند

خاک و خس دعوائے داؤدی کرے ۔۔۔ جو کہ ہو بے عقل اس کو مان لے

از صیادے بشنود آواز طیر ۔۔۔ مرغِ ابلہ میکند آن سوئے سیر

مرغ کی سُن کر صدا صیاد سے ۔۔۔ مرغ ناداں اس طرف رخ پھیر دے

نقد را از قلب نشناسد غویست ۔۔۔ ہیں از و بگریز اگرچہ معنویست

جو نہ جانے اصل و نقل اب ہے غوی[1] ۔۔۔ بھاگ اس سے گرچہ ہو وہ معنوی

رستہ و بربستہ پیشِ او یکیست ۔۔۔ گر یقین دعویٰ کند او در شکیست

قیدی اور آزاد دونوں ایک اُسے ۔۔۔ شک میں ہے دعوے یقیں کا جو کرے

اینچنیں کس گر ذکی مطلق است ۔۔۔ چونکش ایں تمییز نبود احمق ست

ایسا انساں، گو ذکی مطلق ہے وہ ۔۔۔ جب نہیں اس کو تمیز احمق ہے وہ

ہیں از و بگریز چوں آہو ز شیر ۔۔۔ سوئے او مشتاب اے دانا دلیر

بھاگ اس سے جیسے آہو شیر سے ۔۔۔ گر ہے عاقل۔ جا نہ اُسکے سامنے

[1] گمراہ +

حضرت عیسیٰؑ کا بھاگ کر پہاڑ پر چڑھنا

عیسیٰ مریمؑ بکوہے میگریخت
شیر گوئی خون او میخواست ریخت

عیسیٰ مریمؑ گئے اک کوہ پر
بھاگ کر، تھا شیر گویا حملہ در

آں یکے در پے دوید و گفت خیر
در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر

پیچھے پیچھے دوڑ کر اک نے کہا
کون ہے پیچھے جو یوں ہے بھاگتا

با شتاب او آنچناں میتاخت جفت
کز شتاب خود جواب او نگفت

تیز ایسے وہ بھاگتے ہیں اسقدر
بات کچھ اس سے نہ کی بھاگے مگر

یکدو میدان در پئے عیسیٰؑ براند
پس بجد و جہد عیسیٰؑ را بخواند

طے کیے دو کھیت انکے پیچھے وہ گیا
بعد صد کوشش پہ اُسنے دی صدا

کز پئے مرضات حق یک لحظہ بیست
کہ مرا اندر گریزت مشکلے ست

ٹھہرو اک لمحہ خدا کے واسطے
بھاگنا اب سخت مشکل ہے مجھے

از کہ ایں سو میگریزی اے کریم
نہ پیت شیر و نہ خصم و خوف و بیم

کس سے تم یوں بھاگتے ہو اے کریم
شیر ہے پیچھے نہ ہے دشمن کا بیم

گفت از احمق گریزانم برو
میرہانم خویش را بندم مشو

بولے میں ہوں احمقوں سے بھاگتا
ہو نہ سدّ راہ، ہونے دے رہا

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی
کہ شود کور و کر از تو مستوی

بولا ہو تم تو مسیحا بر ملا
اندھے بہرے تم سے پائے ہیں شفا

گفت آرے گفت آں شہ نیستی
کہ فسون غیب را ماویستی

بولے ہاں ہاں، بولا ہے وہ شاہ تو
ہے فسون غیب سے آگاہ تو

چوں بخوانی آں فسوں بر مُردۂ
برجہد چوں شیر صید آوردۂ

جب تو پڑھتا ہے فسوں بے جان پر
شیر کی صورت ہے اٹھتا جھوم کر

گفت آرے آں منم گفتا کہ تو — نے زگل مرغاں کنی اے خوبُرد

بولے ہاں وہ میں ہوں پھر بولا کہ تو — مٹی سے چڑیاں بنائے خوبُرد

بر و می بر دمے سبک تا جاں شود — در ہوا اندر زماں پرّاں شود

دم جو پھونکے اُن پہ دم حاصل کریں — اور ہوا میں دفعتاً اُڑنے لگیں

گفت آرے گفت پس اے روحِ پاک — ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک

بولے ہاں۔ بولا کہ پھر اے جانِ پاک — کر جو چاہے اب تجھے ہے کس سے باک

با چنیں بُرہاں کہ باشد در جہاں — کہ نباشد مر ترا از بندگاں

ہے جہاں میں کون اتنا مُستند — جو نہیں بندہ ترا اے معتمد

گفت عیسیٰؑ کہ بذاتِ پاکِ حق — مبدعِ تن خالقِ جاں در سبق

بولے عیسیٰؑ ہے قسم اللہ کی — جان و تن کا ہے جو خالق واقعی

حرمتِ ذو صفاتِ پاکِ او — کہ بود گردوں گریباں چاکِ او

ہاں قسم اس ذات کی جو پاک ہے — آسماں جس کا گریباں چاک ہے

کاں فسون و اسمِ اعظم را کہ من — بر کر و بر کور خواندم شد حسن

وہ فسوں وہ اسمِ اعظم جب پڑھا — اندھوں بہروں کو ہوئی حاصل شفا

بر کُہِ سنگیں بخواندم شد شگاف — خرقہ را بدرید بر خود تا بناف

جب پڑھا کہسار پر۔ وہ پھٹ گیا — خرقہ کو تا ناف پھاڑا برملا

بر تنِ مُردہ بخواندم گشت حے — بر سرِ لاشے بخواندم گشت شے

جب پڑھا مُردے پہ مُردہ جی اُٹھا — جو نہ تھا کچھ دفعتاً کچھ ہو گیا

خواندم آں را بر دلِ احمق بہ وُد — صد ہزاراں بار و درمانے نہ شد

دوستی سے دل پہ احمق کے پڑھا — لاکھوں بار اور کچھ اثر اسکا نہ تھا

سنگ خارا گشت و زاں خُو بر نگشت — ریگ شد کز وے نروید ہیچ کشت

سنگ بدلا خوئے احمق تھی وہی — ریت تھی۔ جس سے نہ کوئی شے اُگی

گفت حکمت چیست کانجا اسم حق · سود کرد ایں جا نبود اورا سبق

پوچھا کیا حکمت تھی جو حکم خدا · تھا وہاں عاجل، یہاں بے سود تھا

آں ہماں رنجست و ایں رنجے چرا · او نہ شد او را و ایں اشد دوا

یہ بھی ہے وہ بھی مرض پھر کسلئے · اس کو نقصاں، فائدہ پہنچا اسے

گفت رنج احمقی قہر خداست · رنج کوری نیست قہر آں ابتلاست

بولے ہے یہ احمقی قہر خدا · اندھا پن تو ہے فقط اک ابتلا

ابتلا رنجیست کاں رحم آورد · احمقی رنجیست کاں زخم آورد

ابتلا کا رنج لائے رحمتیں · احمقی کے رنج میں ہوں زحمتیں

آنچہ داغ اوست مہر او کردہ است · چارۂ بر وئے نیارد برد دست

داغ اس کا مہر ہے اس پر لگی · اب علاج اسکا نہیں ممکن کوئی

ز احمقاں بگریز چوں عیسیٰ گریخت · صحبتِ احمق بسے خونہا بریخت

احمقوں سے مثلِ عیسیٰ بھاگ جا · خون ہوگا اِن کی صحبت میں دلا

بر سر آرد زخم رنج احمقی · زخم نبود چارہ جوئے آں شقی

سر کرے مجروح رنج احمقی · ہو نہ رحمت چارہ جُز اس شوم کی

اندک اندک آب را دزدد ہوا · وانچنیں دزدد ہم احمق از شما

تھوڑا تھوڑا پانی لے جیسے ہوا · اس طرح احمق بھی لیتا ہے چرا

آں گریز عیسوی نز بیم بود · ایمنست او آں پئے تعلیم بود

بھاگنا عیسیٰ کا تھا کب خوف سے · تھا مگر تعلیم ہی کے واسطے

زمہریر ار پُر کند آفاق را · چہ غم آں خورشیدِ با اشراق را

چھائے بادِ سرد اگر آفاق پر · اس سے کیا خورشید کو پہنچے ضرر

اہلِ سبا کا قصہ

یادم آمد قصۂ اہلِ سبا — کز دمِ احمق صبا شد شان وبا

یاد آیا قصۂ اہلِ سبا — تھی حماقت سے صبا ان کو وبا

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں — در فسانہ بشنوی از کودکاں

وہ سبا اک شہر ہے بیحد بڑا — بچوں سے ہوگا کہانی میں سنا

کودکاں افسانہا مے آورند — درج در افسانہ شاں بس سرّ و پند

بچے گو افسانے کرتے ہیں بیاں — ان فسانوں میں بھی ہیں رازِ نہاں

ہزلہا گویند در افسانہا — گنج میجو در ہمہ ویرانہا

گو ان افسانوں میں ہے بیہودگی — گنج سب ویرانوں میں ڈھونڈا کیے اجی

بود شہرے بس عظیم و مہ و لے — قدرِ او قدرِ سکرہ بیش نے

گو عظیم الشان تھا شہرِ سبا — قدر میں کاسہ سے پر زائد نہ تھا

بس عظیم و بس فراخ و بس دراز — سخت زفت و تو بہ تو ہمچوں پیاز

وہ بہت چوڑا تھا اور بیحد دراز — اور گنجاں تہ بہ تہ مثلِ پیاز

مردم دہ شہر مجموع اندر و — لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو

آدمی دس شہروں کے واں جمع تھے — تین قسموں میں جو تھے بکھرے ہوئے

اندرو نوع خلائق بیشمار — لیک آں جملہ سہ خام پختہ خوار

خلق کی قسمیں تھیں اس میں بے شمار — تین قسمیں ان کی تھیں خام اور خوار

جان ناکردہ بجاناں تاختن — گو ہزاراں ست باشد نیم تن

سوئے جاناں کب گئی تھی اُن کی جان — گر ہزاروں جانیں ہوں تو نصف جان

آں یکے بس دور بین و دیدہ کور — از سلیمانؑ کور و دیدہ پائے مور

دور بین و کور تھی اول قسم شعور — دیکھتے چیونٹی سلیمانؑ سے تھے کور

آں دگر بس تیز گوش و سخت کر — گنج در وے نیست یک جو سنگ و زر

دوسری تھی تیز گوش اور سخت کر — گنج جس میں تھا نہ اک جو سنگ و زر

لہ بہری

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز — لیک دامنہائے جامہ او دراز

تیسری بالکل برہنہ ننگی تھی — دامن اُن کے تھے دراز اے متقی

گفت کور اینک گروہے میرسند — من ہمے بینم کہ چہ قومند و چند

بولے اندھے' ایک قوم آئی ہے اب — دیکھتے ہیں ہم کہ وہ کتنے ہیں سب

گفت کر آرے شنیدم بانگ شاں — کہ چہ می گویند پیدا و نہاں

بولے بہرے۔ ہاں سُنی اُنکی صدا — ظاہر و باطن میں وہ کہتے ہیں کیا

آں برہنہ گفت ترساں زاں منم — کہ ببرند از درازے دامنم

بولے ننگے' ہے یہ اندیشہ ہمیں — وُہ نہ دامن کو ہمارے پھاڑ دیں

کور گفت اینک بنزدیک آمدند — خیز بگریزیم پیش از زخم و بند

اندھے بولے' لو وہ نزدیک آگئے — بھاگنا نقصاں سے پہلے چاہیئے

گر ہمے گوید کہ آرے مشغلہ — میشود نزدیک تر یاراں ہلہ

بولے بہرے۔ ٹھیک ہے یہ برملا — شور و غل نزدیک ہم سے ہو گیا

آں برہنہ گفت آوہ دامنم — از طمع بُرّند و من ناایمنم

وہ برہنہ بولے۔ دامن سے ہے ڈر — پھاڑ پھینکیں گے اسے وہ بے ہُنر

شہر را ہشتند بیروں آمدند — وز ہزیمت در دہے اندر شدند

چھوڑ کر سب شہر باہر آگئے — اور سب اک گاؤں میں جا کر چھپے

اندر آں دہ مرغ فربہ یافتند — لیک ذرہ گوشت بر وے نے نژند

گاؤں میں اک مرغ موٹا سا ملا — گوشت جس میں ایک ذرہ بھر نہ تھا

کور دید و آں کر آوازش شنید — عور بگرفت و بدامن در کشید

کور نے دیکھا، سُنی کر نے صدا — اور لیا دامن میں ننگے نے اُٹھا

مرغ مردہ خشک و ز زخم کلاغ — استخوانہا زار گشتہ چوں نباغ

زخم سے کوّے کے مُردہ مرغ تھا — ہڈیاں تھیں تار تار اے باصفا

پس طلب کردند و دیگے یافتند
ڈھونڈ کر وہ دیگ لائے اک وہاں
بے سر و بے بن سبک بشتافتند
تھا نہ پیندا اور نہ سر تھا بیگماں

بر سر آتش نہادند آں سہ تن
مل کے پھر تینوں نے رکھا آگ پر
مرغ فربہ را بدیگ اندر زتن
دیگ میں اس مرغ فربہ کو ادھر

آتشش کردند چنداں اے پسر
پھر جلائی آگ اتنی اے پسر
کاستخواں شد پختہ لحمش بیخبر
گوشت کچا ہڈیاں تھیں پختہ تر

زاں ہمہ خوردند چوں از صید شیر
کھایا پھر جوں شیر کھاتا ہے شکار
ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
سیر اُسے کھا کر ہوئے وہ فیل وار

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند
تینوں اس کو کھا کے موٹے ہو گئے
چوں سہ پیل بس زرگ و مہ شدند
تین فیلوں کی طرح فربہ بنے

آنچناں کز فربہی ہر یک جہاں
مرغ کھا کر اتنے پھولے وہ جواں
در نگنجیدے ز زفتی در جہاں
بس سما سکتے نہ تھے دنیا میں ہاں

با چنیں گبزی و ہفت اندام زفت
تھے اگرچہ موٹے اور اتنے بڑے
از شگاف در برون جستند و رفت
لیکن اک سوراخ سے باہر ہوئے

راہ مرگ خلق ناپیدا رہیست
خلق کے مرنے کا ہے رستہ نہاں
در نظر ناید کہ آں بیجا رہیست
بے ٹھکانے ہے۔ نظر آئے کہاں

نک پیاپے کاروانہا مقتفی
آگے پیچھے قافلے سب ہیں رواں
زیں شگاف در کہ ہست آں مختفی
اس شگاف در سے جو ہے بس نہاں

بر در ار جوئی نیابی آں شگاف
در پہ ڈھونڈے تو نہ پائے درز بھی
سخت ناپیدا و دُر چندیں زخاف
ہے بہت پوشیدہ طاقوں میں چھپی

اے ضیاء الحق حسام الدین عیاں
اے ضیاء الحق حسام الدین ہاں
باز باید گفت شرح ایں بیاں
شرح اسکی چاہیئے کرنی بیاں

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست	آشنا را روئے در بیگانہ نیست
مختصر ہر بات افسانہ نہیں	آشنا مشتاق بیگانہ نہیں

اندھے بہرے اور ننگے کی تشریح

کر امل را داں کہ مرگِ ما شنید	مرگ خود نشنید و نقل خود ندید
بہری ہے امید موت اکثر سنی	اور نہ مرگ و نقل اپنی سن سکی
حرص نابیناست بیند مو بمو	عیب خلقاں و بگوید فاش او
حرص نابینا ہے دیکھے مو بمو	عیب خلقت۔ اور کھولے ہو بہو
عیب خود یک ذرہ چشم کور او	مے نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو
عیب اپنا اس کی چشم کور کو	کچھ نہ سوجھے ہے گرچہ وہ ہے عیب جو
عور میترسد کہ دامانش برند	دامن مرد برہنہ کے درند
ننگا ڈرتا ہے نہ دامن پھاڑ دیں	دامن مرد برہنہ کیا پھٹیں
مرد دنیا مفلس ست و ترسناک	ہیچ او را نیست از دزدانش باک
مرد دنیا مفلس اور ہے خوفناک	کچھ نہیں اسکو مگر چوروں سے باک
او برہنہ آمد و عریاں رود	وز غمِ دزدش جگر خوں میشود
ننگا آیا ہے وہ۔ ننگا جائیگا	غم سے چوروں کے جگر ہے خون سا
وقتِ مرگش کہ بود صد نوحہ بیش	خندہ آید جانش را زیں ترس خویش
وقت مرنے کے جو ماتم ہو سوا	ہنستی ہے جان اسکی اس ڈر پر فدا
آں زماں داند غنی کش نیست زر	ہم ذکی داند کہ بود او بے ہنر
جب غنی سمجھے کہ ہے محروم زر	اور ذکی جانے کہ ہے وہ بے ہنر
چوں کنار کودکے پر از سفال	کو براں لرزاں بود چوں ربِّ مال
گود میں بچوں کے جیسے ٹھیکرے	مال اپنا وہ سمجھتے ہیں اُسے

اگر ستانی پارہ گریاں شود　　پارہ گر بازش دہی خنداں بود
چھین لے کوئی تو وہ رونے لگیں　　اور کرے واپس تو پھر وہ ہنستے ہیں

چوں نباشد طفل را دانش دثار　　گریہ و خندہ اش ندارد اعتبار
عقل بچوں کو نہیں ہوتی ہے یار　　رونے ہنسنے کا نہیں کچھ اعتبار

محتشم چوں عاریت را ملک دید　　پس بر آں مال دروغیں مے طپید
ملک سمجھا عارضی دولت امیر　　حرص میں ہے مال باطل کی اسیر

خواب مے بیند کہ او را ہست مال　　ترسد از دزدے کہ برباید جوال
دیکھتا ہے خواب میں مال و منال　　چوروں سے ڈرتا ہے لیجائیں نہ مال

چوں ز خوابش بر کشاید گوش کش　　پس ز ترس خویش تسخر آیدش
آنکھ جب اس کی کھلے گی خواب سے　　پھر ہنسی اس ڈر پہ آئے گی اسے

ہمچنیں ترسانی ایں عالماں　　کہ بود شاں عقل و علم ایں جہاں
عالموں کا یہی ہے ڈرنا ایسا ہی　　جن کو علم اور عقل ہے اس دہر کی

از پئے ایں عاقلان ذو فنون　　گفت ایزد در نبی لا یعلمون
بس انہیں کے واسطے اے ذوفنون　　قول حق قرآں میں ہے کہ لا یعلمون

ہر کسے ترساں ز دزدے کسے　　خویشتن را علم پندارد بسے
ہر کوئی چوری سے ہے سہما ہوا　　اپنے کو عالم بڑا ہے جانتا

گوید او کہ روزگارم مے برند　　خود ندارد روزگار سودمند
کہتا ہے دیتی ہے یہ دنیا گزند　　خود نہیں اس کا زمانہ سودمند

گوید از کارم بر آوردند خلق　　غرق بیکاریست جانش تا بحلق
کہتا ہے حارج ہے دنیا بیدھڑک　　غرق بیکاری ہے سر سے پاؤں تک

عور ترساں کہ منم دامن کشاں　　چوں رہانم دامن از چنگال شاں
ننگا ڈرتا ہے کہ دامن ہے بڑا　　ہاتھ سے کس طرح ہو اُنکے رہا

صد ہزاراں فضل داند از علوم — جان خود را مے نداند آں ظلوم

لاکھ علم و فضل وہ ہے جانتا — ظلمتِ جاں سے نہیں پر آشنا

داند او خاصیتِ ہر جوہرے — در بیانِ جوہرِ خود چوں خرے

جانے ہر جوہر کی خاصیت ضرور — اپنے جوہر کے بیاں ہیں بے شعور

کہ ہمے دانم یجوز و لا یجوز — خود ندانی تو یجوزی یا عجوز[۲]

کہتا ہے جانوں یجوز و لا یجوز — تو نہ جانے اس کو ہرگز اے عجوز

ایں روا[۱] و آں ناروا دانی ولیک — خود روا یا ناروائی بیں تو نیک

تو روا اور ناروا جانے ولے — خود روا یا ناروا ہے۔ دیکھ لے؟

قیمتِ ہر کالہ میدانی کہ چیست — قیمتِ خود را ندانی احمقیست

دام ہر ساماں کے تو ہے جانتا — اپنی قیمت خود نہ جانے احمقا

سعدہا و نحس ہا دانستۂ — ننگری سعدی تو یا ناشستۂ

سعد بھی تو جانتا ہے۔ نحس بھی — اپنی بھی دیکھی کبھی نیکی بدی؟

جانِ جملہ علمہا اینست ایں — کہ بدانی من کیم در یومِ دیں

جان ہے بس سارے علموں کی یہی — حشر میں پہچانے خود کو آپ ہی

آں اصولِ دیں بدانستی ولیک — بنگر اندر اصلِ خود کو ہست نیک

تو اصولِ دیں تو سمجھا ہے مگر — غور کچھ اپنی حقیقت پر بھی کر

از اصولینت اصولِ خویش بہ — کہ بدانی اصلِ خود اے مردِ بہ

ہے اصولی سے اصول اپنا بھلا — تا تو اپنی اصل سے ہو آشنا

[۱] جائز اور ناجائز ۔
[۲] بڑھیا ۔

اہلِ سبا کی خوش بختی اور ناشکری

اصلِ شاں بد بود آں اہلِ سبا
اصل ہی اہلِ سبا کی تھی بُری
میر میدندے ز اصحابِ لقا
بھاگتے تھے انبیاء سے دُور ہی

داد شاں چندیں ضیاع و باغ و راغ
مرحمت انکو ہوئے تھے دشت و باغ
از چپ و از راست از بہرِ فراغ
ہر طرف سے انکو حاصل تھا فراغ

بسکہ مے افتاد از پُری ثمار
میوے افزونی سے گرتے بیشمار
تنگ مے شد معبرہ بر رہگذار
تنگ تھی رہگیر پر ہر رہگذار

آں نثارِ میوہ رہ را میگرفت
راہ میووں کی نچھاور سے تھی بند
از پُری میوہ رہرو در شگفت
اور رہرو کو تحیّر تھا دوچند

سلّہ بر سر بر درختستان شاں
جاتے لے کر سامنے جب پیڑ کے
پُر شدے ناخواست از میوہ فشاں
خود بخود میووں سے بھرتے ٹوکرے

باد آں میوہ فشاندے بے کسے
میووں کو ٹپکاتی رہتی تھی ہوا
پُر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
میووں سے بھرتے تھے دامن برملا

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ
جھوم کر جھکتے تھے جب خوشے بڑے
بر سر و رُوئے روندہ میزدہ
منہ پہ لگتے تھے وہ ہر رہگیر کے

مردِ گلخن تاب از پُری زر
صاحبِ اموال بھڑ بھونجا بھی تھا
بستہ بودے بر میاں زرّیں کمر
وہ بھی تھا پٹکا سنہری باندھتا

سگ کلیچہ کوفتے در زیرِ پا
کتے کے پاؤں میں کلیچے تھے پڑے
تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا
بھیڑیا بیمار سوءِ ہضم سے

گشتہ آمن شہر و دِہ از دزد و گرگ
شہر و دہ محفوظ دزد و گرگ تھے
بز نترسیدے ہم از گرگِ سترگ
بھیڑ ڈرتی تھی نہ ہرگز گرگ سے

جامۂ ایشاں اگرچہ کیں شدے　　آتش سوزندہ شاں صابوں شدے

ان کے کپڑے میلے ہو جاتے اگر　　آگ بن جاتی انہیں صابون تر

در تنور انداختندے جامہ را　　بعد یکساعت شدے خوش باصفا

کپڑوں کو تنور میں وہ ڈالتے　　صاف ہوتے بعد تھوڑی دیر کے

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم　　کہ زیادت مے شد آں یوماً فیوم

گر کروں میں شرح نعمتہائے قوم　　جو زیادہ ہوتی تھی یوماً فیوم

مانع آمد او سخنہائے مہم　　انبیا بُردند امرِ فاستقم

تو مرا مقصد یونہی رہ جائے گا　　انبیاء نے فاستقم[۱] ان سے کہا

سبا میں تیرہ پیغمبروں کا آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند　　گمرہاں را جملہ رہبر می شدند

تیرہ پیغمبر وہاں نازل ہوئے　　گمرہوں کی رہبری کے واسطے

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو　　مرکبِ شکر ار بجنبد حرّہ گو

شکر افزونیٔ نعمت کا کرو　　شکر کا گھوڑا جو سوئے - اڑ دو

شکرِ منعم واجب آمد در خرد　　ورنہ بکشاید درِ خشمِ ابد

شکرِ حق از راہِ دانش ہے روا　　ورنہ پھر غصے کا در کھل جائیگا

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند　　کز چنیں نعمت بشکرے بس کند

دیکھو یہ انعام اور ایسا کرے　　شکر کم کون ایسی نعمت کا کرے

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدۂ　　پا بہ بخشد شکر خواہد قعدۂ

سر دیا ہے، شکر کا سجدہ کرو　　پاؤں بخشے شکر میں قعدہ کرو

[۱] استقامت کرو ۱۲

شکر نعمت نعمتت افزوں کند — صد ہزاراں گل زخارے سر زند

شکر نعمت، نعمتوں کو دے بڑھا — لاکھوں گل اک خار سے نکلیں وا

قوم کا انبیاؑ کو جواب دینا

قوم گفتہ شکر ما را برد غول — ما شدیم از شکر و ز نعمت ملول

قوم بولی۔ لے گیا شکر اپنا غول — ہو گئے ہم شکر و نعمت سے ملول

نعمتے چہ سیر شد جان ما ازیں — شکر چہ گوئیم بر گو بنا ہیں

کیا ہے نعمت، سیر ہم اس سے ہوئے — شکر اب کس کا کریں فرمایئے

بیش ما ایں نعمت آمد محنتے — شکرِ محنت کس نگفتہ است اے فتے

اب تو یہ نعمت بھی محنت ہو گئی — شکرِ محنت کون کرتا ہے کبھی

ما چناں پژمردہ گشتیم از عطا — کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا

ہم عطا سے اسقدر ناخوش ہوئے — اب خطا میں ہیں نہ طاعت میں مزے

ما نمی خواہیم نعمتہا و باغ — ما نمی خواہیم اسبابِ فراغ

اب نہیں درکار یہ نعمت یہ باغ — اب نہیں منظور اسبابِ فراغ

انبیاؑ کا قوم کو جواب دینا

انبیا گفتند در دل علتے ست — کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست

دل میں اک علت ہے۔ بولے انبیاؑ — حق شناسی کے لئے جو ہے بلا

نعمت از وے جملگی علت شود — طعمہ در بیمار کے قوت شود

ساری نعمت اس سے بس علت ہی ہو — کھانے سے قوت ہو کیا بیمار کو

چند خوش پیش تو آمد اے مضر — جملہ ناخوش گشت و صافِ او کدر

آئیں خوشیاں سامنے تیرے اگر — ناخوشی سب ہو گئیں اور پُر حذر

تو عدوِّ ایں خوشی ہا آمدی — گشت ناخوش ہر چہ بوئے کف زدی

اپنی خوشیوں کا تُو ہے دشمن بنا — پایا جو کچھ اس سے تو ناخوش ہوا

ہر کہ او شد آشنا و یارِ تو — شد حقیر و خوار در دیدارِ تو

جو کوئی تیرا ہوا یار آشنا — خوار وہ تیری نظر میں ہو گیا

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم — پیش او تو بس مہست و محترم

تجھ سے بیگانہ رہا جو بیش و کم — وہ رہا تیری نظر میں محترم

ایں ہم از تاثیرِ آں بیماریست — زہر او در جملہ خلقاں ساریست

ہاں اثر ہے یہ اُسی بیماری کا — زہر اُس کا سب میں ہے دوڑا ہوا

دفعِ آں علت بباید کرد زود — کہ شکر ہا آں حدث باید نمود

چاہیئے علت یہ کرنا جلد دُور — شکر پیدا چاہیئے کرنا ضرور

ہر خوشی کآید بتو ناخوش بود — آبِ حیواں گر رسد آتش شود

خوشی تجھ کو ملے ہو ناخوشی — آبِ حیواں آگ ہو اے مدعی

کیمیائے مرگ و جسک ست آں صفت — مرگ گردد زآں حیات عاقبت

کیمیائے رنج و غم ایسی ہے یار — زندگی یعنی موت ہو انجام کار

بس غذائی کہ زوے دل زندہ شد — چوں بیاید در تنِ تو گندہ شد

تُو غذا ہے، اس سے دل زندہ ہوا — جب وہ آئی جسم میں، گندہ ہوا

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد — چوں شکارت شد بر تو خوار شد

ہو گیا جو ناز کا تیرے شکار — پاس رہ کر وہ ہوا آخر کو خوار

آشنائی عقل با عقل از صفا — چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا

آشنائی عقل کی ہو عقل سے — دوستی ہر دم صفائی سے بڑھے

آشنائی نفس با ہر نفس پست — تو یقیں میداں کہ دم دم کمتر است

آشنائی نفس کو ہے نفس سے — تو یقیں کر لے۔ وہ ہر لحظہ گھٹے

زانکہ نفسش گردِ علت مے تند ‏ | ‏ معرفت را زود فاسد مے کند

گردِ علت کیونکہ نفس اسکا پھرے ‏ | ‏ معرفت کو جلد تر فاسد کرے

گر نخواہی دوست را فردا نفیر ‏ | ‏ دوستی با عاقل و با عقل گیر

گر نہ چاہے تو تنفر دوست کا ‏ | ‏ عقل اور عاقل سے ربط اپنا بڑھا

از سموم نفس چوں با علتی ‏ | ‏ ہر چہ گیری تو مرض را آلتی

نفس کی گرمی سے ہے بیمار تو ‏ | ‏ اس لئے ہے آلۂ آزار تو

گر بگیری گوہرے سنگے شود ‏ | ‏ گر بگیری مہرِ دل جنگے شود

تو جو موتی لے تو وہ پتھر ہے ‏ | ‏ لے محبت دل کی جھگڑے میں پڑے

ور بگیری نکتۂ بکرِ لطیف ‏ | ‏ بعدِ درکت گشت بے ذوق و کثیف

نکتۂ نادر ملے تجھ کو لطیف ‏ | ‏ بعدِ آگاہی ہو بے ذوق و کثیف

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد ‏ | ‏ چیز دیگر گو بجز آں اے عضد

یہ پرانا ہے اسے ہوں سن چکا ‏ | ‏ اب بتا دے اور کچھ اسکے سوا

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر ‏ | ‏ باز فردا زو شوی زار و نفیر

دوسری چیز اک اچھوتی گر ملے ‏ | ‏ دوسرے دن اس سے بھی نفرت بڑھے

دفعِ علت کن چو علت خو شود ‏ | ‏ ہر حدیثِ کہنہ پیشت نو شود

دفعِ علت کر کہ علت دور ہو ‏ | ‏ پھر نیا کر ہر پرانی بات کو

تا کہ از کہنہ بر آرد شاخِ نو ‏ | ‏ بشگفد صد خوشۂ کہنہ ز گو

تا پرانی شاخ سے نکلے نئی ‏ | ‏ خاک سے پھوٹیں شگوفے اے اخی

ما طبیبانیم شاگردانِ حق ‏ | ‏ بحرِ قلزم دید ما را فانفلق

ہیں طبیب اور ہم ہیں شاگرد خدا ‏ | ‏ دیکھا قلزم نے جو ہم کو پھٹ گیا

آں طبیبانِ طبیعت دیگر اند ‏ | ‏ کہ بدل از راہِ نبضے بنگرند

دوسرے ہیں وہ طبیعت کے طبیب ‏ | ‏ دل کی حالت نبض سے دیکھیں عجیب

ما بدل بے واسطہ خوش بنگریم ۔۔۔ کز فراست ما بعالی منظریم
اپنی ہے بے واسطہ دل پر نظر ۔۔۔ ہم تو ہیں دانائی سے اعلیٰ نگر

آں طبیبانِ غذا نید و ثمار ۔۔۔ جانِ حیوانی بدیشاں استوار
پھل غذا پر ان طبیبوں کا مدار ۔۔۔ جانِ حیوانی ہے اُن سے استوار

ما طبیبانِ فعالیم و مقال ۔۔۔ ملہمِ ما پرتوِ نورِ جلال
اور ہیں قول و فعل کے ہم چارہ گر ۔۔۔ ملہمِ حق ہم کو دیتا ہے خبر

کاینچنیں فعلے ترا نافع بود ۔۔۔ وآنچناں فعلے زرہ قاطع شود
یعنی ہوگی منفعت اس کام سے ۔۔۔ اور پھر وہ کام روکے راستے

اینچنیں قولے ترا پیش آورد ۔۔۔ وآنچناں قولے ترا نیش آورد
ہوگا ایسے قول سے تو بہرہ ور ۔۔۔ اور ایسا قول ہوگا نیشتر

آنچناں و ایں چنیں از نیک و بد ۔۔۔ پیشِ تو بنہیم و بنمائیم جد
ایسا ویسا اور سب اچھا برا ۔۔۔ آگے رکھ کر ہم ہیں کوشش میں فنا

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں ۔۔۔ زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں
چاہے یہ اور چاہے وہ کر اختیار ۔۔۔ زہر و شکر، موتی، پتھر آشکار

آں طبیباں را بود بولے دلیل ۔۔۔ ویں دلیلِ ما بود وحیِ جلیل
ان طبیبوں کے لئے بول اک دلیل ۔۔۔ اور دلیل اپنی ہے بس وحیِ جلیل

دست مزدے مے نخواہیم از کسے ۔۔۔ دست مزدِ ما رسد از حق بسے
حق محنت کچھ نہیں ہم چاہتے ۔۔۔ ہم کو مزدوری ملی اللہ سے

ہیں صلا بیماریِ ناسور را ۔۔۔ داروئے ما یک بیک رنجور را
آؤ، گر بیماریِ ناسور ہے ۔۔۔ دیں دوا ہم اس کو جو رنجور ہے



اس قوم کا پیغمبروں سے معجزہ طلب کرنا

قوم گفتند اے گروہِ مدعی
کو گواہِ علمِ طب و نافعی

قوم بولی۔ اے گروہِ مدعی
ہے تمہاری طب کا شاہد بھی کوئی

چوں شما بستۂ ہمیں خواب و خورید
ہمچو ما باشید در دہ مے چرید

تم بھی خود ہو خواب و خور میں مبتلا
جس طرح ہم گاؤں میں ہیں رلا

چوں شما در دامِ ایں آب و گلید
کے شما صیادِ سیمرغِ دلید

جبکہ تم بھی ہو اسیرِ آب و گل
کون مانے صید کی سیمرغِ دل

حب و جاہ و سروری ارو بداں
کہ شمارد خویش از پیغمبراں

سب یہ جاہ و سروری ہے اس لئے
یعنی پیغمبر ہو خود کو جانتے

ما نخواہیم ایں چنیں لاف و دروغ
کردن اندر گوش و افتادن بدوغ

جھوٹی باتیں ایسی ہم سنتے نہیں
پڑ نہ جائیں یوں کھٹائی میں کہیں

انبیا گفتند کایں زاں علت است
مایۂ کوری حجابِ رویت است

انبیا بولے یہ علت ہے وہی
کوری ہے رویت کا خود پردہ بنی

دعوئ ما را شنیدید و شما
مے نہ بینید ایں گہر در دستِ ما

تم ہمارے دعوے سنتے ہو مگر
ہاتھ میں گوہر نہیں آتا نظر

امتحان ست ایں گہر مر خلق را
ماش گرد انیم گردِ چشمہا

امتحاں ہے یہ گہر مخلوق کا
سامنے آنکھوں کے ہے رکھا ہوا

ہر کہ گوید کو گواہ گفتش گواست
کو نمے بیند گہر حبس عماست

گفتگو اس کی ہے خود اسکی گواہ
وہ نہ دیکھے اس کی بینائی تباہ

آفتابے در سخن آمد کہ خیز
کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز

کہے سورج کہ اے لوگو اٹھو
دن نکل آیا۔ لڑائی چھوڑ دو

تو بگوئی آفتابا کو گواہ	گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تو کہے، ہے کون اے سورج گواہ	وہ کہے "اندھے! خدا سے آنکھ چاہ"
روز روشن ہر کہ او جوید چراغ	عین جستن کوریش دارد بلاغ
شمع دن کے وقت جو ہے ڈھونڈتا	عین کوری ہے یہ اس کا ڈھونڈنا
ور نمے بینی گمانے بردۂ	کہ ضیا ہست و تو اندر پردۂ
گر نہ دیکھے ہو گماں اس بات کا	ہے ضیا اور تو ہے پردے میں چھپا
کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش	خامش و در انتظارِ فضل باش
اپنا اندھاپن نہ کر یوں آشکار	چپ ہو کر فضل خدا کا انتظار
فضل بے علت مگر دریابدت	زیں شقاوت روئے دل برتابدت
فضل بے علت مگر پا لے تجھے	اس شقاوت سے ترا دل پھیر دے
ور بمانی در چنیں کوری ابد	آئنہ پنہاں شد از تو در نمد
گر رہے اس اندھے پن میں تو سدا	آئنہ پنہاں ہو نمدے میں ترا
درمیانِ روز گفتن روز کو	خویش رسوا کردنست اے تند خو
دن کو یہ کہنا کہ اب دن ہے کہاں	اپنے کو کرنا ہے رسوا بیگماں
صبر و خاموشی جذوب رحمتست	ویں نشاں جستن نشانِ علتست
جاذبِ رحمت ہے صبر و خامشی	مت نشاں کو ڈھونڈ علت ہے یہی
انصتوا بپذیر تا بر جانِ تو	آید از جاناں جزائے انصتوا
تو ہو خامش تا کہ تیری جان پر	خامشی کا کچھ ادھر[1] سے ہو اثر
گر نخواہی نکس پیش ایں طبیب	بر زمیں زن زود سر را اے لبیب
گر نہ چاہے عودِ آزار اے اخی	رکھ دے سر پیش طبیب اب جلد ہی

[1] یعنی خدا کی طرف سے ؛

گفت افزوں را تو بفروش و بخر — بذل جان و بذل جاہ و بذل سر
گفتگوئے بیہودہ کو بیچ دے — بذلِ[1] جان و جاہ و سر کو مول لے

تا ثنائے تو بگوید فضلِ ہو — کہ حسد دارد فلک بر جاہِ او
تا کرے تیری ثنا فضلِ خدا — آسماں کو ہو حسد اس جاہ کا

چوں طبیباں را نگہدارید دل — خود بہ بینید و شوید از خود خجل
پاسِ خاطر ہے طبیبوں کا اگر — خود خجل ہو جاؤ گے تم دیکھ کر

دفعِ ایں کوری بدستِ خلق نیست — لیک اکرامِ طبیباں از ہدیست
دستِ خلقت میں یہ اندھاپن نہیں — کر طبیبوں کی ہدایت کا یقیں

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید — تا بمشک و عنبر آگندہ شوید
ان طبیبوں کا تو دل سے ہو غلام — تا کہ نہکے مشک و عنبر سے مدام

قوم کا انبیا پر تہمت لگانا

قوم گفتند اینہمہ زرقست و مکر — کہ خدا نائب کند از زید و بکر
قوم بولی۔ ہے یہ حیلہ اور مکر — ہوں جو نائب یوں خدا کے زید و بکر

ہر رسولِ شاہ باید جنسِ او — آب و گِل کو خالقِ افلاک کو
شاہ کا قاصد ہو اس کی جنس کا — آب و گل سے اور خدا سے میل کیا

مغزِ خر خوردیم تا ما چوں شما — پشہ را داریم ہمرازِ ہما
مغزِ خر کھایا تمہاری طرح کیا — جانیں کیوں مچھر کو ہمرازِ ہما

کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا — ز آفتابِ چرخ چہ بود ذرہ را
کیا ہما مچھر، کہاں گل اور خدا — ذرے کو سورج سے کیا نسبت بھلا

[1] خرچ کرنا۔ دے ڈالنا +

ایں چہ نسبت ویں چہ پیوندے بود	تا کہ عقل و دماغے در رود
جوڑ یہ کیسا ہے یہ نسبت ہے کیا	عقل میں کیونکر سمائے واہ وا
تا کجا ایں گفت بیہودہ کجا	ایں چہ زرقست و چہ شیدست و دغا
بیہدہ گوئی یہ آخر تا کجا	یہ ہے کیسا حیلہ اور مکر و دغا
خود کجا کو آسماں کو ریسماں	مے نگیرد مغز ما ایں استاں
خود کہاں اور آسماں رسّی کہاں	فہم میں آتی ہے کب یہ داستاں
غالباً ما عقل داریم ایں قدر	گندنا را مے شناسیم از گزر
غالباً ہے عقل ہم میں اس قدر	گندنا گاجر کی ہے ہم کو خبر

خرگوشوں کا قصّہ

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت	من رسول ماہم و باماہ جفت
یہ مثل وہ ہے کہا خرگوش نے	چاند کا قاصد ہوں اسکی جنس سے
کز رمہ پیلاں بر آں چشمہ زلال	جملہ نخچیراں بُدند اندر وبال
ہاتھیوں کے گلہ سے اک چشمے پر	تھے مصیبت میں شکاری جانور
جملہ محروم و زخوف از چشمہ دور	حیلہ کردند چوں کم بود زور
دور سب چشمے سے اور محروم تھے	زور کم تھا مکر ہی کرنے لگے
از سر کُہ بانگ زد خرگوش زال	سوئے پیلاں در شب غرّہ ہلال
یہ صدا دی کوہ سے خرگوش نے	ہاتھیوں کو چاند پہلا دیکھ کے
کہ بیا رابع عشر اے شاہ پیل	تا درون چشمہ یابی ایں دلیل
چودھویں شب کو تو آ اے شاہ پیل	تا ملے چشمے میں تجھ کو یہ دلیل
شاہ پیلاں من رسولم پیش بیست	بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
میں ہوں قاصد شاہ پیلاں آ ادھر	قاصدوں کو کون دیتا ہے ضرر

ماه مے گوید کہ اے پیلاں روید ‏ ‏ ‏ چشمہ آن ماست زاں یکسو شوید
چاند کہتا ہے کہ اے فیلو بڑھو ‏ ‏ ‏ ہے ہمارا چشمہ اسکو چھوڑ دو

ورنہ من تا کور گردانم ستم ‏ ‏ ‏ گفتم از گردن برون انداختم
ورنہ سب کو کور کردوں ظلم سے ‏ ‏ ‏ کہ دیا اب کچھ نہیں ذمے مرے

ترکِ ایں چشمہ بگوئید و روید ‏ ‏ ‏ تا ز زخم تیغ من ایمن شوید
چھوڑ دو چشمے کو اور آگے بڑھو ‏ ‏ ‏ تا کہ زخم تیغ سے ایمن رہو

نک نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ ‏ ‏ ‏ مضطرب گردد ز پیلِ آبخواہ
یہ نشانی ہے کہ اس چشمے میں ماہ ‏ ‏ ‏ مضطرب ہو جب ہو ہاتھی آبخواہ

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہِ پیل ‏ ‏ ‏ تا درون چشمہ یابی آں دلیل
آ وہاں اس رات کو اے شاہ پیل ‏ ‏ ‏ تا کہ تو چشمے میں پائے یہ دلیل

چونکہ ہفت و ہشت از مہ بگذرید ‏ ‏ ‏ شاہِ پیل آمد ز چشمہ میچرید
ساتویں یا آٹھویں تھی چاند کی ‏ ‏ ‏ آیا اس چشمے پہ شاہِ پیل بھی

چونکہ زد خرطوم پیل آنشب در آب ‏ ‏ ‏ مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
سونڈ پانی میں جو ماری بے حجاب ‏ ‏ ‏ چاند کا پانی میں دیکھا اضطراب

پیل باور کرد از وے آں خطاب ‏ ‏ ‏ چوں درون چشمہ مہ کرد اضطراب
فیل کو آیا یقیں پیغام کا ‏ ‏ ‏ مضطرب جب چاند چشمے میں ہوا

ترس ترساں باز گشتند آں رمہ ‏ ‏ ‏ بعد ازاں نامد یکے زایشاں ہمہ
ڈر گئے ہاتھی پھرے سب بے خبر ‏ ‏ ‏ پھر وہاں آیا نہ کوئی بھول کر

مانہ زاں پیلاں گوئیم اے گروہ ‏ ‏ ‏ کاضطرابِ ماہ آرد ماں شکوہ
ہم تو وہ ہاتھی نہیں ہیں اے گروہ ‏ ‏ ‏ چاند سے جو ہو ہمیں خوف شکوہ

انبیا کا جواب دینا

انبیا گفتند آوہ پندِ جاں
سخت تر کرد اے سعیہان بندِ تاں

انبیاؑ بولے نصیحت نے کیا
مشکلوں کو اور بھی مشکل سوا

اے دریغا کہ دوا در رنج تاں
گشت زہر و قہر جاں آہنج تاں

بدنصیبی سے تمہاری یہ دوا
ہوگئی زہر اور ہلاکت دی بڑھا

ظلمت افزود ایں چراغ آں چشم را
چوں خدا بگماشت پردہ چشم را

شمع سے آنکھوں کی تاریکی بڑھی
قہرِ حق نے پردہ ڈالا واقعی

چہ رئیسی جست خواہیم از شما
کہ ریاستماں فزونست از سما

تم سے ہم چاہیں حکومت کیا بھلا
ہے ریاست اپنی برتر[۱] از سما

چہ شرف یابد ز کشتی بحرِ دُر
خاصہ کشتیئے ز سرگیں گشتہ پُر

کیا شرف دریا کو کشتی سے بھلا
پھر وہ کشتی جس میں گوبر ہو بھرا

اے دریغ آں دیدۂ کور و کبود
آفتابے اندرو ذرہ نمود

ہائے صد افسوس چشمِ کور پر
آفتاب آیا اُسے ذرہ نظر

کادمے کو بود بے مثل و ندید
دیدۂ ابلیس جز طینے ندید

جیسے آدمؑ بے نظیر و مثل تھے
آنکھ میں ابلیس کی مٹی بنے

چشمِ دیوانہ بہارش دے نمود
زاں طرف جنبید کو را خانہ بود

چشمِ مجنوں میں بہاریں ہیں خزاں
اس طرف سے ہٹ گئی۔ گھر تھا جہاں

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ
پیشِ بے دولت بگردد او ز راہ

دولت آئے راہ میں اُسکے قریب
اور اس رستے کو چھوڑے بے نصیب

[۱] آسماں سے بڑھ کر ÷

اے بسا معشوق کآید ناشناخت   پیش بدبختے نداند عشق باخت

آئے معشوق اکثر اس کے سامنے   اور بدقسمت نہ عشق اس سے کرے

احمقاں را اینچنیں حرماں چراست   مے نسازد گمرہاں را راہِ راست

کم نصیبی احمقوں کی ہے یہ کیا   کب ملا گمرہ کو سیدھا راستا

ایں غلط دہ دیدہ را حرمانِ ماست   دیں مقلب قلب را سوِ قضاست

بد نصیبی ہے غلط بیں بر ملا   پھیرتی ہے قلب کو سوئے قضا

چوں بتِ سنگیں شما را قبلہ شد   لعنت و کوری شما را ظلہ شد

ہے بتِ سنگیں تمہارا قبلہ گاہ   لعنت و کوری ہیں ہے تم کو پناہ

چوں نشاید سنگِ تاں انبازِ حق   چوں نشاید عقل و جاں ہمرازِ حق

کس طرح پتھر شریکِ حق بنے   جب نہ عقل و روح بھی پائے بنے

پشۂ مردہ ہما را شد شریک   چوں نشاید زندہ ہمرازِ ملیک

مُردہ مچھر ہو ہم آغوشِ ہما   اور نہ زندہ شاہ کا ہو آشنا

یا مگر مردہ تراشیدہ شماست   پشۂ زندہ تراشیدہ خداست

مُردہ مچھر ہے تراشا تم نے یا   زندہ مچھر کو تراشے کبریا

عاشقِ خویشید و صنعتگر ز خویش   دُمِ ماراں را سرِ مار است کیش

عاشق اپنی اپنی صنعت پر ہو تم   سانپ کا سر دین ہے نزدیک دُم

نے دراں دم دولتے و نعمتے   نے دراں سر راحتے و لذتے

دولت و نعمت ہے اُس دُم میں کہاں   سر میں کب ہے راحت لذت نہاں

گرد سر گرداں بود آں دُمِ مار   لائق اند و در خور اند آں ہر دو یار

گردِ سر پھرتی ہے اکثر دُمِ مار   لائق اپنے اپنے ہیں دونوں وہ یار

آنچناں گوید حکیمِ غزنوی   در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی

سن یہ کہتے ہیں حکیمِ غزنوی   اِس الٰہی نامہ میں اے متقی

؎ا کتاب کا نام ہے +

کم فضولی کن تو در حکم قدر	درخور آمد شخص خر با گوش خر
ہاں خدا کے حکم میں حجت نہ کر	جسم خر ہے بس سزائے گوش خر
شد مناسب عضوہا و ابدانہا	شد مناسب وصفہا با جانہا
ہیں مناسب سارے اعضا جسم کے	ہے تناسب جان کو اوصاف سے
وصف ہر جانے مناسب باشدش	بیگماں جائیکہ حق بتراشدش
وصف ہوتا ہے مناسب جان کے	بیگماں حق جس طرح ترتیب دے
چوں صفت با جاں قرین کردست او	پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو
جب قرین جاں صفت کو کر دیا	چشم و رخ سے ہے مناسب برملا
شد مناسب وصفہا در خوب و زشت	شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت
ہیں مناسب صف خوب و زشت کے	ہیں مناسب حرف جو حق نے لکھے
دیدہ و دل ہست بین الاصبعین	چوں قلم در دست کاتب اے حسین
دیدہ و دل انگلیوں کے درمیاں	دست کاتب میں قلم جیسے رواں
اصبع لطفست و قہر اندر میاں	کلک دل با قبض و بسطے زیں بناں
انگلیوں میں قہر کی اور لطف کی	بسط و بقبض کلک دل ہے اے اخی
اے قلم بنگر گر اجلالیستی	کہ میان اصبعان کیستی
اے قلم! کر غور اگر ہے کچھ صفا	انگلیوں میں کس کی مسکن ہے ترا
جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع است	فرق تو بر چار راہ مجمع ست
انگلیوں میں قصد و جنبش ہے تری	اور چوراہے پہ سر ہے واقعی
ایں حروف حالہات از نسخ اوست	عزم[۱] و فسخت ہم زعزم و فسخ اوست
ہیں حروف حال اس کے نسخ سے	عزم و نسخ اسکے ہے عزم و فسخ سے

[۱] ارادہ کرنا اور ارادہ کو توڑ دینا ۔

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست — زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست

گریہ زاری کے سوا چارہ نہیں — ہر قلم آگاہ گردش ہے کہیں

ایں قلم داند ولے بر قدر خود — قدر خود پیدا کند در نیک و بد

یہ قلم ہے قدر اپنی جانتا — ڈھونڈ لے اپنے لیے اچھا برا

ہر کسی کو مثال دینے کا حق نہیں

آنچہ در خرگوش و پیل آویختند — تا ازل را با حیل آمیختند

قصہ میں خرگوش کے اور پیل کے — دی ازل کو نسبتیں ہیں مکر سے

کے رسد تاں ایں مثلہا ساختن — سوئے آں درگاہ پاک انداختن

یہ مثل ڈھونا بھلا کب چاہیے — سامنے درگاہِ والا جاہ کے

آں مثل آوردن آں حضرتست — کہ بعلم سرّ و جہر او آیتست

ہاں مثل کہنا خدا کو ہے روا — ظاہر و باطن کو جو ہے جانتا

تو چہ دانی سرّ چیزے باش کل — تا بزلف و یا برخ آری مثل

گونگا بن تو بھید کیا ہے جانتا — زلف و رُخ کی جو مثل کہنے لگا

موسیٰؑ آں را کہ عصا دید و نبود — اژدہا بد سرّ او و لب بر گشود

دیکھا موسیٰؑ نے عصا اور وہ نہ تھا — بھید جب ظاہر ہوا، تھا اژدہا

چوں چناں شاہے نداند سرّ چوب — تو چہ دانی سرّ ایں دام و حبوب

بھید لکڑی کا نہ جب اُن پر کھلا — دام و دانہ کا تو سمجھے بھید کیا

چوں غلط شد چشم موسیٰؑ در مثل — چوں شود موشے فضولے مدخل

چشم موسیٰؑ نے مثل میں کی خطا — موش بیہودہ ہے بجھ کو دخل کیا

آں مثالت را چو اژدرہا کند — تا بپاسخ جزو جزوت بر کند

جب مثل کو تیری وہ اژدر کرے — ٹکڑے ٹکڑے ہیں جواب اُسکا لے

ایں مثل آورد ابلیسِ لعیں	تا کہ شد ملعونِ حق تا یومِ دیں
یہ مثل لایا تھا ابلیسِ لعیں	ہو گیا مردودِ حق تا یومِ دیں
ایں مثال آورد قاروں از لجاج	تا فرو شد در زمیں با تخت و تاج
اک مثل لایا جو قاروں مکر سے	دھنس گیا مٹی میں گنج زر لئے
ایں مثال آورد نمرودِ جہول	تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول
اک مثل نمرود لایا بے حیا	مغز اک مچھر نے اُسکا کھا لیا
ایں مثال اندیش گشتہ قومِ عادؑ	کاستخواں شاں خُرد مرد آمد ز باد
اک مثال ایسی ہی لائی قومِ عادؑ	ہڈیاں تک کر گئی بر باد باد
ایں مثال آورد شدادِ لئیم	تا کہ شد محروم از ہر دو نعیم
اک مثل شداد لایا دہر میں	اور نہ پائیں اُس نے دونوں جنتیں
ایں مثال آورد فرعون از غلط	تا کہ اندر آبِ دریا شد سقط
اک مثل فرعون لایا بے وفا	غرق وہ دریا میں آخر ہو گیا
ایں مثال آورد ہر بدبختِ دُوں	تا کہ شد در قعرِ دوزخ سرنگوں
الغرض جس نے بھی دی ایسی مثال	وہ جہنم میں گیا برگشتہ حال
ایں مثالت اچو زاغ و بوم داں	کہ ز ایشاں پست شد صد خانداں
اس مثل کو اپنی زاغ و بوم جان	جس سے آخر مٹ گئے سو خاندان

قومِ نوحؑ کا مثالیں دینا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت	صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
نوحؑ نے کشتی بنائی دشت میں	دیں تمسخر سے مثالیں سو انہیں
در بیابانے کہ چاہ و آب نیست	میکند کشتی چہ ناداں ابلہیست
اس بیاباں میں جہاں پانی نہیں	حُمق ہے کشتی بنانا بالیقیں

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز | واں یکے میگفت پرش ہم بساز

ایک کہتا تھا کہ ہاں کشتی چلا | ایک کہتا تھا کہ اس ہیں پر لگا

آں یکے میگفت دنبالش کژ است | واں یکے میگفت تشتیش کز شمر است

ایک کہتا تھا۔ ہے کج پچھلا سرا | ایک کہتا تھا۔ کم ہے نا سزا

آں یکے میگفت بالانش کجاست | واں یکے میگفت پالیش کز چراست

ایک کہتا تھا کہ بالاں ہے کہاں | ایک کہتا تھا۔ ہے ٹیڑھا پاؤں ہاں

واں یکے میگفت کایں منبک تہی ست | واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست

ایک کہتا تھا۔ یہ ہے منبک تہی | ایک کہتا تھا۔ یہ ہے کس کی گدھی

آں یکے میگفت کو جوں میخورد | ورنہ بارت کے بمنزل میبرد

ایک کہتا جو یہ کیونکر کھا یگی | ورنہ کیونکر بوجھ پھر لے جا یگی

آں یکے میگفت بیکاری مگر | یا شدی فرتوت و غفلت شد زسر

ایک کہتا تھا۔ تو ہے بیکار بھی | یا ہے بوڑھا۔ عقل ہے جاتی رہی

او ہمے گفت ایں بفرمان خدا ست | ایں بجز بکہا نخواہد گشت کاست

نوح کہتے تھے، خدا کے حکم سے | ہے یہ سب کچھ۔ دل لگی سے کیا گھٹے

ایک چور کی کہانی

ایں مثل بشنو کہ شب دزد عنید | در بن دیوار حفرہ مے برید

یہ مثل سن پایک دزد دل قوی | نقب زن تھا جڑ میں اک دیوار کی

نیم بیدارے کہ او رنجور بود | طقطق آہستہ اش را میشنود

نیم بیدار اک وہاں بیمار تھا | کھٹ کھٹ آہستہ سے وہ سنتا رہا

رفت بر بام و فرود آویخت سر | گفت او را درچہ کاری اے پدر

کوٹھے پر جا کہ جھکایا اُسنے سر | پوچھا یہ کیا کر رہا ہے اے پدر

خیر باشد نیم شب چہ می کنی
تو کہ گفتہ دہل زن اے سنی

خیر باشد، نصف شب، کیونکر، کہاں
بولا میں ہوں ڈھول والا بیگماں

در چہ کاری گفت میکوبم دُہل
گفت کو بانگ دُہل اے بوسبل

پیٹتا ہوں ڈھول میں اے متقی
بولا آوازیں کہاں ہیں ڈھول کی

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را
نعرۂ یا حسرتا وا ویلتا

بولا کل سن لے گا تو اس کی صدا
نعرۂ واحسرتا - واحسرتا

من چو رفتم بشنوی بانگ دُہل
آزماں واقف شوی بر جزو کل

جب میں جاؤنگا سُنے گا تو صدا
پھر سمجھ میں تیری سب کچھ آئیگا

آں دروغ ست و کشود بر ساختہ
سر آں کتہ را تو ہم نشناختہ

جھوٹ تھا اور تھی بناوٹ بر ملا
بھید اُس کا بھی نہ تجھ پر کھل سکا

در غلط افتادۂ اے نیم خام
پختہ شو در آتش او والسلام

بھول میں تو ہے پڑا اے نیم خام
آگ میں اس کی ہو پختہ - والسلام

سر آں خرگوش داں دیو فضول
کہ بہ پیش نفس تو آمد رسول

مان لے خرگوش، شیطاں کو فضول
بن کے آیا نفس کے آگے رسول

تا کہ نفس گول را محروم کرد
ز آب حیوانے کہ از وے خضر خورد

کر دیا محروم تیرے نفس کو
آب حیواں سے خضر پیتے تھے جو

منکروں کی خرگوش والی مثل کا جواب

واژگونہ کردۂ معنیش را
کفر گفتی مستعد شو نیش را

تو نے معنی اس کے اُلٹے لے لئے
کفر بولا ہے سزا تیرے لئے

اضطراب ماہ گفتی در زلال
کہ بترسانید پیلاں را اشتغال

چاند کو پانی میں لرزے تھے بڑے
اور ڈرایا پیلوں کو خرگوش نے

قصہ خرگوش و پیل آری و آب — خشیت پیلاں ز مہ در اضطراب

ہاتھیوں کو قصے میں خرگوش کے — تو ڈرائے اضطراب ماہ سے

این چہ باشد آخر اے کوران خام — با مہے کہ شد زبونش خاص و عام

کیا ہے اس کے سامنے ماہِ تمام — جس سے ہیں مغلوب یہ سب خاص عام

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک — چہ عقول و چہ نفوس و چہ ملک

چاند کیا کیا آفتاب اور کیا فلک — کیا یہ عقلیں، اور کیا نفس و ملک

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد — چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد

کیا وحوش اور کیا طیور اور کیا جماد — کیا ملوک اور کیا گدا کیا کیقباد

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار — چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار

کیا یہ دریا، شہر کیا، کیا کوہسار — کیا مہینے سال، کیا لیل و نہار

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار — چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار

کیا یہ خاک و آب اور کیا باد و نار — سردی گرمی کیا - خزاں کیا، کیا بہار

جملہ اندر حکم و در فرمان او — ہمچو گوئے در خم چوگان او

سب اسی کے حکم اور فرمان میں — گیند کی صورت ہیں اس چوگان میں

آفتاب آفتاب آفتاب — اینچہ مے گویم مگر ہستم بخواب

آفتابِ آفتابِ آفتاب — کیا کہا میں نے؟ مگر ہوں محوِ خواب

صد ہزاراں شہر را خشم شہاں — سرنگوں کرد است آبد گوہراں

لاکھوں ہی شہروں کو اسکے خشم نے — کر دیا برباد، بد بیں دیکھ لے

کوہ بر خود میشگافد صد شگاف — آفتابے چوں خراسے در طواف

سو جگہ سے کوہ ہیبت سے پھٹے — اور سورج مثل چکی کے پھرے

خشمِ مرداں خشک گرداند سحاب — خشمِ مرداں کرد عالم ہا خراب

غصہ مردوں کا سکھاتا ہے سحاب — غصہ مردوں کا کرے دنیا خراب

خاصہ خشمِ شاہِ آں شاہِ شہاں | گردد از وے ریزہ ریزہ آسماں
خاص کر وہ غصۂ شاہِ شہاں | ٹکڑے ٹکڑے جس سے ہو یہ آسماں

بنگرید اے مردگانِ بے حنوط | در سیاستگاہ شہرستانِ لوط[1]
دیکھو تم اے بے حیا مُردہ دلو | اس سیاست گہ میں قومِ لوط[1] کو

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغِ پراں | کوفتند آں پیلگاں را استخواں
فیل کیا۔ تین اُڑنے والے مرغوں نے | ہاتھیوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے

اضعفِ مرغاں ابابیلست واو | پیل را ابدرید و نپذیرد رفو
ہے ابابیل ایک چھوٹا جانور | رکھ دیا ہاتھی کو اس نے پھاڑ کر

کیست کو نشنید آں طوفانِ نوحؑ | یا مصافِ لشکرِ فرعون و روح
ہے سُنا کس نے نہیں طوفانِ نوحؑ | یا وہ جنگِ لشکرِ فرعون و روحؑ

روح شاں بشکست و اندر آب ریخت | ذرّہ ذرّہ آبِ شاں برمیگسیخت
روح نے توڑا۔ دبا ان کو بہا | ذرّہ ذرّہ اُن کو پانی نے کیا

کیست کو نشنید احوالِ ثمود[2] | وانکہ صرصر عادیاں را مے ربود
اور سُنا کس نے نہیں حالِ ثمودؑ | عادیوں کا لے گئی آندھی وجود

چشم باری در چناں پیلاں کشا | کہ بُدند اے پیل کُش اندر وغا
دیکھ تو ان ہاتھیوں کو بھی ذرا | پیل کُش تھے جو وغا میں برملا

آنچناں پیلان و شاہانِ ظلوم | زیرِ خشمِ دل ہمیشہ در رجوم
ایسے ہاتھی اور ظالم شہر یار | دل کے غصے سے ہوئے ہیں سنگسار

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے | میرند و نیست غوثے رحمتے
تا ابد ہیں ظلمت و ظلمات میں | اور نہیں اُنکی معاون رحمتیں

۱؎ حضرت موسیٰؑ

نامِ نیک و بد مگر نشنیده اید | جملہ دیدند و شما نادیدہ اید

نامِ نیک و بد نہیں ہے کیا سنا | سب نے دیکھا۔ تم نہیں ہو آشنا

دیدہ را نادیدہ مے آرید لیک | چشمتاں را وا کشاید مرگ نیک

دیکھ کر انجان بنتے ہو مگر | موت کھولے گی یہ آنکھیں بے خبر

گر دو عالم پُر بود خورشید و نور | چوں روی در ظلمتے مانندِ کور

دونوں عالم پُر ہوں مہر و نور سے | تو مثالِ کور ظلمت میں پڑے

بے نصیب آئی ازاں نورِ عظیم | بستہ روزن باشی از ماہِ کریم

بے نصیب اس نور سے آخر رہے | بند روزن ہو خدا کے چاند سے

تو درونِ چاہ رفتستی ز کاخ | چہ گناہ دارد جہانہائے فراخ

محل سے تو خود کنوئیں میں ہے گرا | اس میں پھر دنیا کی ہے تقصیر کیا

جاں کہ اندر وصفِ گرگے ماند او | چوں ببیند روئے یوسفؑ را نکو

جان جس میں بھیڑیئے کا گُن بھرا | روئے یوسفؑ کس طرح دیکھے بھلا

لحنِ داؤدیؑ بسنگ و کہ رسید | گوشِ آں سنگیں دلانش کم شنید

سنگ و کُہ تک لحنِ داؤدی گیا | لیکن ان سنگیں دلوں نے کب سنا

آفریں بر عقل و بر انصاف باد | ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد

آفریں اس عقل پر اے بد نہاد | ہر گھڑی۔ واللہ اعلم بالرشاد

صدّقوا ارسلاً کراماً یا سبا | صدّقوا روحاً سباہا من سبا

انبیا کو جانو سچ اہلِ سبا | روحِ رہبر کو بھی مانو برملا

صدّقوہم ہم شموسٌ طالعۃ | یؤمنوکم من مخازی القارعۃ

ہاں کرو تصدیق مہرِ ضو فشاں | جو دیا منّت سے تمہیں دیگا اماں

صدّقوہم ہم بدورٌ زاہرہ | قبل ان یلقوکم بالساہرہ

لب کشا ہو بدر کی تصدیق میں | بیشتر اس کے کہ موت آئے تمہیں

صدقوا ہم ہم مصابیح الدجیٰ
شمع ہیں۔ لازم ہے تصدیق مزید

اگر موہم ہم مفاتیح الرجا
قدر جانو، ہیں اُمیدوں کی کلید

صدقوا من لیس یرجو خیرکم
کب اُمید اُن کو تمہاری خیر کی

لا تضلوا لا تصدوا غیرکم
چھوڑو ضد۔ درپے نہ ہو اوروں کے بھی

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل
فارسی گو ہوں یہ عربی چھوڑ دے

ہندوے آں ترک باش از جان و دل
ہو غلامِ ترک دل اور جان سے

حزم کے معنی اور صاحبِ حزم کی مثال

ہیں گواہیہائے شاہاں بشنوید
اب گواہی بادشاہوں کی سُنو

بگرویدند آسمانہا بگروید
آسماں مانے ہیں، تم بھی مان لو

یا بحالِ اولیناں بنگرید
حال دیکھو اوّل مخلوق کے

یا سوئے آخر بحزمے بر پرید
یا اُڑو پچھلوں کی جانب حزم سے

حزم چہ بود در دو تدبیر احتیاط
حزم کیا ہے، احتیاطِ سعی یار

از دو آں گیری کہ دور است از خباط
کرنا دو چیزوں سے اک کو اختیار

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز
ایک بولا سات دن اس راہ میں

نیست آب و ہست ریگِ پائے سوز
ہے نہ پانی پاؤں ریتے سے جلیں

آں دگر گوید دروغ است ایں بداں
دوسرا بولا کہ یہ ہے جھوٹ ہاں

کہ بہر شب چشمہ بینی رواں
روز شب کو چشمہ اک دیکھے رواں

حزم آں باشد کہ برگیری تو آب
حزم یہ ہے پانی کو تو ساتھ لے

تا رہی از ترس و باشی در صواب
تا بہ آسانی رہا ہو خوف سے

گر بود در راہ آب ایں را بریز
گر ملے پانی تو اس کو پھینک دے

ور نباشد وائے بر مردِ ستیز
اور نہ ہو تو اس سے آخر کام لے

اے خلیفہ زادگاں دادے کنید | حزم بہرِ روزِ میعادے کنید

اے خلیفہ زادو، عدل اب تم کرو | حزم محشر کے لئے سب تم کرو

آں عدوّئے کز پدرتاں کیں کشید | سوئے زندانش ز علّیّیں کشید

وہ عدو، دشمن[1] تمہارے باپ کا | خلد سے زنداں میں لایا برملا

آں شہِ شطرنجِ دل را مات کرد | از بہشتش سخرۂ آفات کرد

ہارا اس سے شاہِ شطرنجِ دلی | خلد سے لاکر اذیت اسکو دی

چند جا بندش گرفت اندر نبرد | تا بکشتی در فگندش روئے زرد

چالیں اس کی بند کر لیں چند جا | کشت ایسی دی کہ چہرہ فق ہوا

اینچنیں کردست با آں پہلواں | سست سستش منگرید اے دیگراں

ہے وہ ایسا ہی بہادر پہلواں | سست تم اس کو نہ جانو بیگماں

مادرو بابائے آں را حسود | تاج و پیرایہ بچالاکی ربود

باپ ماں سے وہ ہمارے یوں جلا | تاج اور خلعت سب اُن سے چھن گیا

کرد شاں آنزا برہنہ و زار و خوار | سالہا بگریست آدم[2] زار زار

کر دیا ننگا انہیں اور زار و خوار | روئے برسوں تک پھر آدم زار زار

کہ ز اشکِ چشم او روئید نبت | کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت

آنسوؤں سے اُن کے بس سبزہ اُگا | "دفتر لا" میں تھا کیوں لکھا گیا

تو قیاسے گیر طراریش را | کہ چناں سر در کند زو ریش را

اس کی چالاکی پہ بھی تو غور کر | انکی طاقت کو گھٹایا کس قدر

الحذر اے گل پرستاں از شرش | تیغِ لاحول زنید اندر سرش

گل پرستو اس کے شر سے تم ڈرو | تیغ لاحول اسکے سر پر مار دو

[1] شیطان کی طرف اشارہ ہے ۔

کہ ہمے بیند شمارا از کمیں — کہ شما او را نمے بینید ہیں

دیکھتا رہتا ہے تم کو گھات سے — تم مگر اس کو نہیں ہو دیکھتے

دائما صیاد ریزد دانہا — دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا

ڈالتا صیاد دانے ہے سدا — دانہ ظاہر اور پوشیدہ دغا

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر — تا نہ بندد دام بر تو بال و پر

تو جہاں بھی دانہ دیکھے - کر حذر — تا نہ باندھے دام تیرے بال و پر

چونکہ دیدی دانہ بگریز اے ہمام — ورنہ چوں خوردی فرو افتادی بدام

اے کبوتر بھاگ، دانہ ہو جہاں — دام میں ورنہ پھنسے گا ناگہاں

شاد مرغے کو بترک دانہ گفت — وز ریاض قدس بہرش گل شگفت

مرغ وہ خوش ہے جو دانہ چھوڑ دے — قدس کے باغوں میں پھول اسکا کھلے

ہم بداں قانع شد و از دام رست — ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست

اس پہ قانع ہو کے چھوٹا دام سے — بال و پر اُسکے نہ پھندے میں پھنسے

غیر محتاط مُرغ کا حال

باز مُرغے فوق دیوارے نشست — دیدہ سوئے دانہ و دامے ببست

مرغ اک بیٹھا کسی دیوار پر — دام اور دانے پہ تھی اسکی نظر

یک نظر او سوئے صحرا میکند — یک نظر حرصش بدانہ مے کشد

جانب صحرا تھی اسکی اک نظر — اِک نگاہِ حرص اس کی دانے پر

ایں نظر با آں نظر چالیش کرد — ناگہانے از خرد خالیش کرد

اِس نظر اور اُس نظر میں جنگ تھی — ناگہاں عقل اُسکی رخصت ہو گئی

رفت دانہ خورد و اندر دام ماند — صایدش کشت و بخورد و گام راند

اُڑ کے دانہ کھایا - پھندے میں پھنسا — مارا، کھایا اور شکاری چل دیا

با زمرغے کاں تردد واگذاشت	زاں نظر برکند و بر صحرا گماشت
دوسرا مرغ، اس تردد سے چھٹا	پھیر کر نظریں سوئے صحرا گیا
شاد پرّ و بال او بخاً لہ	تا امام جملہ آزاداں شد او
بال و پر اُس کے بچے۔ وہ خوش ہوا	ہو گیا سردار ہر آزاد کا
ہر کہ او را مقتدا سازد برست	در مقام امن و آزادی نشست
جس نے کی تقلید اُس کی۔ وہ بچا	امن و آزادی میں مسکن ہو گیا
زانکہ شاہ حازماں آمد دلش	تا گلستان و چمن شد منزلش
کیونکہ اس کا دل تھا سلطاں حزم کا	باغ گلشن اس کی منزل بن گیا
حزم از و راضی و او راضی حزم	ایں چنیں کن گر کنی تدبیر و عزم
حزم اس سے خوش۔ وہ راضی حزم	کر یونہی عزم و تدبیر گر کرے
بار ہا در دام حرص افتادۂ	حلق خود را در بریدن دادۂ
حرص کے پھندے میں تو اکثر پھنسا	اور اپنے آپ کٹوایا گلا
باز ت آں توّاب لطف آزاد کرد	توبہ پذرفت و شما را شاد کرد
پھر کیا آزاد رحمت نے تجھے	توبہ کی مقبول خوش کر کے تجھے
گفت آں عدتم کذا عدنا کذا	نحن زوّجنا الفعال بالجزا
بولا تم مجھ سے پھرو تو میں پھروں	ساتھ ہیں فعل و جزا۔ کہتا تو ہوں
چونکہ جفتے را بر خود آورم	آید آں جفتش روانہ لاجرم
پاس جب اپنے بلاؤں ایک کو	دوسرا آنے کو پھر مجبور ہو
جفت کردیم ایں عمل را با اثر	چوں رسد جفتے رسد جفت دگر
ہے عمل جوڑا اثر کا برملا	ایک جب پہنچے تو پہنچے دوسرا
چوں رباید غارتے از جفت شوئے	جفت مے آید بپا و شورے جوئے
تا اگر جوڑے سے ہو جائے جدا	مادہ اپنے نر کو ڈھونڈے برملا

بارِ دیگر سوئے ایں دام آمدید ‏ — ‏ خاک اندر دیدۂ توبہ زدید

پھر اسی پھندے کی جانب آئے تم ‏ — ‏ خاک بھر چشمِ توبہ لائے تم

بازت آں تواب بگشود آں گرہ ‏ — ‏ گفت ہیں بگریز وایں سو پا منہ

پھر خدا نے وہ گرہ کھولی، کہا ‏ — ‏ یاں قدم اپنا نہ رکھ تو، بھاگ جا

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید ‏ — ‏ جانِ تاں را جانبِ آتش کشید

آیا جب پروانہ پھر نسیان کا ‏ — ‏ جان تیری سوئے آتش لے گیا

کم کن اے پروانہ نسیان و شکے ‏ — ‏ در پرِ سوزیدہ بنگر تو یکے

کم کر اے پروانے شک اور سہو کو ‏ — ‏ جن کے پر سوزاں ہیں انکو دیکھ تو

چوں رہیدی شکرِ آں باشد کہ ہیچ ‏ — ‏ سوئے آں دانہ نداری ہیچ ہیچ

تو چھٹا، کر شکر اس کا بس یہی ‏ — ‏ پھر نہ اس دانے کی خواہش ہو کبھی

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او ‏ — ‏ روزیئے بیدام و بیخوفِ عدو

جب کرے تو شکر تجھ کو بخش دے ‏ — ‏ روزی وہ بے دام اور بے خوف کے

شکرِ آں نعمت کہ تاں آزاد کرد ‏ — ‏ نعمتِ حق را بباید یاد کرد

شکرِ نعمت کر کہ آزادی ملی ‏ — ‏ یاد کر وہ نعمتیں اللہ کی

چند اندر رنجہا و در بلا ‏ — ‏ گفتہ زدائم رہا کن اے خدا

جب تو رنجوں اور بلاؤں میں پھنسا ‏ — ‏ کی دُعا یا رب مجھے کر دے رہا

تا چنیں خدمت کنم احساں کنم ‏ — ‏ خاک اندر دیدۂ شیطاں کنم

نیک ہونگا اور کروں گا بندگی ‏ — ‏ خاک ڈالوں آنکھ میں شیطان کی

چوں خلاصت داد حق از امتحاں ‏ — ‏ ہمچناں ستی کہ بودی ہمچناں

جب رہائی امتحاں سے حق نے دی ‏ — ‏ آہ تو جیسا تھا ہے پھر ویسا ہی

چوں رہا کردت فراموش کردیش ‏ — ‏ جانِ خود را مست و بیہوش کردیش

پھر رہا ہو کر بھلا ڈالا اُسے ‏ — ‏ ہو گیا بے ہوش، کیا کہنے ترے

کتوں کی کہانی

سگ زمستان جمع گردد استخوانش — زخم سرما خرد گرداند چنانش
کتا جاڑے میں سکڑ کر رہ گیا — جاڑے کی شدت نے چھوٹا کر دیا

گو بگوید کایں قدر تن کہ منم — خانۂ از سنگ باید کردنم
کہتا تھا اس مختصر تن کے لئے — گھر تو پتھر کا بنانا چاہیئے

چونکہ تابستان بیاید من بچنگ — بہر سرما خانۂ سازم ز سنگ
گرمیوں کا اب جو موسم آئے گا — بہر سرما گھر بناؤں سنگ کا

چوں کہ تابستان بیاید از گشاد — استخوانہا پہن گردد پوست شاد
بعد ازاں جب گرمیوں کی فصل آئے — ہڈیاں پھیلیں بدن آرام پائے

زفت گردد پا کشد در سایۂ — کاہلے سیرے غرے خود رایۂ
پھول جائے اور سائے میں گھسے — سست کاہل اور تن آسان بنے

گوید او چوں زفت بیند خویش را — در کدامیں خانہ گنجم اے کیا
خود کو فربہ دیکھ کر دے یہ صدا — کون سے گھر میں سماؤں اے خدا

گویدش دل خانہ ساز اے عمو — گوید او در خانہ کے گنجم بگو
دل کہے اس سے کہیں تو گھر بنا — وہ کہے گھر میں سماؤں گا میں کیا

استخوان حرص تو در وقت درد — در ہم آید خرد گردد در نورد
درد میں تیری ہوس کی ہڈیاں — چھوٹی ہو جائیں سمٹ کر بیگماں

گوئی از توبہ بسازم خانۂ — در زمستان باشدم کاشانۂ
توبہ کر کے تو کہے لوں گھر بنا — ہو مرا جاڑوں میں کاشانہ نیا

چوں بشد رنج و شدت آں حرص زفت — ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رفت
جب گیا رنج اور ہوس دونی ہوئی — مثل سگ وہ فکر گھر کی بھی گئی

شکرِ نعمت خوشتر از نعمت بود ۔ شکر بارہ کے سوئے نعمت رود

شکرِ نعمت بہتر از نعمت رہے ۔ شکر کرنے والا خواری کب سہے

شکر جانِ نعمت و نعمت چو پوست ۔ زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست

جانِ نعمت شکر ہے نعمت ہے پوست ۔ کیونکہ لائے شکر تجھ کو سوئے دوست

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ ۔ صیدِ نعمت کن بدامِ شکرِ شاہ

شکر ہوش اور شکر نعمت جان لے ۔ صید کر نعمت کو دامِ شکر سے

نعمتِ شکرت کند پرچشم و میر ۔ تا کنی صد نعمت ایثارِ فقیر

شکر کی نعمت تجھے کر دے امیر ۔ دے تو مال و زر۔ اگر مانگے فقیر

سیر نوشی از طعام و نقلِ حق ۔ تا رود از تو شکم خواری و دق

ہو غذائے حق سے پھر سیری تجھے ۔ اور شکم خواری و دق جاتی رہے

نعمتِ وہاب را شکرے کنید ۔ تا سرِ منحوسِ خود را بشکنید

شکر نعمت کا کرو اللہ کی ۔ اور توڑدو اپنا پندارِ خودی

شکر جذبِ نعمت او فزکند ۔ کفرِ نعمت مرد را کافر کند

نعمتوں کو شکر دیتا ہے بڑھا ۔ کفرِ نعمت دیتا ہے کافر بنا

منکروں کا انبیا کو نصیحت سے جبر یا منع کرنا

قوم گفتند اے نصوحاں بس بود ۔ آنچہ گفتید ار دریں دِہ کس بود

قوم بولی ہے یہ کافی پند اگر ۔ گاؤں میں ہو سننے والا اک بشر

قفل بر دلہائے ما بنہاد حق ۔ کس نداند بُرد بر خالق سبق

دل پہ قدرت نے دیئے تالے لگا ۔ حق پہ غالب کون آتا ہے بھلا

[1] گدائی ۱۲

نقش ما ایں کرد آں تصویر گر ॥ ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر

نقش جب نقاش نے ایسا کیا ॥ گفتگو سے اس میں تبدیلی ہو کیا

سنگ را صد سال گوئی لعل شو ॥ کہنہ را صد بار گوئی باش نو

سو برس پتھر سے کہ، ہو جا گہر ॥ کہنہ سے سو بار کہ، پھر ڈوب بھر

خاک را گوئی صفات آب گیر ॥ آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر

خاک سے کہنا کہ مثل آب ہو ॥ دودھ ہو یا شہد کہنا آب کو

نار را گوئی کہ نورِ محض شو ॥ پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو

نور ہو جا نور، کہنا نار سے ॥ پشہ سے کہنا کہ آندھی میں اڑے

قلب را گوئی کہ زرِ پاک شو ॥ یا کہ اکسیرے شو و چالاک شو

کھوٹے سے کہنا کہ سونا ہو کھرا ॥ یا کہ تو اکسیر ہو جا بے بہا

ہیچ از آں اوصاف دیگرگوں شوند ॥ آب کے گردد عسل اے ارجمند

ان کے بدلیں گے مگر اوصاف کیا ॥ شہد پانی کس طرح ہو اے فتا

خالقِ افلاک و ہم افلاکیاں ॥ خالقِ آب و تراب و خاکیاں

خالق افلاکی و افلاک نے ॥ خالق انسان و آب و خاک نے

آسمان را داد دوران و صفا ॥ آب و گل را تیرہ روئی و نما

آسماں کو دی صفا۔ گردش بھی دی ॥ آب و گل کو تیرگی، بالیدگی

کے تواند آسماں دُردی گزید ॥ کے تواند آب و گل صفوت خرید

آسماں کب تیرگی حاصل کرے ॥ اور صفائی آب و گل کب لے سکے

قسمتے کردہ است ہر یک را رہے ॥ کے کہے گردد بجہد چوں کُہے

سب کو اک اک راہ ہے تقسیم کی ॥ کاہ کب کوشش سے تیری کُہ بنی

انبیاءؑ کا جبریوں کو جواب

انبیاء گفتند کارے آفرید ۔ وصفہائے کہ نتاں زاں سر کشید

انبیاء بولے کہ ہاں حق نے دیا ۔ وصف سب کو اور نہ کوئی پھر سکا

وآفرید او وصفہائے عارضی ۔ کہ کسے مبغوض میگردد رضی

وصف کچھ اس نے دیئے ہیں عارضی ۔ ہے کبھی وہ خشمگیں راضی کبھی

سنگ را گوئی کہ زر شو بیہدہ ایست ۔ مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست

کہنا پتھر سے 'ہو زر' ہے ناروا ۔ تانبے سے کہنا کہ 'زر ہو' ہے بجا

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز ایست ۔ خاک را گوئی کہ گل شو جائز است

ریت سے کہنا کہ 'گل ہو' ناروا ۔ خاک سے کہنا کہ گل ہو ہے بجا

رنجہا داد است کانرا چارہ نیست ۔ آں بمثل لنگی و فطس[1] و عمیست

دکھ ہیں بعض ایسے نہیں جن کی دوا ۔ لنگ ہونا۔ فطس یا کوری فتا

رنجہا داد است کانرا چارہ ہست ۔ آں بمثل لقوہ و درد سر است

بعض تکلیفوں کا چارہ ہے مگر ۔ جیسے لقوہ اور جیسے درد سر

ایں دواہا ساخت بہر ائتلاف[2] ۔ نیست ایں درد و دواہا از گزاف

یہ دوائیں ہیں برائے ائتلاف ۔ کب ہیں یہ درد و دوا لاف وگزاف

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست ۔ چوں بجد جوئی بیاید آں بدست

بلکہ اغلب درد دکھ کا ہے علاج ۔ ڈھونڈے کوشش سے تو پائے آبراج

[1] چوڑی ناک والا ہونا۔

[2] الفت کرنا۔

منکروں کا دوبارہ جبریانہ حجتیں کرنا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما — نیست زاں رنجے کہ بپذیرد دوا

قوم بولی دکھ ہمیں ایسے کہاں — جو دواؤں سے ہوں اچھے بیگماں

سالہا گفتند زیں افسون و پند — سخت تر میگشت زاں ہر لحظہ بند

مدتوں پند و فسوں ہوتے رہے — پیچ مستحکم زیادہ ہو گئے

گر دوا را ایں مرض قابل بدے — آخر از وے ذرہ زائل شدے

قابل درماں مرض ہوتا اگر — کچھ تو کم ہوتا دواؤں سے ادھر

سدہ چوں شد آب ناید در جگر — گر خورد دریا رود جائے دگر

جب پڑے سدہ جگر پانی نہ لے — اور جا جائے اگر دریا پیے

لاجرم آماس گیرد دست و پا — تشنگی را نشکند آں استقا

سوج جائیں دست و پا انجام کار — پیاس پانی سے نہ کم ہو زینہار

انبیاؑ کا جواب

انبیاؑ گفتند نومیدی بد است — فضل و رحمتہائے باری بیحد است

انبیاء بولے ہے مایوسی بری — رحمتیں ہیں بے شمار اللہ کی

از چنیں محسن نشاید نا امید — دست در فتراک ایں رحمت زنید

ایسے محسن سے ہیں کیوں نومیدیاں — دامن رحمت کو تھامو بیگماں

اے بسا کارے کہ اول صعب گشت — بعد ازاں بکشادہ شد سختی گذشت

اول اول مشکل اکثر کام ہے — بعد ازاں آسان وہ سب ہو گئے

بعد نومیدی بسے امید ہاست — از پس ظلمت بسے خورشید ہاست

ہیں امیدیں بعد نومیدی بہت — اور سورج زیر تاریکی بہت

خود گرفتیم کہ شما سنگیں شدید	قفلہا بر گوش و بر دل بر زدید
ہم نے مانا۔ تم بہت سنگیں ہوئے	قفل کانوں اور دل پر ہیں لگے
ہیچ ما را با قبولے کار نیست	کارِ ما تسلیم و فرمان بردنیست
ہم کو منوانے سے حاصل ہے فراغ	ہے ہمارا کام تسلیم و بلاغ
او بفرمودستمان ایں بندگی	نیست ما را از خود ایں گویندگی
فرض کی ہے اس نے ہم پر بندگی	ہم یہ کب کہتے ہیں اپنے آپ ہی
جاں برائے امر او داریم ما	گر بریگے گوید او کاریم ما
جان ہے احکام کی تعمیل کو	وہ کہے۔ تو ریت میں دیں بیج بو
امرِ حق را ما گروہ بے ریا	میرسانیم ایں رسالت با شما
حکم حق جو کچھ ہے۔ وہ اب بے ریا	ہم تمہیں پہنچاتے ہیں اہل سبا!
غیرِ حق جانِ نبی را یار نیست	با قبول و ردِّ خلقش کار نیست
غیر حق ہے کون یارِ انبیاء	خلق کی ہاں اور نہیں سے کام کیا
مزدِ تبلیغ رسالاتش از وست	زشت و دشمن رو شدیم از بہرِ دوست
اس رسالت کا عوض دیگا وہی	دوست کی خاطر ہے سب سے دشمنی
ما بریں درگہ ملولاں نیستیم	تا ز بُعدِ راہ ہر جا بیستیم
رنج اس درگاہ سے کب ہے ہمیں	گو ہے راہ دور، ہر جا کیوں رکیں
دل فروبستہ و ملول آنکس بود	کز فراقِ یار در محبس بود
دل گرفتہ وہ رہے اے دوستو!	جو فراق یار سے زنداں میں ہو
دلبر و مطلوب با ما حاضر ست	در نثارِ رحمتش جاں شاکر ست
دلبر و مطلوب جب ہے ہمکنار	جان شاکر اسکی رحمت پر نثار
در دلِ ما لالہ زار و گلشنے ست	پیری و پژمردگی را راہ نیست
ہے ہمارے دل میں باغ و لالہ زار	پیری و پژمردگی ہے در کنار

دائما تر و جوانیم و لطیف
تازہ و شیرین و خندان و ظریف

ہم ہمیشہ نوجواں ہیں اور لطیف
تازہ ہیں شیریں ہیں خنداں اور ظریف

پیش ما صد سال و یکساعت یکیست
کہ دراز و کوتہ از ما منفکیست

ایک ہیں ساعت صدی ہم کو فنا!
ہیں درازی کوتہی ہم سے جدا

آں دراز و کوتہی در جسمہاست
خود دراز و کوتہ اندر جاں کجاست

ہے درازی کوتہی بس جسم کی
جان میں کب ہے درازی کوتہی

سیصد و نہ سال آں اصحاب کہف
پیش شاں یکروز بے اندوہ و لہف

تین سو نو سال بے رنج و جفا
ایک دن تھے کہف والوں کو۔ فنا!

وانگہے بنمودشاں یک روز ہم
کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم

اور نہ تھا اس وقت اک دن بھی انہیں
روح لوٹ آئی عدم سے جسم میں

چوں نباشد روز و شب یا ماہ و سال
کے بود سیری و پیری و ملال

کچھ نہ ہوں جب روز و شب اور ماہ و سال
کب بھلا ہوں کہنگی۔ پیری۔ ملال

در گلستان عدم چوں بیخودیست
مستی از سغراق لطف ایزدیست

اس گلستان عدم کی بے خودی
ساری مستی ہے مئے اللہ کی

لم یذق[1] لم یدر ہر کس کو نخورد
کے بوہم آرد جعل[2] انفاس ورد

جس نے چکھا اور نہ جانا اسے فنا
وہ جعل ہے۔ بوئے گل کب پا سکا

نیست موہوم ار بدے موہوم آں
ہمچو موہوماں شدے معدوم آں

وہ نہیں موہوم، ہو موہوم اگر
صورت موہوم ہو معدوم تر

دوزخ اندر وہم چوں آرد بہشت
ہیچ ناید روئے خوب از خوک زشت

وہم میں دوزخ کے کب خلد آ سکے
روئے خوش کب چلے خوک زشت سے

[1] اس نے نہیں چکھا۔ اور نہیں معلوم کیا +
[2] موری کا کیڑا +

ہین گلوئے خود ببرید اے جہاں ۔ اینچنیں لقمہ رسیدہ تا دہاں
تم گلا اپنا نہ کاٹو برملا ۔ ایسا لقمہ جب ہے مُنہ تک آگیا

راہہائے صعب پایان بردہ ایم ۔ رہ براہلِ خویش آساں کردہ ایم
سخت رستہ ہم نے آساں کر دیا ۔ سہل اپنوں پر اُسے ہاں کر دیا

ہین بجوئید از نجوم سعد راہ ۔ زانکہ در ظلمت رُید و قعرِ چاہ
سعد جو تارے ہیں ڈھونڈو اُن سے راہ ۔ جاؤ کیوں تاریکیوں میں سوئے چاہ

ہر کہ ما را گشت پیرو باز رست ۔ از عذابِ نار و در جنت نشست
جس نے کی دل سے ہماری پیروی ۔ بچ گیا دوزخ سے وہ جنت ملی

و آنکہ نشنید از شقاوت پندِ ما ۔ در عذابِ جاوداں شد مبتلا
اور شقاوت سے سُنی جس نے نہ پند ۔ ہے عذابِ جاوداں میں آہ بند

قوم کا انبیا پر پھر اعتراض کرنا

قوم گفتند ار شما سعدِ خودید ۔ نحس مائید و ضدید و مرتدید
قوم بولی تم ہو نیک اپنے لئے ۔ نحس و مرتد ہو ہمارے واسطے

جانِ ما فارغ بد از اندیشہا ۔ در غم افگندید ما را و عنا
جان فکروں سے ہماری تھی رہا ۔ تم نے ہم کو غم میں ڈالا برملا

ذوقِ جمعیت کہ بود آں اتفاق ۔ شد ز فالِ زشتِ تاں صد افتراق
ذوقِ جمعیت جو ہم میں تھا بھرا ۔ بد شگونی سے وہ ابتر ہو گیا

طوطیِ نقل و شکر بودیم ما ۔ مرغِ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہم تو سب تھے طوطیِ نقل و شکر ۔ مرغِ مرگ اندیش ہیں تم سے مگر

ہر کجا افسانۂ غم گستریست ۔ ہر کجا آوازۂ مستنکریست
ہے جہاں افسانۂ غم گستری ۔ ہے جہاں شہرت بُری جانی ہوئی

ہر کجا اندر جہاں فالِ بدیست | ہر کجا مسخ نکالے ہو خذلیست
فالِ بد کا جس جگہ مذکور ہے | اور بد بختی کا جس جا شور ہے
در مثالِ قصۂ و فالِ شماست | در غمِ انگیزی شمارا مشتہاست
ہے تمہارے قصّہ کی گویا مثال | یہ غمِ انگیزی ہیں ہے تم کو کمال

انبیاؑ کا انہیں پھر جواب دینا

انبیاؑ گفتند فالِ زشت و بد | از میانِ جانِ تاں دارد مدد
انبیاؑ بولے کہ یہ فالیں بری | ہیں اعانت سے تمہاری جان کی
گر تو جائے خفتہ باشی با خطر | اژدہا در قصدِ تو آید پسر
تو کہیں سویا ہوا ہو بے خطر | اژدہا آئے تری جانب پسر
مہربانے مر ترا آگاہ کرد | کہ بجہ زود ارنہ اژدرہات خورد
مہرباں آگاہ اک تجھ کو کرے | بھاگ ورنہ اژدہا کاٹے تجھے
تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی | فال چہ بر جہ ببیں در روشنی
تو کہے کیوں ہے یہ بد فالی میاں | فال کیا، سب کچھ ہے روشن اور عیاں
از میانِ فالِ بد من خود ترا | میر ہانم مے برم سوئے سرا
فالِ بد سے خود میں کرتا ہوں رہا | امن ہیں لے جاؤں تا مرد خدا!
چوں نبی آگہ کنندہ است از نہاں | کو بدید آنچہ ندید اہلِ جہاں
سب نبیؑ ہیں واقفِ رازِ نہاں | دیکھتے ہیں جو نہ دیکھے اک جہاں
گر طبیبے گویدت غورہ مخور | کہ چنیں رنجے برآرد شور و شر
کھا نہ تو انگور گر دے چارہ گر | کیونکہ اس سے ہوگا تجھ کو شور و شر
تو بگوئی فالِ بد چوں میزنی | پس تو ناصح را مؤثم میکنی
تو کہے کیوں فال دیتا ہے بری | کرتا ہے ناصح کو مجرم اے اخی

ور منجم گویدت امروز ہیچ	آں چناں کارے مکن اندر بسیچ
اک منجم تجھ سے یوں کہ دے اگر	کام ایسا آج کے دن تو نہ کر
زانکہ نیکو نیست روز امروز ہاں	تا نگردی نادم و خاسر دراں
کیونکہ دن کچھ آج کا اچھا نہیں	ہو نہ تو شرمندہ و نادم کہیں
صد رہ ار بینی دروغ اختری	یکدو بارہ است آمد مخبری
جھوٹ سو بار اس کا تو پائے نجوم	سچ ہو گر اک بار۔ مانے اے ظلوم
ایں نجوم ما نشد ہرگز خلاف	صحتش چوں ماند از تو در غلاف
اور نجوم اپنا نہیں جھوٹا کبھی	اس کی صحت تم سے آخر کیوں چھپی
آں طبیب و آں منجم از گماں	میکنند آگاہ و ما خود از عیاں
اس طبیب اور اس نجومی کا گماں	کرتا ہے آگاہ، ہم ہیں خود عیاں
دود می بینیم و آتش از کراں	حملہ مے آرد بسوئے منکراں
دیکھتے ہیں ہم کہ آتش اور دھواں	حملہ در ہیں منکروں پر بے گماں
تو ہمے گوئی خمش کن زیں مقال	کہ زیان ماست قال شوم فال
تم یہ کہتے ہو کہ چھوڑو یہ مقال	اس سے ہے نقصان یہ ہے شوم فال
ایکہ نصح ناصحاں را نشنوی	فال بد با تست ہر جا میروی
تو نہیں سنتا ہے پند ناصحاں	فال بد ہے ساتھ جائیگا جہاں
افعیے بر پشت تو بر میرود	او ز بامے بیندت آگہ کند
اژدہا چلتا ہے تیری پیٹھ پر	وہ تجھے کوٹھے سے دیتا ہے خبر
گوئیش خاموش غمگینم مکن	گوید او خوش باش خوش در فنا ایں سخن
تو کہے خاموش رہ۔ غمگیں نہ کر	وہ کہے۔ تیری خوشی اے بے خبر
چوں زند افعی دہاں بر گردنت	تلخ گردد جملہ شادی کردنت
منہ کو جب گردن پہ مارے اژدہا	تلخ ہوں سب تیری خوشیاں برملا

پس بد و گوئی ہمیں بع دے اے فلاں
تو کہے اُس سے۔ جو تھا یہ واقعا

یا ز بالا یم تو سنگے میزدی
تو مجھے اُوپر سے پتھر مارتا

او بگویدت کہ مے آزردہٗ
وہ کہے۔ آزردہ تھا تُو ہو گیا

گفت من کردم جوانمردی و پند
وہ کہے۔ کی تھی جوانمردی و پند

از لئیمی حق آں نشناختی
حق لئیمی سے نہ پہچانا مگر

ایں بود خوئے لئیمان دنی
ہے لئیموں کی یہاں عادت یہی

نفس را ازیں جبر مسکین منخیش
جبر سے کمزور کر نفس اے اخی

با کریمے گر کنی احساں سزد
ہو بھلوں پر گر کچھ احساں ہے بھلا

با لئیمے چوں کنی قہر و جفا
جب لئیموں پہ کرے قہر و جفا

کافراں کارند در نعمت جفا
کرتے ہیں کفار نعمت میں جفا

کہ لئیماں در جفا صافی شوند
پاک ہوں۔ بدکاروں پہ۔ جب ہو جفا

چوں نبدیدی گر بیاں در قفا
کیوں نہ تُو نے مجھ سے چلا کر کہا

تا مرا از جد نمودے آں بدی
تا کہ میں پہچان جاتا وُہ بلا

تو بگوئی نے کہ شادم کردۂ
تُو کہے۔ تُو نے ہی مجھ کو خوش کیا

تا رہانم من ترا زیں جنگِ بند
تا کہ توڑوں میں یہ تیرا جنگِ بند

مائیہ ایذا و طغیاں ساختی
اور رکھا الزام ایذا بے خبر

بد کند با تو چو نیکوئی کنی
تُو کرے نیکی۔ تو وہ تجھ سے بدی

کہ لئیم است و نسازد نیکوئیش
نیکی کب اس کے موافق آئے گی

ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
سات سَو ہوں ایک کے بدلے عطا

بندہٗ گردد ترا بس با وفا
بندے بن جائیں ترے اور با وفا

باز در دوزخ ندا شاں ربنا
پھر کہیں دوزخ میں جا کر ربنا

چوں وفا بینند خود جافی شوند
ظلم کرتے ہیں وہ جب دیکھیں وفا

بدبختی کی دوزخ اور دنیا کا زندان

مسجدِ طاعاتِ شاں خود دوزخ ا — پلئے بندِ مرغِ بیگانہ فخ است

ان کی مسجد ہے سقر اے خوش خصال — ہے وہی اس مرغِ بیگانہ کو جال

ہست زندان صومعۂ زدِ لئیم — کاندراں ذاکر شود حق را مقیم

ہے عبادت گاہ زنداں چور کی — تا کرے خالق کی اس میں بندگی

چوں عبادت بود مقصود از بشر — شد عبادتگاہِ گردنکش سقر

بندگی تھی چونکہ مقصودِ بشر — ہے عبادت گاہ کافر کی سقر

آدمی را ہست در ہر کار دست — لیک از و مقصود ایں خدمت بدست

یوں تو ہر اک کام کا تھا آدمی — خدمت اس میں یہ مگر مقصود تھی

ما خلقت الجن و الانس ایں بخواں — جز عبادت نیست مقصود از جہاں

ما خلقت[1] الجن و الانس" پڑھو — مقصدِ خلقت عبادت جان لو

گرچہ مقصود از کتاب آں فن بود — گر توش بالش کنی ہم میشود

گرچہ[2] صرف اک فن ہو مقصودِ کتاب — اس پہ گر تکیہ کرے ہو کامیاب

لیک از و مقصود ایں بالش نبود — علم بود و دانش و ارشاد سود

تکیہ کرنا گو نہ تھا مقصد فتا — علم تھا، دانائی تھی ارشاد تھا

گر تو میخے ساختی شمشیر را — برگزیدی بر ظفر ادبیر را

میخ اگر تو نے کیا تلوار کو — فتح پر غالب کیا ادبار کو

[1] قولہ تعالیٰ عزّ و جلّ ا۔ ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی میں نے جن وانسان کو صرف عبادت کرنے کے لئے پیدا کیا ہے ؛

[2] یعنی ہر کتاب کا مقصد تو ایک فن یا علم کا سکھانا ہے ۔لیکن اگر تو کتاب سے صرف تکیہ لگا کر بھی بیٹھ جائے ۔تو وہ یہ کام بھی دیدیگی۔ حالانکہ کتاب کا مقصود بالذات یہ نہیں ؛

گرچہ مقصود از بشر علم ہدیست
لیک ہر یک آدمی را معبدیست

گو ہے مقصود بشر علم و ہُدیٰ
ہے مگر ہر شخص کا معبد جُدا

معبدِ مرد کریم اکرمتہ
معبدِ مرد لئیم اسقمتہ

ہے سعادت معبدِ مرد کریم
ہے شقاوت معبدِ مردِ لئیم

مر لئیماں را بزن تا سر نہند
مر کریماں را بدہ تا بر دہند

دے لئیموں کو سزا عاجز رہیں
کر کریموں پر عطا تا نفع دیں

لاجرم حق ہر دو مسجد آفرید
دوزخ آنہا را و اینہا را مزید

اس لئے خالق نے دیں دو مسجدیں
دوزخیں ان کو، اور انکو جنتیں

حق تعالیٰ کا سرکشوں کو مطیع کرنا

ساخت موسیٰ قدس در بابِ صغیر
تا فرود آرند سر قوم زحیر

چھوٹا موسیٰؑ نے کیا در قدس[1] کا
سر جھکائے تا کہ قوم بے وفا

زانکہ جباراں بدند و سرفراز
دوزخ آں بابِ صغیرست و نیاز

کیونکہ وہ تھے پُر جفا اور سرفراز
تھا وہ چھوٹا در انہیں دوزخ طراز

آنچنانکہ حق ز لحم و استخواں
از شہاں بابِ صغیرے ساختست ہاں

اس طرح خالق نے ہڈی گوشت سے
چھوٹے دروازے بنائے شاہوں[2] کے

اہلِ دنیا سجدۂ ایشاں کنند
چونکہ سجدہ کبریا را دشمن اند

اہلِ دنیا اُن کے سجدوں میں گرے
سجدۂ خالق کے وہ دشمن جو تھے

ساخت سرگیں دانکے محرابِ شاں
نام آں محراب میر و پہلواں

مثل سرگیں دیں یہ محرابیں بنا
نام اُن کا شاہ و سلطاں رکھ دیا

[1] یعنی بیت المقدس +

[2] یعنی بادشاہوں کو ہڈی اور گوشت کے چھوٹے دروازے کی طرح پیدا کیا +

لائق ایں حضرتِ پاکے نیند — نیشکر نے لیک درصورت نیند

یہ کہاں ہیں لائق اُس درگاہ کے — گنا کیسا۔ جنگل نے خالی رہے

آں سگاں راایں خراں خاضع شوند — شیر را عار ست کورا بگروند

اُن سگوں سے یہ گدھے عاجز رہیں — شیر کے کیا ان کے گرویدہ بنیں

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو — موش کہ بود تاز شیراں ترسد او

بلی شحنہ واسطے ہے چوہے کے — چوہا کس لائق ہے۔ شیروں سے ڈرے

خوفِ ایشاں از کلابِ حق بود — خوفِ شاں کے ز آفتابِ حق بود

خوف اُن کو حق کے کتوں سے رہے — ہو نہ ہیبت آفتابِ ذات سے

ربی الاعلاست وردِ آں مہاں — ربِّ ادنیٰ درخورِ ایں ابلہاں

ربی الاعلیٰ میں نیکوں کی زباں — ربّ ادنیٰ بیوقوفوں کا نشاں

موش کے ترسد ز شیرانِ مصاف — بلکہ آں آہو تگانِ مشک ناف

جنگی شیروں سے یہ چوہا کیا ڈرے — ہاں ہرن ڈرتے ہیں اکثر شیر سے

رو بہ پیش ویگ لیس آکاسہ لیس — کش خداوند و ولی نعمت نویس

حریص والوں کے تو رہ دربار میں — اور خداوند ان نعمت لکھ انہیں

بس کن از شرحے بگویم دوردست — خشم گیرد میر وہم داند کہ ہست

ہاتھ اُٹھا اب ایسی مشکل شرح سے — امیر غصے ہو کے جانے ہیچ اسے

حاصل آں آمد کہ بدکن اے کریم — بالئیماں تا نہد گردن لئیم

مختصر یہ ہے بدی کر اے کریم — تو لئیموں سے کہ ہوں عاجز لئیم

بالئیمِ نفس چوں احساں کند — چوں لئیم آں نفسِ بد کفراں کند

گر لئیمِ نفس پہ احساں کرے — وہ لئیموں کی طرح کفراں کرے

زیں سبب بُد کاہلِ نعمت شاکرند — اہلِ نعمت طاغیند و ماکرند

اہلِ محنت اس لئے شاکر ہوئے — اہلِ نعمت اس لئے باغی بنے

هست طاغی بگلرِ زرّیں قبا | هست شاکر خستهٔ صاحب عبا
ہیں یہ باغی سرورِ زرّیں قبا | اور شاکر خستہ دل کہنہ عبا
شکر کے روید از املاک و نعم | شکر میروید ز بلوا و سقم
شکر کب پیدا ہو ملک و مال سے | شکر ہے پردوں میں رنج و درد کے

خالی دستر خوان و صوفی

صوفیے بر میخ روزے سفرہ دید | چرخ میزد جامہ را امید رید
خوان اک صوفی نے دیکھا میخ پر | رقص میں اور وجد میں تھا سربسر
بانگ میزد نک نوائے بینوا | قحطہا و دردہا را نک دوا
کہتا تھا سامان بے ساماں ہے یہ | قحط کا اور درد کا درماں ہے یہ
چونکہ درد و سوزِ او بسیار شد | ہر کہ صوفی بود با او یار شد
جبکہ اس کا درد و غم افزوں ہوا | تھا جو صوفی غمگسار اس کا بنا
کخ کخے و ہائے ہوئے میزدند | تا کہ چندیں مست و بیخود میشدند
قہقہے اور ہاؤ ہُو کرتے تھے وہ | مست و بیخود اس طریقے سے تھے وہ
بو الفضولے گفت صوفی را کہ چیست | سفرۂ آویختہ از ناں تہیست
ایک ناداں نے یہ صوفی سے کہا | خوان ہے بے نان کے لٹکا ہوا
گفت رو رو نقش بے معنیستی | بیخبر از خویش و عاشق نیستی
بولا۔ جا۔ جا۔ نقش بے معنی ہے تو | کب ہے بیخود اور کب شیدا ہے تو
عشقِ ناں بے ناں غذائے عاشق است | بند ہستی نیست ہر کو صادقست
عشق ناں بے ناں کرے عاشق ہے وہ | قید ہستی جو نہیں۔ صادق ہے وہ
عاشقاں را کار نبود با وجود | عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کو کام کیا ہے جسم سے | نفع ہے اُن کو تو بے سرمائے کے

بال نے وگرد عالم مے پرند — دست نے وگوز میدان میبرند

پر نہیں اُڑتے ہیں وہ گرد جہاں — گیند لے جاتے ہیں بے ہاتھوں کے ہاں

آن فقیرے کو زمعنی بوئے یافت — دست ببریدہ ہمے زنبیل بافت

بوئے معنی پائی جب درویش نے — بُنتا تھا زنبیل وہ بے ہاتھ کے

عاشقان اندر عدم خیمہ زدند — چون عدم یکرنگ و نفس واحد اند

ہیں عدم میں سب یہ عاشق خیمہ زن — اور ہیں مثل عدم سب ایک تن

شیرخوارہ کے شناسد ذوق لوت — مر پری را بوئے باشد لوت و پوت

کھانے کی لذّت نہ جانے شیر خوار — اور خوشبو ہے غذا پریوں کی یار

آدمی کے بو برد از بوئے او — چونکہ خوئے اوست ضدِ خوئے او

اس کی بُو پائے بھلا کب آدمی — اُس کی خُو ہے اس کی خُو کی ضد ہوئی

پیش قبطی خون بود آن آبِ نیل — آب باشد پیش سبطی جمیل

قبطیوں کے حق میں ہے خوں آبِ نیل — سبطیوں کے سامنے آبِ جمیل

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیان — غرق گہ باشد ز فرعون عوان

بحر اسرائیلیوں کو راہ دے — غرق پھر فرعونیوں کو وہ کرے

باد بد بر عادیان گرز و تبر — لیک ہود و بر قومش ظفر

عادیوں کو ہو ہوا گرز و تبر — اور قوم ہود کو فتح و ظفر

گلستان باشد برابراہیمؑ نار — لیک بر نمرود باشد زہر مار

گلستان ہو نار ابراہیمؑ پر — اور ہو نمرود پر زہر اے پسر

بر سمندر باشد آتش خاندان — لیک باشد بر دگر مرغان زیان

آگ مسکن ہو سمندرؔ کے لئے — دوسری چڑیوں کو وہ نقصان کرے

۱ ایک کیڑے کا نام ہے جو آگ میں رہتا ہے +

نزدِ عاشق درد و غم حلوا بود ‏ — ‏ لیک حلوا بر خساں بلوا بود

درد و غم حلوا ہے عاشق کے لئے ‏ — ‏ تلخ ہے لیکن یہ فاسق کے لئے

حضرتِ یعقوبؑ اور حضرتِ یوسفؑ کا عشق

آنچہ یعقوبؑ از رخِ یوسفؑ بدید ‏ — ‏ وانچہ او از بوئے او اندر کشید

دیکھا یوسفؑ میں جو کچھ یعقوبؑ نے ‏ — ‏ اور جو بو اُن کو آئی دُور سے

وانچہ در وے بود و اندر روے بدید ‏ — ‏ خاصِ او بُد آں باخواں کے رسید

وہ انہی کے واسطے مخصوص تھی ‏ — ‏ بھائیوں کو ان کے کب حاصل ہوئی

ایں ز عشقش خویش در چہ میکند ‏ — ‏ واں بکیں از بہرِ او چہ میکند

چاہ میں اُن کی کنوئیں میں یہ گرے ‏ — ‏ اور وہ کینے سے کنواں تھے کھودتے

سفرۂ او پیشِ ایں از ناں تہیست ‏ — ‏ پیشِ یعقوبست پُر کو مشتہیست

خوان ان کا ان کے آگے تھا تہی ‏ — ‏ سامنے یعقوبؑ کے بھرا تھا یہی

روئے ناشستہ نہ بیند روئے حور ‏ — ‏ لا صلوٰۃ گفت الا باحضور

زشت رو کس طرح دیکھے روئے حُور ‏ — ‏ ہے نماز اس کی پڑھے جو با حضور

عشق باشد لوت و پوت جانہا ‏ — ‏ جوع ازیں رو نیست قوتِ جانہا

عشق ہی قوت وغذا ہے روح کی ‏ — ‏ قوتِ جاں اِس واسطے ہے بھوک ہے

جوعِ یوسفؑ بود مر یعقوبؑ را ‏ — ‏ بوئے نانش میرسید از دور جا

بھوک یوسفؑ کی جو تھی یعقوبؑ کو ‏ — ‏ دُور سے پہنچی تھی ان کو ا[ز]

آنکہ بستد پیرہن را مے شتافت ‏ — ‏ بوئے پیراہانِ یوسفؑ مے نیافت

تھا جو اُن کا پیرہن لے کر چلا ‏ — ‏ بوئے یوسفؑ کا نہ تھا اس

حدیث شریف لا صلوٰۃ الا بحضور القلب یعنی نماز صرف حضورِ قلب سے ہوتی

وآنکه صد فرسنگ رہ زآنسو بُداو ... چونکه بد یعقوبؑ مے بوئید بو

اور جو یوسفؑ سے کوسوں دُور تھے ... یعنی یعقوبؑ اس کی بُو سونگھا کیے

اے بسا عالم زدانش بےنصیب ... حافظ علم ست آنکس نے حبیب

ہیں جو عالم عقل میں ناکامیاب ... علم کے حافظ ہیں وہ بھی بے حساب

مستمع از وے ہمے یابد مشام ... گرچہ باشد مستمع از جنس عام

سننے والا اُنکی بُو ہے سونگھتا ... عام کوئی سننے والا ہو تو کیا

زانکه پیراہن بدستش عاریہ است ... چوں بدست آں نخاسے جاریہ ست

ہاتھ میں اُسکے ہے کُرتا عارضی ... جیسے لونڈی دست بائع میں اٹکی

جاریہ پیش نخاسے سرسریست ... در کف او از برائے مشتریست

عارضی لونڈی ہے بائع کے لئے ... کیونکہ وہ ہے مشتری کے واسطے

قسمت حق است روزی خواہ نے ... ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے

قسمت حق ہے نہ روزی خواہ کی ... ایک کو کب دوسرے کی رہ ملی

یک خیالے نیک باغ آں شدہ ... یک خیالے زشت راہ ایں زدہ

ہے خیال نیک باغ اس کے لیے ... بدخیالی راہ اس کی مار دے

آں خیالے از اثر باغے شدہ ... واں خیالے عالمے برہم زدہ

اک خیال اپنے اثر سے باغ تھا ... ایک دُنیا ہی کو برہم کر گیا

آں خدائے کز خیالے باغ ساخت ... وز خیالے دوزخ و جائے گداخت

[illegible] سے گلشن بنالے جو خدا ... اور دوزخ لے خیالوں سے بنا

پس کہ داند راہ گلشنہائے او ... پس کہ داند جائے گلخنہائے او

کون جانے راہ اس کے باغ کی ... راہ کس کو اس کے گلخن کی ملی

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال ... کز کدامیں رکن جاں آید خیال

بان دل ہے مجبورِ مجال ... کون سی ترکیب سے آئے خیال

جز مگر آں دل کہ دارد عونِ حق	کونِ او را نیست کردہ کونِ حق
ہاں وہ دل جسکو مدد حق سے ملے	جس کی ہستی نیست کی اللہ نے
گر بدیدے مطلعش از احتیال	بند کردے راہِ ہر ناخوش خیال
دیکھتا جو مطلع کو حیلے سے	بند کرتا رستے بد تخییل کے
کے رسد جاسوس را آنجا قدم	کے بود مرصاد و در بندِ قدم
دل کا جاسوس اُس جگہ کب جاسکے	جس کی رہ قیدِ قدم ہی میں نہ ہے
دامنِ فضلش بکف کن کوروار	قبضِ اعمیٰ ایں بود اے شہریار
دامن اُس کے فضل کا کورانہ لے	یہ گرفت اندھے کی ہے۔ پہچان اسے
دامنِ او امر و فرمانِ وے است	نیکبختے کہ تقی جانِ وے است
دامن اُس کا حکم اور فرمان ہے	نیک وہ ہے، پاک جس کی جان ہے
آں یکے در مرغزارے جوئے آب	واں یکے پہلوئے او اندر عذاب
ایک وہ جو سبزہ زار و نہر پر	ایک وہ پہلو ہے جس کا قہر پر
او عجب ماندہ کہ ذوقِ آں ز چیست	ویں عجب ماندہ کہ ایں ز حبسِ کیست
وہ تعجب میں کہ ذوق اسکا ہے کیا	یہ ہے حیراں، قید میں کیوں ہے پھنسا
ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہاست	ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دواست
خشک لب کیوں ہے۔ یہاں چشمے رواں	زرد رُو کیوں ہے۔ دوائیں ہیں یہاں
ہیں بیا اے ہمنشیں در انجمن	گوید اے جاں من نیارم آمدن
آ یہاں اس بزم میں اے ہم نشیں	وہ کہے۔ آنے کی طاقت ہی نہیں
ہیں بیا جانا کہ پایت بستہ نیست	گویدش نے نے کہ تالم تو بالیست
یہ کہے آ، پاؤں ہیں تیرے کھلے	تاب آنے کی نہیں ہے۔ وہ کہے
یک مثل آمد دریں معنی بگفت	بو کہ یابی زیں بیاں سرِ نہفت
اک مثل اس بات پر یاد آگئی	شاید اس سے کچھ کھلے راز خفی

اندریں معنی بگویم قصہ | گوش بگشا تا بری زاں حصہ
ایک قصہ میں سناتا ہوں تجھے | کان کھول اور اپنا حصہ اس سے لے

ایک امیر اور اسکے غلام کی حکایت

در زمانے بود امیرے اکرام | بود سنقر نام اورایک غلام
تھا جہاں میں اک امیر نیک نام | اور سنقر نامی اس کا تھا غلام

میر شد محتاج گرمابہ سحر | بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
صبحدم حاجت تھی اس کو غسل کی | بولا اے سنقر تو جلدی اٹھ ابھی

طاس و مندیل و گل از التوں بگیر | تا بگرمابہ رویم اے ناگزیر
لنگی، مٹی اور لگن لونڈی سے لو | تا چلیں ہم جلد تر حمام کو

سنقر آمد طاس و مندیل نکو | برگرفت و رفت با او دو بدو
سنقر اٹھا لے کے لنگی اور لگن | ساتھ اس کے وہ چلا پھر بے سخن

مسجدے در رہ بُد و بانگ صلا | آمد اندر گوش سنقر برملا
مسجد اک رستے میں تھی۔ بانگ اذاں | گوش سنقر میں وہ آئی بیگماں

بود سنقر سخت مولع در نماز | گفت اے میر من اے بندہ نواز
تھا جو سنقر کو بہت شوق نماز | بولا اے سردار! اے بندہ نواز!

تو بدیں دکاں زمانے صبر کن | تا گزارم فرض و خوانم لم یکن
تو ذرا کر صبر اس دکان پر | ہیں نماز فرض پڑھ لوں دوڑ کر

رفت سنقر میر بر دکاں نشست | منتظر از بادہ پندار مست
بیٹھا وہ دکان پر سنقر گیا | منتظر وہ بہ غرور اس کا رہا

میر او بہر دل آں زندہ جاں | کرد یکساعت توقف بر دکاں
خواجہ نے سنقر کی خاطر برملا | اک گھڑی تک صبر دکاں پر کیا

چون امام و قوم بیروں آمدند
از نماز و وردہا فارغ شدند

جب امام و قوم سب باہر ہوئے
ہو کے فارغ اس نماز و ورد سے

سنقر آنجا ماند تا نزدیک چاشت
میر سنقر را زمانے چشم داشت

چاشت تک سنقر وہیں ٹھہرا رہا
اک گھڑی تک خواجہ کی نظروں میں تھا

گفت اے سنقر چرا نائی بروں
گفت مے نگذاردم آں ذوفنوں

بولا اے سنقر! تو آتا کیوں نہیں
بولا ہاں۔ یہ چھوڑ سکتا ہے کہیں

صبر کن نک آمدم اے روشنی
نیستم غافل کہ در گوشم منی

صبر کر خواجہ میں آتا ہوں ابھی
میں نہیں غافل ضرورت سے تری

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد
تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد

سات بار اس نے یونہی آواز دی
جان اس غمزے سے عاجز آگئی

پاسخش ایں بود مے نگذاردم
تا بروں آیم ہنوز اے محترم

تھا جواب اس کا۔ نہیں یہ چھوڑتا
تا ابھی میں باہر آؤں اے فتا

گفت آخر مسجد اندر کس نماند
کیست وامیدارد آنجا کت نشاند

بولا مسجد میں نہیں کوئی رہا
کون ہے جس نے وہیں تجھ کو رکھا

گفت آنکہ بستہ استت از بروں
بستہ است او ہم مرا از اندروں

بولا باہر جس نے روکا ہے تجھے
روکتا ہے اب وہی اندر مجھے

آنکہ نگذارد ترا کائی دروں
مے نگذارد مرا کایم بروں

تجھ کو آنے دیتا جو اندر نہیں
مجھ کو جانے دیتا وہ باہر نہیں

آنکہ نگذارد کزیں اینسو پا نہی
او بدیں سو بست پائے ایں رہی

جو تجھے چلنے نہیں دیتا وہاں
میرے پاؤں باندھے ہیں اسنے یہاں

ماہیاں را بحر نگذارد بروں
خاکیاں را بحر نگذارد دروں

مچھلیوں کو باہر آنے دے نہ بحر
خاکیوں کو اندر آنے دے نہ بحر

اصل ماہی را زآب و حیواں از گلست — حیلہ و تدبیر ایں جا باطلست
مچھلی پانی سے ہے حیواں خاک سے — حیلہ و تدبیر اس جا کیا چلے

قفل زفتست و کشایندہ خدا — دست در تسلیم زن اندر رضا
تالا محکم۔ کھولنے والا خدا — اختیار اے دوست کر صبر و رضا

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا — ایں کشایش نیست جز از کبریا
ذرے ذرے سے اگر کنجی بنے — قفل بے غیر خدا کب کھل سکے

چوں فراموشت شود تدبیر خویش — یابی آں بخت جواں از پیر خویش
بھول جائے اپنی جب تدبیر تو — پیر سے پھر پائے اپنی آبرو

چوں فراموش خودی یادت کنند — بندہ گشتی آنگہ آزادت کنند
وہ دلا دیں یاد اگر بھولا ہے تو — اور کریں آزاد اگر بندا ہے تو

گر تو خواہی حُرّی و دل زندگی — بندگی کن بندگی کن بندگی
چاہے آزادی اگر اور زندگی — بندگی کر۔ بندگی کر۔ بندگی

از خودی بگذر کہ تا یابی خدا — فانیِ حق شو کہ تا یابی بقا
تو خودی کو چھوڑ تا پائے خدا — اس میں فانی ہو تو مل جائے بقا

گر ترا باید وصالِ راستیں — محو شو واللہ اعلم بالیقیں
آرزو گر ہے حقیقی وصل کی — محو ہو واللہ اعلم اے اخی

انبیاء کا کافروں سے نا امید ہونا

انبیاء گفتند با خاطر کہ چند — می دہیم ایں را و آنرا وعظ و پند
انبیاء سب دل میں یوں کہنے لگے — پند کرتے ہیں اِسے ہم اور اُسے

چند کوبیم آہن سردے زنے — در دمی اندر قفس ہیں تلکے
ٹھنڈا لوہا کوٹتے کب تک رہیں — درد جان۔ اس پنجرے میں ہم کیوں پھنسیں

جنبش خلق از قضا و وعدہ است | تیزی دنداں ز سوز معدہ است

ہوتی ہے حرکت قضا و وعدہ سے | تیزی دنداں ہے سوز معدہ سے

عقل اوّل راند بر عقل دوم | ماہی از سر گندہ گردد نے ز دُم

عقل ثانی پر ہے عقل اوّلیں | مچھلی سر سے گلتی ہے۔ دُم سے نہیں

لیک ہم میدان و خرمیراں چو تیر | چونکہ بلّغ[1] گفت حق شد ناگزیر

تو گدھا اپنا بھگا مانند تیر | حق نے بلّغ جب کہا ہے ناگزیر

تو نمیدانی کہ آخر کیستی | جہد کن چنداں کہ دانی چیستی[2]

کون ہے آخر۔ نہیں تو جانتا | سعی کر اور پھر سمجھ تو خود ہے کیا

چوں نہی بر پشتِ کشتی بار را | بر توکّل میکنی آں کار را

بار جب تو پشت کشتی پر رکھے | تو توکل اپنے مولا پر کرے

تو نمیدانی کہ از ہر دو کئی | غرقہ اندر سفر یا ناجئی

یہ نہیں معلوم، ہو انجام کیا | غرق ہو یا پار ہو بیڑا ترا

گر بگوئی تا ندانم من کیم | ور نخواہم تاخت بر کشتی و یم

گر کہے۔ جب تک نہ جانوں کون ہوں | جانب کشتی و دریا کیوں چلوں

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام | کشف گرداں کز کدامیں فرقہ ام

مجھ کو اب بچنا ہے یا ہے ڈوبنا | کھول دے مجھ پر کہ اب ہونا ہے کیا

من نخواہم رفت ایں رہ با گماں | بر امید خشک ہمچوں دیگراں

میں گماں پر راہ چل سکتا نہیں | خشک کر کے مثل اوروں کے یقیں

ہیچ بازرگانیے ناید ز تو | زانکہ در غیب است سرّ ایں دو رو

تو تجارت کچھ نہ تجھ سے ہو سکے | غیب میں یہ راز دونوں ہیں چھپے

۱؎ تبلیغ کر۔ پیغام پہنچا ۔

۲؎ یعنی ڈوبنے والا ہوں یا نجات پانے والا ۔

تاجر ترسندہ طبع شیشہ جاں | در طلب نے سود دارد نے زیاں
تاجر خائف جو ہے اور شیشہ جاں | ہے طلب میں تارکِ سود و زیاں
بل زیاں دارد کہ محروم است و خوار | نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
بلکہ وہ نقصان اٹھائے۔ خوار ہو | نور وہ پائے جو شعلہ خوار ہو
چونکہ بر بوکست جملہ کار ہا | کار دیں اولیٰ کزاں یابی رہا
حصر امیدوں پہ ہے جب ہر کام کا | کار دیں بہتر ہے، تا ہو تو رہا
نیست دستورے دریں جا قرع باب | جز امید اللہ اعلم بالصواب
کوئی ہوتا ہی نہیں یاں کامیاب | بے امید، اللہ اعلم بالصواب

مقلد کا ایمان خوف و رجا ہے

دائما ہر پیشہ امید است و بوک | گر چہ گردن شاں ز کوشش شد چو دوک
ہے ہر اک پیشہ یہاں امید سے | گرچہ گردن سعی سے تکلہ بنے
بامداداں چوں سوئے دکاں رود | بر امید و بوکِ روزی میدود
ہو روانہ صبحدم سوئے دکاں | اور روزی کی توقع پر رواں
بوک روزی نبودت چوں میروی | خوف حرماں ہست تو چونی قوی
جائے کیوں۔ شاید نہ ہو روزی تری | خوفِ حرماں ہے تو پھر کیوں ہے قوی
خوفِ حرمانِ ازل در کسب لوت | چوں نگردی سست اندر جستجوت
کسب میں ہے خوفِ حرمانِ ازل | ہو نہ جائے سست کیوں تیرا عمل
گوئی ار چہ خوفِ حرماں ہست پیش | ہست اندر کاہلی ایں خوف بیش
تو کہے گو خوفِ حرماں ہے سوا | کاہلی میں اور بھی ہے بڑھ گیا
ہست در کوشش امیدم بیشتر | دارم اندر کاہلی افزوں خطر
کوششوں میں ہیں امیدیں بیشتر | کاہلی میں ہے زیادہ کچھ خطر

لے نامرد بد

پس چرا در کار دین آید گماں
کار دیں میں پھر یہ کیوں لے بدگماں

دامنت میگیرد ایں خوف زیاں
تیرا دامنگیر ہے خوف زیاں

یا ندیدی کاہل این بازارہا
یا نہ دیکھا حال اس بازار کا

در چہ سود ند انبیاء و اولیاء
سود میں ہیں انبیاءؑ و اولیاءؒ

زین دکان رفتن چہ کان شان و نمود
کیا ملی شان اُن کو اس دکان سے

اندریں بازار چہ بستند سود
کیا اُٹھائے فائدے بازار کے

آتش آں را رام چوں خلخال شد
آگ جوں پازیب ہے بس انکی رام

بحر ایں را رام چوں حمّال شد
بحر ہے حمّال کی صورت غلام

از دم آں مردۂ زندہ شدہ
مُردے اُن کے دم سے زندہ ہوگئے

ابر آں را سایہ بانے آمدہ
اُن کے سر پہ ابر نے سائے کئے

آہن آں را رام ہمچوں موم شد
لوہا موم اُن کے کیے سے ہو گیا

باد آں را بندہ و محکوم شد
ہو گئی محکوم پھر ان کی ہوا

شد ورا در دفع دشمن چوب مار
تھا عصا دفع عدو کو مثل مار

عنکبوتے شد مر ایں را پردہ دار
مکڑی اُنکے واسطے تھی پردہ دار

اولیاء اللہ پوشیدہ ہیں

قوم دیگر سخت پنہاں میروند
رہتی ہے پوشیدہ قوم اک دوسری

شہرۂ خلقان ظاہر کے شوند
سامنے خلقت کے ظاہر کب ہوئی

اینہمہ دارند و چشم ہیچکس
ان میں سب کچھ ہے مگر پھر بھی نظر

بر نیفتد بر کیا شاں یک نفس
ان کی عظمت پر نہیں پڑتی یسر

ہم کرامت شان ہم ایشاں در حرم
ہیں حرم میں وہ بھی اُنکے فیض بھی

نام شاں را نشنوند ابدال ہم
کب انہیں ابدال تک جانے کوئی

یا نمیدانی کرمہائے خدا — کو ترا میخواند اینسو کہ بیا

کیا نہیں تو جانتا لطفِ خدا — جو بلاتا ہے تجھے اس سمت آ

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست — ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست

شش جہت میں اُسکے اکرام اور نور — جس طرف دیکھے اُسی کا ہے ظہور

گر کریمے گویدت آتش در آ — اندر آ زو و مگو سوزد مرا

گر کہے تجھ سے کریم، آتش میں آ — جلد جا اور یہ نہ کہ - جل جاؤنگا

کوز آتش نرگس و نسرین کند — وز میانش غنچہا سر بر زند

آگ کو وہ نرگس و نسریں کرے — اس میں سے غنچے اُگائے پھول کے

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست — گازرِ دستارخوانِ انبیاست

خوف سے ہے آگ پانی اے فتا — دھوتی ہے اکثر وہ خوانِ انبیا

حضرتِ انسؓ بن مالک کا دسترخوان

از انس فرزندِ مالک آمدہ است — کہ بمہمانیِ او شخصے شدہ است

ہے انسؓ فرزندِ مالک کا بیاں — اُن کے گھر میں آیا تھا اک میہماں

او حکایت کرد کز بعدِ طعام — دید انسؓ دستارخوان را زرد فام

کہتا ہے وہ - کھا چکے جب ہم طعام — دیکھا دسترخواں انسؓ نے زرد فام

چرکن و آلودہ گفت اے خادمہ — اندر افگن در تنورش یکدمہ

دیکھ کر میلا یہ لونڈی سے کہا — ڈال اسے تنوّر میں تو برملا

در تنورِ پُر ز آتش در فگند — آن زمان دستارخوان را ہوشمند

آگ کے تنّور میں ڈالا وہیں — اس نے دسترخواں کو اے مردِ یقیں

جملہ مہماناں در آں حیراں شدند — انتظارِ دودِ کندوری بدند

تکتے تکتے مہماں حیراں رہ گئے — تکتے دھوئیں کے منتظر بیٹھے ہوئے

بعد یکساعت بر آورد از تنور
پھر نکالا خوان کو تنور سے
پاک و اسپید و ازاں اوساخ دور
تھا سفید اور صاف تاباں نور سے

قوم گفتند اے صحابیِ عزیز
لوگ بولے - اے صحابیِ نبی
چوں نسوزید و منقی گشت نیز
کیوں نہ جھلسا۔ ہو گیا کیوں پاک بھی

گفت زانکہ مصطفیٰ دست و دہاں
بولے - اپنا ہاتھ منہ خیر الوریٰ
بس بمالید اندریں دستار خواں
مَل چکے تھے اس سے، پھر حیرت ہے کیا

اے دلِ ترسندہ از نار و عذاب
اے دل آخر نار سے ہے خوف کیا
باچناں دست و لبے کن اقتراب
ایسے دست ولب سے رکھ تو واسطہ

چوں جمادے را چنیں تشریف داد
جبکہ دستر خواں کو یہ عزت ملی
جانِ عاشق را چہا خواہد کشاد
جانِ عاشق پھر نہ کیا کیا پائے گی

مر کلوخ کعبہ را چوں قبلہ کرد
خاک کو کعبے کی قبلہ کر دیا
خاکِ مرداں باش اے جاں در نبرد
خاک اُن مردوں کی لڑنے میں بنا

بعد ازاں گفتند با آں خادمہ
خادمہ سے پھر یہ لوگوں نے کہا
تو نگوئی حالِ خود با اینہمہ
تو بھی کہہ کچھ حال، تو بھی تو بتا

چوں فگندی زود ایں از گفتِ وے
تو نے کیوں پھینکا تھا اُنکے کہتے ہی
گیرم او بُرد است و ز اسرار پے
فرض کر اُن کو خبر تھی بھید کی

اینچنیں دستار خوانِ قیمتی
ایسا دستر خوان، اتنا قیمتی
چوں فگندی اندر آتش اے ستی
آگ میں کچھ تو سمجھ کر ڈالتی

گفت دارم از کریماں اعتمید
بولی - ایسوں پر بھروسہ ہے مجھے
از عباد اللہ دارم بس امید
ہیں اُمیدیں قلب کو کیا کیا مرے

میزرے چہ بود اگر او گویدم
یہ تو اک رومال تھا۔ کہتے اگر
در روم اندر عینِ آتش بے ندم
کود پڑ تو آگ میں اے بے خبر

اندر افتم از کمال اعتقاد — نیستم زاکرام ایشاں ناامید

اعتقاداً کود پڑتی میں وہیں — ناامیدی ان کی عظمت سے نہیں

سر دراندازم نہ ایں دستارخواں — زاعتماد ہر کریم رازداں

ڈال دوں ہیں سر بھی۔ دستر خوان کیا — اہل باطن پہ بھروسا ہے بڑا

اے برادر خود بریں اکسیر زن — کم نباید صدق مرد از صدق زن

اے برادر! تو بھی رکھ اکسیر قدم — کیوں ہو صدق مرد اک عورت سے کم

آں دل مردے کہ از زن کم بود — آں دلے باشد کہ کم زاشکم بود

مرد کا دل ہو اگر عورت سے کم — پیٹ سے بھی کم اسے کہتے ہیں ہم

آنحضرتؐ کا قافلۂ عرب کی فریاد رسی کرنا

اندر آں وادی گروہے از عرب — خشک شد از قحط باراں شاں قِرَب

ایک وادی میں عرب کی قوم تھی — قحط سے تھی مشک بھی سوکھی پڑی

درمیان آں بیاباں ماندہ — کاروانے مرگ بر خود خواندہ

وہ بیاباں میں تھے واماندہ پڑے — اور سب طالب تھے اپنی موت کے

ناگہانے آں مغیث ہر دو کون — مصطفےٰؐ پیدا شدہ از رہ بہر عون

ناگہاں کونین کے فریاد رس — مصطفےٰؐ پہنچے وہاں اک روز بس

دید کانجا کاروانے بس بزرگ — بر تف ریگ و رہ صعب و سترگ

دیکھا اس جا اک بڑا سا قافلہ — گرم ریتی پر پڑا ہے بے نوا

اشتراں شاں را زباں آویختہ — خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ

بے زباں ہر اونٹ کی نکلی ہوئی — ریت پر مخلوق ہے لیٹی ہوئی

رحمش آمد گفت ہیں زوتر روید — چندیارے سوئے آں کثباں دوید

رحم آیا اور فرمایا کہ ہاں — جاؤ اس ٹیلے کی جانب ہیگماں

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد　　سوئے میر خود بزودی میرود

ایک زنگی مشک پر لاتا ہے آب　　جاتا ہے آقا کی جانب وہ شتاب

آں شتربان سیہ را با شتر　　سوئے من آرید با فرمانِ مُر

ساربان کو ساتھ اس کے اونٹ کے　　لاؤ میرے پاس، میرے حکم سے

سوئے کثباں آمدند آں طالباں　　بعد یکساعت بدیدند آں چناں

آئے اس ٹیلے کی جانب کچھ جواں　　بعد اک ساعت کے دیکھا بیگماں

بندۂ مے شد سیہ با اشترے　　راویہ پُر آب چوں ہدیہ برے

ایک زنگی اونٹ پر تھا جا رہا　　بھرے ہدیہ مشک بھر کر بر ملا

پس بدو گفتند مے خواند ترا　　ایں طرف فخر البشر خیر الوریٰ

پس کہا اس سے بلاتے ہیں تجھے　　اس طرف سردار وہ کونین کے

گفت من نشناسم اور اکیست او　　گفت آں ماہ رخے قند خو

بولا میں اُن کو نہیں پہچانتا　　بولے وہ ہیں ماہرو، شیریں لقا

سیّد و سرور محمدؐ نورِ جاں　　مہتر و بہتر شفیع مجرماں

سیّد سرور محمدؐ نورِ جاں　　بہتر و افضل شفیع عاصیاں

نوعہا تعریف کردندش کہ ہست　　گفت مانا او مگر آں ساحر ست

مختلف کیں اُن کی تعریفیں بڑی　　بولا، ہے شاید وہ جادوگر کوئی

کہ گروہے را زبوں کرد او بسحر　　من نیایم جانبِ او نیم شبر

سحر سے اسنے کیا لوگوں کو خوار　　اس کی جانب ہیں نہ جاؤں زینہار

کشکشانش آوریدند آں طرف　　او فغاں برداشت با تشنیع و تف

اس کو لے آئے وہاں وہ کھینچتے　　شور غل کرتا تھا وہ تشنیع سے

چوں کشیدندش بپیشِ آں عزیزؐ　　گفت نوشید آب بردارید نیز

سامنے لائے جو حضرتؐ کے شتاب　　پیے بھر لو اور بھی لو خوب آب

جملہ را زاں مشک او سیراب کرد
اشتران و ہر کسے زاں آب خورد

سب کو پانی دے دیا اس مشک سے
اونٹ اور سب سیر اس سے ہو گئے

راویہ پر کرد و مشک از مشک او
ابر گردوں خیرہ ماند از رشک او

مشک مشکیزے بھرے اس مشک سے
ابر کو حیرانیاں تھیں رشک سے

ایں کسے دیدہ است کز یک راویہ
سرد گردد سوز چندیں ہاویہ

یہ بھی دیکھا ہے کہیں اک مشک سے
پیاس اتنی دوزخوں کی بجھ سکے

ایں کسے دیدہ ست کز یک مشک آب
گشت چندیں مشک پُر بے اضطراب

ہے کہیں دیکھا کہ صرف اک مشکِ آب
اتنی مشکوں کو بھرے بے اضطراب

مشک خود روپوش بود و موجِ فضل
میرسید از امرِ او از بحرِ اصل

مشک کی صورت میں موجِ فضل تھی
حکمِ رب سے بحر سے جو تھی ملی

آب از جوشش ہمیگردد ہوا
واں ہوا گردد ز سردی آبہا

جوش سے ہو جاتا ہے پانی ہوا
اور ہوا سردی سے پانی برملا

بلکہ بے اسباب بیروں زیں حکم
آب رویانید تکوین از عدم

بلکہ بے اسباب - بے تدبیر کے
پانی کو ہستی میں لایا نیست سے

تو ز طفلی چوں سببہا دیدۂ
در سبب از جہل بر چفسیدۂ

تو نے دیکھے ہیں لڑکپن سے سبب
اس لئے تجھ کو سبب کی ہے طلب

با سببہا از مسبّب غافلی
سوئے ایں روپوشہا زاں مائلی

یہ سبب روکیں مسبّب سے تجھے
مائل اس روپوش پر ہے اس لئے

چوں سببہا رفت بر سر میزنی
ربّنا و ربّنا ہا میکنی

جب مٹے اسباب پھر پیٹے گا سر
ربّنا آئے گا لب پر بے خطر

ربّ میگوید برو سوئے سبب
چوں ز صنعم یاد کردی اے عجب

رب کہے گا۔ جا سوئے اسباب جا
یاد کیوں صنعت سے تھا مجھ کو کیا

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ
ننگرم سوئے سبب واں دمدمہ

تو کہے چھوڑونگا سب کو بعد ازیں
اب سبب پر میں نہ لاؤنگا یقیں

گویدش ردّوا لعادوا کارِ تست ۔ اے تو اندر توبہ و میثاق سست
وہ کہے "ردّو[1] العادوا" تیرا کام ۔ عہد اور توبہ میں تُو ہے سُست و خام

لیک من آں ننگرم رحمت کنم ۔ رحمتم پُر است بر رحمت تنم
میں نہ کچھ دیکھوں مگر رحمت کروں ۔ ہوں میں راحم، میری رحمت ہے فزوں

ننگرم عہدِ بدت بدہم عطا ۔ از کرم ایندم چہ میخواہی مرا
عہدِ بد کو میں نہ دیکھوں، دُوں عطا ۔ کیا ہے تو میرے کرم سے مانگتا

از من آید جملہ احسان و وفا ۔ وز تو بد عہدی و نسیان و خطا
مجھ سے ہیں یہ سارے احسان و وفا ۔ تجھ سے بد عہدی ہے نسیاں اور خطا

حاصل آنکہ در سبب پیچیدہٖ ۔ لیک معذوری ہمیں را دیدہٖ
مختصر یہ، ہے سبب میں مبتلا ۔ ہے مگر معذور۔ دیکھا یہ خطا

قافلہ حیراں شدند از کارِ او ۔ یا محمدؐ چیست ایں از بحر و جو
قافلہ اس بات سے حیراں ہُوا ۔ یا محمدؐ ہے عجب یہ ماجرا

کردہٖ پوشیدہ مشکِ خُرد را ۔ غرقہ کردی ہم عرب ہم کُرد را
کرکے پنہاں ایک مشکِ خُرد کو ۔ غرق کر ڈالا عرب اور کُرد کو

رسولِ خدا کا معجزہ[2]

اے غلام اکنوں تو پُر بیں مشکِ خود ۔ تا نگوئی در شکایت نیک و بد
اے غلام اب اپنا مشکیزہ بھی بھر ۔ تا نہ ہو شکوہ تجھے اس بات پر

آں سیہ حیراں شد از برہانِ او ۔ مید مید از لامکاں ایمانِ او
زنگی اس برہانؐ سے حیرت میں تھا ۔ لامکاں سے اس کو ایماں مل گیا

[1] اگر تمہیں دُنیا میں لوٹائیں تو تم انہی منہیات کی طرف پھر لَوٹ جاؤ +

[2] دلیل - معجزہ +

چشمۂ پیدا از ہوا ریزاں شدہ	مشک او رو پوشِ فیضِ آں شدہ
دیکھا اک چشمہ ہوا سے ہے رواں	مشک کو ہے فیض اس سے بیگماں
آں نظر رو پوشہا ہم بر درید	تا معین چشمۂ غیبی رسید
پھاڑتی ہے وہ نظر سارے حجاب	غیب کے چشمے تلک ہے کامیاب
چشمہا پُر آب کرد آں دم غلام	شد فراموشش ز خواجہ و ز مقام
رو دیا با چشم پُر نم وہ غلام	بھولا وہ خواجہ کو اور اپنا مقام
دست و پایش ماند از رفتن براہ	زلزلہ افگند در جانش الٰہ
راستہ چلنے سے عاجز ہو گیا	زلزلہ سا جان میں اسکی پڑا
باز بہرِ مصلحت بازش کشید	کہ بخویش آ باز رو اے مستفید
مصلحت سے ہوش میں اسکو کیا	اور کہا۔ آپے میں آ، منزل کو جا
وقتِ حیرت نیست حیرت پیشِ تست	ایں زماں رہ در آ چالاک و چست
ہو نہ حیراں ہے یہ حیرت سامنے	مستعد ہو اور اپنی راہ لے
دستہائے مصطفیٰؐ بر رو نہاد	بوسہائے عاشقانہ بس بداد
ہاتھ منہ پر شاہِ والا کے رکھے	عاشقوں کی طرح کچھ بوسے دئیے
مصطفیٰؐ دستِ مبارک بر رخش	آں زماں مالید کرد او فرخش
مصطفیٰؐ نے ہاتھ پھیرے پر بلے	شادماں اس کو کیا الطاف سے
شد سپید آں زنگی زادہ حبش	ہمچو بدر و روزِ روشن شد شبش
رنگ اس زنگی کا گورا ہو گیا	نور اُس کی شب نے پایا چاند کا
یوسفے شد در جمال و در دلال	گفتش اکنوں رو بدہ وا گوئے حال
مثلِ یوسف حسن اس کا بڑھ گیا	بولے اب جا اور بیاں کر ماجرا
او ہمے شد بیسر و بے پا و مست	پائے مے نشناخت در رفتن ز دست
جا رہا تھا بے سر و پا مست سا	پاؤں کو دو بھر تھا چلنا راستا

پس بیامد با دو مشکِ پُر رواں — سوئے خواجہ از نواحی کارواں

دو بھری مشکیں وہ زنگی لے چلا — جانبِ خواجہ، جو چھوڑا تھا قافلہ

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود — کاں غلامش دیر مے آمد نہ زود

منتظر بیٹھا تھا رہ میں خواجہ بھی — وہ غلام آیا نہ اب تک دیر کی

خواجہ کا غلام کو نہ پہچاننا

خواجہ از دُورش بدید و خیرہ ماند — از تحیّر اہلِ آں دہ را بخواند

خواجہ نے دیکھا تو حیراں ہو گیا — اور لیا سب گاؤں والوں کو بُلا

راویہ ما اشترِ ما ہست ایں — پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں

ہے ہماری مشک بھی اور اونٹ بھی — بندۂ زنگی نہیں، ہے اور ہی

آں یکے بدریست مے آید ز دُور — میزند بر نورِ روز از روش نور

چاند ہے اک دُور سے آتا نظر — غالب اُس کا نورِ نورِ روز پر

کو غلامِ ما مگر سرگشتہ شد — یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد

ہو گیا بے راہ شاید وہ غلام — گرگ نے یا کام کر ڈالا تمام

یا مگر اورا بکشت ایں بد گہر — اُشترش آورد اینجا از قدر

یا کیا قتل اُسکو اِس بدذات نے — اُونٹ اس کا لایا یہ تقدیر سے

چوں بیامد پیش گفتش کیستی — از یمن زادے و یا ترکیستی

جب وہ آیا۔ کی ہہ اس سے گفتگو — ترک ہے تو یا یمن زادہ ہے تو

گو غلامم را چہ کردی راست گو — گر بکشتی وانما حیلت مجو

کیا ہوا میرا غلام۔ اب سچ بتا — صاف کہ دے۔ قتل اگر اس کو کیا

گفت گر کشتم بتو چوں آمدم — چوں بپائے خود دریں خوں آمدم

بولا، کیوں آتا یہاں گر مارتا — پاؤں سے اپنے میں ہوتا مبتلا

گفت نے نے درنگیر دامنت — راست باید گفت سرّ ایں فنت

بولا[۱]۔ یوں کب مخلصی پائیگا تو — سچ بتا جو بات ہو اے حیلہ جو

گو غلام من بگفت اینک منم — کرد دستِ فضلِ یزداں روشنم

میرا بندہ ہے کہاں، میں ہوں، کہا — فضلِ خالق نے مجھے روشن کیا

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام — صاحبِ فضلے و قدرے گشتہ ام

بدر ہوں اک صدر کو میں دیکھ کر — ہوں میں اہلِ فضل و قدر اے خوش سیر

ہی چہ میگوئی غلامِ من کجاست — ہیں نخواہی رست از من جز براست

ہے کہاں بردہ مرا۔ اُس نے کہا — ہیں نہ چھوڑونگا تجھے۔ سچ سچ بتا

گفت اسرارِ ترا با آں غلام — جملہ وا گویم یکایک من تمام

بولا تیرے بھید اور حالِ غلام — ہیں بیاں اب تجھ سے کرتا ہوں تمام

زاں زمانے کہ خریدی تو مرا — تا با کنوں باز گویم ماجرا

جس گھڑی تو نے خریدا تھا مجھے — میں سناؤں حال اب تک کے تجھے

تا بدانی کہ ہمانم در وجود — گرچہ از شبدیز من صبحے کشود

تا یقیں آئے کہ ہوں تو میں وہی — بن گئی ہے صبح رنگت رات کی

رنگ دیگر شد ولیکن جانِ پاک — فارغ از رنگست و از ارکانِ خاک

رنگ گو بدلا۔ وہی ہے جانِ پاک — دُور اس سے رنگ اور ارکانِ خاک

تن شناساں زود ما را گم کنند — آب نوشاں ترکِ مشک و خم کنند

تجھ کو کھو بیٹھے ہیں جو ہیں تن شناس — مشک چھوڑیں۔ جن کی بجھ جاتی ہے پیاس

جاں شناساں از عددہا فارغند — غرقۂ دریائے بیچونند و چند

جاں شناس اعداد سے فارغ رہیں — غرق خود کو بحرِ بیچوں میں کریں

[۱] یعنی غلام نے کہا ۔

جاں شو و از راہِ جاں جاں را شناس — یارِ بینش شو نہ فرزندِ قیاس

جان ہو اور راہِ جاں سے جاں شناس — یارِ بینش بن، نہ فرزندِ قیاس

چوں ملک با عقل یک سر رشتہ اند[1] — بہرِ حکمت بر دو صورت گشتہ اند

ایک ہے منبع ملک اور عقل کا — حکمتاً دو صورتیں ہیں بر ملا

آں ملک با عقل از یک گوہر اند — در پئے ہم ہمچو دنبال و سر اند

ہیں ملک اور عقل دونوں ہم گہر — آگے پیچھے ہیں مثالِ دُم و سر

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت — ویں خرد بگذاشت پرّ و فر گرفت

بال اور پر اُن فرشتوں کو ملے — عقل نے پر چھوڑے فر کے واسطے

لاجرم ہر دو مناصر آمدند — ہر دو خوش رو پشتِ ہمدیگر شدند

اس لئے دونوں معاون بن گئے — کر کے آپس میں مدد شاداں ہوئے

ہم ملک ہم عقل حق را واجدے — ہر دو آدمؑ را معین و ساجدے

ہے ملک اور عقل کو حق کا یقین — دونوں ہیں آدمؑ کے ساجد اور معین

نفس و شیطاں نیز ز اوّل واحدے — بودہ آدمؑ را عدو و حاسدے

نفس و شیطاں بھی ازل سے ایک تھے — دشمن و حاسد جو آدمؑ کے بنے

آنکہ آدم را بدن دید او رمید — و آنکہ نورِ مؤتمن دید او خمید

جس نے آدمؑ کو بدن سمجھا۔ پھرا — نور کا جس نے انہیں دیکھا، جھکا

آں دو دیدہ روشناں بودہ ازیں — ویں دو را دیدہ ندیدہ غیرِ طیں

وہ دو آنکھیں اس سے روشن ہوگئیں — اِن کو خاک آئی نظر اور کچھ نہیں

ایں بیاں اکنوں چو خر در یخ بماند — چوں نشاید بر جہود انجیل خواند

برف میں یہ قصہ مثلِ خر پھنسا — تو نہ انجیل اب یہودی کو سنا

[1] عظمت اور دبدبہ +

کے تواں با شیعہ گفتن از عمرؓ	کے تواں بربط زدن در پیش کر
کیا عمرؓ کا حال کہئے شیعوں سے	سامنے بہرے کے بربط کیا بجے
لیک گر در دِہ بگوشہ یک کس است	ہاے و ہوئے کہ برآوردم بس است
پہ جو گاؤں کے ہے گوشے میں کوئی	ہا و ہو کافی ہے یہ میں نے جو کی
مستحق شرح را سنگ و کلوخ	ناطقے گردد مشرح بارسوخ
مستحق شرح کو سنگ و کلوخ	ناطق و شارح ہیں گویا بارسوخ
ایں نیاز مریمےؑ بود است و درد	کہ چناں طفلے سخن آغاز کرد
یہ نیاز و دردِ مریمؑ ہے اخی	دی شہادت بچے نے اور بات کی
جزوِ او بے او برائے او بگفت	جزو جزوت گفت و ارد در نہفت
اس کے جز نے اس کی خاطر کچھ کہا	نطق اک پنہاں رکھے جز جز ترا
دست و پا شاہد شوندت اے رہی	منکری را چند دست و پا نہی
ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں ترے	منکری آخر کہاں تک تو کرے
ور نباشی مستحق شرح و گفت	ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
مستحق اس شرح کا گر تو نہیں	تیرا گویا ناطقہ چپ ہو وہیں

خدا نے سب کچھ مطابق حاجت پیدا کیا

ہر چہ روئید از پئے محتاج رست	تا بیابد طالبے چیزے کہ جست
جو اُگا محتاج کی خاطر اُگا	تا ملے طالب کو جو ہے ڈھونڈتا
حق تعالیٰ کایں سمٰوات آفرید	از برائے رفع حاجات آفرید
حق تعالیٰ نے فلک پیدا کئے	خلق کی حاجت برآری کے لئے

لہ مضبوطی سے ۱۲

ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت ۔۔۔ مایۂ دردست اصلِ مرحمت
جس نے ڈھونڈا۔ اُسنے پایا عاقبت ۔۔۔ درد ہی گویا ہے وجہِ مرحمت

ہر کجا دردے دوا آنجا رود ۔۔۔ ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
درد ہو جس جا۔ دوا جائے وہاں ۔۔۔ بھُوک ہو جس جا۔ غذا جائے وہاں

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود ۔۔۔ ہر کجا پستی ست آب آنجا رود
ہو جہاں مشکل۔ جواب اُس جا عیاں ۔۔۔ ہے جہاں پستی، وہاں پانی رواں

آب کم جو تشنگی آور بدست ۔۔۔ تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کم پی، کر لے پیدا تشنگی ۔۔۔ تا کہ جوشِ آبِ رحمت ہو اخی

تا نزاید طفلکِ نازک گلو ۔۔۔ کے رواں گردد زپستاں شیرِ او
ہو نہ پیدا بچّہ جب تک بیگماں ۔۔۔ چھاتیوں سے دودھ کیونکر ہو رواں

رَو بدیں بالا و پستیہا بدو ۔۔۔ تا شوی تشنہ و حرارت را گرو
نیچے اُوپر دوڑ کر تو ڈھونڈ اُسے ۔۔۔ تا ہو تشنہ اور تری گرمی بڑھے

بعد ازاں از بانگِ زنبورہ ہوا ۔۔۔ بانگِ آبِ جُو بنوشی اے کیا
بعد ازاں تو ہر ہوا کے ساز سے ۔۔۔ نہر کی آواز بے پردہ سنے

حاجتِ تو کم نباشد از حشیش ۔۔۔ آب را گیری سوئے او میکشیش
تیری حاجت کم نہ ہوگی گھاس سے ۔۔۔ پانی کو لے آئے گا تو کھینچ کے

گوش گیری آب را مے کشی ۔۔۔ سوئے زرعِ خشک تا یابد خوشی
کان پکڑے، کھینچ کر پانی کو لائے ۔۔۔ خشک کھیتی کی طرف اور چین پائے

زرعِ جاں را کش جواہر مضمرست ۔۔۔ ابرِ رحمت پُر زآبِ کوثرست
جان کی کھیتی میں جو ہر ہیں نہاں ۔۔۔ آبِ کوثر ابرِ رحمت میں نہاں

تا سقاہم ربہم آید خطاب[1] ۔۔۔ تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تا "سقاہم ربہم" آئے خطاب ۔۔۔ تشنہ رہ۔ واللہ اعلم بالصواب

[1] قولہ تعالیٰ و سقاہم ربہم شراباً طہورا یعنی انکے رب نے انہیں شراب طہور پلائی۔

ایک کافرہ کا حضورؐ کی خدمت میں آنا

ہم ازاں دہ یک زنے از کافراں	سوئے پیغمبرؐ دواں شد زامتحاں
کافرہ عورت تھی ایک اس گاؤں کی	امتحاناً آئی نزدیک نبیؐ
پیش پیغمبرؐ در آمد با خمار	کودکے دو ماہہ زن را در کنار
چادر اوڑھے آئی تھی وہ کافرہ	گود میں بچہ تھا اک دو ماہ کا
گفت کودک سلّم اللہ علیک	یا رسول اللہ قد جئنا الیک
بولا بچہ۔ آپ پر حق کا سلام	یا رسولؐ اللہ حاضر ہے غلام
مادرش از خشم گفتش ہیں خموش	کیت افگند ایں شہادت را بگوش
ماں نے خاموش اس کو غصے سے کیا	جب گواہی اس کو یوں دیتے سنا
ایں کیت آموخت اے طفلِ صغیر	کہ زبانت گشت در طفلی جرہ بر
یہ سکھایا کس نے اے طفلِ صغیر	جو زباں طفلی میں ہے یوں نطق گیر
گفت حق آموخت وآنگہ جبرئیل	در بیاں با جبرئیلم من رسیل
بولا حق نے معرفت جبریلؑ کی	ہم سخن جبریلؑ مجھ سے ہیں ابھی
گفت کو گفتا کہ بالائے سرت	مے نہ بینی کن بیالا منظرت
بولی کس جا ہے۔ کہا سر پر ترے	گو نظر آئیں نہ وہ سر پر مجھے
ایستادہ بر سرِ تو جبرئیل	مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل
سر پہ ہیں جبریلؑ وہ تیرے کھڑے	سیکڑوں راہیں بتاتے ہیں مجھے
گفت مے بینی تو گفتا کہ بلے	بر سرت تاباں چو بدرِ کاملے
بولی آتا ہے نظر؟ بولا کہ ہاں	تیرے سر پر چاند بن کر ہیں عیاں

[1] اے اللہ کے رسولؐ! تم پر اللہ کا سلام ہو۔ بے شک میں تمہارے پاس آیا ہوں +

مے بیاموزد مرا وصفِ رسول ‌‌ ‌ بر علوم مے رساند زیں سفول

ہیں سکھاتے مجھ کو وصفِ مصطفیٰؐ ‌ ‌ لاکے اسفل سے کیے سوئے علا

پس رسولش گفت اے طفلِ رضیع ‌ ‌ چیست نامت باز گو و شو مطیع

مصطفیٰؐ بولے کہ طفلِ شیر خوار! ‌ ‌ کیا ہے تیرا نام کر دے آشکار

گفت نامم پیشِ حق عبد العزیز ‌ ‌ عبدِ عزّیٰ پیشِ ایں یک مشتِ حیز

بولا میرا نام ہے عبد العزیز ‌ ‌ "عبدِ عزّیٰ" پیش قومِ بے تمیز

من ز عزّیٰ پاک و بیزار و بری ‌ ‌ حقِ آنکہ دادت ایں پیغمبری

پاک ہوں عزّیٰ سے ۔ شاہد ہے خدا ‌ ‌ آپ کو جس نے ہے پیغمبر کیا

کودکِ دو ماہہ ہمچوں ماہِ بدر ‌ ‌ درسِ بالغ گفتہ چوں اصحابِ صدر

دو مہینے کا وہ بچّہ مثلِ بدر ‌ ‌ گفتگو کامل کرے جوں اہلِ صدر

پس حنوط آمد ز جنّت در رسید ‌ ‌ تا دماغِ طفل و مادر بو کشید

آئی خوشبو اس گھڑی فردوس سے ‌ ‌ بچّے نے اور ماں نے بس سونگھا اُسے

ہر دو میگفتند کز خوفِ سقوط ‌ ‌ جاں سپردن بہ بریں بوئے حنوط

دونوں کہتے تھے۔ کہ خوفِ قطع[1] سے ‌ ‌ جان اس خوشبو پہ دینی چاہئے

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند ‌ ‌ جامد و نامیش صد مرزوق زند

جس کی تعریفیں شہنشہ خود کرے ‌ ‌ اور سب مخلوق اُسے تحسیں کہے

آں کسے را کہ معرّف حق بود ‌ ‌ جامد و نامیش صد صدّق بود

پس جو کوئی عارفِ اللہ ہو ‌ ‌ اس کی سب تصدیق کرتے ہیں سُنو

آں کسے اکش خدا حافظ بود ‌ ‌ مرغ و ماہی مر و را حارس شود

جس کا حافظ ہو خدائے اِنس و جاں ‌ ‌ مرغ و ماہی سب ہوں اُسکے پاسباں

[1] یعنی اس خوف سے کہ یہ خوشبو آتے آتے بند نہ ہو جائے ۔

ایک عقاب کا موزہ رسولؐ کو لے جانا

اندریں بودند کآواز صلا
مصطفیٰؐ بشنید از سوئے علا

تھیں یہی باتیں کہ آواز صلا
آسماں سے آئی سوئے مصطفیٰؐ

خواست آبے و وضو را تازہ کرد
دست و رو را شست او زاں آب سرد

پانی مانگا اور وضو تازہ کیا
ہاتھ منہ پانی سے دھویا برملا

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے
موزہ را بربود یک موزہ ربائے

پاؤں دھو کر قصد موزے کا کیا
اور موزہ لے گیا موزہ رُبا

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب
موزہ را بربود از دستش عقاب

سوئے موزہ ہاتھ حضرتؐ کا بڑھا
اک عقاب آیا وہ موزہ لے گیا

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد
پس نگوں کرد و ازاں مارے فتاد

وہ ہواؤں پر جو موزہ لے اُڑا
جبکہ اُلٹا سانپ اس میں سے گرا

در فتاد از موزہ یک مارے سیاہ
زاں عنایت شد عقابش نیکخواہ

موزے میں سے سانپ اک کالا گرا
نیک خواہی جانور کی دیکھنا

پس عقاب آں موزہ را آورد باز
گفت ہیں بستاں و رو سوئے نماز

لایا پھر موزہ عقاب با نیاز
اور بولا لیجیے، بڑھیے نماز

از ضرورت کردم ایں گستاخیے
من ز ادب دارم شکستہ شاخیے

تھی یہ گستاخی ضرورت سے مجھے
میں ہوں شرمندہ ادب سے سر بسر

وائے کو گستاخ پائے مے نہد
بے ضرورت کش ہوا فتوے دہد

وائے وہ گستاخ جو پاؤں رکھے
بے ضرورت اور ہوس کے حکم سے

پس رسولش شکر کرد و گفت ما
ایں جفا دیدیم و خود بود آں وفا

شکر کر کے مصطفیٰؐ نے یوں کہا
گو جفا تھی وہ۔ مگر خود تھی وفا

موزه بربود و من درہم شدم
لے گیا تو موزہ۔ میں غصے ہوا
تو غمم بردی و من در غم شدم
تھا مجھے غم اور تو غمخوار تھا

گرچه ہر غیبے خدا ما را نمود
دی خدا نے گو کہ غیبوں کی خبر
دل در آں لحظه بخود مشغول بود
دل تھا مشغول اس گھڑی خود بیں مگر

گفت دور از تو که غفلت از تو رست
بولا تم سے دور۔ یہ غفلت کہاں
دیدنم آں غیب را ہم عکس تست
تھا تمہارا عکس مجھ پر ضو فشاں

مار در موزه ببینم در ہوا
سانپ موزے میں نظر آیا مجھے
نیست از من عکس تست اے مصطفےٰ
مجھ میں کیا ہے۔ عکس تھے یہ آپ کے

عکسِ نورانی ہمه روشن بود
عکسِ نورانی ہے روشن سر بسر
عکسِ ظلمانی ہمه گلخن بود
عکس ظلمت کا ہے گلخن سر بسر

عکسِ عبدالله ہمه نوری بود
عکس عبد اللہ کا نوری ہوا
عکسِ بیگانه ہمه کوری بود
عکس بیگانہ ہے کوریٔ اے فتا

عکسِ ہر کس را بدان اے جاں ببیں
عکس سب کا دیکھ لے اے با وفا
پہلوئے جنسے که میخواہی نشیں
چاہے جس کے پہلو میں پھر بیٹھ جا

اس حکایت میں ایک عبرت ہے

عبرت است ایں قصه اے جاں مر ترا
عبرت اِس قصے میں ہے تیرے لئے
تا شوی راضی تو در حکمِ خدا
تا ہو راضی حکم سے اللہ کے

تا که زیرک باشی و نیکو گماں
تاکہ تو دانا رہے اور خوش گماں
چوں ببینی واقعه بد ناگہاں
واقعہ جب ہو بُرا اِک ناگہاں

دیگراں گردند زرد از بیمِ آں
دوسرے ہوں زرد اُسکے خوف سے
تو چو گل خنداں گہِ سود و زیاں
نفع یا نقصان جب ہو تو ہنسے

زانکہ گل گر برگ برگش میکنی — خندہ نگزارد نگردد منثنی

پتی پتی پھول کی توڑے جو تو — ہو نہ پژمردہ۔ نہ جائے رنگ و بو

گوید از خارے چرا افتم بہ غم — خندہ را من خود ز خار آوردہ ام

یوں کہے کانٹے سے ہیں کیوں غم کروں — خود ہنسی کو خار سے میں لایا ہوں

ہرچہ از تو یاوہ گردد از قضا — تو یقیں داں کہ خریدت از بلا

تجھ سے لے لے کچھ اگر دستِ قضا — کر یقیں۔ گویا بلاؤں سے چھٹا

ما التصوف قال وجدان الفرح — فی الفواد عند اتیان الترح

ہے تصوف صرف وجدانِ سرور — دل میں جب اندوہ کا دیکھے وفور

آں عقابش را عقابے داں کہ او — در ربود آں موزہ را زاں نیکخو

اُس بلا کو جان لے تو اک عقاب — لے گیا جو موزہ نبی مآبؐ

تا رہاند پاش را از زخمِ مار — اے خنک عقلے کہ باشد بے غبار

پاؤں اُن کا سانپ کی زد سے بچا — عقل وہ، جس میں نہ لغزش ہو ذرا

گفت لاتاسوا علی ما فاتکم — ان اتی السرحان اردی شاتکم

فوت کچھ ہو جائے تو غمگیں نہ ہو — بھیڑیا لے جائے چاہے بھیڑ کو

لیک ہرچہ آں فوت شد غمگیں مشو — زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو

فوت ہونے والی شئے کا غم ہے کیا — کہنہ ساماں جب گیا۔ آیا بنا

گر بلا آید ترا اندہ مبر — ور زیاں بینی غمِ او را مخور

گر بلا آئے کوئی۔ ماتم نہ کر — اور کچھ نقصان ہو۔ تو غم نہ کر

کاں بلا دفعِ بلاہائے بزرگ — واں زیاں منعِ زیانہائے سترگ

وہ بلا ہے سو بلاؤں کی فنا — وہ زیاں دے سو زیانوں سے بچا

راحتِ جاں آمد ایجاں فوتِ مال — مال چوں جمع آمد ایجاں شد وبال

جان کی راحت ہے ایجاں فوتِ مال — مال جب ہو جمع۔ ہے جی کا وبال

حضرتِ موسیٰؑ سے ایک شخص کی استدعا

گفت موسیٰؑ را یکے مردِ جواں — کہ بیاموزم زبانِ جانوراں
بولا یہ موسیٰؑ سے اک مردِ جواں — جانور کی مجھ کو سکھلا دو زباں

تا بود کز بانگِ حیوانات و دد — عبرتے حاصل کنم در دینِ خود
تا کہ میں آوازِ حیوانات سے — عبرتیں حاصل کروں ہر بات سے

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ — در پئے آبست و نان و دمدمہ
کیونکہ یہ انساں کی ساری بولیاں — روٹی پانی کے لئے ہیں بیگماں

بو کہ حیوانات را دردِ دگر — باشد از تدبیرِ ہنگامِ گذر
دردِ حیوانات ہو شاید دوسرا — جس میں ہو تدبیرِ ہنگامِ فنا

گفت موسیٰؑ رو گذر کن زیں ہوس — کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
بولے موسیٰؑ۔ اس ہوس کو چھوڑ دے — کیونکہ اس میں ہیں نہاں خطرے بڑے

عبرت و بیداری از یزداں طلب — نز کتاب و از مقال و حرف و لب
عبرت و بیداری مانگ اللہ سے — تو کتاب و حرف و لب سب چھوڑ دے

گرم تر شد مرد زاں منعش کہ کرد — گرم تر گردد ہمے از منع مرد
منع کرنے سے وہ کچھ برہم ہوا — منع کرنے سے ہے غصّہ پھوٹتا

گفت اے موسیٰؑ چو نورِ تو بتافت — ہر کہ چیزے یافت از تو چیز یافت
بولا اے موسیٰؑ جو چمکا تیرا نور — تجھ سے پایا جس نے پایا کچھ شعور

مر مرا محروم کردن زیں مراد — لائقِ لطفت نباشد اے جواد
کرنا محروم اپنے مقصد سے مجھے — کب ہے لائق تیرے لطف و جود کے

ایں زماں قائم مقامِ حق توئی — یاس باشد گر مرا مانع شوی
اب ہے تو قائم مقام اللہ کا — یاس ہو گی۔ منع گر مجھ کو کیا

گفت موسیٰؑ یا رب ایں مردِ سلیم　　سخرہ کرد ستش مگر دیوِ رجیم
بولے موسیٰؑ۔ کہتا ہے یا رب یہ کیا　　اس پہ کیا شیطان غالب ہو گیا

گر بیاموزم زباں کارش بود　　ور نیاموزم دلش بد مے شود
گر سکھا دوں تو اسے ہوگا زیاں　　ورنہ ہو جائے گا بد دل یہ جواں

گفت اے موسیٰؑ بیاموزش کہ ما　　رد نکردیم از کرم ہرگز دعا
دی ندا حق نے کہ موسیٰؑ دو سکھا　　رد نہیں کرتے کسی کی ہم دعا

گفت یا رب او پشیمانی خورد　　دست خاید جامہا را بر درد
بولے وہ ہوگا پشیماں اے خدا　　ہاتھ چبا لے گا تو کپڑے پھاڑیگا

نیست قدرت ہر کسے را سازوار　　عجز بہتر مایۂ پرہیزگار
راس قدرت ہر کسی کو کب ہوئی　　عجز ہے سرمایۂ ہر متقی

فقر زیں رو فخر آمد جاوداں　　کہ بہ تقوے ماند دستش جاوداں
اس لئے ہے فقر فخرِ جاوداں　　ہاتھ تقوے میں ہے اس کا بیگماں

زاں غنا وزاں غنی مردود شد　　کہ ز قدرت صبرہا بدرود شد
یوں ہیں مردود اب غنی اور یہ غنا　　صبر ہے مقدور سے جاتا رہا

آدمی را عجز و فقر آمد اماں　　از بلائے نفسِ پُر حرص و غماں
عجز اور فقر آدمی کی ہے اماں　　نفس کی حرص اور بلاؤں سے یہاں

آں غم آمد ز آرزوہائے فضول　　کہ بداں خو کردہ است آں صیدِ غول
ہیں فضول امیدیں ساری غم فزا　　جس کا خوگر ہے حریصِ بیوفا

آرزوئے گل بود گل خوارہ را　　گلشکر نگوارد آں بیچارہ را
خواہشِ گل ہوتی ہے گل خوار کو　　خوشگوار اس کو کہاں گلقند ہو



حضرت موسیٰؑ کو وحی آنا

بعد ازاں وحی آمد از حضرت کہ رو	ہر چہ میگوید بلطفِ خود شنو
وحی پھر آئی کہ اے موسیٰؑ اٹھو	وہ جو کچھ چاہے۔ اُسے سکھلا بھی دو
گفت یزداں کہ بدہ بایستِ او	بر کشادِ اختیار آں دستِ او
حکمِ حق تھا۔ اس کے لائق اسکو دے	قدرت اُس کو اختیاروں پر رہے
اختیار آمد عبادت را نمک	ورنہ میگردد بناخواہ ایں فلک
ہے عبادت کا نمک یہ اختیار	چرخ کی گردش تو بے خواہش ہے یار
گردشِ او را نہ اجر و نے عقاب	کاختیار آمد ہنر وقتِ حساب
اجر ہی ہے اور نہ گردش پر عذاب	دیکھتے ہیں بس ہنر وقتِ حساب
جملہ عالم خود مسبح آمدند	نیست زاں تسبیح جبری سود مند
ساری دُنیا ہے یہاں تسبیح خواں	نفع جبری کو مگر اس سے کہاں
تیغ در دستش نہ از عجزش بکن	تاکہ غازی گردد او یا راہزن
کہ نہ عاجز یہ تیغ دیدے بے سخن	تا کہ وہ غازی بنے یا راہزن
زانکہ کرمنا شد آدمؑ ز اختیار	نیم زنبورِ عسل شد نیم مار
چونکہ کرمنا کا بخشا اختیار	نیم شہد اور ہو گیا وہ نصف مار
مومناں کانِ عسل زنبور وار	کافراں خود کانِ زہرے ہمچو مار
سارے مومن شہد ہیں یہ اے اخی	اور کافر کان زہر مار کی
زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات	تا چو نحلے گشت ریقِ او حیات
کھائی ہے مومن نے جو بہتر نبات	تھوک اسکا شہد اور آبِ حیات
باز کافر خورد شربت از صدید	ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
کافروں نے شربتِ گندہ پیا	اس نے اُن میں زہر پیدا کر دیا

اہلِ الہامِ خدا عین الحیات ۔ اہلِ تسویل و ہوا سم الممات
اہلِ الہامِ خدا، عینِ حیات ۔ اہلِ تاویل و ہوس، زہرِ ممات

در جہاں ایں مدح و شاباش و زہی ۔ ز اختیار ست و حفاظ و آگہی
مدح و تحسین آفریں اس دہر کی ۔ اختیاری ہے بشرطِ آگہی

جملہ رنداں چونکہ در زنداں روند ۔ متقی و زاہد و حق خواں شوند
رند زنداں کو چلے جائیں اگر ۔ متقی زاہد بنیں سب سربسر

چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل ۔ ہیں کہ تا سرمایہ نستاند اجل
جب گئی قدرت، ہوا فاسد عمل ۔ دیکھ سرمایہ نہ لے جائے اجل

قدرتت سرمایۂ سود است ہیں ۔ وقتِ قدرت را نگہدار و ببیں
سود کا سرمایہ ہے قدرت تری ۔ اپنی قدرت کو نگہ رکھ لے اخی

آدمی بر خنگِ کرّمنا سوار ۔ در کفِ درکش عنانِ اختیار
اسپِ کرّمنا[1] پہ ہے انساں سوار ۔ ہاتھ میں اُسکے عنانِ اختیار

باز موسیٰؑ داد پند او را بمہر ۔ کہ مرادت زود خواہد کرد چہر
پھر یہ موسیٰؑ نے محبت سے کہا ۔ جلد پائے گا تو اپنا مدعا

ترک ایں سودا بگو وز خود بترس ۔ دیو داوستت برائے مکر دست
کھا ترس اپنے پہ، سودا ترک کر ۔ مکر سے ابلیس کے تو کر حذر

ہیں برو دردِ سرِ خود کم طلب ۔ کایں مرادت افگند در صد تعب
طلب تو خود نہ کر یہ دردِ سر ۔ ڈالے تجھ کو رنج میں یہ سربسر

گفت بارے نطقِ سگ کو بردر است ۔ نطقِ مرغِ خانگی کاہل پر است
بولا کتے کی زباں مجھ کو بتاؤ ۔ مرغ خانہ کی مجھے بولی سکھاؤ

[1] ہم نے اُسے بزرگیاں دی ہیں +

مردِ طالب کا مُرغ اور کُتّے کی بولی سیکھنا

گفت موسیٰؑ ہیں توانائی دررسید	نطقِ ایں ہر دو شود بر تو پدید
بولے موسیٰؑ اب نہ ہو تو دلفگار	نطق ان دونوں کا ہوگا آشکار
بامداداں آں برائے امتحاں	ایستاد او منتظر بر آستاں
امتحاناً جب سویرا ہو گیا	اپنے در پر منتظر تھا وہ کھڑا
خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد	پارۂ نانِ بیاتِ آثارِ زاد
خادمہ نے خوان جھاڑا تو گرا	روٹی کا ٹکڑا جو تھا شبکو بچا
در ربود آنرا خروسے چوں گرو	گفت سگ کردی تو برما ظلم رو
مرغ وہ ٹکڑا اُٹھا کر لے گیا	بولا کتا، ظلم یہ ہم پر کیا
دانۂ گندم توانائی خورد و من	عاجزم ور دانہ خوردن در وطن
تو تو کھا سکتا ہے دانہ گیہوں کا	اور میں دانہ کھا نہیں سکتا ذرا
گندم و جو را و باقی حبوب	تو توانائی خورد و من نے اے طروب
گیہوں اور جو اور دانے بالیقیں	تو ہے کھا سکتا، میں کھا سکتا نہیں
ایں لبِ نانے کہ قسمِ ماست آں	می‌ربائی ایں قدر را از سگاں
روٹی کا ٹکڑا ہے قسمت میں لکھا	وہ بھی یوں کتوں سے تو ہے چھینتا

مُرغ کا کُتّے کو جواب دینا

پس خروسش گفت تن زن غم مخور	کہ عوض بدہد خدا زیں بہ دگر
مُرغ بولا صبر کر اور غم نہ کھا	تجھ کو بھی اس کا عوض دیگا خدا
اسپِ ایں خواجہ سقط خواہد شدن	روزِ فردا سیر خور کم کن حزن
گھوڑا اس خواجہ کا کل مر جائیگا	کل ملے گا پیٹ بھر کر، غم نہ کھا

مرسگاں را عید باشد مرگِ اسب | روزیِ وافر بود بے جہد و کسب
مرنا گھوڑے کا ہے بس کتوں کی عید | رزق مل جاتا ہے بے سعی مزید

اسپ را بفروخت چوں بشنید مرد | پیش سگ شد آں خروس روئے زرد
بیچا گھوڑا۔ جب یہ خواجہ نے سُنا | مُرغ اس کتے سے شرمندہ ہوا

روز دیگر ہمچناں ناں را ربود | آں خروس و سگ بر و لب بر گشود
دوسرے دن پھر وہ روٹی لے چلا | مُرغ سے جھنجھلا کے کتے نے کہا

کاے خروس عشوہ دہ چند ایں دروغ | ظالمی و کاذبی و بے فروغ
اے فریبی مرغ کب تک یہ دروغ | تو ہے ظالم اور جھوٹا بے فروغ

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست | کور اختر گوئی و محرومی ز راست
گھوڑا جو مرنے کو تھا۔ وہ ہے کہاں | تو نجومی کور ہے، او بد زباں

گفت او را آں خروس باخبر | کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
بولا اس سے مُرغ، تھا جو باخبر | دوسری جا ہے گیا گھوڑا وہ مر

اسپ را بفروخت جست او از زیاں | آں زیاں انداخت او بر دیگراں
گھوڑے کو بیچا۔ گو نقصاں سے بچا | دُوسرے پر بار نقصاں کا پڑا

لیک فردا اشترش گردد سقط | مر سگاں را باشد ایں نعمت فقط
کل مگر اس کا شتر مر جائیگا | کتوں کو ہوگا وہ نعمت بر ملا

زود اشتر را فروشید آں حریص | یافت از غم وز زیاں آں دم محیص
اُونٹ کو بھی بیچ آیا آدمی | یوں زیان و غم سے پھر فرصت ملی

روزِ ثالث گفت سگ با آں خروس | اے امیر کاذباں با طبل و کوس
تیسرے دن مُرغ سے سگ نے کہا | اک کھلا جھوٹوں کا تو ہے بادشا

تا بکے گوئی دروغ اے بیفروغ | دوغی اے نااہل دوغی دوغ دوغ
جھوٹ تو بولے گا کب تک بے فروغ | دوغ ہے نااہل تو بالکل ہی دروغ

۱؎ دیکھو صفحہ ۳۵۵۔

گفت و بفروخت اشتر را شتاب ــ لیک فردا اش غلام آید مصاب
بولا اس نے اونٹ کو بیچا شتاب ــ اس کے خادم پر بلا ہے لیکن کل عذاب

چوں غلام او بمیرد نانہا ــ برسگ و خواہندہ ریزند اقربا
وہ مریگا تو پکیں گی روٹیاں ــ ڈالینگے کتوں کو روٹی میہماں

ایں شنید و آں غلامش را فروخت ــ رست از خسران و رخ را بر فروخت
یہ سنا تو اس نے بیچا وہ غلام ــ بچ گیا نقصان سے پھر لا کلام

شکرہا میکرد و شادیہا کہ من ــ رستم از سہ واقعہ اندر زمن
شکر کرتا تھا خدا کا اور خوشی ــ جان میری تین جھگڑوں سے بچی

تا زبان مرغ و سگ آموختم ــ دیدۂ سوء القضا را دوختم
میں نے مرغ و سگ کی جب سیکھی زباں ــ بند کی آنکھیں قضا کی بے گماں

مرغ کا کتے کے سامنے شرمندہ ہونا

روز دیگر آں سگ محروم گفت ــ کاے خروس ژاژخا کو طاق و جفت
دوسرے دن بولا کتا مرغ سے ــ ہو گئے کیا اب وہ کل پرسوں ترے

چند چند آخر دروغ و مکر تو ــ خود نپرد جز دروغ از وکر تو
جھوٹ اور مکاری آخر تا کجا ــ آشیاں سے جھوٹ لے کر ہے اڑا

گفت حاشا از من و از جنس من ــ کہ بگردیم از دروغے ممتہن
بولا تجھ سے یا مرے ہم جنس سے ــ غیر ممکن ہیں بہانے جھوٹ کے

ما خروساں چوں مؤذن راستگو ــ ہم رقیب آفتاب و وقت جو
مرغ ہیں مثل مؤذن راست گو ــ ہیں رقیب آفتاب اور وقت جو

لہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:- یعنی تو میٹھا ہی میٹھا ہے لیکن تجھ میں نام کو نہیں +

پاسبانِ آفتابیم از درون — گر کنی بالائے ما طشتے نگوں

پاسباں سورج کے ہم ہیں بر ملا — گرچہ تو دے طشت میں ہم کو چھپا

پاسبانِ آفتاب اند اولیا — در بشر واقف ز اسرارِ خدا

پاسباں سورج کے ہیں سب اولیا — ہیں بشر میں واقفِ رازِ خدا

اصلِ ما را حق پئے بانگِ نماز — داد ہدیہ آدمی را در جہاز

حق اذاں کے واسطے ہمیں حق نے دیئے — نوحؑ کی کشتی میں انساں کے لئے

گر بنا ہنگام سہوا زما رود — در اذاں آں مقتلِ ما میشود

ہم اگر بے وقت دے بیٹھیں اذاں — سہو سے۔ تو مارے جائیں بیگماں

گفتِ نا ہنگام حیَّ علی الفلاح — خونِ ما را میکند خوار و مباح

کہنا بے ہنگام حیَّ علی الفلاح — خوں ہمارا کرتا ہے بالکل مباح

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط — از خروسِ وحیِ جاں آمد فقط

جو ہے معصوم اور گُنہ سے پاک ہے — مرغِ وحیِ جاں وہ اے بیباک ہے

آں غلامش مُرد پیشِ مشتری — شد زیانِ مشتری آں یکسری

مشتری کے پاس جاکر وہ غلام — مر گیا۔ نقصاں ہُوا اس کا تمام

او گریزانید مالش را و لیک — خونِ خود را ریخت آں دریاب نیک

مال کو اپنے لیا اُس نے بچا — یہ سمجھ اس کو۔ کہ خون اپنا کیا

یک زیاں دفعِ زیانہا میشدے — جسم و مالِ ماست جانہا را فدے

اک زیاں دافع ہے سَو نقصان کا — مال و تن صدقہ ہیں بیشک جان کا

پیشِ شاہاں در سیاست گستری — میدہی تو مال و سر را میخری

بادشہ دیتے ہیں جب تجھ کو سزا — مال دے کر جان لیتا ہے بچا

اعجمی چوں گشتۂ اندر قضا — میگریزانی ز داور مال را

کیوں قضا کے باب میں ناداں ہُوا — کیوں خدا سے مال رکھتا ہے بچا

مرغ کا خواجہ کی موت کی اطلاع دینا

ایک فردا خواہد او مردن یقیں	گاؤ خواہد کشت وارث در حنیں
کل مگر خواجہ بھی خود مر جائے گا	گائے سب وارث پکائیں بر ملا
صاحب خانہ بخواہد مُرد و رفت	روز فردا نک رسیدہ لوت زفت
صاحب خانہ جو کل مر جائے گا	بامزہ کھانا بہت سا آئے گا
پارہائے نان و لالنگ و طعام	در میان کوئے یابد خاص و عام
پارۂ نان اور خیرات و طعام	پائینگے اس کی گلی میں خاص و عام
اگاؤ قربانی و نانہائے تنک	بر سگان و سائلاں ریزد سبک
گائے کا گوشت اور پتلی روٹیاں	سب فقیر اور کتے پائینگے یہاں
مرگ اسپ و اشتر و مرگ غلام	بد قضا گردان این مغرورِ خام
موت گھوڑے اور غلام اور اونٹ کی	موت اس نافہم کی تھی روکتی
از زیان مال و درد آں گریخت	مال افزوں کرد و خونِ خویش ریخت
مال کے نقصان سے گو بچ گیا	مال کے لالچ میں خون اپنا کیا
این ریاضتہائے درویشاں چرا است	کاں بلا بر تن بقائے جانہاست
کرتے ہیں درویش کیوں یہ محنتیں؟	تا بلائے جسم سے جانیں بچیں
تا بقائے خود نیابد سالکے	چوں کند تن را سقیم و ہالکے
ہو نہ حاصل جبکہ سالک کو بقا	کیوں بدن کو وہ گھلائے باوفا
دست کے جنبد بایثار و عمل	تا نہ بیند دادہ را جانش بدل
ہاتھ کب ہوں صرف ایثار و عمل	دینے والا جب نہ کچھ دیکھے بدل
آنکہ بدہد بے امید سود ہا	آں خدا ایست آں خدا ایست آں خدا
بے امید سود ہے جس کی عطا	وہ خدا ہے۔ وہ خدا ہے۔ وہ خدا
آں ولی حق کہ خوئے حق گرفت	نور گشتہ تابش مطلق گرفت
جس ولی حق کو خوئے حق ملے	نور بن کر تابش مطلق ملے

او غنی است و جز او جملہ فقیر / کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر

وہ غنی۔ اس کے سوا سارے فقیر / بے عوض کہتا ہے کب "لے" فقیر

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست / او پیاز گندہ را ندہد ز دست

جب تک اک بچہ نہ دیکھے سیب کو / وہ پیاز گندہ کیوں چھوڑے۔ کہو

ایں ہمہ بازار بہر ایں غرض / بر دکانہا شستہ بہر ایں عوض

ہے یہ سب بازار لبریز غرض / اور ہر دکاں پہ رکھا ہے عوض

صد متاع خوب عرضہ میکنند / و اندرون دل عوضہا مے تنند

اپنا اپنا مال کرتے ہیں عیاں / ہے عوض کی آرزو دل میں نہاں

یک سلامے نشنوی اے مرد دیں / کہ نگیرد آخرت آں آستیں

اک سلام ایسا نہ تو ہرگز سنے / جو نہ آخر آستیں ہی تھام لے

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام / من سلامے اے برادر والسلام

میں نہیں سنتا سلام خاص و عام / بے غرض کے اے برادر والسلام

جز سلام حق تو ہیں آں را بجو / خانہ خانہ جا بجا و کو بکو

جز سلام حق بس اس کو ڈھونڈ تو / جا کے گھر گھر ہر بجا اور کو بکو

از دہان آدمی خوش مشام / ہم پیام حق شنیدم ہم سلام

آدمی کے منہ سے جو ہے خوش کلام / میں پیام حق ہوں سنتا اور سلام

ویں سلام باقیاں بر بوئے آں / من ہمے نوشم بدل خوشتر ز جاں

ہیں سلام ان باقیوں کا بیگماں / جان و دل سے سن رہا ہوں شادماں

زاں سلام او سلام حق شدہ است / کآتش اندر دودمان خود زدہ است

ہے سلام ان کا سلام حق ہوا / آگ میں پھونکا ہے ساماں بر ملا

مردہ است از خود شدہ زندہ برب / زاں بود اسرار حقش در دو لب

خود مرے اور ذات میں زندہ ہوئے / اس لئے واقف ہیں وہ اسرار سے

مردن تن در ریاضت زندگیست — رنج ایں تن روح را پایندگیست
تن ریاضت میں مرے ہے زندگی — رنج ہے تن کا اقامت جان کی

اُس شخص کا حضرت موسیٰؑ کی طرف دوڑنا

گوش بنہادہ بُد آں مردِ خبیث — می شنود از خروسش ایں حدیث
تھا لگائے کان وہ مردِ خبیث — سُن رہا تھا مرغ کی ساری حدیث

چوں شنید اینہا دواں شد تیز و تفت — بر درِ موسیٰؑ کلیم اللہ رفت
جب سُنی یہ بات تو بھاگا ہوا — آستانِ پاکِ موسیٰؑ پر گیا

رو ہمے مالید بر خاک او ز بیم — کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیمؑ
خاک پر ملتا تھا مُنہ وہ خوف سے — سُن مری فریاد اے موسیٰؑ مرے

گفت رَو بفروش خود را و بِرہ — چونکہ استا گشتۂ برجہ ز چہ
بولے بیچ اپنے کو تو اور چھوٹ جا — تُو ہے استاد اب کنوئیں سے باہر آ

بر مسلماناں زیاں انداز تو — کیسہ ہمیانہا را کن دو تو
تو مسلمانوں کو اب پہنچا زیاں — بھر لے اپنے کیسے اور ہمیانیاں

من درونِ خشت دیدم ایں قضا — کہ در آئینہ عیاں شد مر ترا
اینٹ میں دیکھی ہے میں نے وہ قضا — تُو نے آئینے سے لی جس کی ضیا

عاقل اوّل بیند آخر را بدل — اندر آخر بیند از دانش مقل
پہلے سوچے عاقل آخر کا بدل — دیکھے صرف آخر میں احمق بے محل

باز زاری کرد کاے نیکو خصال — مر مرا در سر مزن در رو ممال
اس نے پھر رو کر کہا اے خوش خصال — دے نہ تلپنے مجھ کو اور غم میں نہ ڈال

از من آں آمد کہ بودم ناسزا — ناسزایم را تو دہ حسن الجزا
ہو گیا ایسا کہ نالائق میں تھا — ناسزا کو دیجیے اچھی جزا

گفت تیرے جست از شست اے پسر
نیست سنت کاید او واپس دگر

بولے چھوٹا شست سے تیر اے پسر
یہ نہیں فطرت کہ آئے لوٹ کر

لیک درخواہم ز نیکو داوری
تا کہ ایماں آں زماں با خود بری

ہاں میں خالق سے کروں گا یہ دعا
مرتے دم ایماں کرے تجھ کو عطا

چونکہ ایماں بردہ باشی زندۂ
چونکہ با ایماں روی پایندۂ

ساتھ ایماں کے مرے زندہ ہے تو
ہے جو با ایمان پایندہ ہے تو

سجدہ کردش مرد کیں بارے بکن
من بریدم خویش را از بیخ و بن

بولا جھک کر یہ ایسا ہی کر دیجیے
میں نے جڑ کاٹی ہے اپنے ہاتھ سے

گفت موسیٰؑ کایں بعون حق کنم
چنگ در دامان فضل او زنم

بولے موسیٰؑ عون حق سے یہ کروں
دامن اس کے فضل کا میں تھام لوں

ہم در آں دم حال بر خواجہ بگشت
تا دلش شوریدہ آوردند طشت

حال خواجہ کا جو بگڑا دفعتاً
دل نے کچھ مالش سی کی۔ لائے لگن

شورش مرگست نے ہیضہ طعام
قے چہ سودت دارد اے بدبخت خام

موت کی شورش ہے یہ ہیضہ نہیں
فائدہ ہو سکتا ہے قے سے کہیں

چار کس بردند تا سوئے وثاق
ساق می مالید او بر پشت ساق

لے گئے چار آدمی پھر اس کو گھر
پاؤں وہ ملتا تھا اپنے پاؤں پر

پند موسیٰؑ نشنوی شوخی کنی
خویشتن بر تیغ فولادی زنی

پند موسیٰؑ کی نہ شوخی سے سنی
مار لی تلوار تو نے آپ ہی

شرم ناید تیغ را از جان تو
آن تست ایں اے برادر آن تو

تیغ کو تجھ سے نہیں شرمندگی
ملکیت ہے گو وہ اے بھائی تری

حضرتِ موسیٰؑ کا دُعا کرنا

موسیٰؑ آمد در مناجات آں سحر　　کالیخدا ایماں ز دستاں مبر
کی دُعا موسیٰؑ نے یوں وقتِ سحر　　یارب اس کا خاتمہ بالخیر کر
باد شاہی کن بر و بخشا کہ او　　سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
بادشاہی کر تُو اس کو بخش دے　　اس لئے یہ گستاخیاں کیں سہو سے
گفتمش ایں علم نے درخورِ تست　　دفع پنداریدہ قولم را و سست
کہتا تھا تو علم کے لائق نہیں　　ٹال سمجھا میرا کہنا بالیقین
دست را بر اژدہا آنکس زند　　کہ عصا را دستش اژدرہا کند
اژدہے پہ ہاتھ وہ مارے بھلا　　جو عصا کو خود بنا لے اژدہا
سرِ غیب آں را سزد آموختن　　کہ ز گفتن لب تواند دوختن
چاہئیں اسرار اس کو سیکھنے　　جو نہ ہونٹوں سے انہیں ظاہر کرے
درخورِ دریا نہ شد جز مرغِ آب　　فہم کن واللہ اعلم بالصّواب
لائق دریا فقط ہے مرغِ آب　　غور کر واللہ اعلم بالصّواب
او بدریا رفت و مرغابی نبود　　گشت غرقہ دست گیرش اے ودود
وہ گیا دریا میں مُرغابی نہ تھا　　ڈوبتا ہے ہاتھ تھام اے کبریا

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰؑ کی دُعا قبول کرنا

کرد اجابت آں دُعا را کردگار　　رحم فرمودش بہ عجز و افتقار
کی قبول اس کی دُعا اللہ نے　　رحم آیا عجز اس کا دیکھ کے
گفت بخشیدم باو ایماں نعم　　ور تو خواہی ہیں فرمانندہ اش کنم
دی ندا ہم نے اسے ایمان دیا　　اور تم چاہو تو دیں اس کو جلا

بلکہ جملہ مُردگان خاک را	زندہ سازیم این زمان بہر تو ما
بلکہ مٹی میں ہیں مُردے جس قدر	زندہ ہم کر دیں ابھی چاہو اگر
گفت موسیٰؑ این جہان مُردنست	آن جہان انگیز کانجا روشنست
بولے موسیٰؑ یہ تو ہے دارِ فنا	کر وہاں زندہ جو ہے ملکِ بقا
این فنا جا چون جہانِ بود نیست	بازگشت عاریت بس سود نیست
دارِ ہستی جبکہ ہے دارِ فنا	کچھ دنوں کے لوٹنے سے فائدہ
رحمتے افشاں بر ایشاں ہم کنوں	در نہاں خانہ لدینا محضرون؎
اُن پہ بھی رحمت کر اپنی اے کریم	جو کہ اِس درگاہ میں تیری مقیم
تا بدانند این زیانِ جسم و مال	سودِ جاں باشد رہانند از وبال
تا کہ سمجھیں یہ زیانِ جسم و مال	سودِ جاں تھا چھٹ گیا جس سے وبال
پس ریاضت را بجاں شو مشتری	چون سپردی تن بخدمت جاں بری
پس ریاضت کا ہو دل سے مشتری	ہو گیا جانبر جو خدمت تو نے کی
در ریاضت آیدت بے اختیار	سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
گر ریاضت پائے تو بے اختیار	سجدۂ شکرانہ کر اے کامگار
چون حق دادت این ریاضت شکر کن	تو نکردی اُو ریاضت زامرِ کن
حق نے دی جب یہ ریاضت شکر کر	کی نہ تو نے اس نے بھیجی ہے مگر
این حکایت بشنو و وعظے شمر	تا نگردی خستہ از نقص و ضرر
یہ حکایت سُن اور اسکو وعظ جان	تا نہ ہو نقص و ضرر سے خستہ جان

؎ یعنی وہ لوگ ہماری بارگاہ میں حاضر ہیں ۔

ایک عورت کی کہانی

اک زنے ہر سال زائیدے پسر
بچہ اک عورت کے ہوتا ہر برس

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ
تیسرے چوتھے مہینے بھی کبھی

آنہم بار است و سہ ماہم فرح
نو مہینے بار، فرحت تین ماہ

پیش مردانِ خدا کردے نفیر
کرتی تھی فریاد اہل اللہ سے

بیست فرزندش چنیں در گور رفت
بیسیں لڑکے دفن تھے یوں ہی ہوئے

تا شبے بنمود او را جنتے
دیکھی اک شب اس نے جنت کی فضا

باغ گفتم نعمتِ بے کیف را
باغ نعمت کو ہے میں نے کہہ دیا

ورنہ لا عینٌ رأت چہ جائے باغ
ورنہ نادیدہ ہے وہ کیا ذکرِ باغ

مثل نبود آں مثالِ آں بود
وہ ہے بے مثل اور مثال اسکی بجا

بیش از شش مہ نبودے عمر ور
چھ مہینے تک جیا کرتا تھا بس

نالہ کرد آں زن کہ افغاں اے الٰہ
مرتا تھا، عورت نے یوں فریاد کی

نعمتم زوتر رود از قوسِ قزح
نعمتیں جلدی دھنک سے ہوں تباہ

ایں شکایت آں زن از دردِ ندیم
اور شکایت اس غمِ جانکاہ سے

آتشے در جانِ او افتاد گفت
آگ دل میں پڑ گئی تھی سوز سے

باغکے سبزے خوشے بے صنعتے
سبز و شاداب اک چمن بے بخل تھا

کاصلِ نعمتہاست مجمع باغہا
جو ہے اصلِ باغ و نعمت برملا

گفت نورِ غیب را یزداں چراغ
حق ہے نورِ غیب کو کہتا چراغ

تا برد بو آنکہ او حیراں بود
تا کہ جو حیراں ہو۔ وہ پائے پتا

۱ے یعنی گو دھنک بہت جلد چھپ جاتی ہے۔ مگر میری نعمت اس سے بھی جلد چھین لیجاتی ہے۔
۲ے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے

حاصل آں زن دید آنرا مست شد	زاں تجلی آں ضعیف از دست شد
دیکھتے ہی مست عورت ہو گئی	اس تجلی سے وہ خود ہی کھو گئی
دید در قصرے نبشتہ نام خویش	آں خود او دانستش آں محبوب کیش
دیکھا نام اپنا لکھا اک قصر پر	اس کو اپنی ملک سمجھی خوش سیر
بعد ازاں گفتند کایں نعمت وراست	کو بجاں بازی بجز صادق نخواست
یہ ہے ملک اسکی فرشتوں نے کہا	ذوق جانبازی میں جو صادق رہا
خدمت بسیار میبایست کرد	مر ترا تا بر خوری زیں چاشت خورد
چاہیئے طاعت بہت کرنا تجھے	تاکہ اس نعمت کا پھل تجھ کو ملے
چوں تو کاہل بودی اندر التجا	آں مصیبتہا عوض دادت خدا
التجا کرنے میں تو کاہل رہی	یہ مصیبت اس کے بدلے حق نے دی
گفت یارب تا بصد سال و فزوں	اینچنینم ده بریز از من تو خون
بولی یا رب سو برس تک یا سوا	خوں بہا میرا مگر یہ کر عطا
اندر آں باغ او چو آمد پیش پیش	دید روئے جملہ فرزندان خویش
باغ میں جس وقت وہ داخل ہوئی	اپنے سب بچوں کو دیکھا واقعی
گفت از من گم شد از تو گم نہ شد	بے دو چشم غیب کس مردم نہ شد
بولی تو نے پائے مجھ سے تھے نہاں	بے دو چشم غیب مرد حق کہاں
تو نہ کردی فصد و از بینی دوید	خون افزوں تا زتب جانت رہید
تو نے لے فصد اور تیری ناک سے	خون نکلے، اور تپ جاتی رہے
مغز ہر میوہ بہست از پوستش	پوست تن را داں و مغز آں دوستش
مغز ہر میوہ ہے بہتر پوست سے	پوست ہے تن مغز مطلب دوست سے
مغز نغزے دارد آخر آدمی	یکدمے آنرا طلب گر زآدمی
مغز نادر ہے بلا انسان کو	آدمی ہے تو طلبگار اس کا ہو

حضرت امیر حمزہؓ کا بے زرہ جنگ میں آنا

در جوانی حمزہؓ عمِّ مصطفےٰؐ — بازرہ میشد مدام اندر وغا[1]

جب جواں تھے حمزہؓ حضرتؐ کے چچا — بازرہ جاتے تھے کرنے کو وغا

اندر آخر حمزہؓ چوں در صف شدے — بے زرہ سرمست در غزو آمدے

آخری پھر عمر کے اوقات میں — بے زرہ لڑتے تھے وہ غزوات میں

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش — ور فگندے در صفِ شمشیر خویش

آگے آگے تن کھلا، سینہ کھلا — لڑتے تھے شمشیر لے کر برملا

خلق پرسیدند کاے عمِّ رسولؐ — اے ہزبرِ صف شکن شاہِ فحول

پوچھا لوگوں نے کہ عمِّ مصطفیٰؐ — اے دلیرِ صف شکن، ضیغمِ دغا

نے کہ لا تلقوا بایدیکم الی[2] — تہلکہ خواندی ز پیغامِ خدا

بچ ہلاکت سے یہ ہے قولِ خدا — کیا نہیں تم نے یہ قرآں میں پڑھا

پس چرا تو خویش را در تہلکہ — مے در اندازی چنیں در معرکہ

پڑتے ہو پھر تہلکے میں کس لئے — جاتے ہو تم جب دغا کے واسطے

چوں جواں بودی زفت و سخت زہ — تو نمیرفتی سوئے صف بے زرہ

تم جواں تھے جبکہ اور مضبوط تھے — بے زرہ لڑنے نہ ہرگز تھے گئے

چوں شدی پیر و ضعیف و منحنی — پردہ ہائے لا اُبالی میزنی

جب ہوئے پیر اور ضعیف اور منحنی — کیوں طبیعت لا اُبالی ہو گئی

لا اُبالی وار با تیغ و سناں — مے نمائی دار و گیر و امتحاں

لا اُبالی ہو سکے تم تیغ و سناں — کیوں چلاتے ہو بوقتِ امتحاں

؎۱ جنگ لڑائی ۔

؎۲ اپنے ہاتھ ہلاکت کی طرف نہ بڑھاؤ ۔

زتیغ حرمت مے ندارد ہیچ را | کے بود تمییز تیغ و تیر را

تیغ سے حرمت نہیں کچھ ہیر کو | کب وہ جانے تیغ کو اور تیر کو

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو | کشتہ گردد راست بر دستِ عدو

کب روا ہے تم سا اک شیرِ وغا | قتل ہو دشمن کے ہاتھوں برملا

زیں نسق غمخوارگانِ بے خبر | پند مے دادند او را از عبر

اس طرح وہ غمگسارِ بے خبر | اُن کو عبرت تھے دلاتے بیشتر

حضرت حمزہؓ کا جواب

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جواں | مرگ میدیدم وداعِ ایں جہاں

کہتے تھے حمزہؓ کہ جب میں تھا جواں | موت تھا میرے لئے ترکِ جہاں

سوئے مردن کس برغبت کے رود | پیشِ اژدرہا برہنہ کے شود

کون رغبت موت کی جانب کرے | کون جائے اژدہے کے سامنے

لیک از نورِ محمدؐ من کنوں | نیستم ایں شہرِ فانی را زبوں

اب یہ ہے اعجازِ نورِ مصطفیؐ | میں نہیں مغلوبِ دنیائے فنا

از برونِ حسّ لشکرگاہِ شاہ | پُر ہمے بینم ز نورِ حق سپاہ

خیمۂ شاہی بہ باطن برملا | نورِ حق کی فوج سے دیکھوں بھرا

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب | شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب

خیمہ میں خیمہ طناب اندر طناب | شکر ہے اب ہو چکا ختم خواب

آنکہ مردن پیشِ چشمش تہلکہ است | امرِ لاتلقوا بگیرد او بدست

جس کو مرنا تہلکہ ہوائے فنا | حکم "لا تلقوا" ہے اس کو برملا

آنکہ مردن پیشِ او شد فتحِ باب | سارعوا آید مر او را در خطاب

موت جس کے واسطے ہے فتحِ باب | "سارعوا" بے شبہ ہے اسکو خطاب

سہ جلدی کرو

الحذر اے مرگ بیناں وارعوا ‌ ‌ ‌ العجل اے حشر بیناں سارعوا

مرگ بینو! ہاں ذرہ بھنو بچو ‌ ‌ ‌ حشر بینو! ہاں بہت جلدی کرو

الصلا اے لطف بیناں افرحوا ‌ ‌ ‌ البلا اے قہر بیناں اترحوا

الصلا اے لطف بینو شاد ہو ‌ ‌ ‌ حسرتا اے قہر بینو! غم کرو

ہر کہ یوسف[۲] دید جاں کردش فدا ‌ ‌ ‌ ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدیٰ

جس نے یوسف[۲] دیکھا۔ جان کردی فدا ‌ ‌ ‌ گرگ دیکھا جس نے رستے سے پھرا

مرگ ہر یک اے پسر ہمرنگِ اوست ‌ ‌ ‌ آئنہ صافی یقیں ہمرنگِ روست

موت ہر اک کی ہے اُس سے ہم نوا ‌ ‌ ‌ مُنہ سے ہے ہمرنگ ہر صاف آئنا

پیشِ ترک آئینہ را خوش رنگیست ‌ ‌ ‌ پیشِ زنگی آئنہ ہم زنگیست

پیشِ تُرکی آئنہ خوش رنگ ہے ‌ ‌ ‌ پیشِ زنگی آئنہ پُر زنگ ہے

آنکہ مے ترسی ز مرگ اندر فرار ‌ ‌ ‌ آں ز خود ترسانی اے جاں ہوشدار

موت سے ڈر کر جو کرتا ہے فرار ‌ ‌ ‌ خوف اپنی ذات سے ہے ہوشیار

زشت روئے تست نے رخسارِ مرگ ‌ ‌ ‌ جانِ تو ہمچوں درخت و مرگ برگ

زشت رُو تُو ہے۔ نہیں رُخسارِ مرگ ‌ ‌ ‌ جان تیری ہے درخت اور موت برگ

از تو رستست ار نکویست ار بدست ‌ ‌ ‌ ناخوش و خوش ہم ضمیرت از خودست

تجھ سے اُگتی ہے ہر اک نیکی، بدی ‌ ‌ ‌ ہے ضمیروں سے خوشی اور ناخوشی

گر بخارے خستۂ خود کشتۂ ‌ ‌ ‌ ور حریر و قز دری خود رشتۂ

خارِ غم ہے خود ترا بو یا ہوا ‌ ‌ ‌ اور جو ریشم میں ہے۔ تو ہے خود بنا

لیک نبود فعل ہمرنگِ جزا ‌ ‌ ‌ ہیچ خدمت نیست ہمرنگِ عطا

ہے مگر کب فعل ہم رنگِ جزا ‌ ‌ ‌ اور کب خدمت ہے ہمرنگِ عطا

مزدِ مزدوراں نمے ماند بکار ‌ ‌ ‌ کاں عرض ویں جوہرست و پائدار

اُجرتِ مزدور کب ہے مثلِ کار ‌ ‌ ‌ وہ عرض ہے۔ یہ ہے جوہر پائدار

آنہمہ سختی و زورست و عرق — ویں ہمہ سیمیست و زر بر طبق

وہ ہے سختی اور طاقت اور عرق[1] — یہ ہے چاندی اور سونے کا طبق

گر ترا آید ز جائے تہمتے — کردہ مظلومت دعا در محنتے

گر کوئی تہمت لگے تجھ پر اخی — اور ہو وہ بد دعا مظلوم کی

تو ہمے گوئی کہ من آزادہ ام — بر کسے من تہمتے ننہادہ ام

تو یہ کہتا ہے کہ ہوں آزاد ہی — میں نے تہمت کب کسی پر ہے رکھی

تو گناہے کردہ شکل دگر — دانہ کشتی دانہ کے ماند ببر

ہے خطا کاری تری شکل دگر — دانہ بویا، کب وہ ہو مثل ثمر

او زنا کردہ جزا صد چوب بود — گوید او من کے زدم کس را بعود

بید سو گر ایک زانی کے لگے — وہ کہے لکڑی سے مارا تھا کسے

نے جزائے آن زنا بود این بلا — چوب کے ماند زنا را در جزا

یہ بلا کب اس زنا کی تھی سزا — چوب تو ہرگز نہیں مثل زنا

مار کے ماند عصا را اے کلیم — درد کے ماند دوا را اے حکیم

سانپ کب مثل عصا ہے اے کلیم — درد کب مثل دوا ہے اے حکیم

تو بجائے آن عصا آب منی — چون بیفگندی شد آن شخص سنی

تو عصا کے بدلے جب آب منی — ڈالے تو پیدا ہو اس سے آدمی

یار شد یا مار شد آن آب تو — زآن عصا چون است این اعجاب تو

یار ہو یا مار ہو پانی ترا — اس عصا سے پھر تعجب کیوں ہوا

ہیچ ماند آب آن فرزند را — ہیچ ماند نیشکر مر قند را

پانی اور بچے سے پھر نسبت ہے کیا — قند گنے سے نہیں ملتی ذرا

[1] پسینہ

چوں سجودے یا رکوعے مرد کشت   شد در آں عالم سجود او بہشت
جب رکوع و سجدہ انساں نے کیا   سجدہ اس عالم میں جنت ہو گیا

چونکہ پرید از دہانش حمد حق   مرغ جنت ساختش رب الفلق
حمد خالق منہ سے تیرے جب اڑی   مرغ جنت حکم رب سے بن گئی

حمد و تسبیحت نماند مرغ را   گرچہ نطفہ مرغ باد است و ہوا
ہو مشابہ مرغ سے تسبیح کیا   ہے اگرچہ مرغ کا نطفہ ہوا

چوں ز دستت رفت ایثار و زکات   گشت ایں دست آں طرف نخل و نبات
تو کرے ہاتھوں سے ایثار و زکات   اس طرف اس سے اگے نخل و نبات

آب صبرت آب جوئے خلد شد   جوئے شیر خلد مہر تست و وُد
صبر کا پانی بنے نہر جناں   اور محبت جوئے شیر خلد ہاں

ذوق طاعت گشت جوئے انگبین   مستی و شوق تو جوئے خمر بین
ذوق طاعت نہر ٹھہرے شہد کی   شوق و مستی جوئے بادہ اے اخی

ایں سبب ہا آں اثرہا را نماند   کس نداند چونش جائے آں نشاند
ہیں سبب کب مثل ان آثار کے   کون جانے یہ عوض ہیں کیوں بنے

ایں سبب ہا زیں بفرمان تو بود   چار جو ہم مر ترا فرماں نمود
یہ سبب فرمان ہیں تیرے جو تھے   خلد کی نہریں ہوئیں تابع ترے

ہر طرف خواہی روانش میکنی   آں صفت چوں بد چنانش میکنی
جس طرف چاہے رواں اسکو کرے   جو صفت تھی فعل بھی ویسے ہوئے

چوں منئ تو کہ در فرمان تست   نسل تو در امر تو آیند چست
جیسے تیرے حکم میں تیری منی   نسل بھی تابع ہے تیرے حکم کی

میدود در امر تو فرزند تو   کہ منم جزوت کہ کردی اش گرو
حکم تیرا ہے ترے فرزند پہ   ہیں ترا ہی جزو ہوں رہن اے پدر

آں صفت در امر تو بود اینجہاں　　ہم در امرِ تست آں جا ہر رواں

وہ صفت بھی حکم میں تیرے یہاں　　بس یونہی وہ آبجوئیں ہیں وہاں

آں درختاں مر ترا فرماں برند　　کاں درختاں از صفاتت بابرند

تابع فرماں ہیں وہ پیڑ اب ترے　　پھل درختوں میں ہیں تیرے وصف کے

چوں بامرِ تست اینجا ایں صفات　　پس بامرِ تست آنجا آں جزات

حکم میں تیرے یہ صفتیں ہیں یہاں　　حکم میں تیرے جزا ان کی وہاں

چوں ز دستت زخم بر مظلوم رست　　آں درختے گشت ازاں زقوم رست

زخمی جب مظلوم کو تو نے کیا　　وہ تھوہر کا پیڑ فوراً بن گیا

چوں ز خشمِ آتش تو در دلہا زدی　　مایۂ نارِ جہنم آمدی

آگ دی غصہ کی جب دل میں لگا　　مایۂ نارِ جہنم تو ہوا

آتشت اینجا چو آدم سوز بود　　آنچہ از وے زاد مرد افروز بود

آگ اس جا تیری آدم سوز تھی　　اس کی پیداوار مرد افروز تھی

آتشِ تو قصدِ مردم مے کند　　نار کز وے زاد بر مردم زند

آگ تیری موت ہے انسان کی　　آدمی سوز اسکے شعلے ہیں ابھی

آں سخنہائے چو مار و کژدمت　　مار و کژدم گشت و میگیرد دمت

سانپ بچھو سی ہیں جو باتیں تری　　سانپ بچھو بن کے کاٹیں گی بھی

اولیا را داشتی در انتظار　　انتظارِ رستخیزت گشت نار

دوستوں کو منتظر تو نے رکھا　　ایسا کرنا تجھ کو دوزخ ہو گیا

وعدۂ فردا و پس فردائے تو　　انتظارِ حشرت آمد وائے تو

وعدہ کل کا اور پرسوں کا ترا　　انتظارِ حشر ہے واحسرتا

منتظر مانی درآں روزِ دراز　　در حساب و آفتابِ جانگداز

منتظر تو بھی رہے روزِ دراز　　زیرِ خورشید و حسابِ جانگداز

کآسماں را منتظر میداشتی	تخم فردا رہ روم میکاشتی
آسماں کو منتظر رکھتا تھا تو	بیج کل کے واسطے بوتا تھا تو
چشم تو تخم سعیر دوزخ ست	ہین بکش این دوزخت را کان فخ ست
آنکھ تیری ہے بیج دوزخ کا ہے یار	جال ہے یہ، ہاں بجھادے اسکی نار
کشتن این نار نبود جز بنور	نورکﷺ اطفا نارنا نحن الشکور
آگ یہ کب بجھ سکے بلے نور کے	ہاں بجھا دے آگ اپنے نور سے
گر تو بے نورے کنی خاکے بدست	آتشت زندہ است در خاکستر است
ہاتھ میں گر خاک لے بے نور کے	آگ خاکستر میں پھر دہکا کرے
آں تکلف باشد و روپوش ہیں	نار را نکشد بغیر نور دیں
ہے وہ پردہ اور تکلف بالیقیں	ہے بجھاتا آگ کو بس نور دیں
تا نہ بینی نور دیں ایمن مباش	کاتش پنہاں بود یکروز فاش
ہو نہ جب تک نور بے پروا نہ ہو	بھڑکے گی اکدن، ہے پنہاں آگ جو
نور آبے دان و ہم بر آب چفس	ہیں چونکہ داری آب از آتش مترس
نور پانی ہے حفاظت اس کی کر	پانی ہے جب پاس آتش سے نہ ڈر
آب آتش را کشد آتش مجو	مے بسوزد نسل فرزندان او
ہاں نہ ڈھونڈ آتش کہ پانی دے بجھا	نسل فرزندوں کی دیتا ہے جلا
سوئے آں مرغابیاں رو زود چند	تا ترا در آب حیوانے کشند
چند دن مرغابیوں کے پاس جا	آب حیواں میں تجھے کھینچیں وہ تا
مرغ خاکی مرغ آبی ہم تنند	لیک ضد انند و آب و روغنند
مرغ خاکی مرغ آبی ہم جمال	ضد ہیں لیکن آب و روغن کی مثال

ل تیرا نور ہماری آگ بجھا دے - کہ ہم تیرے شکر کرنے والوں میں سے ہیں

هر یکے بر اصلِ خود رانندہ اند ‏ — ‏ احتیاطے کن بہم مانندہ اند

اپنی اپنی اصل پر یہ ہیں رواں ‏ — ‏ دیکھ آپس میں ہیں یکساں بےگماں

ہمچنانکہ وسوسہ و وحی الست ‏ — ‏ ہر دو معقولند لیکن فرق ہست

جس طرح وحیِ الست اور وسوسے ‏ — ‏ دونوں ہیں معقول، لیکن فرق ہے

ہر دو دلّالانِ بازارِ ضمیر ‏ — ‏ رختہا را مے ستانند اے امیر

دونوں ہیں دلّالِ بازارِ ضمیر ‏ — ‏ لیتے ہیں اسباب و ساماں اے امیر

گر تو صرّافِ نۂ فکرت شناس ‏ — ‏ فرق کن سِرِّ دو فکرت چوں نخاس

گر نہیں صرّاف اور فکرت شناس ‏ — ‏ فرق دو فکروں میں کر مثلِ نخاس

ور ندانی ایں دو فکرت را گمان ‏ — ‏ لا خلابہ گو و مشتاب[1] مران

دونوں فکریں گر نہیں تو جانتا ‏ — ‏ چھوڑ مکر و حیلہ اور آگے نہ جا

تا نماند در تفکر جانِ تو ‏ — ‏ غَبن ناید بر تو و بر خوانِ تو

تا نہ تیری جان فکروں میں رہے ‏ — ‏ نفل کو تیرے، نہ نقصاں ہو تجھے

خرید و فروخت میں دفعِ نقصان کا حیلہ

آں یکے یارے پیمبر را بگفت ‏ — ‏ کہ منم در بیعہا با غبن جفت

اک صحابیؓ نے پیمبرؐ سے کہا ‏ — ‏ بیع میں مجھ کو زیاں ہے بر ملا

مکرِ ہر کس کو فروشد یا خرد ‏ — ‏ ہمچو سحر ست و[2] ز راہم میبرد

مکر اس کا جو کہ بیچے یا کہ لے ‏ — ‏ سحر ہے گمرہ جو کرتا ہے مجھے

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار ‏ — ‏ شرط کن سہ روز خود را اختیار

بولے جب ہو بیع میں کچھ مکر یار ‏ — ‏ شرط کر لے تین دن کی اختیار

[1] بردہ فروش [2] اذا بایعت فقل لا خلابة ولی الخیار ثلثة ایام
ترجمہ جس وقت خرید فروخت کرے تو کہدے کچھ فریب نہیں مجھکو تین دن اختیار ہے

کہ تأنّی ہست از یزداں یقیں ‍ ‍ ہست تعجیلت ز شیطان لعین

ہے تأنّی کارِ یزداں بالیقیں ‍ ‍ اور جلدی کارِ شیطانِ لعیں

پیش سگ چوں لقمۂ ناں افگنی ‍ ‍ بو کند وآں زاں خورد اے مقتنی

کتے کو ڈالے جو لقمہ نان کا ‍ ‍ پہلے سونگھے گا اُسے پھر کھائے گا

او بہ بینی بو کند ما با خرد ‍ ‍ ہم ببوییمش بہ عقلِ منتقد

ناک سے سونگھے وہ اور ہم عقل سے ‍ ‍ عقل سے ہم آزماتے ہیں اُسے

با تأنّی گشت موجود از خدا ‍ ‍ تا بہ شش روز ایں زمین و چرخ ہا

حق نے ہے پیدا تأنّی سے کیا ‍ ‍ سوچ کر چھ دن میں یہ ارض و سما

ورنہ قادر بود کز کُن فیکون ‍ ‍ صد زمین و چرخ آوردے بروں

ورنہ قادر تھا، جو کُن کہتا وہاں ‍ ‍ ایسے بنتے سو زمین و آسماں

آدمی را اندک اندک اے ہمام ‍ ‍ تا چہل سالش کند مردِ تمام

آدمی کو رفتہ رفتہ اے ہمام ‍ ‍ سی و دہ سالہ بنایا مردِ تام

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس ‍ ‍ از عدم پرّاں کند پنجاہ کس

گرچہ وہ قادر ہے پل بھر میں اجی ‍ ‍ عجب سے پیدا کرے سو آدمی

بود عیسیٰؑ را دمے کز یک دعا ‍ ‍ بے توقف بر جہاندے مُردہ را

سانس وہ عیسیٰؑ میں تھا، کرکے دُعا ‍ ‍ مُردہ کو کرتے تھے زندہ برملا

خالقِ عیسیٰؑ نہ بتواند کہ او ‍ ‍ بے توقف مردم آرد تو بہ تو

کیا نہیں ممکن کہ عیسیٰ کا خدا ‍ ‍ بے تأمل دے نئے انساں بنا

ایں تأنّی از پئے تعلیمِ تست ‍ ‍ کہ طلب آہستہ باید بے شکست

یہ تأمل ہے تری تعلیم کو ‍ ‍ تا طلب آہستہ اور بے قطع ہو

جُوئیک کوچک کہ دائم میرود ‍ ‍ نے نجس گردد نہ گندہ میشود

چھوٹا نالہ جو ہمیشہ ہے رواں ‍ ‍ وہ نجس یا گندہ ہوتا ہے کہاں

زیں تانّی زاید اقبال و سرور ایں تانّی بیضۂ دولت چوں طیور
ہے تانّی وجہِ اقبال و سرور بیضۂ دولت ہے مانندِ طیور

باش تا اعضائے تو چوں بیضہا مرغہا زایند اندر انتہا
بیضۂ اعضا سے اپنے ہوشیار مرغ تا پیدا کریں انجام کار

بیضۂ باز ارچہ ماند در شبہ بیضۂ کنجشک را دور است رہ
گو کہ ہے ہم شکل انڈا باز کا فرق ہے چڑیا کے انڈے سے بڑا

دانی اے عاقل کہ مانند سین و شین در نوشتن لیک اندر نقطہ بین
سین گو ہے شین سے ملتا ہوا غور کر نقطوں میں لیکن اے فتا

دانۂ آبی بدانۂ سیب نیز گرچہ ماند فرقہا داں اے عزیز
ایک سے ہیں دانۂ سیب و بہی فرق کو اُن کے سمجھ لیکن اخی

برگہا ہم رنگ باشد در نظر میوہا ہر یک بود نوع دگر
پتے گو ہم رنگ آتے ہیں نظر میووں میں ہے فرق لیکن سر بسر

برگہا و جسمہا مانندہ اند لیک ہر جانے بربیعے زندہ اند
برگ و تنِ اشجار کے یکساں، مگر زندہ ہیں حاصل میں وہ ہر جائے پر

خلق در بازار یکساں میروند آں یکے در ذوق و دیگر دردمند
سب چلیں بازار میں یکساں مگر ہے کوئی خوش اور کوئی رنجیدہ تر

ہمچناں در مرگ یکساں میرویم نیم در خسران و نیمے خسرویم
ایسے ہی مر کر ہیں ہم یکساں رواں آدھے ہیں ناشاد، آدھے شادماں

ایں سخن پایاں ندارد باز گو از بلال و از ہلال و کارِ او
یہ سخن بے انتہا ہے اب سُنا حال لوگوں کو بلال رضؓ زار کا

حضرت بلالؓ کا خوشی سے انتقال کرنا

چون بلال از ضعف شد همچون هلال — رنگ مرگ افتاد بر روئے بلالؓ
تھے بلالؓ آزار سے مثلِ ہلال — چہرے پر تھا رنگ مرگ اور تھے نڈھال

جفت او دیدش بگفتا واحرب — پس بلالش گفت نے نے واطرب
دیکھا زوجہ نے۔ کہا واحسرتا — اور کہتے تھے بلالؓ اس سے۔ خوشا

تاکنوں اندر حرب بودم ز زیست — تو چہ دانی مرگ چہ عیش ست و چیست
زندگی سے تھا میں الجھن میں پڑا — کیا خبر تجھ کو۔ ہے عیش مرگ کیا

ایں ہمے گفت و رخش در عین گفت — نرگس و گلبرگ و لالہ مے شگفت
وہ یہ کہتے اور رُخ پر لاجواب — کھل رہا تھا نرگس و لالہ۔ گلاب

تاب رُو و چشم پر انوار او — مے گواہی داد بر گفتار او
تاب رُخ اور چشم پُر انوار کی — تھی گواہی دے رہی گفتار کی

ہر سیہ دل مے سیہ دیدی ورا — مردم دیدہ سیہ آمد چرا
وہ سیہ دل کی نظر میں تھے سیاہ — مُردم دیدہ ہوئے کیسے سیاہ

مردم نادیدہ باشد روسیاہ — مردم دیدہ بود مرآتِ ماہ
پُتلی جو اندھی ہو۔ وہ ہے روسیاہ — پُتلی جو بینا ہو۔ ہے مرآت[۱] ماہ

خود کہ بیند مردم دیدہ ترا — در جہاں جز مردم دیدہ فزا
آنکھ کی پُتلی تجھے دیکھے گی کیا — خاص ہے اہلِ نظر کا دیکھنا

چوں بغیر مردم دیدہ اش ندید — پس بغیر او کہ در رنگش رسید
تھا نظر والوں نے جو دیکھا اُسے — رنگ کو بھی تھے وہی پہچانتے

[۱] آئینہ ۔

پس جز او جملہ مقلد آمدند	در صفاتِ مردمِ دیدہ بلند
ماسوا اس کے مقلد ہیں تمام	مردمِ دیدہ کے وصفوں میں مدام
گفت جفتش الفراق اے خوش خصال	گفت نے نے الوصالست الوصال
بولی زوجہ، الفراق اے خوش خصال	ہنس کے فرمایا، یہ ہے عینِ وصال
گفت جفتش امشب غریبے میروی	از تبار و خویش غائب میشوی
بولی زوجہ، ہے مسافر آج تو	چھوڑ کر سب کو چلا اے نیک خو
گفت نے نے بلکہ امشب جانِ من	میرسد خوش از غریبی در وطن
ہنس کے فرمایا غلط ہے بلکہ جاں	ہے وطن کی سمت غربت سے رواں
گفت اے جانم و دلم وا حسرتا	گفت نے نے جانِ من وا دولتا
بولی، میرے جان و دل وا حسرتا	بولے جانِ من! تو کہہ وا دولتا
گفت آں رویت کجا بینیم ما	گفت اندر خلوتِ خاصِ خدا
بولی اب دیکھوں گی یہ صورت کہاں	بولے خلوت میں خدا کی بیگماں
حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است	گر نظر بالا کنی نے سوئے پست
حلقۂ خاص اُس کا ہے تجھ سے ملا	چھوڑ پستی کو، نظر اُوپر اُٹھا
اندراں حلقہ ز ربُّ العالمیں	نور میتابد چو در حلقہ نگیں
حلقے میں ہے نورِ ربُّ العالمیں	ایسا تاباں جیسے حلقے میں نگیں
گفت ویراں گشت ایں خانہ دریغ	گفت اندر مہ نگر منگر بمیغ
بولی صد افسوس گھر ویراں ہوا	بولے مہ کو دیکھ بادل کو ہٹا

موت سے جسم کے ویران ہونے کی حکمت

کرد ویراں تا کند معمور تر	قومم انبہ بود و خانہ مختصر
کرتا ہے ویراں کہ ہو معمور تر	تھی زیادہ قوم و گھر تھا مختصر

لہ دیکھو صفحہ ۳۷۷ ء

من چو آدم بودم اول حبس کرب — پر شدہ اکنوں نسل جانم شرق و غرب

پہلے جوں آدم تھا میں محبوس کرب — بھر گئے اب نسل و جاں سے شرق غرب

من گدا بودم در اینخانہ چو چاہ — شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ

میں کنوئیں میں گھر کے تھا مثل گدا — چاہیئے اب محل ہیں سلطان ہوا

قصرہا خود مر شہاں را مانس است — مردہ را خانہ و مکاں گورے بس است

محل ہے مرغوب شاہوں کو مگر — مُردے کو کافی ہے اک تاریک گھر

انبیا را تنگ آمد ایں جہاں — چوں شہاں رفتند اندر لامکاں

تنگ ہے دُنیا برائے انبیا — لامکاں جاتے ہیں مثل بادشا

مردگاں را ایں جہاں بنمود فر — ظاہرش زفت و بمعنی تنگ تر

آئی مُردوں کو بڑی دُنیا نظر — ظاہرا وسعت، بباطن تنگ تر

گر نبودی تنگ ایں افغاں ز چیست — چوں دوتا شد ہر کہ روزے بیش زیست

تنگ ہو دُنیا نہ گر رونا ہو کیوں — جو زیادہ دن جیے، ٹیڑھا ہو کیوں

در زمان خواب چوں آزاد شد — زاں مکاں بنگر کہ جاں چوں شاد شد

خواب میں جسوقت آزادی ملی — اس جگہ جاں کو خوشی کیسی ملی

روح از ظلم طبیعت باز رست — مرد زندانی ز فکر حبس جست

جاں ہوئی ظلم طبیعت سے رہا — جیسے فکر قید سے قیدی چھٹا

ایں زمین و آسمان بس فراخ — سخت تنگ آمد بہنگام مناخ

یہ زمیں یہ آسماں باصد کشود — مجھے بہت ہی تنگ ہنگام ورود

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ — خندہ او گریہ فخرش جملہ ننگ

چشم بند اک ہے فراخ اور سخت تنگ — ہنسنا رونا اُس کا اور فخر اسکا ننگ

لہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۱۔ ارواح سے مراد ہے +

دُنیا اور خواب کی تشبیہ

ہمچو گرمابہ کہ تفسیدہ بود — تنگ آئی جانت از تجیدہ شود
جس طرح حمام جب وہ گرم ہو — تنگ آئے تو - ہو الجھن جسم کو

گرچہ گرمابہ عریضست و طویل — زاں تبش تنگ آیدت جان کلیل
گرچہ ہو حمام چوڑا اور طویل — ہو تپش سے جان تنگ اور بس علیل

تا بروں نائی نبکشاید دلت — پس چہ سود اندر فراخے منزلت
گر نہ نکلے تو، نہ خوش ہو دل ترا — پھر کشادہ گھر سے کیا ہے فائدا

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی — در بیابانِ فراخی میروی
جیسے جوتا تنگ پہنے تو اخی — اور کھلے جنگل میں تو جائے کبھی

آں فراخی بیاباں تنگ گشت — بر تو زنداں آمد آں صحرا و دشت
تنگ تجھ پر ہو فراخی دشت کی — ہو وہ صحرا تجھ کو زندان قوی

ہر کہ دید او مر ترا از دور گفت — کہ در آں صحرا چو لالہ بر شگفت
دُور سے جو تجھ کو دیکھے - وہ کہے — مثل لالہ کے شگفتہ دل تجھے

او نداند کہ تو ہمچوں ظالماں — از بروں در گلشنے جان در فغاں
کیا خبر اس کو تو مثل ظالماں — باغ ہے باہر سے - اندر سے فغاں

خواب تو آں کفش بیروں کردنست — کہ زمانے جانت از زنداں برست
خواب تیرا ہے وہ جوتا پھینکنا — قید سے ہے جان دم بھر کو جدا

اولیا را خواب ملکست اے فلاں — ہمچو آں اصحابِ کہف اندر جہاں
اولیا کی مِلک ہے خواب اے فلاں — جیسے وہ اصحابِ کہف شادماں

خواب مے بینند و آنجا خواب نے — در عدم در میروند و باب نے
خواب میں ہیں خواب گو اُس جا نہیں — جائیں بے در کے عدم میں بالیقیں

خانہ تنگ و درون چنگلوک ‌ ‌ ‌ کردہ ویراں تا کند قصرِ ملوک

تنگ گھر اور اس میں لنجے آدمی ‌ ‌ ‌ کر دیا ویراں کہ ہو محل شہی

چنگلوکم چوں جنیں اندر رحم ‌ ‌ ‌ نُہ مہہ گشتم شدہ نقل آں مہم

ہوں میں لنجا، جوں رحم میں بچہ تھا ‌ ‌ ‌ ہو چکے نو ماہ - میں پیدا ہوا

گر نباشد دردِ زہ با مادرم ‌ ‌ ‌ من دریں زنداں میانِ آذرم

دردِ زہ میں مبتلا گر ہو نہ ماں ‌ ‌ ‌ میں رہوں اس قید میں آتش بجاں

مادرِ طبعم ز دردِ مرگِ خویش ‌ ‌ ‌ میکند زہ تا رہد برہ ز میش

ماں مری فطرت کی دردِ مرگ سے ‌ ‌ ‌ مضطرب ہے تا کہ بُز بچہ جنے

تا چرد آں برہ در صحرائے سبز ‌ ‌ ‌ ہیں رحم بکشا کہ گشت آں برہ گبز

سبز صحرا میں وہ بچہ تا چرے ‌ ‌ ‌ بچہ موٹا ہے - رحم اب کھولدے

دردِ زہ گر رنجِ آبستن شود ‌ ‌ ‌ بر جنیں اشکستنِ زنداں بود

حاملہ پر دردِ زہ گو ہے بلا ‌ ‌ ‌ بچہ پر ہے ٹوٹ جانا قید کا

حاملہ گریاں زہ کاین المناص ‌ ‌ ‌ واں جنیں خنداں کہ پیش آمد خلاص

حاملہ ہے دردِ زہ میں مبتلا ‌ ‌ ‌ بچہ ہنستا ہے - ہوا میں تو رہا

ہر چہ زیرِ چرخ ہستند امہات ‌ ‌ ‌ از جماد و از بہیمہ و ز نبات

جتنی مائیں ہیں زمیں پر نیک بخت ‌ ‌ ‌ یہ جمادات اور حیواں اور درخت

ہر یکے از دردِ غیرے غافلند ‌ ‌ ‌ جز کسانے کہ نبیہ و عاقل اند

دوسرے کے درد سے غافل ہیں سب ‌ ‌ ‌ ہاں جو دانا ہیں رہیں غافل وہ کب

آنچہ کوسہ داند از خانہ کساں ‌ ‌ ‌ بلمہ از خانہ خودش کے داند آں

ہے جو کچھ بے ریش[1] کو گھر[2] کی خبر ‌ ‌ ‌ ریش[3] والا کب وہ جانے اے پسر

١ صاحب دل ہو ٢ وجد سے مراد ہے ۔

٣ دنیا دار ۔

آنچہ صاحبِ دل بداند حالِ تو — تو ز حالِ خود ندانی اے عمو
صاحبِ دل حال جو جانے ترا — تجھ کو بھی آتا نہیں اپنا پتا

آنچہ بیند در جبینت اہلِ دل — کے بہ بینی در خود اے از خود خجل
جو ترے ماتھے میں دیکھیں اہلِ دل — تو اُسے کس طرح دیکھے اے خجل

غفلت، کاہلی اور تاریکی جسم سے ہے

غفلت از تن بود چوں تن روح شد — بیند آں اسرار را بے ہیچ بد
تن سے غفلت ہے جو یہ تن جاں بنے — دیکھے پھر اسرار کو بے لاگ کے

چوں زمین برخاست از جوِ فلک — نے شب و نے سایہ ماند نے ولک
جب زمیں اُٹھ جائے جوفِ چرخ سے — پھر نہ یہ سایہ نہ تاریکی رہے

ہر کجا سایہ است و شب یا سایکہ — از زمیں باشد نہ از خورشید و مہ
ہے جہاں بھی رات اور سایہ تجھے — وہ زمیں سے ہے نہ سورج چاند سے

دود پیوستہ ہم از ہیزم بود — کے ز آتش ہائے مستنجم بود
لکڑیوں سے یہ دھواں ہے بیگماں — آتشِ روشن سے کب نکلے دھواں

وہم افتد در خطا و در غلط — عقل باشد در اصابتہا فقط
غلطیوں سے اور خطا سے وہم ہو — ہے فقط مضبوطیاں دانائی کو

ہر گرانی و کسل خود از تن است — جاں ز خفّت جملہ در پریدن است
ہر گرانی اور کسل ہے جسم سے — جاں اُڑے گی تن کو سوتا دیکھ کے

روئے سُرخ از کثرتِ خونہا بود — روئے زرد از جنبشِ صفرا بود
کثرتِ خوں سرخ کردے چہرے کو — کثرتِ صفرا سے چہرہ زرد ہو

رو سفید از قوتِ بلغم بود — باشد از سودا کہ رو ادہم بود
ہو سفید اب منہ تو ہے بلغم بڑھا — اور کالا ہو تو سودا ہے سوا

در حقیقت خالق آثار اوست	لیک جز علت نہ بیند اہلِ پوست
خالق آثار ہے از بسکہ دوست	صرف علت دیکھتے ہیں اہلِ پوست
مغز کو از پوستہا آوارہ نیست	از طبیب و علت او را چارہ نیست
مغز جو نکلا نہیں ہے پوست سے	علت و درماں کی کیا پروا کرے
چوں دُوم بار آدمی زادہ بزاد	پائے خود بر فرقِ علتہا نہاد
دوسری بار آدمی پیدا ہوا	پاؤں اپنا سر پہ علت کے رکھا
علتِ اولیٰ نباشد دین او	علتِ اُخریٰ ندارد کین او
دین اس کا علتِ اولیٰ کہاں	کینہ ہے با علتِ اُخریٰ کہاں
مے پرد چوں آفتاب اندر افق	با عروسے صدق صفوت بر تتق[52]
اُڑتا ہے جیسے اُفق میں آفتاب	صدق کی ہمرہ وطن ہے بے حجاب
بلکہ بیرونِ از افق وز چرخ ہا	بے مکاں باشد چو ارواح و نہیٰ
بلکہ باہر اس اُفق اور چرخ سے	بے مکاں رہتا ہے جوں ارواح کے
بل عقولِ ما چو سایہ اے عمو	مے فتد از ہر طرف بر پائے او
بلکہ یہ عقلیں ہماری سایہ دار	ہر طرف ہیں اُسکے قدموں پر نثار

نصِ[51] مطلق کی تشبیہ

مجتہد ہرگہ کہ باشد نص شناس	اندر آں صورت نیندیشد قیاس
مجتہد ہوتا ہے جس دم نص شناس	کب وُہ اس صورت میں کرتا ہے قیاس
چوں نیابد نص اندر صورتے	از قیاس آنجا نماید عبرتے
نص جو صورت میں سما سکتی نہیں	ہے قیاس اک عبرت اس جا بالیقیں

[51] موشگافی - قرآن مجید کی وہ آیتیں جو متشابہ کاموں میں امتیاز کرتی ہیں کلام صریح و ظاہر [52] تتق - سراپردہ

نفس وحی روح قدسی ان یقیں　　واں قیاس عقل جزوی تحت ایں
نفس کو وحی روح قدسی کر یقیں　　ہے قیاس عقل جزوی کمتریں

عقل از جاں گشت با ادراک و فر　　روح از ادراک کی شود زیر نظر
عقل کو ہے روح سے ادراک و فر　　روح ہے ادراک کی زیر نظر

لیک جاں در عقل تاثیرے کند　　زاں اثر آں عقل تدبیرے کند
عقل میں کرتی ہے لیکن جان اثر　　اس اثر سے عقل ہے تدبیر گر

نوح وار ار صدمتے زد بر تو روح　　کو یم و کشتی و کو طوفان نوح
نوح کی مانند صدمہ دے جو روح　　پھر کہاں کشتی، کہاں طوفان نوح

عقل اثر را روح پندارد ولیک　　نور خور از قرص خور دور است نیک
عقل اثر کو روح سمجھی ہے مگر　　نور سورج کا ہے اس سے دور تر

زاں بقرصے سالکے خورسند شد　　کہ ز نورش سوئے قرص افگند شد
قرص سے سالک جبھی مسرور ہے　　قرص پر بھی بس اسی کا نور ہے

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافلست　　نیست دائم روز و شب او آفلست
کیونکہ ہے جو نور سفلی میں عیاں　　ہے وہ فانی رات دن بجھتا ہے ہاں

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا　　غرقہ آں بحر باشد دائما
قرص میں رکھتا ہے جو اپنا مقام　　غرق وہ دریا میں رہتا ہے مدام

نہ سحابش رہ زند نہ خود غروب　　وار ہید او از فراق سینہ کوب
ہے غروب و ابر سے وہ بے نیاز　　اور فرقت سے نہیں اسکو گداز

ایں چنیں کس اصلش از افلاک بود　　یا مبدل گشت اگر از خاک بود
اصل ایسوں کی ہے بس افلاک سے　　یا ہوئی تبدیل گو تھی خاک سے

زانکہ خاکی را نباشد تاب آں　　کہ زند بروے شعاعے جاوداں
کیونکہ ہے خاکی میں تاب اتنی کہاں　　کہ زمیں پھینکے اس پہ اپنی جاوداں

گر زند بر خاک دائم نور خور
آنچناں سوزد کہ ناید در شمر

خاک پر خورِ ہو جو دائم ضو فشاں
جل اُٹھے وہ اس طرح بس الاماں

دائم اندر آب کار ماہیست
مار را با او کجا ہمراہیست

رہتی ہے مچھلی ہی پانی ہیں سدا
ساتھ مچھلی کے رہے گا سانپ کیا

لیک در کہ مارہائے پُر فنند
اندریں یم ماہیانی مے کنند

ہیں پہاڑوں میں مگر مکار مار
مچھلی اس دریا کی وہ بنتے ہیں یار

مکرِ شاں گر خلق را شیدا کند
ہم ز دریا تا سہ شاں رسوا کند

مکر اُن کا خلق کو شیدا کرے
بیقراری بحر ہیں رسوا کرے

واندریں یم ماہیانِ پُر فنند
مار را از سحر ماہی مے کنند

اور دریا میں ہیں پُر فن مچھلیاں
سحر سے مچھلی بنا دیں سانپ ہاں

کہ تو ماری شو قرین ماہیاں
تا شوی چون ماہیان در یم رواں

سانپ ہے تو مچھلیوں کے پاس آ
مثل ماہی ہو رواں دریا میں جا

ماہیانِ قعرِ دریائے جلال
بحر شاں آموختہ سحرِ حلال

ہیں جلالی بحر کی جو مچھلیاں
سحر ہیں دریا سے سیکھی بیگماں

پس محال از تاب ایشاں حال شد
نحس آنجا رفت و نیکو فال شد

بن گیا حال اُنکے پر تو سے محال
نحس جا کر اُس جگہ ہو نیک فال

زہر آنجا رفت و شکّر شد یقیں
سنگ آنجا رفت و شد دُرِّ ثمیں

زہر اُس جا جا کے شکّر ہو گیا
پتھر اس جا رہ کے گوہر ہو گیا

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر
مے نہ بیند جز بہ شر چشمِ بشر

خاک زر، پتھر گہر، اور پاؤں سر
جز بہ شر دیکھے نہ کچھ چشمِ بشر

تا قیامت گر بگویم زیں کلام
صد قیامت بگذرد ویں ناتمام

تا قیامت گر کہوں میں یہ کلام
حشر ہو سو بار، یہ کب ہو تمام

سُننے والوں اور مُریدوں کے آداب

بر ملولاں ایں مکرّر کردنست ‖ نزدِ من عمرے مکرّر بردنست

ہے گراں تکرار ہر بد ذوق پر ‖ مجھ کو ہے عمرِ[۱] دوبارہ یہ مگر

شمع از برقِ مکرّر بر شود ‖ خاک از تابش مکرّر زر شود

شمع جلے آگ کی تکرار سے ‖ آتش پیہم سے مٹی زر بنے

گر ہزاراں طالبند و یک ملول ‖ از رسالت باز میماند رسول

ہوں اگر طالب ہزاروں اک ملول ‖ اور رہے تبلیغ سے خامش رسول

ایں رسولانِ ضمیرِ راز گو ‖ مستمع خواہند اسرافیل[۲] خو

بس سمجھ وہ ہے رسولِ راز گو ‖ سُننے والا چاہے اسرافیلؑ[۲] خو

نخوتے دارند و کبرے چوں شہاں ‖ چاکری خواہند از اہلِ جہاں

بادشاہوں کی سی نخوت ان میں ہے ‖ خلق سے خدمت کی حسرت ان میں ہے

تا ادبہاشاں بجا کہ ناوری ‖ از رسالت شاں چگونہ برخوری

گر نہ لائے تو ادب اُن کا بجا ‖ ہو تجھے تبلیغ سے کیا فائدا

کے رسانند آں امانت را بتو ‖ تا نباشی پیش شاں راکع دوتو

کب امانت پھر وہ پہنچائیں تجھے ‖ تو نہ اُن کے سامنے جب تک جھکے

ہر ادب شاں کے ہمے آید پسند ‖ کامدند ایشاں ز ایوانِ بلند

ہر ادب ان کو کب آتا ہے پسند ‖ ہے مقام اُن کا اک ایوان بلند

نے گدایانند کز ہر خدمتے ‖ از تو دارند اے مزوّر منتے

وہ گدا کب ہیں کہ لے کر خدمتیں ‖ اے فریبی لوں تیرے احسان لیں

۱؎ دوبارہ زندگی پانا جو نایاب شے ہے۔

لیک با بے رغبتیہائے ضمیر
صدقۂ سلطاں بیفشاں وا مگیر
لوگ بے رغبت بھی ہوں گر اے رسول
صدقۂ شہ ان کو دے اے با اصول

اسپ خود را اے رسول آسماں
در ملولاں منگر و اندر جہاں
اپنا گھوڑا اے رسول آسماں
ان ملولوں پر نہ جا کر دے رواں

فرخ آں ترکے کہ استیزہ نہد
اسپش اندر خندق آتش جہد
وہ سپاہی خوب جو لڑتا رہے
آگ کی خندق میں گھوڑا ڈالدے

گرم گرداند فرس را آنچناں
کہ کند آہنگِ اوجِ آسماں
اس طرح گھوڑے کو گرمائے وہاں
بس کرے وہ قصدِ اوجِ آسماں

چشم را از غیر و غیرت دوختہ
ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ
غیر اور غیرت سے بند آنکھیں کئے
خشک و تر کو مثلِ آتش پھونکدے

گر پشیمانی برو عیبے کنند
آتش اوّل در پشیمانی زند
عیب اگر اس پر پشیمانی لگائے
آگ میں پہلے اسی کو وہ جلائے

خود پشیمانی نروید از عدم
چوں بہ بیند گرمیٔ صاحب قدم
خود پشیمانی نہ ہو پیدا بہم
دیکھ لے گر، گرمیٔ صاحب قدم

ہر حیوان کا اپنے دشمن سے بچنا

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را
گرچہ حیوانست الا نادرا
شیر کی بُو سے ہے گھوڑا آشنا
ہے عجب حیوان ہو کر یہ ذکا

بل عدوئے خویش را ہر جانور
خود بداند از نشان و از اثر
اپنے ہر دشمن کو ہر اک جانور
جانتا ہے با نشان و با اثر

روز خفاشک نیارد بر پرید
شب بروں آید چو دزداں جرید
دن میں چمگادڑ کبھی اڑتی نہیں
رات کو اُڑتی ہے تنہا بالیقیں

برنیاید بوم از بیم و کرِ خود — شب رود بر کار رساند ذکرِ خود

آشیاں سے باہر اُلو بھی نہ آئے — رات ہو تو جال دھوکے کا بچھائے

از ہمہ محروم تر خفاش بود — کہ عدوئے آفتابِ فاش بود

سب سے بدقسمت یہ چمگادڑ رہی — بن گئی بدخواہ جو خورشید کی

نے تواند در مصافش زخم خورد — نے بنفرینش تواندش مہجور کرد

زخم لڑ کر بھی نہ اس کو دے سکے — اور نہ نفرت سے جدا اسکو کرے

آنکہ آں خورشید از احسان و جود — بر نہ دراند ز قہرش تار و پود

ہے یہ احسان و کرم خورشید کا — قہر سے اس کو نہیں جو دیکھتا

آفتابے کہ بگرداند قفاش — از برائے غصہ و قہرِ خفاش

آفتاب ایسا، جو منہ کو پھیر لے — ایک چمگادڑ کا غصہ دیکھ کے

غایتِ لطف و کمالِ او بود — ورنہ خفاشش کجا مانع شود

ہے یہ اُسکا غایتِ لطف و کمال — ورنہ چمگادڑ جو روکے کیا مجال

دشمن ار گیری بحدِ خویش گیر — تا بود ممکن کہ گردانی اسیر

دشمنی کرتا ہے تو ہمسر سے کر — تا کہ غلبہ اُس پہ ممکن ہو پسر

قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند — ابلہ است او ریش خود بر میکند

ایک قطرہ بحر سے جھگڑا کرے — ابلہی سے خود کو وہ رسوا کرے

حیلت او از سبالش نگذرد — چنبرہ حجرہ قمر چوں بر درد

مکر اس کا مونچھوں سے کب بڑھ سکے — توڑ دے ہالہ چاند کو کس طور سے

با عدوئے آفتاب ایں بد عتاب — اے عدوئے آفتابِ آفتاب

دشمن خورشید پر تھا یہ عتاب — اے عدوئے آفتاب آفتاب

اے عدوئے آفتابے کز فرش — مے بلرزد آفتاب و اخترش

اے عدو اُس آفتاب نور کے — مہر و اختر کانپیں جس کے خوف سے

تو عدوئے او نۂ خصم خودی — چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی

تو عدو اس کا نہیں اپنا ہوا — آگ کو کیا غم جو تو لکڑی بنا

اے عجب از سوزشت او کم شود — یا ز درد و غصہ ات درہم شود

ہے عجب سوزش سے تیری کم ہو وہ — یا کہ تیرے غصّے سے درہم ہو وہ

رحمتش نے رحمت آدم بود — کہ مزاج رحم آدم غم بود

رحمت اس کی رحمتِ انساں نہیں — رحم آدم ہے سوائے غم کہیں

رحمتِ مخلوق باشد غصہ ناک — رحمت حق از غم و غصہ ست پاک

رحمتِ مخلوق تو ہے غصہ ناک — رحمتِ حق ہے غم و غصہ سے پاک

رحمتِ بیچون چنیں دان اے پسر — ناید اندر وہم از وے جز اثر

رحمتِ حق کو تو جان ایسا پسر — وہم میں مطلق نہ آئے جز اثر

ظاہرست آثار میوہ رحمتش — لیک کے داند جز او ماہیتش

ہے اثر رحمت کا اس کی ظاہرا — ماہیت ہے کون لیکن جانتا

مثال و تقلید اور تحقیق میں فرق

ہیچ ماہیات اوصاف کمال — کس نداند جز بآثار و مثال

کوئی ماہیاتِ اوصاف کمال — جانتا کب ہے بجز شبہ و مثال

طفل ماہیت نداند طمث را — جز کہ گوئی ہست چوں حلوا ترا

بے خبر لڑکا جماعی لطف سے — ماسوا اس کے کہ تو حلوا کہے

طفل را انبود ز وطی زن خبر — جز کہ گوئی ہست آغوش چوں شکر

طفل کو صحبت سے زن کی کیا خبر — ہاں بجز اس کے کہ تو کہدے شکر

کے بود ماہیتِ ذوق جماع — مثل ماہیات حلوا اے مطاع

کب ہوئی ماہیتِ ذوقِ جماع — مثل ماہیاتِ حلوا اے مطاع

لیک نسبت کرد از روئے خوشی ۔ با تو آں عاقل کہ تو کودک وشی

نسبت اچھی چیز سے دی ہے مگر ۔ اس ذکی نے بچہ کو بچہ جان کر

تا بداند کودک آنرا از مثال ۔ گر نداند ماہیت یا عین حال

تا کہ سمجھے بچہ از راہِ مثال ۔ گو نہ جانے ماہیت کا عین حال

پس اگر گوئی بدانم دور نیست ۔ ور بگوئی کہ ندانم زور نیست

گر کہے میں جانتا ہوں ٹھیک ہے ۔ گر کہے نا آشنا ہوں ٹھیک ہے

گر کسے گوید کہ دانی نوح را ۔ آں رسولِ حق و نورِ روح را

کوئی گر پوچھے کہ جانے نوح کو ۔ اُس رسولِ حق کو نورِ روح کو

گر بگوئی چوں ندانم کاں قمر ۔ ہست از خورشید و مہ مشہور تر

گر کہے تو، کیوں نہ جانوں وہ قمر ۔ چاند اور سورج سے ہے مشہور تر

کودکان خرد در کتابہا ۔ واں اماماں جملہ در محرابہا

مدرسوں میں چھوٹے بچوں نے پکا ۔ مسجدوں میں دی اماموں نے ندا

نام او خوانند در قرآں صریح ۔ قصہ اش گویند از ماضی فصیح

نام ہے اُس کا کھلا، قرآن میں ۔ قصۂ ماضی بھی لوگ اُسکا کہیں

راست گو دانند ترا از روئے وصف ۔ گرچہ ماہیت نہ شد از نوح کشف

تجھ کو سب سچا کہیں از روئے وصف ۔ ماہیت کا نوح کی گو ہو نہ کشف

ور بگوئی من چہ دانم نوح را ۔ ہمچو اوئے داند او را اے فتیٰ

اور جو کہ دے کیا میں جانوں نوح کو ۔ نوح کو جانے وہی جو نوح ہو

مور لنگم من چہ دانم فیل را ۔ پشہ کے داند اسرافیل را

لنگڑی چیونٹی، کیا میں جانوں فیل کو ۔ کب یہ مچھر سمجھے اسرافیل کو

ایں سخن ہم راست است از روئے آں ۔ کہ بماہیت ندانیش اے فلاں

اس طرح یہ بات بھی سچی ہے ہاں ۔ ماہیت ان کی نہیں تجھ پر عیاں

عجز از ادراکِ ماہیت عمو
حالتِ عامہ بود مطلق مگو

عجز یہ ادراک کا ہے بالیقیں
عام حالت ہے مگر مطلق نہیں

زانکہ ماہیات و سرِّ سرِّ آں
بینشِ چشمِ کاملاں باشد عیاں

کیونکہ ماہیات اور سرّ نہاں
کاملوں پر صرف ہوتے ہیں عیاں

در وجود از سرِّ حق و ذاتِ او
دورتر از وہم استبصار کو

سرِّ حق و ذات جسموں میں نہاں
دُور ان کے وہم بینش سے کہاں

چونکہ او مخفی نماند از محرماں
ذاتِ وصفی چیست کاں ماند نہاں

محرموں سے چونکہ وہ مخفی نہیں
ذاتِ وصفی چھپ بھی سکتی ہے کہیں؟

عقل بحثے گوید ایں دور است و
بے ز تاویلے محالے کم شنو

حجتی کہتا ہے ناممکن ہے جا
سُن نہ بے تاویل مشکل مسئلہ

قطب گوید مر ترا اے سست حال
آنچہ فوقِ حالِ تست آید محال

قطب کہتا ہے کہ سُن لے سُست حال
عقل سے جو دُور ہو وہ ہے محال

واقعاتے کہ کنونت بر کشود
نے کہ اول ہم محالت مے نمود

واقعے جو تجھ پہ اب ظاہر ہوئے
کیا وہ سب پہلے پہل مشکل نہ تھے

چوں رہانیدت ز دہ زنداں کرم
تیہ را بر خود مکن حبس از ستم

قید سے دس کی چھڑایا جود نے
تنگ دُنیا کو نہ کر اب ظلم سے

چوں خلاصی یافتی از صد بلا
فقر را بر خود مکن رنج و عنا

سَو بلاؤں سے ہوا ہے جب رہا
فقر کو اپنے نہ کر رنج و عنا

سہل گیر و تا نگردد مشکلت
ورنہ شد شکر چو زہرِ قاتلت

کر اُسے آسان " مشکل نہ ہو
ہے جو شکر وہ سمِ قاتل نہ ہو

سوئے بحث خود بتاز اے بوالحسن
کایں سخن پایاں ندارد جانِ من

بحث کی جانب تو اپنی لوٹ جا
اس سخن کی بھی ہے کوئی انتہا؟

نسبت اثبات با نفی از جہت | گر بیانش میکنی بر گو درست

مثبت و منفی کی نسبت بر ملا | گر بیاں کرتا ہے کر بالکل بجا

نفی آں یک چیز و اثباتش رواست | چوں جہت شد مختلف نسبت دو تاست

نفی و اثبات ایک شئے کی ہے روا | جب جہت ہو مختلف، نسبت سوا

ما رمیت اذ رمیت از نسبت است | نفی و اثبات است ہر دو مثبت است

ما رمیت تو ہے نسبت سے عیاں | نفی اور اثبات مثبت ہیں یہاں

نفی و اثبات میں جمع و تفریق

آں تو افگندی کہ بر دست تو بود | تو نیفگندی کہ حق قوت نمود

تو نے پھینکا جو ترے ہاتھوں میں تھا | تو نے کیا پھینکا یہ تھا زور خدا

زور آدم زادہ را حدّے بود | مشت خاک اشکست لشکر کے شود

ایک حد ہے زورِ آدم کے لئے | بھاگتی ہے فوج مشتِ خاک سے

مشت مشت تست افگندن ز ماست | زیں دو نسبت نفی و اثباتش رواست

تیری مٹھی ہے ہمارا پھینکنا | نفی و اثبات اس طرح ہوگا روا

یعرفون الانبیا اضدادہم | مثل ما لا یشتبہ اولادہم

نبیوں کو دشمن ہیں یوں پہچانتے | جیسے ہیں لڑکوں کو اپنے جانتے

ہمچو فرزندان خود دانندشاں | منکراں با صد دلیل و صد نشاں

مثل فرزند اُن کو منکر جان لیں | سو دلیلوں سے انہیں پہچان لیں

لیک از رشک و حسد پنہاں کنند | خویشتن را بر ندانم میزنند

پر کریں رشک و حسد سے وہ نہاں | وہم نا دانستگی سے بیگماں

پس چو یعرف گفت چوں جائے دگر | گفت لا یعرفہم غیری قدر

جب کہا یعرف تو کیوں جائے دگر | بولا "لا یعرفہم" غیری" مگر

له دیکھو صفحہ ۳۹۱

انہم تحت قبائی کامنون ۔ جز کہ یزداں شاں نداند ز آزموں
ہیں مرے زیرِ قبا سب اولیا ۔ کون اُن کو جز خدا ہے جانتا

ہم بہ نسبت گیر ایں مفتوح را ۔ کہ بدانی و ندانی نوح را
جان اُسی نسبت سے اس مفتوح کو ۔ تو نہ جانے اور جانے نوح کو

زیں نسق بسیار آمد در خبر ۔ کاں بہ نسبت باشد اے جانِ معتبر
ہے کچھ ایسی ہی حدیثوں میں خبر ۔ بات نسبت سے ہو اے جانِ معتبر

درویش کامل کی فنا و بقا

گفت قائل در جہاں درویش نیست ۔ ور بود درویش آں درویش نیست
ہیں کہاں درویش قائل نے کہا ۔ اور جو ہے بھی تو ہے وہ درویش کیا

ہست از روئے بقا ذاتِ او ۔ نیست گشتہ وصفِ او در وصفِ ہُو
ہست از روئے بقا ہے اسکی ذات ۔ وصف حق میں ہیں فنا اُس کی صفات

چوں زبانہ شمع پیشِ آفتاب ۔ نیست باشد ہست باشد در حساب
جیسے نورِ شمع پیشِ آفتاب ۔ نیست ہو اور ہست از روئے حساب

ہست باشد ذاتِ او تا تو اگر ۔ بر نہی پنبہ بسوزد زاں شرر
ہست اس کی ذات ہے اور تو اگر ۔ روئی رکھ دے تو جلا دے وہ شرر

نیست باشد روشنی ندہد ترا ۔ کردہ باشد آفتاب اور ا فنا
نیست ہو تو روشنی کب دے تجھے ۔ آفتاب اس کو فنا دُوراً کرے

در دو صد من شہد یک وقیہ خل ۔ چوں در افگندی و در وے گشت حل
شہد دو سو من ہو سرکہ آدھ پاؤ ۔ اور ان دونوں کو آپس میں ملاؤ

حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ انہیں کوئی میرے سوا نہیں پہچانتا۔

نیست باشد طعم خل چون می چشی ‌ ‌ ‌ هست آن وقیہ فزون چون میکشی

ہو نہ کچھ اس کا مزہ گر تو چکھے ‌ ‌ ‌ آدھ پاؤ تول میں بڑھتا رہے

پیش شیرے آہوئے بیہوش شد ‌ ‌ ‌ هستیش در هست او روپوش شد

شیر کے آگے ہرن بے ہوش ہوا ‌ ‌ ‌ اس کی ہستی ہو گئی اس میں لنا

این قیاس ناقصان بر کار رب ‌ ‌ ‌ جوشش عشق ست نز ترک ادب

یہ قیاس ناقص اور افعال رب ‌ ‌ ‌ جوش الفت ہے نہیں ترک ادب

نبض عاشق بے ادب بر می جہد ‌ ‌ ‌ خویش را در کفۂ شہ مے نہد

نبض عاشق کی ہے جنبش بے ادب ‌ ‌ ‌ کفو سلطاں سے ملاتا ہے نسب

بے ادب تر نیست زو کس در جہاں ‌ ‌ ‌ با ادب تر نیست زو کس در نہاں

بے ادب تر اس سے دنیا میں کہاں ‌ ‌ ‌ ہے مگر وہ با ادب باطن میں ہاں

ہم بہ نسبت دان وفاق اے منتجب ‌ ‌ ‌ این دو ضد با ادب با بے ادب

جان اسی نسبت سے ان میں دوستی ‌ ‌ ‌ با ادب اور بے ادب ضد ہیں اگی

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری ‌ ‌ ‌ کہ بود دعوائے عشقش ہمسری

بے ادب نکلے جو دیکھے ظاہرا ‌ ‌ ‌ عشق کا دعوی اسے ہو بر ملا

چون بباطن بنگری دعوی کجاست ‌ ‌ ‌ او و دعوی پیش آن سلطان فناست

دیکھے باطن میں تو پھر دعوی کجا ‌ ‌ ‌ پیش سلطاں وہ بھی، دعوی بھی فنا

مات زید زید اگر فاعل بود ‌ ‌ ‌ لیک فاعل نیست کو عاطل بود

مات زید میں ہے فاعل زید اگر ‌ ‌ ‌ فی الحقیقت کب ہے فاعل اے پسر

او ز روئے لفظ نحوی فاعلست ‌ ‌ ‌ ورنہ او مقتول و موتش قاتلست

نحو کی رو سے اسے فاعل سمجھ ‌ ‌ ‌ ورنہ اس کا موت کو قاتل سمجھ

فاعلی چہ کو چنان مقہور شد ‌ ‌ ‌ فاعلیہا جملہ از وے دور شد

فاعلی کیا وہ تو خود مقہور ہے ‌ ‌ ‌ فاعلی جو کچھ ہے اس سے دور ہے

تمثیل صدرِ جہاں کا قصّہ

در بخارا بندۂ صدرِ جہاں | متہم شد گشت از صدرش نہاں

اک بخارا میں غلامِ صدر تھا | صدر سے وہ متہم ہو کر چھپا

مدت دو سال سرگرداں بگشت | گہ خراساں گہ قہستاں گاہ دشت

دو برس تک ہر طرف پھرتا رہا | وہ خراساں اور قہستاں میں فنا

از پسِ دہ سال او از اشتیاق | گشت بے طاقت ز ایامِ فراق

دس برس کے بعد ابھرا اشتیاق | ہو گیا دل اس کا بے صبرِ فراق

گفت تابِ فرقتم زیں پس نماند | صبر کے داند خلاعت را نشاند

بولا اب طاقت جدائی کی نہیں | صبر ہوتا ہے جدائی میں کہیں

از فراق ایں خاکہا شورہ بود | آب زرد و گندہ و تیرہ بود

ہجر سے ہو جاتی ہے کھاری زمیں | پانی گندہ اور گدلا بالیقیں

باد جاں افزا وخم گردد فنا | آتشی خاکستری گردد ہبا

خوشگوار آب و ہوا ہو ناگوار | خاک آتش ریز بن جائے غبار

باغ چوں جنت شود دار المرض | زرد و ریزاں برگ او اندر حرض

باغ جنت اُسے، مرض خانہ بنیں | زرد پتے ہو کے ناقص گر پڑیں

عقل درّاک از فراقِ دوستاں | ہمچو تیر انداز اشکستہ کماں

عقلِ عالی دوستوں کے ہجر سے | مثلِ تیر افگن، کماں ٹوٹی رکھے

دوزخ از فرقت چناں سوزاں شدست | بید از فرقت چنیں لرزاں شدست

ہجر سے دوزخ ہے سوزاں اس قدر | بید ہے فرقت سے لرزاں اس قدر

گر بگویم از فراق چوں شرار | تا قیامت یک بود از صد ہزار

گر بیاں فرقت کا ہو، جو ہے شرار | ایک ہی کا لاکھ میں سے ہو شمار

پس ز شرحِ سوزِ او کم زن نفس — ربِّ سلّم ربِّ سلّم گو و بس

شرح اس کے سوز کی ہے ناروا — رکھ سلامت اے خدا کر التجا

ہر چہ از وے شاد گشتی در جہاں — از فراق او بیندیش آں زماں

جس سے تو دُنیا میں ہے شاداں ہوا — کر کچھ اندیشہ بھی اس کے ہجر کا

وانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد — آخر از وے جست و ہمچوں باد شد

جس سے تو ہے خوش، بہت تھے اس سے شاد — ہجر سے آخر ہوئے پھر نامراد

از تو ہم بجہد تو دل بر وے منہ — پیش از آں کو بجہد از تو تو بجہ

تجھ سے بھی بھاگے۔ نہ دل اس سے لگا — بھاگ گئے سے اس کے پہلے ہو جدا

ہمچو مریمؑ گوئے پیش از فوتِ ملک — نفس را اعوذ بالرحمٰن منک

مثل مریمؑ کہ تو پیش فوتِ ملک — نفس سے۔ اعوذ[1] بالرحمٰن منک

حضرت مریمؑ کے پاس روح القدس کا آنا

دید مریم صورتے بس جاں فزا — جاں فزائے دلربائے در خلا

دیکھی اک مریمؑ نے صورت جاں فزا — عین خلوت میں کہ جو تھی دلربا

پیش او بر رست از روئے زمیں — چوں مہ و خورشید آں روح الامیں

آگے آئے پھاڑ کر سطحِ زمیں — چاند سورج کی طرح روح الامیںؑ

از زمیں بر رست خوبی بے نقاب — آنچناں کز شرق روید آفتاب

حسن یوں نکلا زمیں سے بے نقاب — جس طرح مشرق سے نکلے آفتاب

لرزہ بر اعضائے مریمؑ اوفتاد — کو برہنہ بود و ترسید از فساد

لرزہ سا مریمؑ کے اعضا میں پڑا — تھیں برہنہ خوف سا ان کو ہوا

[1] تجھ سے خدا کی پناہ +

صورتے کہ یوسف[۱۷] ز دیدے عیاں — دست از حیرت بُریدے چوں زناں

حضرت یوسف جو صورت دیکھتے — جوں کہ زناں ہاتھوں کو اپنے کاٹتے

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل — چوں خیالے کہ برآرد سر ز دل

مثل گل مٹی سے وہ پیدا ہوئے — جس طرح تخئیل نکلے قلب سے

گشت مریمؑ بیخود و بیخویش او — گفت بجہم در پناہِ لطف ہو

ہو گئیں مریمؑ جو بیخود اور تباہ — بولیں یا اللہ دے مجھ کو پناہ

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب — در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب

کیونکہ عادت تھی یہ ان معصوم کی — لیتی تھیں غم میں پناہِ ایزدی

چوں جہاں را دید ملکے بے قرار — حازمانہ ساخت زاں حضرت حصار

دیکھا دُنیا کو جو ملک بے قرار — حزم کر کے لے لیا حق کا حصار

تا بگاہ مرگ حصنے باشدش — کہ نیابد خصم راہ مقصدش

تا کہ وہ مرنے تک اک قلعہ بنے — راہ دشمن بھی نہ اس میں پا سکے

از پناہِ حق حصارے بہ ندید — یورتگہ نزدیک آں دژ بر گزید

اس سے بہتر قلعہ کوئی بھی نہ تھا — قلعہ کے نزدیک گھر بنوا لیا

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز — کہ ازو میشد جگرہا تیر دوز

دیکھے جب غمزے وہ اسکے عقل سوز — پہنچی سینے تک نگاہِ تیر دوز

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش ہمہ — خسروانِ عقل بیہوشش ہمہ

شاہ و لشکر اس کے سب حلقہ بگوش — عقل کے سلطاں تھے، محروم ہوش

صد ہزاراں شاہ مملوکش بحق — صد ہزاراں بدر را دادہ بدق

ملکیت میں اسکی تھے سلطاں ہزار — مانند کر ڈالے مہ تاباں ہزار

۱۷ یعنی جس طرح انہیں دیکھ کر مصر کی عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔

زہرہ نے مر زہرہ را تا دم زند ‖ عقل کُلش چوں بہ بیند کم زند

زہرہ کو گویائی کا زہرہ نہ تھا ‖ عقلِ کُل کو بھی تھا سکتہ ہو گیا

من چہ گویم چوں مرا بر دوختست ‖ دمگہم را دمگہِ او سوختست

کیا لکھوں میں، مجھ کو مائل کر لیا ‖ حلق میرا حلق سے اس کے جلا

دودِ آں نارم دلیلم من برو ‖ دور از آں شہ باطل ماعبّدوا

ہوں دھواں اُس آگ کا حجت نما ‖ سب کچھ اس سے دُور اور باطل ہوا

خود نباشد آفتابے را دلیل ‖ غیرِ نورِ آفتاب مستطیل

ہو دلیلِ آفتاب اے یار کیا ‖ نورِ خورشیدِ درخشاں کے سوا

سایہ کہ بود تا دلیلِ او بود ‖ ایں بس استش کہ ذلیلِ او بود

سایہ کیا ہے جو دلیل اسکی بنے ‖ ہے مناسب بس ذلیل اس سے رہے

ایں جلالت در دلالت صادق است ‖ جملہ ادراکات پس او سابق است

برتری اُس کی صداقت کی دلیل ‖ درک پیچھے وہ ہے سابق اے جلیل

جملہ ادراکات بر خرہائے لنگ ‖ او سوارِ بادِ پرّاں چوں خدنگ

درک ہیں بار خرانِ سست و لنگ ‖ وہ سوارِ بادِ پا مثلِ خدنگ

گر گریزد کس نیابد گردِ شہ ‖ ور گریزند او بگیرد پیش رہ

گر کوئی بھاگے نہ پائے گرد بھی ‖ اور وہ بڑھ جائے آگے اے اخی

جملہ ادراکات را آرام نے ‖ وقت میدان است وقتِ جام نے

درک ہیں بے چین اس سے لا کلام ‖ وقت میداں ہے نہیں ہے وقتِ جام

آں یکے وہمے چو بازے میپرد ‖ واں یکے چوں تیغ مغفر میدرد

وہم ہے اک، جو اُڑے مثلِ ہوا ‖ خود مثلِ تیغ کاٹے دُوسرا

واں دگر چوں کشتیٔ با بادباں ‖ واں دگر اندر تراجع ہر زماں

مثلِ کشتی اک ہے با بادباں ‖ اور اک مائل بہ رجعت ہے یہاں

چوں شکارے می نماید شان ز دور	جملہ حملہ مے نمایند آں طیور
دور سے آتا ہے جب صید اک نظر	ہوتے ہیں طائر سب اس پر حملہ ور
چونکہ ناپیدا شود حیراں شوند	ہمچو چنداں سوئے ہر ویراں روند
جب وہ غائب ہو تو حیرت میں رہیں	چغد ساں ہر سمت جنگل میں اڑیں
منتظر چشمے بہم یک چشم باز	تا کہ پیدا گردد آں صید نیاز
منتظر اک آنکھ بند اور اک کھلی	تا کہ ظاہر صید وہ پھر ہو کبھی
چوں بماند دیر گویند از ملال	صید بود آں خود عجب یا بد خیال
دیر ہو جائے تو پھر با صد ملال	یوں کہیں وہ صید تھا یا اک خیال
مصلحت آں است تا یکساعتے	قوتے گیرند و زور از راحتے
مصلحت یہ ہے کہ دم لیں اک گھڑی	قوتیں آرام سے پائیں نئی
گر نبودے شب ہمہ خلقاں ز آز	خویشتن را سوختندے زاہتزاز
گر نہ ہوتی شب تو خلقت حرص سے	جلتی، ہر اک سمت پھر کے دوڑ کے
از ہوس وز حرص سود اندوختن	ہر کسے دادے بدن را سوختن
لینے کو حرص و ہوس سے فائدا	ہر کوئی دیتا بدن اپنا جلا
شب پدید آید چو گنج رحمتے	تا رہند از حرص خود یکساعتے
گنج رحمت کی طرح آتی ہے رات	حرص سے تا پائیں اک ساعت نجات
چونکہ قبضے آیدت اے راہرو	آں صلاح تست آیس دل مشو
قبض اے رہرو اگر ہو آشکار	وہ ہے اک اصلاح کیوں ہے بیقرار
زانکہ در خرجے از آں بسط و کشاد	خرج را دخلے بباید ز اعتداد
خرچ ہونے کے لئے اس بسط کے	خرچ کو بھی جمع میں کچھ دخل دے
گر ہمارہ فصل تابستاں بدے	سوزش خورشید در بستاں زدے
گر ہمیشہ فصل گرمی کی رہے	سوزش خورشید گلشن پھونک دے

منبتش را سوختے از بیخ و بن	که دگر تازه نگشتے آن کہن
پھوٹتی سبزے کو وہ جڑ پیڑ سے	تازہ ہو سکتا نہ وہ پھر سوکھ کے
گر ترش رو نیست آں دے مشفق ست	صیف خندانست اما محرق ست
سخت ہے سردی مگر ہے پھر بھی نرم	اچھی ہے گرمی مگر ہے پھر بھی گرم
چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں	تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں
قبض ہو تو بسط کر اس میں خیال	رہ شگفتہ بل نہ تو ماتھے پہ ڈال
کودکاں خنداں و دانایاں ترش	غم جگر را باشد و شادی ز شش
رنج ہو دانا کو بچوں کو خوشی	ہو جگر میں درد ششش میں تازگی
چشمِ کودک ہمچو خر در آخر ست	چشمِ عاقل در حسابِ آخر ست
چشمِ کودک تھان پر جیسے ہو خر	آنکھ ہے دانا کی آخر بیں مگر
او در آخر چرب مے بیند علف	وین ز قصاب آخرش بیند تلف
وہ طویلے میں ہے چارہ دیکھتا	اور یہ قصاب سے نقصان زدہ
آں علف تلخست کاں قصاب داد	بہرِ لحمِ ما ترازوئے نہاد
گھاس کڑوی ہے قصائی نے جو دی	گوشت لینے کو ترازو ہے رکھی
رو ز حکمت خور علف کانرا خدا	بے عوض دادست از محضِ عطا
چارہ کھا حکمت کا، جس کو کبریا	بے عوض دیتا ہے از راہِ عطا
فہم ناں کردی نہ حکمت اے رہی	چونکہ حق گفتست کلوا من رزقہ
روٹی سمجھا تو نہ حکمت اے غبی	جب کہا حق نے کلوا من رزقہ
رزقِ حکمت بہ بود در مرتبت	کاں گلوگیرت نگردد عاقبت
رزقِ حکمت مرتبے میں ہے سوا	جو نہ بالآخر ترا پکڑے گلا

۱؎ بھیپھڑا +

۲؎ اس کے رزق سے کھاؤ +

ایں وہاں بستی دہانے باز شد — کو خورندہ لقمہائے راز شد

بند کر یہ منہ تو پھر اک منہ کھلے — سر بسر لقمے جو کھائے راز کے

گر ز شیر دیو تن را وا بری — در فطام او بسے حلوا خوری

تو چھڑائے گا جو شیر دیو تن — کھائے گا حلوا بہت اے جان من

ترک جوشش کردہ ام من نیم خام — از حکیم غزنوی بشنو تمام

ترک خود میں نے کیا جوش کلام — سن حکیم غزنوی سے اے ہمام

در الٰہی نامہ گوید شرح ایں — آں حکیم غیب و فخر العارفین

کی الٰہی نامہ میں شرح ہتیں — تھے حکیم غیب فخر العارفین

غم خور و نان غم افزایاں مخور — زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر

غم تو کھا اور غم فزا روٹی نہ کھا — بچے شکر کھائیں، عاقل غم سدا

قند شادی میوۂ باغ غم ست — ایں فرح زخم ست و آں غم مرہم ست

باغ غم کا میوہ ہے شادی بھی — ہے خوشی زخم اور مرہم اسکا غم

غم چو بینی در کنارش کش بعشق — از سر ربوہ نظر کن در دمشق

غم جو دیکھے اس سے ہو جا ہمکنار — ٹیلے سے سیر دمشق اچھی ہے یار

عاقل از انگور مے بیند ہمے — عاشق از معدوم شے بیند ہمے

دیدۂ عاقل میں ہے انگور مے — چشم عاشق میں ہے ہر معدوم شے

جنگ میکردند حمالاں پریر — تو مکش تا من کشم حملش چو شیر

پرسوں حمالوں میں تھی اک جنگ یار — چھوڑ دے تو میں اٹھاؤنگا یہ بار

زانکہ در آں رنج می دیدند سود — حمل را ہر یک ز دیگر مے ربود

کیونکہ اس تکلیف میں تھا فائدہ — ایک سے تھا بوجھ لیتا دوسرا

مزد حق کو مزد آں بیچارہ کو — ایں دہد گنج بہت مزد و آں تسو

حق کی مزدوری کہاں اور یہ کہاں — گنج دہ دے یہ جلے میں کوڑیاں

گنج زرے کہ چو جستی زیر ریگ ‏— با تو باشد آں نماند مردہ ریگ

ایسا جب تو مٹی میں ملے ‏— ہو نہ ورثہ، بلکہ تیرا ساتھ دے

پیش پیش آں جنازات میدود ‏— مونس گور و غریبی مے شود

آگے آگے بھاگے لاشے کے ترے ‏— گور میں پھر مونس غربت رہے

بہر روز مرگ ایندم مردہ باش ‏— تا شوی با عشق سرّ خواجہ تاش

موت کے دن کے لئے مر جا ابھی ‏— تا ہو حاصل تجھ کو عشق سرمدی

صبر مے بیند ز پردہ اجتہاد ‏— روئے چوں گلنار و زلفین مراد

صبر دیکھے زیر رنگ اجتہاد ‏— چہرۂ گلنار، اور زلف مراد

غم چو آئینہ است پیش مجتہد ‏— کاندر آں ضد می نماید روئے ضد

مجتہد کو رنج ہے جوں آئینا ‏— یعنی اُس ضد میں ہے ضد جلوہ نما

بعد ضدّ رنج آں ضدّ دگر ‏— رو دہد یعنی کشاد کرّ و فر

بعد ضدّ رنج کے، ضد دوسری ‏— کرّ و فر کا منہ دکھائے واقعی

ایں دو وصف از پنجۂ دستت ببیں ‏— بعد قبض مشت بسط آید[1] یقیں

دیکھ دونوں وصف اپنے ہاتھ سے ‏— ہے یقینی بسط پیچھے قبض کے

پنجہ را اگر قبض باشد دائما ‏— یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا

قبض اگر حاصل ہو پنجے کو سدا ‏— یا کہ یکسر بسط، ہے اک ابتلا

زیں دو وصفش کار و مکسب منتظم ‏— چوں پر مرغ ایں دو حال او را مہم

ان دو صفتوں سے ہے بس کسب و عمل ‏— جیسے پر مرغ، مجبور دو حال

[1] یعنی جیسے مُرغ کے پر کبھی کھلتے ہیں۔ کبھی بند ہوتے ہیں ؎

روح القدس کی حضرت مریمؑ سے گفتگو

چونکہ مریم مضطرب شد یک زماں — ہمچنانکہ بر زمیں بر ماہیاں

جبکہ مریمؑ کی بڑھیں بے تابیاں — جس طرح تڑپیں زمیں پر مچھلیاں

بانگ بر وے زد نمودارِ کرم — کہ امینِ حضرتم از من مرم

یوں ہوئی گویا تجلئ کرم — میں امینِ حق ہوں مجھ سے کر نہ رم

از سرافرازانِ عزت سر مکش — اندر چنیں خوش مہرباں دم در مکش

سر سرافرازانِ عزت سے نہ کھینچ — دامن اربابِ محبت سے نہ کھینچ

ایں ہمے گفت و ذبالہ نورِ پاک — از لبش مے شد پیاپے بر سماک

وہ یہ کہتا اور شعلہ نور کا — ہونٹوں سے جاتا تھا بالائے سما

از وجودم میگریزی در عدم — در عدم من شاہم و صاحب علم

تو عدم کو مجھ سے کیوں ہے بھاگتی — ہے وہاں بھی بالیقیں میری ستھی

خود بنہ و بنگاہِ من در نیستیست — یکسوارہ نقشِ من پیشِ ستیست

نیستی میں خیمہ و لشکر مرے — نقش میرے کچھ ہیں تیرے سامنے

مریما بنگر کہ نقشِ مشکلم — ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم

دیکھ مریمؑ نقش اک مشکل ہوں میں — خود ہلال اور خود خیالِ دل ہوں میں

چوں خیالے در دلت آمد نشست — ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست

جو تصور جم گیا دل میں ترے — تو جہاں جائے ترے ہمراہ رہے

جز خیالِ عارضی باطلے — کہ بود آں چوں صبحِ کاذب آفلے

صرف اک باطل تصور کے سوا — صبحِ کاذب کی طرح جو ہو فنا

من چو صبحِ صادقم از نورِ رب — کہ نگردد گردِ روزم ہیچ شب

صبحِ صادق ہوں خدا کے نور سے — میرے دن کو رات کیونکر گھیرے

ہیں مگو لاحول عمراں زادہ ام
من ز لاحول ایں طرف افتادہ ام

دخترِ عمران نہ کہ لاحول تُو
یعنی میں لاحول سے ہوں ایک سو

ہر مرا اصل و غذا لاحول بُد
نور لاحولی کہ پیش از قول بود

اصل تھی لاحول میری اور غذا
پیشتر کُن جب نور تھا لاحول تھا

تو ہمے گیری پناہ از من بحق
من نگارندہ پناہم در سبق

تو اماں مانگے حضور اللہ کے
میں نگارندہ اماں کا پہلے سے

آں پناہم من کہ مخلصہات بود
تو اعوذ آری و من خود آں اعوذ

وہ اماں ہوں جو ہے تیری پاسباں
تو اماں مانگے، میں ہوں خود ہی اماں

آفتے نبود بتر از ناشناخت
تو بر یار و ندانی عشق باخت

ناشناسی سے بڑی آفت نہیں
یار کے پہلو میں بھی اُلفت نہیں

یار را اغیار پنداری ہمے
شادیے را نام بنہادی غمے

یار کو اغیار ہے تو جانتی
تو نے غم رکھا ہے کیوں نام خوشی

اینچنیں لطفے کہ دارد یارِ ما
تو گریزانی از و اے بے وفا

یار میں ہے اس قدر مہر و عطا
اور تو اس سے بھاگتی ہے بر ملا

اینچنیں نخلے کہ قدِ یارِ ماست
چونکہ ما دزدیم نخلش دارِ ماست

نخل اک ایسا کہ جو ہو قدِ یار
ہم چرا لیں تو بنے وہ نخل دار

اینچنیں مشکیں کہ زلفِ میرِ ماست
چونکہ بے عقلیم آں زنجیرِ ماست

مشک بو ایسی وہ زلف میر ہے
چونکہ ہم ناداں ہیں وہ زنجیر ہے

اینچنیں لطفے چو نیلے میرود
چونکہ فرعونیم بر ما خوں شود

لطف کا دریا ہے رودِ نیل سا
ہم جو ہوں فرعون، خوں بن جائیگا

خوں ہمے گوید من آبم ہیں مریز
یوسفم گرگ از تو ام اے پُر ستیز

خون کہے، پانی ہوں مجھ کو مت گرا
تھا میں یوسف، بھیڑیا تو نے کیا

تو نمے بینی کہ یارِ بردبار — چونکہ با او ضد شوی گردد چو مار
دیکھتی ہے تو کہ یارِ بُردبار — جب تو اس سے ضد کرے ہو جائے مار

لحم او و شحم او دیگر نہ شد — بر قرارِ اولست انسان کہ بُد
گوشت پوست اسکا نہ کچھ بدلا ذرا — وہ وہی انساں ہے جیسا کہ تھا

شمع مریمؑ را بہل افروختہ — کہ بخارا میرود آں سوختہ
شمع مریمؑ چھوڑ دے جلتی ہوئی — پھر بخارا جا رہا ہے متقی

سخت بے صبر و در آتشدانِ تیز — رُو سوئے صدرِ جہاں کُن ہم گریز
ہے وہ بے صبر آتش اُلفت سے تیز — جانبِ صدر جہاں پھر ہے گریز

اس وکیل کا بخارا کو جانا

ایں بخارا منبعِ[1] دانش بود — پس بخارا ئیست ہر کانش بود
یہ بخارا چشمہ ہے دانائی کا — وہ بخارا ہے جو اسکا ہو گیا

پیش شیخے در بخارا اندری — تا بخواری در بخارا ننگری
شیخ کے آگے بخارا میں ہے تو — دیکھ مت نفرت سے اس کو نیک خو

جز بخواری در بخارائے دلش — راہ ندہد جزر و مدِ مشکلش
اس کے دل تک آہ خواری کے سوا — جزر و مد مشکل کا کب ہے رہنما

اے خنک آں را کہ ذلّت نفسہٗ — وائے آنکس را کہ یردی رفسہٗ
واہ جس کا نفس رسوا ہو گیا — آہ جو اس سے ہلاکت میں پڑا

فرقتِ صدرِ جہاں در جانِ او — پارہ پارہ کردہ بود ارکانِ او
فرقت صدرِ جہاں نے دیکھئے — ٹکڑے ٹکڑے اسکے دل کے کر دیئے

[1] یعنی علم و حکمت کا سرچشمہ ہے

گفت برخیزم ہما نجا وا روم | کافر ار گشتم دگر رہ بگروم
بولا بس اٹھ کر وہیں اب جاؤں میں | کفر ہے رستے سے گر پھر آؤں میں

وا ردم آنجا بیفتم پیش او | پیش آں صدر نکو اندیش او
جاؤں میں اور اُسکے آگے گر پڑوں | صدر ہے وُہ صاحبِ علم و فنون

گویم افگندم بہ پیشت جانِ خویش | زندہ کن یا سر ببر مارا چو میش
اور کہوں حاضر ہوں تیرے سامنے | زندہ کر یا تو مرا سر کاٹ لے

کشتہ و مردہ بہ پیشت اے قمر | بہ کہ شاہ زندگاں جائے دگر
پاس تیرے مردہ اچھا ہوں میں ہاں | اور جا ہونے سے شاہِ زندگاں

آزمودم صد ہزاراں بار پیش | بے تو شیریں مے نہ بینم کار خویش
اس سے پہلے آزمایا لاکھ بار | بے ترے شیریں نہ ہو سکے میرے کار

غنّ لی یا منیتی لحن النشور | ابرکی یا ناقتی تم السرور
گا وہ نغمہ مُردہ جو زندہ کرے | اے شتر اب بیٹھ نغمے ہو چکے

ابلعی یا ارض دمعی قد کفی | اشربی یا نفس وِردًا قد صفا
اے زمیں پی، اشک کافی ہیں بہے | گھونٹ پی نفس آبِ صافِ عشق کے

عدت یا عبدی الینا مرحبا | نعم ما روحت یا ریح الصبا
بندے، میری سمت لوٹ آ، مرحبا | تو نے مجھ کو خوش کیا بادِ صبا

گفت اے یاراں روان گشتم وداع | سوئے آں صدرے کہ میرست و مطاع
بولا اے یارو میں اب رخصت ہوا | اس کی جانب جو ہے صدرِ باوفا

دمبدم در سوز بریاں مے شوم | ہر چہ بادا باد آنجا میروم
سوز میں اس کے ہیں بریاں دمبدم | ہر چہ بادا باد لو جاتے ہیں ہم

گرچہ دل چوں سنگ خارا میکند | جان من عزم بخارا میکند
دل ہے مثلِ سنگِ خارا گو گراں | پھر بخارا کی طرف ہے عزمِ جاں

مسکن یار است و شہرِ شاہِ من
پیشِ عاشق ایں بود حب الوطن
یار کا مسکن ہے، شہ کی انجمن
بس یہی عاشق کو ہے حبِ وطن

عاشق و معشوق کے سوال و جواب

گفت معشوقے بعاشق کاے فتیٰ
تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
پوچھا یوں عاشق سے اک معشوق نے
شہر دیکھے تو نے غربت میں بڑے

پس کدامیں شہر از آنہا خوشتر است
گفت آں شہرے کہ در وے دلبر است
شہر اُن سب میں ہے بہتر کونسا
بولا وہ، جو ہے مقامِ دلربا

ہر کجا باشد شہ ما را بساط
ہست صحرا گر بود سم الخیاط
جس جگہ مسکن ہو میرے شاہ کا
ناکا سوئی کا ہو، تو بھی ہے بڑا

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ
جنت است آں گرچہ باشد قعرِ چاہ
جس جگہ ہو کوئی یوسف مثلِ ماہ
ہو جناں، ظاہر میں گو ہو قعرِ چاہ

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا
با تو زنداں گلشن است اے دلربا
تجھ سے دوزخ ہے بہشت اے جانفزا
تجھ سے زنداں باغ ہے اے دلربا

شد جہنم با تو زندانِ نعیم
بے تو شد ریحان و گل نارِ جحیم
ہے جہنم تجھ سے زندانِ نعیم
بے ترے ریحان و گل نارِ جحیم

ہر کجا تو با منی من خوشدلم
ور بود در قعرِ گورے منزلم
تو جہاں ہے ساتھ خوشدل ہوں وہاں
گور میں ہو جا ہے مسکن بیگماں

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود
کہ مرا با تو سر و سودا بود
دو جہاں سے بھی ہے بہتر وہ مقام
ہو جہاں تجھ سے محبت کا قیام

بس دراز است ایں سخن در انتظار
عاشقِ صدرِ جہاں شد اشکبار
بات یہ لمبی ہے کب تک انتظار
عاشقِ صدرِ جہاں ہے اشکبار

دوستوں کا بخارا جانے سے اُسے منع کرنا

گفت او را ناصحے کاے بے خبر ‏ ‏ عاقبت اندیش اگر داری ہنر
ایک ناصح نے کہا اے بے خبر ‏ ‏ سوچ کچھ انجام اگر ہے باہنر

در نگر پس را بعقل و پیش را ‏ ‏ ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
آگا پیچھا سوچ اپنی عقل سے ‏ ‏ مثلِ پروانہ ہے جلتا کس لئے

چوں بخارا میروی دیوانۂ ‏ ‏ لائقِ زنجیر و زنداں خانۂ
گر بخارا جائے تو دیوانہ ہے ‏ ‏ لائقِ زنجیر و زنداں خانہ ہے

او ز تو آہن ہمے خاید ز خشم ‏ ‏ او ہمے جوید ترا با بیست چشم
دانت تجھ پہ پیستا ہے خشم سے ‏ ‏ بیسیوں آنکھوں سے ڈھونڈے وہ تجھے

میکند او تیز از بہرِ تو کارد ‏ ‏ او سگِ قحط است و تو انبانِ آرد
تیز کرتا ہے ترے اُوپر چھُری ‏ ‏ کال کا کتّا وہ، تو گون آٹے کی

چوں رہیدی و خدایت راہ داد ‏ ‏ سوئے زنداں میروی چونت فتاد
جب خدا نے کر دیا تجھ کو رہا ‏ ‏ قید خانے کی طرف پھر کیوں چلا

بر تو گر دہ گون موکل آمدے ‏ ‏ عقل بایستے کز ایشاں کم زدے
تجھ پہ گر ہوتے موکل دس گنے ‏ ‏ اُن سے بچتا عقل اگر ہوتی تجھے

چوں موکل نیست بر تو ہیچکس ‏ ‏ از چہ بستہ گشت بر تو پیش و پس
جب موکل کوئی بھی تجھ پر نہیں ‏ ‏ پیش و پس میں مبتلا ہے کیوں یہیں

عشقِ پنہاں کردہ بود او را اسیر ‏ ‏ آں موکل را نمے دید آں نذیر[1]
عشقِ پنہاں میں ہوا تھا وہ اسیر ‏ ‏ دیکھ سکتا کیا موکل وہ نذیر

---

[1] ڈرانے والا۔ ناصح ۔

ہر موکل را موکل مختفی ست ... ورنہ او دربند سگِ طبعی چیست

ہر موکل کا موکل ہے چھپا ... ورنہ سگِ طبعی میں وہ کیوں ہے پڑا

خشمِ شاہِ عشق بر جانش نشست ... بر عوانے و سیہ رویش ببست

غصہ شاہِ عشق کا ہے جان پر ... تھا نگہباں اسکا وُہ شام و سحر

میزند آں را کہ ہیں این را بزن ... زاں عوانان نہاں افغان من

جبر کرتا تھا کہ اس کو مار ہاں ... خفیہ جو کیداروں سے یارب فغاں

ہر کہ بینی در زیانے میرود ... گرچہ تنہا با عوانے میرود

تو جسے دیکھے کہ ہے صرفِ زیاں ... گرچہ تنہا ہو، موکل ہے نہاں

گر ازو واقف بدی افغاں زدی ... پیش آں سلطان سلطاناں شدی

ہو فغاں، گر اس کی ہو جائے خبر ... پیش شاہنشاہ جائے دوڑ کر

ریختی بر سر بہ پیش شاہ خاک ... تا اماں دیدی ز دیوِ سہمناک

شہ کے آگے، خاک سر پر ڈالتا ... تا اماں اُس دیو سے پائے ذرا

میر دیدی خویش را اے کم ز مور ... زاں ندیدی آں موکل را تو کور

میر سمجھا خود کو گو تھا مثلِ مور ... یوں موکل کو نہ دیکھا تو نے کور

غرّہ گشتی زیں دروغیں پرّ و بال ... پرّ و بالے کو کشد سوئے وبال

غرّہ ہے ان جھوٹے پر و بال پر ... یہ بلا میں ڈالتے ہیں بال و پر

پر سبک دارد رہِ بالا کند ... چوں گِل آلو شد گرانیہا کند

پر سبک ہوں، جانبِ بالا اُڑیں ... ہوں گِل آلودہ، تو پھر بھاری پڑیں

جہد کن پر را گِل آلودہ مکن ... لیک گوشت کر شد و بندم کہن

سعی کر، تا ہوں گِل آلودہ نہ پر ... پندِ کہنہ، اور تیرے کان کر

مردِ عاشق کا جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند پند	پند کم دہ زانکہ بس سخت است بند
بولا اے ناصح نصیحت تو نہ کر	ہے گرہ مشکل، نصیحت بے اثر
سخت تر شد بندِ من از پندِ تو	عشق را نشناخت دانشمندِ تو
پند سے مشکل ہوئی میری سوا	عشق کو تو نے نہ پہچانا ذرا
آں طرف کہ عشق مے افزود درد	بو حنیفہؒ و شافعیؒ درسے نکرد
تھی عیاں جس درس سے بوئے عشق کی	چھوڑ بیٹھے بو حنیفہؒ و شافعیؒ
تو مکن تہدیدم از کشتن کہ من	تشنہ زارم بخونِ خویشتن
گو ہے مرنے کا دلاتا خوف کیا	میں ہوں پیاسا آپ اپنے خون کا
عاشقاں را ہر زمانے مردنیست	مردنِ عشاق خود یکنوع نیست
عاشقوں کو موت ہے اک ہر گھڑی	مختلف ہے عاشقوں کی موت بھی
او دو صد جاں دارد از نورِ ہدیٰ	واں دو صد را میکند ہر دم فدا
اس میں سو جانیں ہیں تنویر آشنا	اور انہیں کرتا ہے وہ ہر دم فدا
ہر یکے جاں را ستاند دہ بہا [1]	از نبی خواں عشرۃ امثالہا
لیتا ہے اک جان کے دس دس صلے	عشرۃ امثالہا گر تو پڑھے
گر بریزد خونِ من آں دوست رو	پائے کوباں جاں برافشانم برو
دوست گر مجھ سے ہو خواہشمند خون	دوڑ کر میں جان اس پر وار دوں
آزمودم مرگِ من در زندگیست	چوں رہم زیں زندگی پایندگیست
مجھ کو تو اس زندگی میں ہے فنا	جب چھٹا اس زندگی سے ہے بقا

[1] اس کے دس عوض ہیں۔

اقتلونی اقتلونی یا ثقات ‌ ‌ ‌ ان فی قتلی حیاتاً فی حیات
قتل کر ڈالو مجھے اے دوستو ‌ ‌ ‌ ہے حیات اس قتل میں میری سنو

یا منیر الخد یا روح البقا ‌ ‌ ‌ اجتذب قلبی وجد لی باللقا
اے منور چہرہ اے روح بقا ‌ ‌ ‌ روح کو کر جذب، کر محو لقا

لی حبیب حبہ یشوی الحشا ‌ ‌ ‌ لو یشا یمشی علی عینی مشا
عشق دلبر نے دیا دل کو جلا ‌ ‌ ‌ وہ پھرے آنکھوں میں گر ہے چاہتا

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر است ‌ ‌ ‌ عشق را خود صد زبان دیگر است
فارسی لکھ گرچہ عربی ہے بھلی ‌ ‌ ‌ اور بھی ہیں سو زبانیں عشق کی

بوئے آں دلبر چو پراں میشود ‌ ‌ ‌ ایں زباں ہا جملہ حیراں میشود
اڑتی ہیں بوئیں جو اس دلدار کی ‌ ‌ ‌ ہوتی ہیں حیراں زبانیں یہ سبھی

بس کنم دلبر در آمد در خطاب ‌ ‌ ‌ گوش شو واللہ اعلم بالصواب
بس کروں اب یار کرتا ہے خطاب ‌ ‌ ‌ سن ذرا واللہ اعلم بالصواب

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنوں زترس ‌ ‌ ‌ کو چو عیاراں کند بر دار درس
اب جو کی عاشق نے توبہ خوف سے ‌ ‌ ‌ کب وہ درس عشق سولی پر پڑھے

گرچہ آں عاشق بخارا میرود ‌ ‌ ‌ نے بدرس و نے باستا میرود
گرچہ عاشق ہے بخارا کو رواں ‌ ‌ ‌ پڑھنے وہ جاتا نہیں لیکن وہاں

خلع کن خود را ز خود بیزار شو ‌ ‌ ‌ بعد ازاں اندر حرم برکار شو
خلع کر کے خود سے خود بیزار ہو ‌ ‌ ‌ اور پھر مصروف کاروبار ہو

عاشقاں را خود مدرس حسن دوست ‌ ‌ ‌ دفتر و درس و سبق شاں روئے اوست
عاشقوں کا ہے مدرس حسن یار ‌ ‌ ‌ اور ہے ان کا سبق روئے نگار

خامشند و نعرہ تکرار شاں ‌ ‌ ‌ میرود تا عرش و تخت یار شاں
وہ ہیں خاموش اور نعرہ یک بیک ‌ ‌ ‌ عرش تک جاتا ہے تخت یار تک

درسِ شاں آشوب و چرخ و زلزلہ ۔ نے زیادات ست و بابِ سلسلہ[۵۱]

درس اُن کا وجد و حال و ولولہ ۔ کب زیادات اور بابِ سلسلہ

سلسلہ ایں قوم جعدِ مشکبار ۔ مسئلہ دور ست اما دورِ یار

سلسلہ اس قوم کا زلفِ نگار ۔ مسئلہ ہے دَور کا، ہے دَورِ یار

مسئلہ کیس[۵۲] ار بپرسد کس ترا ۔ گو نگنجد گنجِ حق در کیسہا

بس کہ کا پوچھے جو کوئی مسئلہ ۔ کہ سمائے گنجِ حق کیسے ہیں کیا

گر دمِ خلع و مبارا میرود ۔ بد مبین ذکرِ بخارا میرود

ہے اگر خلع[۵۳] و مبارا کا بیان ۔ بد نہ کہ، ذکرِ بخارا ہے بیاں

ذکرِ ہر چیزے دہد خاصیتے ۔ زانکہ دارد ہر عرض ماہیتے

ذکر میں ہر چیز کے ہے خاصیت ۔ کیونکہ ہے ہر اک عرض کی ماہیت

در بخارا در ہنرہا بالغی ۔ چوں بخاری رو نہی زو فارغی

تو بخارا میں ہوا صاحبِ ہنر ۔ بے ہنر ہے جوں بخاری ہے اگر

آں بخاری غصۂ دانش نداشت ۔ چشم بر خورشیدِ بینش میگماشت

تھا بخاری کو نہ غصہ عقل کا ۔ بلکہ تھا خورشیدِ بینش دیکھتا

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ ۔ او ز دانشہا نجوید دستگاہ

وہ جسے خلوت کی بینائی ملے ۔ عقل و دانائی سے بے پروا رہے

---

۵۱ زیادات اور سلسلہ دو کتابوں کے نام ہیں ۔

۵۲ مسائل فقہ میں ایک مسئلہ کیس کا بھی ہے اور وہ اس طرح کہ ایک شخص بے تعیین روپے کا کیسہ کسی کے پاس امانت رکھے اور پھر اس کیسہ میں زیادتی کا دعویٰ کرے بغیر کسی دلیل و برہان کے ۔ ۵۳ خلع اور مبارا طلاق کی دو قسمیں ہیں ۔

با جمالِ جاں چو شد ہم کاسۂ ۔۔۔ باشدش زاخبار دانش تاسۂ
ہم پیالہ جو جمالِ جاں سے ہو ۔۔۔ بار سمجھے وہ نظامِ عقل کو

دید بر دانش بود علت فزا ۔۔۔ زیں ہمے دنیا بچربد عامہ را
دید دانش ہوئی ہے علت فزا ۔۔۔ اس لئے ہیں عام دُنیا پر فدا

زانکہ دنیا را ہمے بینند عین ۔۔۔ وآنجہانے را ہمے دانند دین
کیونکہ وہ دنیا کو سمجھے ہیں بجا ۔۔۔ آخرت کو قرض جانیں بر ملا

کایں جہاں را نقد مے بینند فاش ۔۔۔ واں جہان را نسیہ مے بینند لاش
اس جہاں کے نقد پر ہے اعتبار ۔۔۔ اس جہاں کو ہیچ جانیں اور اُدھار

باز رو سوئے حدیثِ آں جواں ۔۔۔ کز غمِ صدرِ جہاں شد ناتواں
پھر بیاں کر ماجرائے نوجواں ۔۔۔ ہے غمِ صدرِ جہاں سے ناتواں

بخارا کی طرف عاشق کی روانگی

رو نہاد آں عاشق خونابہ ریز ۔۔۔ دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز
ہو گیا آخر وہ با آہ و فغاں ۔۔۔ گرم رَو سوئے بخارا دل تپاں

ریگِ آمو[1] پیشِ او ہمچوں حریر ۔۔۔ آبِ جیحوں پیشِ او چوں آبگیر
ریگِ آمو تھی اُسے مثلِ حریر ۔۔۔ آبِ جیحوں اُس کے آگے آبگیر

آں بیاباں پیشِ او چوں گلستاں ۔۔۔ مے فتاد از خندہ اش خوں گلستاں
تھا وہ جنگل اس کو مثلِ گلستاں ۔۔۔ باغ تھا اس کی ہنسی سے خوں نشاں

در سمرقند است قند اما لبش ۔۔۔ از بخارا یافت و آں شد مذہبش
قند ہے گرچہ سمرقندی مگر ۔۔۔ اس کے لب نے لی بخارا سے شکر

[1] آمو ایک شہر کا نام ہے جو ساحلِ جیحون پر واقع ہے

اے بخارا عقل افزا بودۂ — لیک از من عقل و دیں بربودۂ
اے بخارا تو رہا دانش فزا — مجھ سے لیکن عقل و دیں سب لیگیا

بدر ہیجویم از آنم چوں ہلال — صدر ہیجویم دریں صفّ نعال
ہوں ہلال اب کیونکہ ڈھونڈوں بدر کو — گو ہوں پچھلی صف میں ڈھونڈوں صدر کو

چوں سوادِ آں بخارا را بدید — در سوادِ غم بیاضے شد پدید
آئی جب سرحد بخارا کی نظر — شام غم میں تھی سپیدی جلوہ گر

ساعتے افتاد بیہوش و دراز — عقل او پرید در بستانِ راز
دیر تک بیہوش اور بیخود رہا — عقل باغِ راز میں پہنچی بجا

بر سر و رویش گلابے میزدند — از گلابِ عشق او غافل بدند
اس کے منہ پر سب چھڑکتے تھے گلاب — تھے گلابِ عشق سے سب باحجاب

او گلستانے نہانے دیدہ بود — غارتِ عشقش ز خود ببریدہ بود
اس نے اک گلزار دیکھا تھا نہاں — عشق نے لوٹا تھا اسکو بیگماں

تو فسردہ درخورِ ایں دم نۂ — با شکر مقروں نۂ گر خود نئی
تو فسردہ عشق کے قابل نہیں — نَے ہے اور خالی شکرؔ سے بایقیں

رختِ عقلت با تو ہست و عاقلی — وز جنودٌ الم تروہا غافلی
عقل تیرے پاس ہے عاقل ہے تو — لمؔ تروہا سے مگر غافل ہے تو

ایں سخن پایاں ندارد تیز راں — تا رود سوئے بخارا آں جواں
بات یہ لمبی ہے آگے ہو رواں — تا چلے سوئے بخارا وہ جواں

لہ اس آیہ شریف کی طرف اشارہ ہے "وانزل جنوداً لم تروھا" یعنی اس نے لشکر نازل کئے۔ جنہیں کوئی دیکھ نہ سکا۔

عاشق کا بخارا پہنچنا

اندر آمد در بخارا شادماں — پیش معشوق خود و دار الاماں

پہنچا وہ آخر بخارا شادماں — کوئے جاناں میں جو تھا دار الاماں

ہمچو آں مستے کہ پرد بر اثیر — مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر

مست جیسے چرخ پر ہو کیف بار — چاند کر لیتا ہے جس کو ہمکنار

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز — پیش از پیدا شدن منشیں گریز

جس نے بھی دیکھا بخارا میں اٹھے — بولا اٹھ، ہے بھاگنا لازم تجھے

کہ ترا مے جوید آں شہ خشمگین — تا کشد از جان تو دہ سالہ کیں

ڈھونڈتا ہے شاہ تجھ کو خشمگیں — تا کرے دس سال کا بدلہ یہیں

اللہ اللہ در میا در خون خویش — تکیہ کم کن بر دم و افسون خویش

اللہ اللہ خون اپنا خود نہ کر — کر نہ تکیہ سحر اور افسون پر

شحنۂ صدرِ جہاں بودی و راد — معتمد بودی مہندس اوستاد

شحنۂ صدرِ جہاں تھا با مراد — معتمد تھا ہندسہ کا اوستاد

ہم مشیرش بودی و ہم محترم — گشتہ از بہر گناہے متہم

تو مشیر اُس کا تھا اور تھا محترم — ہو گیا تھا اک خطا سے متہم

عذر کردی وز جزا بگریختی — رستہ بودی باز چوں آویختی

عذر کر گئے تو جزا سے تھا بچا — خود بخود پھنسنے کو پھر کیوں آ گیا

از بلا بگریختی با صد حیل — ابلہی آوردت اینجا یا اجل

مکر کر کے تو بلاؤں سے چھٹا — بیوقوفی لائی تجھ کو یا قضا

ایکہ عقلت بر عطارد دق کند — عقل و عاقل را قضا احمق کند

عقل تیری گو عطارد سے لڑے — عقل و عاقل کو قضا احمق کرے

نخس خرگوشے کہ باشد شیر جو ‎ ‎ زیرکی و عقل و چالاکیت کو

نخس ہے خرگوش جو ہو شیر جو ‎ ‎ عقل و چالاکی کہاں ہے نیک خو!

ہست صد چندیں فسونہائے قضا ‎ ‎ گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا

ہیں قضا کے مکر لاکھوں۔ ہے کہا ‎ ‎ تنگ ہو میدان جب آئے قضا

صد رہ و مخلص بود از چپ و راست ‎ ‎ از قضا بستہ شود گر اژدہاست

بھاگنے کے سو ہیں رستے جا بجا ‎ ‎ پر قضا باندھے، اگر ہو اژدہا

عاشق کا جواب

گفت من مستسقیم آبم کشد ‎ ‎ گرچہ میدانم کہ ہم آبم کشد

بولا مستسقی ہوں، اور جاذب ہے آب ‎ ‎ جانتا ہوں پانی ہے موت اے جناب

ہیچ مستسقی نبگریزد ز آب ‎ ‎ گر دو صد بارش کند مات و خراب

بھاگتا پانی سے مستسقی نہیں ‎ ‎ گرچہ وہ بے حد اسے کر دے حزیں

گر برآماسد مرا دست و شکم ‎ ‎ عشق آب از من نخواہد گشت کم

سوج جائیں گو مرے دست و شکم ‎ ‎ عشق پانی کا مگر ہو گا نہ کم

گویم آنگہ کہ بپرسند از بطون ‎ ‎ کاشکے بحرم رواں بودے درون

یہ کہوں۔ پوچھیں جو مجھ سے بیگماں ‎ ‎ کاش ہوتا دل میں اک دریا رواں

خنبک اشکم گو بدر از موج آب ‎ ‎ گر بمیرم ہست مرگم مستطاب

پیٹ کی گو مشک پانی سے پھٹے ‎ ‎ اور مروں تو خوب ہے مرنا مجھے

من بہر جائے کہ بینم آب جو ‎ ‎ رشکم آید بودمے من جائے او

دیکھوں چشمہ میں جہاں بہتا ہوا ‎ ‎ رشک آئے ہیں نہ کیوں چشمہ ہوا

دست ہمچوں دف شکم ہمچوں دہل ‎ ‎ طبل عشق آب مے کوبم چو گل

ہاتھ مثل دف شکم مثل ڈھول ‎ ‎ طبل عشق آب کوٹوں مثل گل

گر بریزد خونم آں روح الامین ؎ جرعہ جرعہ خوں خورم ہمچوں زمیں

خون کر دے گر مرا روح الامیں ؎ جرعہ جرعہ خون ہیوں مثلِ زمیں

چوں زمین و چوں جنیں خونخوارہ ام ؎ تا کہ عاشق گشتہ ام ایں کارہ ام

جوں زمیں و بچّہ میں خونخوار ہوں ؎ ہوں میں جب سے شیفتہ ہے یہ جنوں

شب ہمے جوشم در آتش ہمچو دیگ ؎ روز تا شب خوں خورم مانندِ ریگ

جوش میں رہتا ہوں شب بھر مثلِ دیگ ؎ اور دن بھر خوں ہیوں مانندِ ریگ

من پشیمانم کہ مکر انگیختم ؎ از مرادِ خشمِ او بگریختم

ہوں پشیماں میں نے حیلہ کیوں کیا ؎ اس کے غصّے سے میں کیوں بھاگا پھرا

گو براں بر جانِ مستم خشمِ خویش ؎ عیدِ قرباں اوست عاشق گاؤ میش

کہدو میری جان پر چھریاں چلائے ؎ عیدِ قرباں وہ ہے اور عاشق ہے گائے

گاؤ اگر خسپد و گر چیزے خورد ؎ بہرِ عید و ذبح خود مے پرورد

گائے گو سوتی رہے یا کچھ چرے ؎ پلتی ہے وہ عید ہی کے واسطے

گاوِ موسیٰؑ داں مرا جاں دادہ ؎ جزو جزوم حشر ہر آزادہ

گاوِ موسیٰؑ سے ملی ہے مجھ کو جاں ؎ حشر ہے آزاد کا ہر جزو ہاں

گاوِ موسیٰؑ بود قرباں گشتہ ؎ کمتریں جزوش حیاتِ کشتہ

گاوِ موسیٰؑ تھی وہ قربان و فدا ؎ اس کا کمتر جُز حیاتِ کشتہ تھا

بر جہید آں کشتہ زآسیبش زجا ؎ در خطابِ اِضْرِبُوْہُ بِبَعْضِہَا

اس کے صدمے سے وہ کشتہ جی اُٹھا ؎ اِضْرِبُوْہُ بِبَعْضِہَا[1] کہتا ہوا

یا کرامی اذبحوا ہٰذا البقر ؎ اِن اردتم حشر ارواح النظر

ذبح کر دو دوستو اس گائے کو ؎ حشرِ جان و روح کا گر عزم ہو

[1] اس کے بعض اجزا کو مارو ✦

از جمادی مُردم و نامی شدم	وز نما مُردم بحیواں سر زدم
خاک سے جب میں چھٹا سبزہ ہوا	جب چھٹا سبزے سے حیواں ہو گیا
مُردم از حیوانی و آدم شدم	پس چہ ترسم کے ز مُردن کم شدم
مر کے حیوانوں میں پھر آدم ہوا	کیوں ڈروں میں موت سے کیا کم ہوا
حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا برآرم از ملائک بال و پر
آدمی بن کر جو اب موت آئے گی	قدسیوں کے بال و پر دے جائیگی
وز ملک ہم بایدم جستن ز جُو	کل شیئٍ ہالک الا وجہہ
ان سے بڑھنا چاہئے اب سوئے ہُو	کل شیئٍ ھالک الا وجھہٗ [1]
بار دیگر از ملک قرباں شوم	آنچہ اندر وہم ناید آں شوم
پھر ملائک سے نکل قرباں ہوں	وہم میں بھی جو نہ آئے وہ بنوں
پس عدم گردم عدم چوں ارغنون	گویدم کانا الیہ راجعون
پھر عدم ہو جاؤں وہ جوں ارغنوں	یوں کہے انا الیہ راجعون [2]
مرگ دان آنکہ اتفاق امت است	کآب حیوانے نہاں در ظلمت است
اتفاق امّت کا جان اموات میں	آب حیواں ہے نہاں ظلمات میں
ہمچو نیلوفر برو زیں طرف جو	ہمچو مستسقی حریص آب جو
مثل نیلوفر کنارے سے تو جا	مثل مستسقی کے پانی ڈھونڈ لا
مرگ او آبست او جویائے آب	میخورد واللہ اعلم بالصواب
پانی اس کی موت وہ جویائے آب	پیتا ہے واللہ اعلم بالصواب
اے فسردہ عاشق ننگیں نمد	کو ز بیم جان و جاناں میرمد
جو نمد پوش اور خالی عشق سے	بھاگے جاناں سے وہ ڈر سے جان کے

سلہ اس کی ذات کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہو جانیوالی ہیں ۔

سلہ بے شک ہم خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہیں ۔

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زناں
صد ہزاراں جاں نگر دستک زناں

عشق میں اُس کے ذرا کر غور ہاں
لاکھوں جانیں پیٹتی ہیں تالیاں

جوئے دیدی کوزہ اندر جوئے ریز
آب را از جوئے کے باشد گریز

ندی دیکھی۔ کوزہ دے ندی میں ڈال
پانی کو ندی سے کب ہے انفعال

آب کوزہ چوں در آب جو شود
محو گردد در وے وجو او شود

پانی کوزے کا اگر ندی میں جائے
خود بنے ندی جو ندی میں سمائے

وصف او فانی شود ذاتش بقا
زیں سبب نے کم شود نے بد لقا

وصف ہو فانی۔ ملے ذاتی بقا
اس طرح کم ہو۔ نہ ہو وہ بد نما

خویش را بر نخل او آویختم
عذر آں را کہ از و بگریختم

خود کو اس کے نخل پر لٹکا دیا
عذر اس کا ہے کہ بھاگا کیوں میں تھا

ہمچو گوئے سجدہ کن بر رُو و سر
جانب آں صدر شد با چشم تر

سجدہ کرتا گیند کی صورت چلا
صدر کی جانب بہت روتا ہوا

با رخ چوں زعفران و اشک رواں
رفت آں بیدل بسوئے صدر جہاں

منہ تھا مثلِ زعفران، آنسو رواں
وہ گیا بیدل بسوئے صدرِ جہاں

عاشق کا معشوق کے پاس پہنچنا

ہم کفن ہم تیغ اندر دستِ او
چونکہ بود او عاشق سرمستِ او

ہاتھ میں اس کے کفن تھا۔ تیغ بھی
تھا وہ عاشق۔ اس کی سرمستی بڑھی

جملہ خلقاں منتظر سر در ہوا
کش بسوزد یا بر آویزد ورا

منتظر تھی ہر طرف خلقِ خدا
دیکھیں سولی دے اُسے۔ یا دے جلا

ایں زماں ایں احمق یک لخت را
آں نماید کہ زمان بدبخت را

ساتھ اس احمق کے اب ہوگا وہی
جو کرے بدبخت سے دنیا بدی

ہمچو پروانہ شرر را نور دید ۔۔۔ احمقانہ در فتاد از جاں برید

نور سمجھا شعلے کو پروانہ وار ۔۔۔ احمقانہ اس پہ جاں کر دی نثار

لیک شمع عشق چوں آں شمع نیست ۔۔۔ روشن اندر روشن اندر روشنیست

کب ہے شمع عشق مثل اس شمع کے ۔۔۔ وہ تو ہر دم روشن و تاباں ہے

او بعکس شمعہائے آتشیست ۔۔۔ مینماید آتش و جملہ خوشیست

وہ ہے بر عکس چراغ آتشی ۔۔۔ تجھ کو آگ آئے نظر ہے پر خوشی

ایک مسجد اور عاشق کی کہانی

یک حکایت گوش کن اے نیک پے ۔۔۔ مسجدے بد بر کنار شہر رے

اک حکایت مجھ سے سن اے نیک پے ۔۔۔ ایک مسجد تھی کنار شہر رے

ہیچکس در وے نخفتے شب ز بیم ۔۔۔ کہ نہ فرزندش شدے آنشب یتیم

خوف سے شب کو کوئی سوتا نہ تھا[1] ۔۔۔ تا نہ ہو بچہ یتیم اس شخص کا

ہر کہ در وے بیخبر چوں گور رفت ۔۔۔ صبحدم چوں اختراں در گور رفت

بے خبر جو کور سا اس میں گیا ۔۔۔ مثل اختر صبحدم مدفن میں تھا

خویشتن را نیک ازیں آگاہ کن ۔۔۔ صبح آمد خواب را کوتاہ کن

اپنے کو اس سے ذرا آگاہ کر ۔۔۔ صبح آئی خواب کو کوتاہ کر

ہر کسے گفتے کہ پریانند تند ۔۔۔ اندر آں مہماں کشاں با تیغ کند

کوئی کہتا تھا کہ پریاں ہیں یہاں ۔۔۔ تیغ سے کرتی ہیں قتل میہماں

واں دگر گفتے کہ سحرست و طلسم ۔۔۔ کہ رصد بستہ است بہر جان و جسم

کوئی کہتا تھا کہ ہے سحر و طلسم ۔۔۔ اور رصد باندھی ہے بہر جان و جسم

[1] یعنی اس خوف سے کوئی شخص اس مسجد میں رات کو نہ سوتا تھا کہ کہیں وہ مر نہ جائے اور اس کا بچہ یتیم نہ ہو جائے ۔

آں دگر گفتے کہ بر نہ نقش فاش ۔ بر درش کالے مہماں اینجا مباش

کوئی کہتا لکھ کے در پر دو لگا ۔ ٹھہرے مسجد میں نہ کوئی باوفا

شب مخسپ اینجا اگر جاں بایدت ۔ ورنہ مرگ اینجا کمیں بکشایدت

جان پیاری ہے تو شب کو سو نہ یاں ۔ موت ورنہ چھپ کے آئے ناگہاں

واں دگر گفتا کہ قفلے بر نہید ۔ غافلے کاید شما کم رہ دہید

کوئی کہتا تھا کہ دو تالا لگا ۔ تا کوئی غافل نہ پائے راستا

اس مہمان کش مسجد میں ایک مہمان کا آنا

تا یکے مہماں در آمد وقت شب ۔ کہ شنیدہ بود آں صیت عجب

آیا اک مہمان شب کو ناگہاں ۔ سن چکا تھا جو یہ ساری داستاں

از برائے آزموں مے آزمود ۔ زانکہ بس مردانہ و جانباز بود

امتحاں اس کا اسے منظور تھا ۔ کیونکہ جانبازی میں وہ مشہور تھا

گفت کم گیرم سر و اشکمبۂ ۔ رفتہ گیر از گنج زریک حبہ

بولا تم کرنا نہ کچھ ماتم مرا ۔ یوں سمجھنا گنج سے پیسہ گیا

صورت تن گو برو من کیستم ۔ نقش کم نابد چو من باقیستم

صورت تن کیا ہے اس پہ کیا ہوں میں ۔ نقش کیا کم ہو اگر زندا ہوں میں

چوں نفخت بود از لطف خدا ۔ نفخ حق باشم ز نائے تن جدا

جو نفخت لطف حق تھا برملا ۔ نفخ حق ہوں جسم کی نے سے جدا

تا نیفتد بانگ نفخش ایں طرف ۔ تا رہد آں گوہر از تنگیں صدف

گر ادھر آئے نہ نغمہ نفخ کا ۔ تنگ سیپی سے ہو موتی کیا رہا

چوں تمنوا الموت گفت اے صادقیں ۔ صادقم جاں را برافشانم بریں

جب تمنوا الموت اس نے کر دیا ۔ ہوں میں صادق جان کر دونگا فدا

اہلِ مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ | تا نگوید جان ستانت ہمچو کسپ
لوگ بولے۔ تو نہ سو اس جا ارے | جان لیوا کھل نہ کر ڈالے تجھے

کہ غریبی و نمیدانی تو حال | کاندرینجا ہر کہ خفت آمد زوال
تو مسافر ہے۔ خبر تجھ کو کہاں | جو یہاں سویا۔ ہوا وہ رائگاں

اتفاقی نیست اینجا بارہا | دیدہ ایم و جملہ اصحابِ نہی
اتفاقی کیا، کہ اکثر سانحے | ہم نے دیکھے اور اہلِ عقل نے

ہر کہ اندر مسجد شب مسکن شدش | نیم شب مرگ ہلاہل آمدش
شب کو اس مسجد میں جو ساکن ہو | نصف شب کو آ گئی اس کی قضا

از یکے تا با صد ایں را دیدہ ایم | نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ایم
ہاں سو ایسے ہیں دیکھے۔ ایسا کیا | ہم نے تقلیدًا نہیں کچھ بھی سنا

گفت الدین النصیحہ آں رسول | آں نصیحت در لغت ضدِ غلول
بولے الدین النصیحہ[2] مصطفیٰ | ضد تھی اس کی نصیحت ہے بجا

آں نصیحت راستی در دوستی | در غلولی خائنی سگ تو ستی
ہے نصیحت دوستی میں راستی | تو جو ہے حق پوش۔ خائن واقعی

بے خیانت ایں نصیحت از وداد | می نمائیمت مگرد از عقل و داد
بے خیانت یہ نصیحت ہم تجھے | کر رہے ہیں۔ ہو نہ گمرہ عقل سے

[1] حاشیہ صفحہ گذشتہ قولہ تعالیٰ: فتمنوا الموت ان کنتم صادقین۔ اگر تم سچے ہو۔ تو موت کی تمنا کرو۔

[2] دین نصیحت ہے۔

عاشق کا جواب

گفت اے ناصحان من بے ندم — از جہان زندگی سیر آمدم
بولا - لوگو! اگرچہ میں نادم نہیں — زیست سے ہوں تنگ لیکن بالیقیں

منبلم بے زخم ناساید تنم — عاشقم بر زخمہا برمے تنم
سست ہوں - بے زخم کیا آرام آئے — زخم سے رغبت ہے ہیں عاشق ہوں ہائے

منبلے ام زخم جو و زخم خواہ — عافیت کم جوئے از منبل براہ
میں ہوں کاہل - زخم ہی پر ہوں فدا — جو ہو کاہل عافیت اس کی ہے کیا

منبلے نے کو بود خود برگ جو — منبلے ام لاابالی مرگ جو
سست کب ہوں فکر بار و برگ میں — میں ہوں ناکارہ تلاش مرگ میں

منبلے نے کو بکف پول آورد — منبلے چستی کزیں پل بگذرد
لب ہوں وہ بیکار - مال و زر جو لے — سست وہ ہوں - جو یہ رستہ چھوڑ دے

آں نہ کو بر ہر دکانے میزند — بل جہد از کون و بر کانے زند
وہ نہیں - جائے جو ہر دکان پر — بلکہ دنیا چھوڑ دے ایمان پر

مرگ شیریں گشت و نقلم زیں سرا — چوں قفص ہشتن پریدن مرغ را
مجھ کو شیریں مرگ اور نقل مکاں — جس طرح ہو مرغ پنجرے سے رواں

آں قفص کہ ہست عین باغ در — مرغ مے بیند گلستان و شجر
وہ قفس جو باغ میں رکھا ہوا — مرغ ہے جس سے بہاریں دیکھتا

جوق مرغاں از بروں گرد قفص — خوش ہمے خوانند از آزادی قصص
مرغ لاکھوں اس قفس کے آس پاس — ذکر آزادی ہیں کرتے حق شناس

مرغ را اندر قفص زاں سبزہ زار — نے خورش ماندست نے صبر و قرار
ہے قفس میں بند مرغ سبزہ زار — کھاتا پیتا ہے - نہ ہے صبر و قرار

سر زہر سوراخ بیروں میکند	تا بود کایں بند از پا بر کند
سر نکالے اپنا ہر سوراخ سے	شاید اس زنداں سے باہر جا سکے
چوں دل و جانش چنیں بیروں بود	آں قفس را در کشائی چوں بود
جب دل و جاں اسکے یوں باہر رہیں	حال کیا ہو گر قفس کو کھول دیں
نے چناں مرغ قفس کہ اندہاں	گربہ بر گردش گرفتہ گربگاں
مرغ وہ ہو جو قفس میں اور اسے	بلیاں باہر سے ہوں گھیرے ہوئے
کے بود او را در آں خوف و حزن	آرزوئے از قفس بیروں شدن
کب ہو اس خوف و بلا میں اے اخی	آرزو پنجرے سے باہر آنے کی
او ہمے خواہد کزیں ناخوش قفص	صد قفص باشد بگرد ایں قفص
وہ یہی چاہے کہ گرد اس پنجرے کے	اور سو پنجرے ہوں تا وہ بچ سکے

حکیم جالینوس کا قول

آنچنانکہ گفت جالینوس راد	از ہوائے ایں جہان و از مراد
جس طرح ہے قول جالینوس کا	حرص دنیا کے لئے سن اے فتا
راضیم کز من بماند نیم جاں	کہ ز کون استرے بینم جہاں
میں ہوں راضی حال رہوں گر نیم جاں	گوں سے خچر کی دیکھوں یہ جہاں
گربہ مے بیند بگرد خود قطار	مرغش آیس گشتہ بودست از مطار
دیکھے بلی گرد اپنے اک قطار	مرغوں کی جو اڑنے سے واماندہ کار
یا عدم دیدہ است غیر ایں جہاں	در عدم نادیدہ او حشر نہاں
یا عدم دیکھا جہاں کے ماسوا	اور عدم میں حشر دیکھا ہی نہ تھا
چوں جنیں کشش میکشند بیروں کرم	میگریزد او سپس سوئے شکم
جیسے کھینچے بچے کو حق کا کرم	اور وہ ہے بھاگتا سوئے شکم

لطف رویش سوئے مصدر میکند — او مقر در پشتِ مادر میکند
لطف اس کے مُنہ کو سوئے در کرے — پشتِ مادر میں وہ اپنا گھر کرے

کہ اگر بیروں نہم زیں شہر گام — اے عجب دیگر نہ بینم ایں مقام
میں اگر رکھوں ذرا باہر قدم — ایسی مشکل ہو پھر تو یک قلم

یا درے بودے دریں شہرِ وخم — تا نظارہ کردمے اندر رحم
یا کہ ہوتا ایک در اس شہر میں — تا رحم سے ہوتا نظارہ ہمیں

یا چو چشمِ سوزنے راہم بدے — کہ ز بیروں آں رحم دیدہ شدے
ہوتا ناکے کی طرح یا راستا — میں ذرا باہر رحم سے جھانکتا

اینچنیں ہم غافلست از عالمے — ہمچو جالینوس او نامحرمے
بچہ ہے غافل یونہی مردِ خدا! — جیسے جالینوس نامحرم رہا

او نداند کاں رطوبتہا کہ ہست — آں مدد از عالمِ بیرونی ست
وہ نہ جانے ہر رطوبت کی سند — عالمِ بیروں سے ہے اس کو مدد

آنچنانکہ چار عنصر در جہاں — صد مدد دارد ز شہرِ لامکاں
اور جو عنصر چار کہلاتے ہیں یہ — لامکاں سے سَو مدد پاتے ہیں یہ

آب و دانہ در قفص گر یافتہ است — آں ز باغ و عرصۂ در یافتہ است
آب و دانہ جو قفس میں ہے ملا — باغ و صحرا سے وہ ہے آیا ہوا

جانہائے انبیا بینند باغ — زیں قفص در وقتِ نقلان و فراغ
دیکھتی ہیں جانیں نبیوں کی وہ باغ — اس قفس سے جبکہ ملتا ہے فراغ

پس ز جالینوس و عالم فارغند — ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغند
ہیں جدا دُنیا و جالینوس سے — چاند سے روشن ہیں اوپر چرخ کے

ور ز جالینوس ایں قول افتریست — پس جوابم بہرِ جالینوس نیست
گر یہ ہے بہتان جالینوس پر — وہ نہیں میرا مخاطب اے پسر

این جواب آنکس آمد کاین بگفت
که نبود سلطنت دلے بانور جفت

یہ جواب اس کو ہے جسنے یوں کہا
نور سے اس کو تعلق کچھ نہ تھا

مرغ جانش موش شد سوراخ جو
چون شنید از گربگان او عرّ خو

مرغ جاں جوں موش بل ہے ڈھونڈتا
بلی کے غرّانے کی سن کر صدا

زان سبب جانش وطن دید و قرار
اندرین سوراخ دنیا موش وار

اس لئے ہے جان کو اسکی قرار
دہر کے سوراخ میں اب موش وار

ہم درین سوراخ بنّائی گرفت
در خور سوراخ دانائی گرفت

اس نے معماری یہاں سیکھی ذرا
قدر سوراخ اسکو فہم اس جا ملا

پیشہائے کہ مرا اورا مزید
اندرین سوراخ کار آید گزید

ایسے پیشے جو بآسانی اُسے
کام اس سوراخ میں دیں، لے لئے

زانکہ دل برکند از بیرون شدن
بستہ شد راہ رہیدن از بدن

کیونکہ باہر آنے سے دل تھا پھرا
بند رستہ جسم نے اس کا کیا

عنکبوت ار طبع عنقا داشتے
از لعابے خیمہ کے افراشتے

طبع عنقا ملتی مکڑی کو اگر
یہ جیب ہے منہ کے بناتی کیوں وہ گھر

گربہ کردہ چنگ خود اندر قفص
نام چنگش درد و سرسام و مغص

پنجہ بلی نے دبو اندر رکھ دیا
درد اور سرسام نام اسکا رکھا

حصبہ و قولنج و مالیخولیا
سکتہ و سلّ و جذام و ماشرا

چیچک اور قولنج و مالیخولیا
سکتہ و سل اور جذام و ماشرا

گربہ مرگ است و مرض چنگال او
مینزند بر مرغ و پرّ و بال او

موت بلیّ اور پنجہ ہے مرض
مرغ پر وہ مارتی ہے الغرض

سال دوم

گوشہ گوشہ می دود سوئے دوا ۔ مرگ چوں قاضی و رنجوری گوا
بھاگتا ہے ہر طرف بہر دوا ۔ موت قاضی اور بیماری گوا[1]

چوں پیادہ قاضی آمد این گواہ[2] ۔ کہ ہمے خواند ترا تا حکم گاہ
جوں پیادہ قاضی ہے بس یہ گواہ ۔ جو بلاتا ہے تجھے تا عدل گاہ

مہلتے خواہی تو از وے در گریز ۔ گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز
مہلت اس سے بھاگ جانے کی تو لے ۔ مانے تو مانے وگرنہ لے چلے

جستن مہلت دوا و چارہا ۔ کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
ڈھونڈنا مہلت ہے چارہ اور دوا ۔ خرقۂ تن پر لگانا جوڑ کا

عاقبت آید صباحے خصم وار ۔ چند باشد مہلت آخر شرم دار
آخر آئے مثل دشمن اک سحر ۔ اور کہے، تا چند مہلت شرم کر

عذر خود از شہ بخواہ اے پر حسد ۔ پیش از آنکہ آنچناں روزے رسد
عذر اپنا شہ کے آگے کر بیاں ۔ وقت کے آنے سے پہلے اے جواں

وآنکہ در ظلمت براند بارگی ۔ برکند ز آں نور دل یکبارگی
جو اندھیرے میں بھگائے راہوار ۔ نور اس کے دل سے ہو جائے فرار

می گریزد از گواہ و مقصدش ۔ کاں گوا سوئے قضا می خواندش
شاہد اور مقصد سے وہ ہے بھاگتا ۔ کیونکہ دامن کش ہے وہ سوئے قضا

ناگہاں گیرند او را خوار و زار ۔ کش کشاں تا پیش قاضی شرمسار
ناگہاں اسکو پکڑ لیں خوار و زار ۔ سامنے قاضی کے لائیں شرمسار

زیں گذر کن جانب آں شخص راں ۔ کو بہ مسجد آمد آں شب میہماں
چھوڑ اس کو اس کی جانب چل ذرا ۔ شب کو جو مہماں مسجد میں ہوا

[1] یعنی گواہ ۔

[2] قاضی کا پیادہ ۔

اہلِ مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا

قوم گفتندے مکن جلدی برو — تا نگردد جامۂ جانت گرو
لوگ کہتے تھے کہ ہاں تو جلد جا — ہو نہ جائے جان ہی کا خاتمہ

آں ز دور آساں نماید بہ نگر — کہ بآخر سخت باشد رہگذر
دور سے آسان آتی ہے نظر — آخر آخر ہوگی مشکل رہگذر

بس کسا کہ بخت خود را از بخست — وقت پیچا پیچ دستاویز جست
بارہا بہت سے پہلے گردیدہ ہوئے — پھنس پھنسا کر ہیں برائت ڈھونڈتے

بیشتر از واقعہ آساں بود — در دلِ مردم خیال نیک بد
واقعہ سے پہلے آساں ہے فنا — دل میں انساں کے خیال اچھا برا

چوں در آید اندرون کارزار — آں زماں گردد بر آنکس کار زار
کشمکش میں جب لڑائی کی ٹھنے — اس گھڑی اس شخص پر مشکل پڑے

چوں نہ شیری ہیں منہ تو پائے پیش — کاں اجل گرگست و جانِ تست میش
گر نہیں تو شیر، تو آگے نہ جا — جان بکری اور اجل ہے بھیڑیا

ور ز ابدالی و میشت شیر شد — ایمن آ کہ گرگِ تو سر زیر شد
تو جو ہے ابدال اور بھیڑ ہے شیر — پھر ہے کیا ڈر گرگ ہو جائیگا زیر

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود — خمرش از تبدیلِ یزداں خل شود
کون ہے ابدال وہ بدلا ہوا — سرکہ جس کی مے کو کر ڈالے خدا

لیک مستی شیر گیرے و ز گماں — شیر پنداری تو خود را ایں مراں
تو ہے مست اک شیر گیر اور وہم سے — شیر اپنے ہی کو ہے سمجھے ہوئے

گفت حق ز اہلِ نفاق ناسدہ — باسہم ما بینہم باسش شدید
قولِ حق بہر منافق ہے مزید — ان کی آپس میں لڑائی ہے شدید

در میان حملہ گر مردانہ اند	در غزا چوں عورتان خانہ اند
حملۂ باہم میں گو مردانہ ہیں	جنگ میں مثل زنان خانہ ہیں
گفت پیغمبر سپہدار غیوب	لا شجاعة یا فتی قبل الحروب
کہتے ہیں یوں مصطفیٰ شاہِ غیوب	کب شجاعت ہے فتا قبل حروب
وقت لاف غزوہ مستاں کف زنند	وقت جوش جنگ چوں کف مے فتند
ہاتھ ماریں جنگ کا دعویٰ کریں	جب لڑائی ہو تو پھر عاجز رہیں
وقت ذکرِ غزوہ شمشیر دراز	وقت کرّ و فر تیغش چوں پیاز
وقت ذکرِ جنگ تلواریں دراز	معرکے میں تیغ ہو مثل پیاز
وقت اندیشہ دل او زخم جو	پس بیک سوزن تہی شد خیک او
وقت اندیشہ خلش دل میں چبھی	اک سوئی سے مشک ہو جائے تہی
من عجب دارم ز جویائے صفا	کو رمد در وقت صیقل از جفا
ہے تعجب اس صفا جو سے مجھے	وقتِ صیقل جو جفا سے بھاگ اٹھے
عشق چوں دعویٰ جفا دیدن گواہ	چوں گواہت نیست دعویٰ شد تباہ
عشق میں جور و جفا ہے بس گواہ	جب نہیں شاہد ہوا دعویٰ تباہ
چوں گواہت خواہد ایں قاضی مرنج	بوسہ دہ بر مار تا یابی تو گنج
جب گواہی مانگے قاضی غم نہ کر	سانپ کو دے بوسہ پائے گنج زر
آں جفا با تو نباشد اے پسر	بلکہ با وصف بدی اندر تو در
وہ جفا تجھ پر نہیں کچھ اے پسر	بلکہ تیرے وصفِ بد پر سر بسر

(حاشیہ صفحہ ۴۲۶) یعنی ان کی زور آزمائی اور قوت آپس میں ہے۔ جب دشمن سے مقابلہ کرتے ہیں تو خوف زدہ ہو جاتے ہیں ۔

سلہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ کہ لا شجاعة قبل الحرب یعنی شجاعت اور دعوائے شجاعت قبل جنگ کوئی اہمیت نہیں رکھتا ۔

بر نمد چوبے کہ آں را مرد زد ‏ — ‏ بر نمد آں را نزد بر گرد زد

مارتے ہیں نمدے پر لکڑی کو جب ‏ — ‏ گرد کو ہیں جھاڑتے ۔ نمدے کو کب

گر بزد مر اسپ را آں کینہ کش ‏ — ‏ آں نزد بر اسپ زد بر سکسکش

غصے سے مارے جو گھوڑے کو کوئی ‏ — ‏ سست چلنے پر ہے یہ مار اے اخی

تا ز سکسک وارہد خوش پے شود ‏ — ‏ شیرہ را زندان کنی تا مے شود

تا کہ سستی سے چھٹے ۔ جلدی چلے ‏ — ‏ شیرے کو جب بند کر دیں مے بنے

آں یکے میزد یتیمے را بقہر ‏ — ‏ قند بود آں لیک بنمودے چو زہر

تھا یتیم اک، اس پہ اک کرتا تھا قہر ‏ — ‏ قند تھا ۔ لیکن نظر آتا تھا زہر

دید مردے آنچنانش زار زار ‏ — ‏ آمد و بگرفت زودش در کنار

دیکھا جب اک شخص نے روتا ہوا ‏ — ‏ گود میں جلدی سے اسکو لے لیا

گفت چنداں آں یتیمک را زدی ‏ — ‏ چوں نترسیدی ز قہر ایزدی

اور کہا ۔ اے شخص کیوں مارا اسے ‏ — ‏ کیا نہیں ڈرتا خدا کے قہر سے

گفت او را کے زدم اے جان دوست ‏ — ‏ من بر آں دیوے زدم کو اندر وست

بولا وہ ہیں کب اُسے ہوں مارتا ‏ — ‏ بلکہ اس کو جو ہے اس پہ اک بلا

مادر ار گوید ترا مرگ تو باد ‏ — ‏ مرگ آں خو خواہد و مرگ فساد

گر کہے مادر کہ موت آئے تجھے ‏ — ‏ ہوگا مقصد خوئے بد کی موت سے

آں گروہے کز ادب بگریختند ‏ — ‏ آب مردی و آب مرداں ریختند

وہ جماعت جو ادب سے بھاگ اٹھی ‏ — ‏ آبرو مردانگی کی اس نے لی

غازیاں شاں از وغا وا راندند ‏ — ‏ تا چنیں حیز و مخنث ماندند

غازیوں نے جنگ سے باہر کیا ‏ — ‏ تا کہ ہوں نامرد ایسے خستہ پا

لاف و غرہ ژاژخا را کم شنو ‏ — ‏ با چنیں نامرد صف ہیجا مرو

سن نہ ان بیہودوں کی شیخی ذرا ‏ — ‏ ساتھ نامردوں کے لڑنے کو نہ جا

زانکہ زادوکم خبالا گفت حق ॥ کز رفیق سست برگرداں ورق

کیونکہ زادوکم خبالا حق کہے ॥ بے تعلق ہو رفیق سست سے

کہ گر ایشاں با شما ہمرہ شوند ॥ غازیاں بے مغز ہمچوں کہ شوند

کیوں؟ تمہارے وہ اگر ہمراہ ہوں ॥ غازی سب بے مغز مثل کاہ ہوں

خویشتن را با شما ہم صف کنند ॥ پس گریزند و دل صف بشکنند

وہ تمہاری صف میں آکر ہوں کھڑے ॥ اور پھر بھاگیں صفوں کو توڑ کے

پس سپاہی اندکے بے ایں نفر ॥ بہ کہ با اہل نفاق آید حشر

ہیں سپاہی چند بہتر دیکھئے ॥ ان نفاق انگیزوں کے انبوہ سے

ہست بادام کم خوش بیختہ ॥ بہ ز بسیارے بہ تلخ آمیختہ

تھوڑے سے بادام بہتر چھانٹے ॥ اُن بہت سے جن میں کڑوے ہوں ملے

تلخ و شیریں گر بصورت یک شے اند ॥ نقص ازاں افتاد کہ ہم دل نیند

تلخ و شیریں ہیں تو ہم صورت مگر ॥ نقص ہے ان میں ہیں ضد ہمد گر

گبر ترساں دل بود کو از گماں ॥ میزید در شک ز حال آں جہاں

زندہ وہم و خوف میں کافر رہے ॥ شک میں ہے وہ اُس جہاں کے حال سے

میرود در رہ نداند منزلے ॥ گام ترساں مے نہد اعمیٰ دلے

چل رہا ہے اور کوئی منزل نہیں ॥ ڈر کے چلتا ہے کہ روشن دل نہیں

چوں نداند رہ مسافر چوں رود ॥ با ترددہا و دل پرخوں شود

جب مسافر رہ نہ جانے۔ کیا چلے ॥ خونِ دل کھائے۔ تردد میں پڑے

ك قولہ تعالیٰ عزّ وجلّ۔ ولو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا ولا اوضعوا خلالکم یبغونکم الفتنۃ وفیکم سمّاعون لہم واللہ علیم بالظالمین - اگر وہ تمہارے درمیان باہر نکل آئے تو بجز تباہی و مکر کیا اضافہ کرتے - وہ تم بد نکتہ چینی کرتے ہیں۔ فساد ڈالتے ہیں اور تمہارے جاسوس ہیں اور ظلم کرنے والوں کو خدا خوب جانتا ہے ÷

ہر کہ گوید ہائے ایں سو راہ نیست — او کند از بیم آنجا وقف دالیست

جو یہ کہدے اس طرف رستہ نہیں — خوف سے اُس جادہ ٹھہرے بالیقیں

ور بد اندر رہ دلِ پُر ہوش او — کے رود ہر ہا یہو در گوش او

گر دل باہوش جانے راستہ — ہاؤ ہو رستے کی کب سُننے لگا

پس مشو ہمراہ ایں اشترِ دلاں — زانکہ وقتِ ضیق وبمیند آفلاں

اُن شترِ قلبوں کے تو ہمرہ نہ جا — وقتِ مشکل تجھ سے یہ ہونگے جدا

پس گریزند و ترا تنہا ہلند — گرچہ اندر لاف سحرِ بابلند

بھاگ جائیں تجھ کو تنہا چھوڑ کے — سحرِ بابل کے جو دعویدار تھے

تو زِ رعنایاں مجو ہیں کارزار — تو زِ طاؤساں مجو صید و شکار

ایسے بانکے کیا کریں گے کارزار — تو نہ ہو موروں سے جویائے شکار

طبعِ طاؤس است و سواست کند — دم زند تا از مقامت بر کند

وسوسہ ہیں طبعِ طاؤسی رکھے — اور اُکھیڑے دھوکے دے دے کر تجھے

آنحضرت سے شیطان کی مخالفت

ہمچو شیطاں کز وساوس بر قریش — دم دمید و گفت گرد آرید جیش

جیسے شیطاں نے قریشوں سے کہا — بھر دے کر اپنے لشکر لو سجا

تا کہ ذرِ احمد ہزیمت افگنیم — بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم

تا کہ احمد کو شکست فاش دیں — بیخ اور بنیاد جڑ سے کھود لیں

چونکہ شیطاں رسیہ شد صد نیم — خواند افسوں کانی جارٌ لکم

چونکہ شیطاں تھا بنا رستم کی دُم — پھونکتا افسون انی جارٌ لکم[۱]

[۱] بے شک میں تمہارا مددگار ہوں ۔

چون سبب گرد آمدند از گفت او	کرد با ایشان بحیلت گفتگو
جمع کہنے سے ہوئے جب جنگجو	اُن سے کی حیلہ گری کی گفتگو
که بیارم من قبیلہ خویش را	تا که در ہیجا بود پشت شما
لاؤں میں اپنے قبیلے کو بُلا	تا مدد وہ جنگ میں دے بر ملا
مر شمارا عون و یاری ہا کنم	تا سپاہ دشمنان تان بشکنم
میں تمہاری ہر طرح یاری کروں	اور شکست فاش پھر دشمن کو دوں
چون قریش از گفت او حاضر شدند	ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
اس کے کہنے سے قریش آئے وہاں	بالمقابل دونوں لشکر بیگماں
از ملائک دید شیطان ابتہے	سوئے صف مومنان اندر رہے
دیکھے شیطاں نے فرشتوں کے جتھے	مومنوں کی صف میں آ کر رل گئے
آن جنوداً لم تروہا صف زدہ	گشت جان او زبیم آتشکدہ
غیب کی فوجیں جو دیکھیں صف زدہ	ڈر سے جان اس کی بنی آتشکدہ
پائے خود واپس کشیدہ میگرفت	که ہمے بینم سپاہے بس شگفت
پاؤں تب پیچھے ہٹ گئے واپس ہوا	دیکھی اس نے اک سپاہ قہر زا
که اخاف اللہ مالی منہ عون	اذہبوا انی اری مالا ترون
ڈرتا ہوں حق سے نہیں ہے وہ معین	جاؤ۔ میں جو دیکھتا ہوں تم نہیں[1]
گفت حارث اے سراقہ شکل ہیں	دی چرا تو مے نگفتی اینچنیں
بولے حارث اے سراقہ شکل ہاں	کل نہ تو نے کیوں کیا ایسا بیاں
گفت ا بیندم من بہم بینم حرب	گفت نے بینی جز اخشیش عرب
بولا میں ناکامیاں ہوں دیکھتا	بولے آتے ہیں نظر عربی گدا

[1] لشکر جسے تم نے نہیں دیکھا یعنی فرشتوں کی فوج ؎

مے نہ بینی غیر این لیکن اے آتو شنگ
آزمان لاف بود این وقت جنگ

اور کیا دیکھے گا تو اے شوخ و شنگ
وقت وہ دعوے کا تھا یہ وقت جنگ

دی ہمے گفتی کہ پا بنداں شدم
کہ بود تاں فتح و نصرت دمبدم

کل تو کہتا تھا کہ ہوں ثابت قدم
فتح و نصرت تم کو ہو گی دمبدم

دی زعیم الجیش بودی اے لعیں
ویں زماں ناچیز و نامرد و مہیں

کل تو تھا سردار لشکر اے لعیں
اب ہے کیوں نامرد و ناچیز و حزیں

تا بخوردیم آں دم تو و آمدیم
تو بتوں رفتی و ماہیزم شدیم

تیرے دم میں آگئے ہم آئے یہاں
تو گیا حمام ہم ہیں لکڑیاں

چونکہ حارث با سراقہ گفت ایں
از عتابش خشمگیں شد آں لعیں

جب یہ حارث نے سراقہ سے کہا
وہ لعیں غصے ہوا اور جل گیا

دست خود خشمگیں ز دست او کشید
چوں ز گفت او وش درد دل رسید

کھینچا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے
درد سا دل میں ہوا اس بات سے

سینہ اش را کوفت شیطان و گریخت
خون آں بیچارگان زیں مکر ریخت

سینے پر گھونسا دیا اور چل دیا
خون یاروں شیطان نے اُن کا کیا

چونکہ ویراں کرد چندیں عالم او
پس بگفت انی بری منکم

اس سے ویرانی ہوئی تھی چار سو
پس کہا انی بری منکم

کوفت اندر سینہ اش انداختش
پس گریزاں شد چو ہیبت تاختش

کوٹا سینے کو گرا اس کو دیا
اور خود ہیبت سے بھاگا بیوفا

---

۱ حارث اور سراقہ دونوں سرداران عرب میں سے تھے۔ شیطان غزوہ بدر میں سراقہ کی صورت میں قریش کے پاس آیا۔ اور انہیں آمادۂ جنگ کیا۔

۲ تحقیق میں تم سے بری الذمہ ہوں۔

نفس و شیطان ہر دو یک تن بودہ اند ‌ ‌ در دو صورت خویش را بنمودہ اند

نفس و شیطاں ایک ہیں دونوں پسر ‌ ‌ گو کہ دو شکلوں میں آتے ہیں نظر

چوں فرشتہ و عقل کایشاں یک بدند ‌ ‌ بہر حکمتہاش دو صورت شدند

جیسے وہ عقل اور فرشتہ ایک تھے ‌ ‌ حکمتاً دو صورتوں میں تھے چھپے

دشمنے داری چنیں در سر خویش ‌ ‌ مانع عقل است و خصم جان و کیش

خود تجھی میں ہے ترا دشمن چھپا ‌ ‌ عقل کا دشمن ہے اور قاتل ترا

یک نفس حملہ کند چوں سوسمار ‌ ‌ پس بسوراخے گریزد در فرار

ایکدم حملہ کرے جوں سوسمار ‌ ‌ اور اک سوراخ میں پھر ہو فرار

در دل او سوراخہا دارد کنوں ‌ ‌ سر ز ہر سوراخ مے آرد بروں

اس نے ہیں سوراخ ہر دل میں کئے ‌ ‌ اور نکالے سر وہ ہر سوراخ سے

نام پنہاں گشتن از دیو و نفوس ‌ ‌ و اندر آں سوراخ رفتن شد خنوس

چھپتا ہے تو نام ہیں دیو و نفوس ‌ ‌ جائے جب سوراخ میں تو ہے خنوس[1]

کہ خنوسش چوں خنوس قنفذ است ‌ ‌ چوں سر قنفذ ورا آمد شد است

اسکا چھپنا سیہی کی مانند ہے ‌ ‌ آتا جاتا سیہی کی مانند ہے

کہ خدا آں دیو را خناس خواند ‌ ‌ کہ سر آں خار پشتک را بماند

حق نے ہی خناس شیطاں کو کہا ‌ ‌ سر ہے اس کا سیہی سے ملتا ہوا

مے نہاں گردد سر آں خار پشت ‌ ‌ دمبدم از بیم صیاد درشت

جس طرح لے سیہی اپنا سر چھپا ‌ ‌ دمبدم جب خوف ہو صیاد کا

تا چو فرصت یافت سر آرد بروں ‌ ‌ زیں چنیں مکرے شود مارش زبوں

اور جب مہلت ملے سر لے نکال ‌ ‌ سانپ کو یوں مکر سے کر دے نڈھال

گر نہ نفس از اندروں راہت زدے ‌ ‌ رہزناں را بر تو کے دستے بُدے

نفس گر رہزن نہ ہوتا اس طرح ‌ ‌ غلبہ کرتے تجھ پہ رہزن کس طرح

[1] کسی کے پیچھے چھپنے والا۔

زآں عوانِ مقتضی کہ شہوتست	دل اسیرِ حرص و آز و آفت است
اس سپاہی سے جیسے شہوت کہیں	دل ہے قیدی حرص اور آفات ہیں
زآں عواں بدتر شدی دو تباہ	تا عواناں را بقہرِ تست راہ
ہو گیا تو اس سپاہی سے تباہ	اور عوانوں کو ہی غلبے کی راہ
در خبر بشنو تو ایں پندِ نکو	بین جنبیکم لکم اعدا عدو
سن نبیؐ کی یہ حدیث[1] پاک تو	نفس تیرا سب سے بدتر ہے عدو
طمطراقِ ایں عدو مشنو گریز	کو چو ابلیس است در رنج و ستیز
اپنے دشمن کی نہ ڈینگیں سن ذرا	مثل شیطاں ہے خصومت سے بھرا
بر تو او از بہرِ ایں دُنیائے سرد	آں عذابِ سرمدی را سہل کرد
تجھ پہ وہ دُنیا کی خاطر اے اخی	سہل کرتا ہے عذابِ سرمدی
چہ عجب گر مرگ را آساں کند	او ز سحرِ خویش صد چنداں کند
کیا عجب گر موت کو آساں کرے	سحر سے ایسے بہت ساماں کرے
سحر کاہے را بصنعت کہ کند	باز کوہے را چو کاہے مے تند
سحر اکثر کوہ کر دے کاہ کو	وہ پھر صنعت سے اسکی کاہ ہو
زشتہا را نغز گرداند بہ فن	نغزہا را زشت گرداند بظن
وہ بناتا ہے بری شے کو بھلا	اور ظن سے کر دے اچھے کو برا
آدمی را خر نماید ساعتے	آدمی سازد خرے را از آیتے
آدمی کو وہ بنا ڈالے گدھا	اور گدھے کو آدمی کر دے بجا
کارِ سحر اینست کو دم میزند	ہر نفس قلبِ حقائق میکند
یہ ہے مکاری فسون و سحر کی	لوٹ دیتا ہے حقائق ہر گھڑی

[1] حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اعدا عدوک نفسک التی بین جنبیک۔
یعنی بدترین دشمن تیرا نفس ہے۔ جو تیرے پہلوؤں میں واقع ہے ؎

اینچنیں ساحر درونِ تست سِر ۔ اِنَّ فی الوسواس سحراً مستتر

ایسا جادوگر ہے اک تجھ میں نہاں ۔ وسوسوں میں سحر پوشیدہ ہے ہاں

اندراں عالم کہ ہست ایں سحرہا ۔ ساحراں ہستند جادوئے کشا

ہیں جو اس دنیا میں جادو بیشتر ۔ کھولنے والے بھی ہیں اس کے مگر

اندراں صحرا کہ رست ایں زہر تر ۔ نیز روئیدست تریاق اے پسر

زہر گو ان جنگلوں میں ہے اُگا ۔ ہے یہیں تریاق بھی پیدا ہوا

گویدت تریاق از من جو سپر ۔ کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر

کہتا ہے تریاق لے میری پناہ ۔ زہر سے نزدیک تر ہوں اے تباہ

گفت او سحرست و ویرانی تو ۔ گفتِ من سحرست و دفعِ سحرِ او

اس کا کہنا سحر و ویرانی تری ۔ میرا کہنا دفعِ سحر اے مدعی

گفت پیغمبر کہ اِنَّ فی البیان ۔ سحراً و حق گفت آں خوش پہلوان

بولے پیغمبر کہ اِنَّ فی البیان [۱] ۔ سحر اور صادق ہے انکا قول ہاں

لیک سحرے دفعِ سحرِ ساحراں ۔ مایۂ تریاک باشد در بیاں

سحر جو ہو دفعِ سحرِ ساحراں ۔ ہے بیاں میں مایۂ تریاق ہاں

آں بیانِ اولیا و اصفیاست ۔ کز ہمہ اغراضِ نفسانی جداست

وہ بیانِ اولیا و اصفیا ۔ جو کہ ہیں اغراضِ نفسی سے جدا

حاصل آں کز زہرِ نفسِ دوں گریز ۔ نوش کن تریاقِ مرشد چست و تیز

الغرض تو بھاگ زہرِ نفس سے ۔ اور جھٹ تریاقِ مرشد ہی بھی لے

ایں طلسمِ سحرِ نفس اندر شکن ۔ سوئے گنجِ پیرِ کامل نقب زن

توڑ دے سحر و طلسم اس نفس کا ۔ جستجو کر پیرِ کامل کی ذرا

[۱] تحقیق بیان میں سحر ہے ٭

بس دراز است این بگو آغاز راں ۔ جانب مہمان و مسجد باز راں
بات لمبی ہے۔ سوئے آغاز چل ۔ جانب مہمان و مسجد بے دغل

مہمان کو ملامت کرنے کی دوبارہ نصیحت

ہیں بکن جلدی برو اے بو الکرم ۔ مسجد ما را مکن زیں متہم
ہاں تو اب جلدی سے جا اے ذوالکرم ۔ کر نہ مسجد کو ہماری متہم

گر بگوید دشمنے از دشمنی ۔ آتشے در ما زند فردا دنی
گر لے دشمن زِ راہِ دشمنی ۔ اور کل ہم پر کرے آتش زنی

کہ بتاسانید او را ظالمے ۔ بر بہانہ مسجد او بد سالمے
ہاں کسی ظالم نے گھونٹا ہے گلا ۔ اور مسجد کا بہانہ ہے کیا

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد ۔ چونکہ بدنام است مسجد او جہد
رکھتا ہے مسجد پہ حیلے قتل کے ۔ تا کہ ہو بدنام مسجد وہ چھٹے

تہمتے بر ما منہ اے سخت جاں ۔ کہ نہ ایم ایمن ز مکر دشمناں
ہم پہ تہمت رکھ نہ تو اے سخت جاں ۔ خوف دشمن سے نہیں ہمکو اماں

ہیں برو جلدی بکن سودا امیز ۔ کہ نتاں پیمود کیہاں را بگز
جا یہاں سے جلد، مت کر ابلہی ۔ گز سے دنیا ناپ سکتا ہے کوئی

چوں تو بسیاراں بلا فیدہ زبخت ۔ ریش بر خود کندہ یک یک لخت لخت
تھے بہت ایسے گھمنڈی۔ بخت نے ۔ ڈاڑھی اُن کی نوچ لی۔ عاجز ہوئے

ہیں برو کوتاہ کن ایں قیل و قال ۔ خویش و ما را در میفگن در وبال
بھائی جا۔ اب ختم کر یہ قیل و قال ۔ ہم کو اپنے ساتھ آفت میں نہ ڈال

مہمان کا جواب

گفت آیا زاں ازاں یواں نیم — کہ ز لاحولے ضعیف آید بہ بیم

بولا وہ شیطاں نہیں ہیں دوستو — جو کہ اس لاحول سے کمزور ہو

کودکے کو حارثِ کشتے بدے — طبلکے در دفع مرغاں میزدے

ایک لڑکا تھا نگہباں کھیت کا — دف سے مرغوں کو بھگاتا تھا سدا

تا رمیدے مرغ ازاں طبلک ز کشت — کشت از مرغاں سلامت میگذشت

دف بھگا دیتا تھا سب کو کھیت سے — تھا سلامت کھیت رہتا اس لئے

چونکہ سلطاں شاہ محمودِ کریم — برگذر زد آں طرف خیمہ عظیم

جبکہ سلطاں شاہ محمودِ کریم — گذرا اس جا اور لگا خیمہ عظیم

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر — انبہ و فیروز و صفدر ملک گیر

تھے سپاہی جیسے تارے چرخ کے — ملک گیر و صف شکن اور منچلے

اشترے بد کو بدے حمّالِ کوس — بختیے بد پیشرو ہمچوں خروس

ایک اشتر پر تھا نقّارہ لدا — پیشرو وہ مرغ کی مانند تھا

بانگ کوس و طبل بر وے روز و شب — میزدندے در رجوع و در طلب

کوس اور نقّارہ اس پر روز و شب — تھے بجاتے جب کبھی ہوتی طلب

اندر آں مزرع در آمد آں شتر — کودک آں طبلک بزد در حفظِ بر

وہ شتر اس کھیت میں بھی آ گیا — اور دف لڑکے نے پیٹا خوب سا

عاقلے گفتش مزن طبلک کہ او — بختی طبل است با آنست خو

کر نہ دف دف ایک عاقل نے کہا — اونٹ بچہ سے ہے خوگر طبل کا

پیش او چہ بود تبوراکِ تو طفل — کہ کشد او طبلِ سلطاں بیست کفل

اس کے آگے ہے یہ ڈفلی چیز کیا — وہ تو ہے نقارہ شاہی کھینچتا

عاشقم من کشتهٔ قربانِ لا — جانِ من نوبتگہِ طبلِ بلا

میں ہوں عاشق کشتہ و قربانِ لا — جان ہے نوبت گہِ طبلِ "بلیٰ"

خود تہور را کہ ست ایں تہدیدہا — پیش آنچہ دیدہ است ایں دیدہا

یہ ڈرانا بیہدہ ہے بر ملا — میں نے کچھ دیکھا ہے اس سے بھی سوا

اے حریفاں من از آنہا نیستم — کز خیالاتے دریں رہ بیستم

اے حریفو میں ہوں ان میں سے کہاں — جو تخیل سے رہوں ٹھہرا یہاں

من چو اسمٰعیلیانم بے حذر — بل چو اسمٰعیل آزادم ز سر

میں ہوں اسماعیلیو[1] سا غیر شک — بلکہ اسماعیل سر سے پاؤں تک

فارغم از طمطراق و از ریا — قل تعالوا گفت جانم را بیا

کب ہے مجھ میں طمطراق اور کب ریا — قل تعالوا[2] ہے مری جاں کو کہا

گفت پیغمبر کہ جاد فی السلف — بالعطیہ من تیقن بالخلف

بولے پیغمبر[3] کہ وہ بخشش کرے — جو یقیں اس کے صلے کا بھی رکھے

ہر کہ بیند مر عطا را صد عوض — زود در بازد عطا را زیں غرض

دیکھتا ہے جو عطا کے سو عوض — وہ عطا کرتا ہے ہو کر با غرض

جملہ در بازار از آں گشتند بند — تا چو سود افتاد مال خود دہند

اس لئے بازار میں سب ہیں رکے — تا ہو جس کو نفع وہ مال اپنا دے

زر در انبانہا نشستہ منتظر — تا کہ سود آید ببذل آید مصر

تھیلیوں میں زر ہے بیٹھا منتظر — نفع ہو تو خرچ پہ خود ہو مصر

[1] اسماعیلی ایک فرقہ ہے جس کا ایک خاص مذہب ہوتا ہے - اور اُن میں اکثر لوگ فدائی ہوتے ہیں جو اپنی جان خطرے میں ڈال دیتے ہیں ؛

[2] کہ دیسے کہ تم لوٹ آؤ ؛

[3] یعنی ہر شخص آئندہ ملنے والے صلے کے یقین میں بخشش کرتا ہے ؛

چوں بہ بیند کالۂ در رنج بیش ۔۔۔ سرد گردد عشقش از کالائے خویش
نفع دیکھے دوسرے کے مال کا ۔۔۔ سرد ہو پھر عشق اپنے مال کا

گرم زاں ماندست با او کو ندید ۔۔۔ کالہائے خویش را رنج مزید
گرم بازار اس لئے اس سے رہا ۔۔۔ نفع کچھ دیکھا نہ اپنے مال کا

ہمچنیں علم و ہنرہا در حرف ۔۔۔ چوں ندید افزوں از آنہا در شرف
حرفتوں میں ہیں یونہی علم و ہنر ۔۔۔ عظمت ان میں کچھ نہ دیکھی بیشتر

تا بہ از جاں نیست جاں باشد عزیز ۔۔۔ چوں بہ آمد نام جاں شد چیز لیز
ہو نہ بہتر جاں سے تو ہے جاں عزیز ۔۔۔ اور جو ہو بہتر تو کیا ہے جان چیز

لعبتِ مردہ بود جاں طفل را ۔۔۔ تا نگشت او در بزرگی طفل زا
مردہ گڑیا جان لڑکی کی رہے ۔۔۔ وہ جواں ہو جب تک اور بچہ جنے

ایں تصور و یں تخیل لعبت است ۔۔۔ تا تو طفلی پس بدانت حاجت است
کھیل تخییل اور تصور ہیں ترے ۔۔۔ تو ہے جب تک طفل حاجت ہے تجھے

چوں ز طفلی رست جاں شد در وصال ۔۔۔ فارغ از حس است و تصویر و خیال
چھوٹے طفلی سے تو حاصل ہو وصال ۔۔۔ پھر نہ یہ حس ہو نہ تصویر و خیال

نیست محرم تا بگویم بے نفاق ۔۔۔ تن زدم واللہ اعلم بالوفاق
ہو کوئی محرم تو کہ دوں بے حجاب ۔۔۔ چپ رہوں واللہ اعلم بالصواب

مال و تن برف اند ذوب آں فنا ۔۔۔ حق خریدارش کہ اللہ اشتری
مال و تن ہیں برف کی صورت فنا ۔۔۔ مول حق لیگا کہ "اللہ اشتریٰ"[1]

برف نا ز آں از ثمن اولیستت[2] ۔۔۔ کہ تو در شکی یقینے نیستت
اس لئے ہے برف جنت سے سوا ۔۔۔ کیونکہ تو ہے بے یقیں شک میں پڑا

[1] اللہ اس کا خریدار ہے۔
[2] قیمت جو مراد جنت سے ہے۔

وین عجب ظنیست در تو ای مہیں ۔ کہ نمی پرد به بستانِ یقیں
یہ عجب تیرا گماں ہے ہم نشیں ۔ جو نہیں اُڑتا سوئے باغِ یقیں

ہر گماں تشنۂ یقین است اے پسر ۔ میزند اندر تزاید بال و پر
ہر گماں تشنہ یقیں کا ہے پسر ۔ مارتا ہے کثرتوں میں بال و پر

چوں رسد در علم پس پر پا شود ۔ مر یقیں را علم او پویا شود
علم تک پہنچے تو پھر قائم رہے ۔ اور یقیں کی سمت علم اسکا بڑھے

زانکہ ہست اندر طریقِ مفتتن ۔ علم کمتر از یقین و فوقِ ظن
ہاں طریقِ عشق میں علم اے فتا ۔ ہے یقیں سے کم تو شک سے ہے سوا

علم جویائے یقیں باشد بداں ۔ واں یقین جویائے دید ست و عیاں
علم کو تو ہے یقیں کی جستجو ۔ اور یقیں کو دید کی اے نیک خو

اندر الہٰکم بجو ایں را کنوں ۔ از پس کلّا پس لو تعلمون[1]
اس کو الہٰکم میں ڈھونڈ اے ذی فنون ۔ پھر ہے کلّا اور پھر لو تعلمون

میکشد دانش به بینش اے علیم ۔ گر یقیں بودے بدیدندے جحیم
جانبِ بینش ہے دانش کھینچتی ۔ گر یقیں ہوتا تو دوزخ دیکھتی

دید زاید از یقیں بے امتہال ۔ آنچناں کز ظن ہمی زاید خیال
دید ہوتی ہے یقیں سے آشکار ۔ جیسے ظن پر ہے خیالوں کا مدار

اندر الہٰکم بیان ایں ببیں ۔ کہ شود علم الیقین عین الیقیں[2]
دیکھ الہٰکم میں یہ قولِ مبیں ۔ تا کہ ہو علم الیقیں عین الیقیں

[1] اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ الہٰکم التکاثر حتی زرتم المقابر کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون کلا لو تعلمون علم الیقین یعنی تم کو کثرت کی آرزو نے غافل کیا۔ یہانتک کہ تم قبروں سے ملو۔ البتہ یوں ہرگز نہ جانوگے پھر ہرگز نہ جلد جانوگے کاش کہ تم یقین کا جاننا جانو۔ [2] یعنی صاف نظر آتی ہے۔

از گمان و از یقیں بالاترم — وز ملامت بر نمیگیرد سرم

میں ہوں بالاتر یقین و وہم سے — پھر ملامت سے مرا سر کیوں پھرے

چوں دہانم خورد از حلوائے او — چشم روشن گشتم و بینائے او

میرے منہ نے جب وہ حلوا کھا لیا — آنکھ روشن ہو گئی ۔ بینا ہوگیا

باز ہم گستاخ چوں خانہ روم — پا نہ لرزانم نہ کورانہ روم

شوخ اور چالاک پھر گھر کو پھروں — میں بنوں اندھا۔ نہ لغزش میں پڑوں

آنچہ گل را گفت حق خندانش کرد — بر دل من گفت صد چندانش کرد

گفتگوئے حق سے گل خنداں ہوئے — اور اخر میں میرے دل پہ سو گنے

آنچہ زد بر سرو و قدش راست کرد — و آنچہ از وے نرگس و نسریں بخورد

سرو سے کچھ کہ کے سیدھا کر دیا — نرگس و نسریں نے بھی کچھ سُن لیا

آنچہ نے را کرد شیریں جان و دل — و آنچہ خاکے یافت زاں نقش چگل

جس نے نے کو کر دیا شکر بجاں — خاک کو جس سے ملیں رنگینیاں

آنچہ ابرو را چناں طرار ساخت — چہرہ را گلگونہ گلنار ساخت

جسنے ابرو کو کیا طرار سا — چہرے کو گلگونہ گلنار سا

مر زباں را داد صد افسونگری — و آنچہ کاں را داد زرِ جعفری

اور زباں کو جس نے دی جادو گری — کان کو بخشا ہے زر[1] جعفری

چوں درِ زرادخانہ باز شد — غمزہ ہائے چشم تیرانداز شد

جب سلح خانے کا دروازہ کھلا — آنکھ کے غمزوں نے پھینکا تیر سا

[1] زرِ جعفری - اصلی سونا - جعفری ایک بڑا کیمیاگر تھا - بعض کہتے ہیں کہ جعفری کی نسبت جعفر برمکی سے ہے - جسنے اپنے عہد وزارت میں حکم دیا تھا - کہ سونے کو صاف اور خالص کریں اور اس پر سکہ بنائیں ؛

بر دلم زد تیر و سودائیش کرد — عاشق شکر و شکر خاییش کرد

میں ہوا سودائی جب دل پر لگا — اور عاشق اس کی شکر خوئی کا

عاشق آنم کہ ہر آں آنِ اوست — عقل و جاں جاندارِ یک مرجانِ اوست

عاشق اس کا مالک ہے جسکی ہر آن — عقل و جان ہیں جان سے جسکی ہے جان

من نلافم ور بلافم ہمچو آب — نیستم در آتش کشی ام اضطراب

لاف کب ہے ہے تو وہ ہے مثل آب — کب مجھے آتش کشی میں اضطراب

چوں بدزدم چوں حفیظِ مخزن اوست — چوں نباشم سخت رو پشتِ من اوست

ہوں چھپا دل زر پہ ہے اسکی نگاہ — سخت ہوں وہ کیونکہ ہے پشت و پناہ

ہر کہ او خورشید باشد پشت گرم — سخت رو باشد نہ بیم او را نہ شرم

وہ کہ سورج سے کرے جو پیٹھ گرم — سخت رو ہو خوف ہو اس کو نہ شرم

ہمچو روئے آفتابِ بے حذر — گشت رویش خصم سوز و پردہ در

مثل روئے شمس بے خوف و خطر — اس کا رخ ہو کینہ سوز اور پردہ در

ہر پیمبر سخت رو بد در جہاں — یکسوارہ کوفت بر جیشِ شہاں

ہر پیمبر اس جہاں میں سخت تھا — حملہ ہر اک شاہ پر تنہا کیا

رو نگردانید از ترس و غمے — یک تنہ تنہا بزد بر عالمے

خوف و غم سے منہ نہیں پھیرا کبھی — ایک تھا دنیا پہ بھاری واقعی

سخت رو شد سنگِ ثابت بار سخ — او نترسد از جہانِ پر کلوخ

سنگ ثابت ہے جہاں میں سخت تر — اس کو ڈھیلوں سے نہیں خوف و خطر

کآں کلوخ از خشت زن یک لخت شد — سنگ از صنعِ خدائی سخت شد

مشت زن نے ڈھیلے کو ٹکڑے کیا — سخت پتھر صنع خالق سے ہوا

گوسفنداں گر برونند از حساب — ز انبہیشاں کے بترسد آں قصاب

بلکہ ہاں زائد ہوں گو مقدار سے — کب قصائی انکے ریوڑ سے ڈرے

کُلّکُم راعٍ نبی چوں راعی ست
خلق مانند رمہ او ساعی ست

سب بنے گلہ، نبی راعی ہوئے
خلق کے ریوڑ کے وہ ساعی ہوئے

از رمہ چوپاں نترسد در نبرد
لیک شاں حافظ بود از گرم و سرد

کس طرح گلے سے چرواہا ڈرے
ہاں بچائے اس کو سرد و گرم سے

گر زند بانگے ز قہر او بر رمہ
واں ز مہر ست آں کہ دارد بر ہمہ

گلہ کو گر دے وہ چلا کر صدا
لطف سے ہوگی جو ہے کرتا رہا

ہر زماں گوید بگوشم بختِ نو
گر ترا غمگیں کنم غمگیں مشو

سنتا ہوں آواز ہر دم بخت سے
ہو نہ غمگیں گر کروں غمگیں تجھے

من ترا غمگین و گریاں زاں کنم
تا کنت از چشم بداں پنہاں کنم

اس لئے کرتا ہوں میں غمگیں تجھے
چشم بد بیں سے تو پوشیدہ رہے

تلخ گردانم ز غمہا خوئے تو
تا بگردد چشم بد از روئے تو

تلخ کرتا ہوں غموں سے خو تری
تا کہ لوٹے آنکھ بد اندیش کی

نے تو صیادے و جویائے منی
بندہ و افگندۂ رائے منی

تو نہیں صیاد اور جویا مرا
بندۂ عاجز ہے میری رائے کا

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی
در فراق و جستن من بیکسی

حیلہ کرتا ہے کہ مجھ تک ہو رسا
ہے تلاش و ہجر سے بھٹکا ہوا

چارہ مے جوید پئے من دردِ تو
میشنودم دوش آہ سردِ تو

درد تیرا، میری خاطر چارہ خواہ
میں نے کل شب کو سنی تھی تیری آہ

مے توانم ہم کہ بے ایں انتظار
رہ دہم بنمایمت راہ گذار

چاہتا ہوں میں بغیر انتظار
رہنما ہو کر دکھاؤں رہگذار

تا ازیں گرداب دوراں وارہی
بر سر گنج وصالم پا نہی

تا تو اس طوفانِ دوراں سے بچے
پاؤں گنج وصل پر میرے رکھے

لیک شیرینی و لذات مقر — هست بر اندازهٔ رنج سفر
اپنی لذت ہے ٹھہرنے میں مگر — جتنا ہے اندازۂ رنج سفر

آنکه از شهر و ز خویشاں برخوری — کز غریبی رنج و محنتہا بری
اس دم اپنے شہر سے پھل کھائے تو — جب سفر سے رنج و محنت پائے تو

در نخود بنگر که اندر دیگ چوں — میجهد بالا چو شد ز آتش زبوں
دیگ میں جا کر چنوں کو دیکھ لے — باہر آتے ہیں اُبل کر آگ سے

هر چه آساں یافتی آساں دہی — ور بمشکل یافت[1] را بر جاں نہی
جو ملے سہل۔اس کو آسانی سے دے — جو ہو مشکل۔اس کو دیتے دل دُکھے

بشنو ایں تمثیل و قدر خود بداں — وز بلاہا رو مگرداں اے جواں
سن یہ تمثیل اور اپنی قدر جان — اور بلاؤں سے نہ مُنہ پھیرلے جوان

مصیبت میں مومن کے بھاگنے کی تمثیل

هر زمانے مے بر آید وقت جوش — بر سر دیگ[2] بر آرد صد خروش
ہر گھڑی آتے ہیں باہر وقت جوش — دیگ کے مُنہ پر وہ کرتے ہیں خروش

کہ چہ آتش بر من در میزنی — چوں خریدی چوں نگونم میکنی
کیوں جلاتی ہے ہمیں تو آگ سے — جب خریدا تو سزا ہے کس لئے

میزند کفلیز کد بانو که نے — خوش بجوش و بر مجه ز آتش کہے
گھر کی بی بی مار کر چمچہ کہے — خوب پک جا۔آ نہ باہر آگ سے

زاں نجوشانم که مکروہ منی — بلکه تا گیری تو ذوق و چاشنی
کب پکایا تجھ کو دشمن جان کے — بلکہ تیرے ذوق و لذت کے لئے

[1] یعنی جو مشکل سے ہاتھ آئے +
[2] یعنی چنے +

تا غذا گردی بیامیزی بجان	بہر خواری نیستت ایں امتحان
تا غذا ہو کر ملے تو جان سے	امتحاں یہ کب ہے خواری کے لئے
آب میخوردی بہ بستاں سبز و تر	بہر ایں آتش بدست آں آبخور
سبز کھیتوں میں بجھے پانی ملا	تو نے جلنے کے لئے پانی پیا
رحمتش سابق بدست از قہر زاں	تا ز رحمت گردد اہل امتحاں
قہر سے رحمت تھی پہلے اس لئے	رحم سے تا امتحاں میں تو پڑے
رحمتش بر قہر از آں سابق شدست	تا کہ سرمایہ وجود آید بدست
اس لئے تھا رحم سابق قہر پر	تا ملے گنج وجود اے بے خبر
زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست	چوں نروید چہ گدازد عشق دوست
کیونکہ بے لذت بڑھیں کب لحم و پوست	بن بڑھے کیونکہ گھلائے عشق دوست
زاں تقاضا گر بیاید قہر ہا	تا کنی ایثار آں سرمایہ را
اس تقاضا گر کے ہیں یہ قہر سب	تا کرے ایثار سرمائے سے اب
باز لطف آید برائے عذر او	کہ بجستی غسل و بر جستی زجو
عذر پھر کرتا ہے لطف کبریا	اب تو ندی سے نہا کر آ گیا
تا نہ خود گوید چرا دی در بہار	رنج مہمان تو شد نیکوش دار
وہ نہ بولے، تو چرا وقت بہار	رنج ہے مہماں ترا، اب ہوشیار
تا کہ مہماں باز گردد شکر ساز	پیش شہ گوید ز ایثار تو باز
تا کہ مہماں شکریہ تیرا کرے	دے خبر شہ کو ترے ایثار سے
تا بجائے نعمتت منعم رسد	جملہ نعمتہا برد بر تو حسد
پھر جگہ یہ تیری منعم آکے لے	اور ہر نعمت حسد تجھ پر کرے
من خلیلم[1] تو پسر پیش بچک	سر بنہ انی ارانی اذبحک
میں خلیل[1] اور تو پسر بے ریب و شک	سر جھکا انی ارانی[1] اذبحک

[1] دیکھو صفحہ ۴۴۶ پر

سر بہ پیشِ قہر نہ دل برقرار ۔۔۔ تا ببرم حلقت اسمٰعیلؑ وار

قہر کے آگے تو اپنا سر جھکا ۔۔۔ مثلِ اسمٰعیلؑ تا کاٹوں گلا

سر ببرم لیک این سر آن سر یست ۔۔۔ کز بریدہ گشتن و کشتن بریست

سر میں کاٹوں ہے مگر یہ سر وہ سر ۔۔۔ جو بری کٹ جانے سے ہے سر بسر

لیک مقصودم ازاں تعلیمِ تست ۔۔۔ اے مسلماں بایدت تسلیم جُست

اس سے ہے مقصود سمجھانا تجھے ۔۔۔ خوئے تسلیم اے مسلماں چاہیئے

اے نخود میجوش اندر ابتلا ۔۔۔ تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا

اے چنے یوں امتحاں میں جوش کھا ۔۔۔ تیری ہستی کا نہ ہو تیرا پتا

اندر آں بستاں اگر خندیدۂ ۔۔۔ تو گلِ بستانِ جان و دیدۂ

تو اگر اس باغ میں خنداں رہا ۔۔۔ پھول باغِ جان و دیدہ کا بنا

گر جدا از باغ آب و گل شدی ۔۔۔ لقمہ گشتی اندر احشا آمدی

گر چھٹا اس باغ سے مٹی ہوا ۔۔۔ لقمہ بن کر انتڑیوں میں آگیا

شو غذا و قوّت اندیشہ ہا ۔۔۔ شیر بودی شیر شو در بیشہ ہا

ہو غذا اور قوتِ اندیشہ بن ۔۔۔ شیر تھا اور آج شیرِ بیشہ بن

از صفاتش رستۂ باللہ نخست ۔۔۔ در صفاتش باز رو چالاک و چست

اس کی صفتوں سے تو پہلے تھا اُگا ۔۔۔ پھر انہیں صفتوں کی جانب تیز جا

ز ابر و خورشید و ز گردوں آمدی ۔۔۔ پس شدی صاف و ز گردوں بر شدی

ابر و خورشید اور فلک سے آیا تھا ۔۔۔ صاف ہو کر اب فلک سے جُڑ گیا

آمدی در صورتِ بارانِ آب ۔۔۔ میروی اندر صفاتِ مستطاب

صورتِ باران و آب آیا ہے تو ۔۔۔ اب صفاتِ پاک میں جاتا ہے تو

حاشیہ صفحہ گذشتہ:- حضرت ابراہیم نے اپنے لڑکے اسمٰعیلؑ سے کہا تھا۔ کہ تحقیق میں نے دیکھا۔ کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں ۔

جزوِ شمس و ابر بارانہا بدی	نفس و فعل و قول و فکرتہا شدی
جزوِ شمس اور ابرِ باراں تو رہا	نفس و فعل و قول و فکر اب بن گیا
ہستیِ حیواں شد از مرگِ نبات	راست آمد اقتلونی یا ثقات
ہستیِ حیواں ہے سبزی کی فنا	اقتلونی یا ثقات[۱] آیا بجا
چوں چنیں بُردیست ما را بعدِ مات	راست آمد انّ فی قتلی حیات[۲]
بعد مرنے کے جو ہوتی ہے یہ بات	راست ہے پھر انّ فی قتلی حیات
فعل و قول صدق شد قوتِ ملک	تا بدیں معراج شد سوئے فلک
قول و فعل صدق ہے قوتِ ملک	پہنچے اس معراج سے وہ تا فلک
آنچناں کاں طعمہ شد قوتِ بشر	از جمادی پُر شد و شد جانور
ایسا لقمہ جو بنا قوتِ بشر	بھر گئے غلّے سے ہوا وہ جانور
ایں سخن را ترجمہ پہنا ورے	گفتہ آید در مقامِ دیگرے
اس سخن کی شرح میں اے مہرباں	دوسرے موقع پہ کر دونگا بیاں
کارواں دائم ز گردوں می رسد	تا تجارت می کند وا میرود
آسماں سے آتا ہے اک قافلہ	اور تجارت کر کے پھرے لوٹتا
پس برو شیریں و خوش با اختیار	نے بہ تلخی و کراہت فردوار
جو ہو خواہاں لے وہ خوش با اختیار	نے کراہت سے خریدے دردوار
زاں حدیثِ تلخ میگویم ترا	تا ز تلخیہا فرو شویم ترا
کہ رہا ہوں تلخ بات اس واسطے	تاکہ وہ تلخی جو تجھ میں ہے مٹے

[۱] اے پرہیزگارو مجھے قتل کر دو۔

[۲] تحقیق میرے قتل ہونے میں ایک زندگی ہے۔

زآبِ سردِ انگورِ افسردہ زہد ۔۔۔ سردی و افسردگی بیروں نہد
آبِ سرد انگور کا جب جوش کھائے ۔۔۔ سردی و افسردگی اپنی گنوائے

تو ز تلخی چونکہ دل پرخوں شوی ۔۔۔ پس ز تلخیہا ہمہ بیروں روی
تو بھی جب تلخی سے گھبرا جائیگا ۔۔۔ تلخیوں سے اپنی باہر آئے گا

آزماں شیریں شوی ہمچوں عسل ۔۔۔ فارغ آئی گر بتو ریزند خل
میٹھا پھر اسوقت ہوگا شہد سا ۔۔۔ پھر اثر ہوگا نہ سرکے کا ذرا

ہر کہ او اندر بلا صابر نہ شد ۔۔۔ مقبلِ ایں درگہِ فاخرہ نہ شد
جو بلاؤں میں نہیں صابر رہا ۔۔۔ وہ نہیں مقبول اس درگاہ کا

سگ شکاری نیست ور اطوق نیست ۔۔۔ خام ناجوشیدہ جز بیذوق نیست
سگ شکاری ہو تو ہو گردن میں طوق ۔۔۔ خام اور نا اہل ہے محروم ذوق

مومن کا آگاہی بلا پر صابر ہونا

آں نخود گفتا چنیں ست اے ستے ۔۔۔ خوش بجوشم یارئیم دہ راستے
وہ چنا کہنے لگا گر ہے یہ بات ۔۔۔ جوش دے خوب اے خدا دے ثبات

تو دریں جوشش چو معمارِ منی ۔۔۔ کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
تو جو ہے اس جوش میں مونس مری ۔۔۔ چمچہ مارے جائیں خوش ہوں واقعی

ہمچو پیلم بر سرم زن زخم و داغ ۔۔۔ تا نہ بینم خوابِ ہندستان و باغ[1]
مثلِ پیل اب سر پہ دے تو زخم و داغ ۔۔۔ تا نہ دیکھوں خواب ہندستان و باغ

[1] یعنی شورش اور جوشِ مستی جاتا رہے ہندوستان اور باغ سے دنیا مراد ہے چونکہ ایران میں ہاتھی نہیں ہوتا۔ اس لئے جب کوئی شخص وہاں ہاتھی لیجاتا ہے اور وہ مستی کرنے لگتا ہے - تو ایرانی کہتے ہیں یہ ہندوستان کا خواب دیکھ رہا ہے یا اسے یاد کر رہا ہے ؀

تاکہ خود را در دہم در جوش من
تا رہے یا بم در آں آغوش من
تاکہ خود اس جوش میں ہٹ جاؤں میں
اور اُس آغوش میں جا پاؤں میں

زانکہ انساں در غنا طاغی شود
ہمچو پیل خواب بیں یاغی شود
ہوتا ہے دولت سے یہ انساں خراب
جیسے باغی پیل ہو دیکھے جو خواب

پیل چوں در خواب بیند ہند را
پیلباں را نشنود آرد دغا
ہند جب سوتے میں ہاتھی دیکھ لے
پھر نہ مانے پیلباں کی اور لڑے

خاتون کا جنے سے عذر کرنا

آں ستی گوید مرا کہ پیش ازیں
من چو تو بودم زاجزائے زمیں
بولی وہ خاتون اس سے پیشتر
تھی میں جزو خاک تیری طرح پر

چوں بپوشیدم جہاز آذرے
پس پذیرا گشتم و اندر خورے
میں نے جب پہنا لباس آتشی
ہو گئی مقبول اس لائق بنی

مدتے جوشیدہ ام اندر زمن
مدتے دیگر درون دیگ تن
میں بھی دُنیا میں ہوں اُبلی مدتوں
دیگ تن میں جوش میں تھی مدتوں

زیں دو جوشش قوت حسہا شدم
روح گشتم پس ترا استا شدم
حس کی قوت دو اُبالوں سے ہلی
رُوح ہو کر تیری استانی بنی

در جمادی گفتمے زاں میردی
تا شوی علم و صفات معنوی
توڑا جھوڑا اس لئے میں نے تجھے
تا ہو واقف معنوی اوصاف سے

چوں شدی تو روح پس بار دگر
جوش دیگر کن زحیوانی گذر
ہو گیا تو روح پھر اک جوش کھا
حدِ حیوانی کو پیچھے چھوڑ جا

از خدا میخواہ تا زیں نکتہا
در نلغزی و رسی در منتہا
نکتے یہ سن کر خدا سے کر دُعا
ہو نہ لغزش جائے تو تا منتہا

زآنکہ از قرآں بسے گمرہ شدند　　زاں رسن قومے درونِ چہ شدند

کیونکہ قرآں سے بہت گمرہ ہوئے　　تھام کر رسی کنوئیں میں جا گرے

مر رسن را نیست جرمے اے عنود　　چوں ترا سودائے سر بالا نبود

اس میں کیا رسی کا ہے جرم و قصور　　خود نہ تھا فکرِ علو اے بے شعور

مہمانِ مسجد کا قصہ

آں غریبِ شہر سر بالا طلب　　گفت میخسپم دریں مسجد بشب

وہ مسافر اور وہ عظمت طلب　　کہتا تھا مسجد میں سوؤں آج شب

مسجدا گر کربلائے من شوی　　کعبۂ حاجت روائے من شوی

ہو جو اے مسجد تو میری کربلا　　ہو یقیناً کعبۂ حاجت روا

ہیں مرا بگذار اے بگزیدہ یار　　تا رسن بازی کنم منصور وار

چھوڑ دے مجھ کو تو اے مقبول یار　　تا رسن سے کھیل لوں منصور وار

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل　　مے نخواہد غوث در آتش خلیل

ہو نصیحت میں اگر تم جبرئیلؑ　　آگ سے کب ہوگا فریادی خلیلؑ

جبرئیلا رو کہ من افروختہ　　بہترم چوں عود و عنبر سوختہ

جاؤ اے جبرئیلؑ ضو دینا مرا　　مثل عنبر کے ہے جلنے سے بھلا

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی　　چوں برادر پاسداری می کنی

گو تو ہے ہمدرد میرا جبرئیلؑ　　بھائی کی مانند ہے میرا وکیل

اے برادر من بر آذر چابکم　　من نہ آں جانم کہ گردم بیش و کم

بھائی ہیں ہوں تیز تر اس آگ سے　　میں نہیں وہ جان جو گھٹتی رہے

جانِ حیوانی فزاید از علف　　آتشے بود و چو ہیزم شد تلف

جانِ حیوانی تو چارے سے بڑھے　　آگ ہو کر مثل لکڑی کے بجھے

گر نہ گشتے ہیزم او مثمر بدے — تا ابد معمور و ہم عامر بدے

گر نہ لکڑی ہوتی تو پاتی ثمر — تا ابد آباد رہتی اے بسر

بادِ سوزانست ایں آتش بداں — پرتو آتش بود نے عین آں

بادِ سوزاں ہے یہ آتش بیگماں — پرتو آتش ہے یہ آتش کہاں

عین آتش در اثیر آمد یقیں — پرتو سایہ ویست اندر زمیں

عین آتش ہے فلک پر اے فتا — سایہ اُس کا ہے زمیں پر پڑ رہا

لاجرم پرتو بیامد زاضطراب — سوئے معدن باز میگردد شتاب

اس لئے سائے کو ہے اک اضطراب — سوئے معدن لوٹ جاتا ہے شتاب

قامت تو برقرار آمد بہ ساز — سایہ ات کوتہ دمے یکدم دراز

ہے ترا قد برقرار اے پاکباز — سایہ کوتہ ہے کبھی۔ گاہے دراز

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات — عکسہا واگشت سوئے امہات

کوئی پرتو میں نہیں پاتا قرار — عکس لوٹے اصل کو انجام کار

ہیں وہاں بربند فتنہ لب کشاد — باز گو واللہ اعلم بالرشاد

چُپ بھی رہ ملتی ہے فتنوں کو کشاد — پھر سُنا واللہ اعلم بالرشاد

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب — شرق و غرب افتاد اندر اضطراب

فتنے نے اُٹھ کر کیا عالم خراب — مشرق و مغرب کو ہے اک اضطراب

چوں مراتب گشت دلہا تنگ شد — ہر یکے با دیگرے در جنگ شد

جب ہلے مورچے۔ ہوئے دل اور تنگ — ایک سے تھا دوسرا مصروفِ جنگ

گفت و گو بسیار شد خامش شدم — مسئلہ تسلیم کردم تن زدم

گفتگو لمبی ہوئی، میں چُپ ہوا — مسئلہ۔ تسلیم میں نے کر لیا

ور تو گوئی موجب فتنہ چہ بود — باز گویم گوش کن کز چوں غم فزود

گر تو پوچھے تھا سبب فتنے کا کیا — سُن بتاتا ہوں کہ کیونکہ غم بڑھا

کم فہموں اور طعنہ زنوں کی بد اندیشی

پیش از آں کایں قصہ تا مخلص رسد ‏— دود گندے آمد از اہل حسد
پیشتر اس سے کہ پورا ہو بیاں ‏— دیکھ وہ اُٹھا حسد کا اک دھواں

من نمی رنجم ازیں لیک ایں لگد ‏— خاطر سادہ دلے را پے کند
مجھ کو تو اس کی نہیں پروا مگر ‏— خاطر سادہ پہ ہو شاید اثر

خوش بیاں کرد آں حکیم غزنوی ‏— بہر محجوباں مثال معنوی
خوب کہتے ہیں حکیم[ل] غزنوی ‏— اندھوں کے حق میں مثال معنوی

کز قرآں گر نہ بیند غیر قال ‏— ایں عجب نبود ز اصحاب ضلال
حرف قرآں سے اگر وہ فال لے ‏— کچھ تعجب تو نہیں گمراہ سے

کز شعاع آفتاب پُر ز نور ‏— غیر گرمی مے نیابد چشم کور
نور سے سورج کے مِل سکتا ہے کیا ‏— اندھی آنکھوں کو حرارت کے سوا

خر بطے ناگاہ از خرخانۂ ‏— سر بروں آورد چوں طعانۂ
ناگہاں اک گھر سے نکلا مسخرا ‏— طعنہ زن کی طرح یوں کہنے لگا

کایں سخن پست است یعنی مثنوی ‏— قصۂ پیغمبر است و پیروی
ہے یہ قصہ پست یعنی مثنوی ‏— داستاں نبیوں کی۔ ذکر پیروی

نیست ذکر و بحث اسرار بلند ‏— کہ دوانند اولیا زاں سو سمند
اس میں ہیں اسرار کی بحثیں کہاں ‏— اولیا ہوتے ہیں جس جانب رواں

از مقامات تبتل تا فنا ‏— پایہ پایہ تا ملاقات خدا
ترک سے دنیا کے لے کر تا فنا ‏— درجہ درجہ تا وصال کبریا

لہ حکیم سنائی غزنوی کی طرف اشارہ ہے۔

شرحِ و حدّ ہر مقام و منزلے ‏ ‏ کہ بپرزو بر پرد صاحبدلے

حدِ منزل اور شرح ہر مقام ‏ ‏ جس سے اہلِ دل کو ہو پرواز تام

جملہ سرتاسر فسانہ است و فسوں ‏ ‏ کودکانہ قصۂ بیروں و دروں

سربسر افسوں ہے اور افسانہ ہے ‏ ‏ باہر اندر قصۂ طفلانہ ہے

چوں کتابُ اللہ بیامد ہم بر آں ‏ ‏ ایں چنیں طعنہ زدند آں کافراں

جبکہ قرآں خلق پر نازل ہوا ‏ ‏ کافروں نے اس پہ بھی طعنہ کیا

کہ اساطیرست و افسانہ نژند ‏ ‏ نیست تعمیقے و تحقیقے بلند

بس یہ قصے اور افسانے ہیں چند ‏ ‏ ہیں نہ نکتے اور نہ تحقیق بلند

کودکانِ خرد فہمش میکنند ‏ ‏ نیست جز امرِ پسند و ناپسند

چھوٹے بچے ہیں سمجھ لیتے اسے ‏ ‏ اس میں بس کچھ حکم ہیں اچھے برے

ذکرِ آدمؑ گندم و ابلیس و مار ‏ ‏ ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار

ذکرِ آدمؑ، ذکرِ ابلیس اور مار ‏ ‏ ذکرِ ہودؑ و باد و ابراہیمؑ و نار

ذکرِ نوحؑ و کشتی و طوفانِ نیل ‏ ‏ ذکرِ کنعان و سر از خط تافتن

نوحؑ کی کشتی کا اور طوفاں کا ذکر ‏ ‏ اور نافرمانیٔ کنعاں کا ذکر

ذکرِ یوسفؑ ذکرِ زلفِ پرخمش ‏ ‏ ذکرِ یعقوبؑ و زلیخا و غمش

ذکرِ یوسفؑ اور ان کی زلف کا ‏ ‏ ذکرِ یعقوبؑ اور زلیخا کا گلا

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذبح و جبرئیلؑ ‏ ‏ ذکرِ قصۂ کعبہ و اصحابِ فیل

ذکرِ اسمٰعیلؑ و ذکرِ جبرئیلؑ ‏ ‏ کعبہ کا قصہ ہے اور اصحابِ فیل

ذکرِ بلقیسؑ و سلیمانؑ و سبا ‏ ‏ ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا[1]

ذکرِ بلقیس و سلیمانؑ و سبا ‏ ‏ ذکرِ داؤدؑ و زبور و اوریا

۱؎ حضرتِ داؤدؑ کا برادر نسبتی ✦

ذکرِ طالوت و شعیب و صومِ او　　ذکرِ یونس ذکرِ لوط و قومِ او

ذکرِ طالوت و شعیب روزہ دار　　ذکرِ یونس، ذکرِ لوط نامدار

ذکرِ حملِ مریم و نخل و مخاض　　ذکرِ یحییٰ و زکریا و ریاض

ذکرِ مریم۔ درِ زہ اور پیڑ کا　　ذکرِ یحییٰ، اور زکریا کی کتھا

ذکرِ صالح ناقہ و تقسیمِ آب　　ذکرِ ادریس و مناجات و جواب

ناقۂ صالح وہ پھر تقسیمِ آب　　ذکرِ ادریس اور مناجات اور جواب

ذکرِ الیاس و عزیر و موتِ او　　ذکرِ قارون و زمیں رفتن فرو

ذکر الیاس و عزیر اور موت کا　　خاک میں قارون کا دھنسنا برملا

ذکرِ ایوب و صبوری در بلا　　ذکرِ اسرائیلیان و تیہ لا

ذکرِ ایوب اور بلا میں صبر کا　　ذکرِ اسرائیلیوں کا جا بجا

ذکرِ موسیٰ و شجر طور و عصا　　خلعِ نعلین و خطابات و عطا

ذکرِ موسیٰ و شجر، طور و عصا　　ترکِ نعلین و خطابات و عطا

ذکرِ عیسیٰ و عروجش بر سما　　ذکرِ ذوالقرنین و خضر و ارمیا

ذکرِ عیسیٰ اور فلک پر چڑھنے کا　　ذکرِ ذوالقرنین و خضر و ارمیا[سلہ]

ذکرِ فضلِ احمد و خلقِ عظیم　　کہ قمر از معجزہ آتش شد دونیم

ذکرِ احمد۔ ان کا وہ خلقِ عظیم　　چاند اشارے سے ہوا انکے دونیم

ظاہر ست و ہر کسے پے می برد　　گو بیاں کہ گم شود در وے خرد

یہ ہے ظاہر سب سمجھتے ہیں اسے　　عقل جس میں بھٹکی بھٹکی ہی پھرے

گفت اگر آساں نماید ایں بتو　　اینچنیں آساں یکے سورہ بگو

بولا حق۔ آساں نظر آتا ہے کیا　　ایسی آساں ایک سورۃ تو بنا

سلہ بعض اسے حضرتِ خضر کا اور بعض حضرتِ الیاس کا نام بتاتے ہیں۔

جنیان و انسیان و اہلِ کار ‖ گو بکے آیت ازیں آساں بیار

جن و انس اور جتنے ہیں اہلِ زباں ‖ کہدو اک آیت بنا لائیں یہاں

حرفِ قرآں را بداں کہ ظاہر است ‖ زیرِ ظاہر باطنے ہم قاہر است

حرفِ قرآں کو نہ ظاہر جان تو ‖ ہے اسی ظاہر میں باطن نیک خو

اِنَّ للقرآن ظہرًا و بطنًا کی تفسیر

زیرِ آں باطن یکے بطنِ دگر ‖ خیرہ گردد اندرو فکر و نظر

نیچے اک باطن کے باطن دوسرا ‖ جس سے ہے فکر و نظر عجز آشنا

زیرِ آں باطن یکے بطنِ سوم ‖ کہ درو گردد خردہا جملہ گم

اس کے نیچے پھر ہے باطن تیسرا ‖ عقل کھو جاتی ہے جس میں بر ملا

بطنِ چارم از نبی خود کس ندید ‖ جز خدائے بے نظیرِ بے ندید

چوتھا باطن کس کو قرآں کا ملا ‖ جز خدائے بے نظیر و عیب زا

ہمچنیں تا ہفت بطن اے بوالکرم ‖ میشمر تو زیں حدیثِ معتصم

سات بطنوں تک یونہی تو ذی کرم ‖ اس حدیثِ مصطفیٰ سے گن بہم

تو ز قرآں اے پسر ظاہر مبیں ‖ دیو آدم را نہ بیند غیرِ طیں

دیکھ مت قرآں کا ظاہر اے پسر ‖ آیا آدم دیو کو مٹی نظر

ظاہرِ قرآں چو شخصِ آدمیست ‖ کہ نقوشش ظاہر و جانش خفیست

ظاہرِ قرآں ہے جسمِ آدمی ‖ نقش ظاہر، روح ہے بالکل چھپی

مرد را صد سال عم و خالِ او ‖ یک سرِ موئے نہ بیند حالِ او

سو برس تک مرد کا ماموں چچا ‖ کچھ نہ دیکھے حال سے اسکے ذرا

آنکہ گویند اولیا در کہ روند ‖ تا ز چشمِ مردماں پنہاں بوند

کہتے ہیں جو ہے کوہ میں ولیوں کا گھر ‖ تا نہ وہ مخلوق کو آئیں نظر

اولیا و انبیا کا پہاڑوں اور غاروں میں رہنا

پیش خلق ایشاں فراز صد کہ اند — گام خود بر چرخ ہفتم مے نہند
پیش خلقت ہو کے بھی وہ ہیں پرے — چرخ ہفتم اُن کے زیر پا رہے

پس چرا پنہاں شود کہ جو بود — کہ ز صد دریا و کہ آنسو بود
پس پہاڑوں میں چھپے وہ کس لئے — جو پرے صد کوہ و دریا سے رہے

حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت — کز پیش کہ فلک صد نعل ریخت
کوہ جانے کی اسے حاجت ہی کیا — آسماں جب اس سے ہے چکرا گیا

چرخ گردید و ندید او گرد شاں — تعزیت جامہ بپوشید آسماں
چرخ نے پائی نہ ان کی گرد بھی — لی پہن پوشاک آخر ماتمی

گر بظاہر آں پری پنہاں بود — آدمی پنہاں تر از پریاں بود
گو بظاہر ہوتی ہیں پریاں نہاں — آدمی اُن سے بھی پنہاں تر ہے ہاں

نزدِ عاقل آں پری کہ مضمر است — آدمی صد بار خود پنہاں تر است
نزدِ عاقل جو پری پوشیدہ ہے — اس سے بڑھ کر آدمی پوشیدہ ہے

آدمی نزدیک عاقل چوں خفیست — چوں بود آدم کہ در غیب او صفی ست
آدمی جو نزد عاقل ہے خفی — صورتِ آدم ہے وہ۔ جو تھے صفی

آں یکے بشنید از گرگے سخن — رفت پیش خواجہ کاے مقصود کن
بھیڑیے سے ایک نے باتیں سنیں — جا کے خواجہ سے کہا۔ اے مردِ دیں!

اینچنیں گرگے سخن با من بگفت — خواجہ را با طرب دل گشت جفت
مجھ سے یوں کرتا تھا باتیں بھیڑیا — یہ سُنا خواجہ نے۔ تو خوش ہو گیا

گفت ایمان آوریدم من بریں — ہمچو من صدیق و فاروق مہیں
بولا۔ میں ایمان لایا بر ملا — صورتِ صدیق و فاروق اے فتا

خواجہ دانستے کہ در ہر چون وچند	مرد را ایشان مخالف نیستند
جانتا تھا خواجہ بے چون و چرا	یہ مخالف مرد کے ہیں کب بھلا

اولیاؒ و کلام اللہ کی تشبیہ

آدمی ہمچوں عصائے موسیٰؑ است	آدمی ہمچوں فسون عیسیٰؑ است
آدمی مثل عصائے موسوی	آدمی مثل فسون عیسوی
در کفِ حق بہر داد و بہر زین	قلب مومن ہست بین الاصبعین
دست خالق میں ہے بہر داد وزین	قلب ہے مومن کا بین الاصبعین[2]
ظاہرش چوبے ولیکن پیش او	کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
ظاہرا لکڑی ہے۔ باطن دیکھنا	اک جہاں لقمہ ہو جب کھولے گلا
تو مبیں زافسون عیسیٰؑ حرف وصوت	آن ببیں کز وے گریزاں گشت موت
دم میں عیسیٰؑ کے نہ ڈھونڈو حرف و صوت	تم یہ دیکھو بھاگتی تھی اس سے موت
تو مبین زافسون آں لہجات پست	آن نگر کہ مردہ بر جست و نشست
پست لہجے پر نہ اس کے کر نظر	مُردے ہو جاتے تھے زندہ۔ غور کر
تو مبین مر آں عصار آسہل یافت	آں ببیں کہ بحر اخضر را شگافت
یہ نہ دیکھ آساں تھا جانا عصا	دیکھ پھاڑا اسنے دریا نیل کا
تو ز دوری دیدۂ چترِ سیاہ	یک قدم با پیش نہ بنگر سپاہ
دیکھتا ہے دور سے چترِ سیاہ	بڑھ کے آگے دیکھ ہے کتنی سپاہ
تو ز دوری مے نہ بینی غیر گرد	اندکے پیش آ ببیں در گرد مرد
دور سے جز گرد کیا آئے نظر	پاس آ تا مرد دیکھے جلوہ گر

لـ۱ یعنی مرد خدا + لـ۲ انگلیوں کے درمیان +
لـ۳ یعنی آدمی کا آب وگل +

دیدہا را گرد او روشن کند	کوہہا را مرد ئی او بر کند
گرد اس کی آنکھوں کو روشن کرے	کوہ کو قوت اٹھا کر پھینکدے

یا جبال اوّبی معہ والطیر کی تفسیر

چوں در آمد موسیٰ از اقصائے دشت	کوہ طور از مقدمش رقاص گشت
جبکہ موسیٰ جانب صحرا گئے	طور آیا رقص میں انکے لئے
روئے داؤد از فرش تاباں شدہ	کوہہا اندر پیش نالاں بُدہ
چمکا اس کے فر سے مُنہ داؤد کا	کوہ ان کے سامنے نالاں ہوا
کوہ با داؤد گشتہ ہمرہے	ہر دو مطرب مست در عشق شہے
کوہ وہ داؤد کا ہمرہ ہوا	دونوں مطرب عشق شہ میں مبتلا
یا جبال اوّبی امر آمدہ	ہر دو ہم آواز و ہم پردہ شدہ
یا جبال اوّبی حق نے کہا	دونوں ہم پردہ ہوئے اور ہم صدا
گفت داؤدا تو ہجرت دیدہ	بہر من از ہمرہاں ببریدہ
بولا اے داؤد ہجرت تو نے کی	میری خاطر سب کی یاری چھوڑ دی
اے غریب فرد بے مونس شدہ	آتش شوق از دلت شعلہ زدہ
اے مسافر یہ تری بے مونسی	آگ بھڑکی یہ ترے دل میں شوق کی
مطرباں خواہی و قوال و ندیم	کوہہا آیند پیشت رد آں قدیم
مطرب و قوال چاہے اور ندیم	کوہ تیرے پاس لائے وہ کریم

سلہ اے پہاڑو اور طا نزو۔ حضرت داؤد کی طرف رجوع کرو ۔

سلہ ہم آہنگ ۔

سلہ قولہ تبارک وتعالیٰ عز وجل:۔ یا جبال اوّبی معہ والطیر والنا لہ الحدید

یعنی اے پہاڑو اس کے ساتھ مع پرندوں کے بازگشت کرو۔ اور ہمنے اسکے لئے لوہے کو موم کر دیا

تاکہ قوالی و سرنائی کنند
تاکہ گائیں اور قوالی کریں
تا بہ پیشت بادہ پیمائی کنند
اور پھر وہ بادہ پیمائی کریں

تا بدانی نالہ چوں کہ را رواست
تا کو سمجھے جیسے نالہ کوہ کا
بے لب و دندان ولی را نالہاست
بے لب و دنداں ہے ولیوں کی بُکا

نغمۂ اجزائے آں صافی جسد
نغمہ اپنے پاک و صاف اندام کا
ہر شبے در گوش حس میرسد
گوش حس سے شب کو سُنتا ہے صدا

ہمنشیناں نشنود او بشنود
ہمنشیں سُنتے نہیں سُنتا ہے وُہ
اے خنک جاں کو بہ غیبش بگرود
غیب پر مائل جو ہو اچھا ہے وُہ

بنگرد در نفس خود صد گفتگو
نفس کی سُنتا ہے وہ سو گفتگو
ہمنشین او نبردہ ہیچ بو
ہمنشیں لیتا نہیں کچھ اس سے بُو

صد سوالُ صد جواب اندر دلت
دل میں تیرے سو سوال اور سو جواب
میرسد از لامکاں تا منزلت
لامکاں سے آتے ہیں اے مستطاب

مثنوی پر طعنہ مارنے والے کا جواب

بشنوی تو نشنود زاں گوشہا
تو ہے سُنتا اور نہیں سُنتا کوئی
گر بنزدیک تو آرد گوش را
گو ترے مُنہ سے لگا دے کان ہی

گیرم اے کر خود تو آنرا نشنوی
مانا اے بہرے نہ تو اس کو سُنے
چوں مثالش دیدہ چوں نشنوی
چاہیئے تمثیل پا کر چپ رہے

اے سگ طاعن تو عو عو میکنی
طعنہ زن کتے! تو کیوں ہے بھونکتا
طعن قرآں را بروں شو میکنی
طعن تو قرآن پر کرتا ہے۔ جا

ایں نہ آں شیریست کز وے جاں بری
یہ نہیں وہ شیر جس سے جاں بچے
یا ز پنجہ قہر او ایماں بری
یا بچے ایمان اسکے پنجے سے

تا قیامت میزند قرآن ندا — کای گروهی جہل را گشتہ فدا

تا قیامت ہے یہ قرآں کی ندا — اے وہ لوگو! جہل پر جو ہو فدا

مر مرا افسانہ می پنداشتید — تخم طعن و کافری میکاشتید

تم مجھے افسانہ تھے سمجھے ہوئے — بیج تم بوتے تھے طعن و کفر کے

خود بدیدید ای خسیسان زمن — کہ شما بودید افسانہ نہ من

اے خسیسو! ہے تمہیں عین الیقیں — تھے بس اس دنیا کا افسانہ تمہیں

تا بدیدید ای کہ طعنہ میزدید — کہ شما فانی و افسانہ بدید

کچھ ہوا معلوم اے طعنہ زنو! — تم تھے فانی اور فسانہ دیکھ لو

من کلام حقم و قائم بذات — قوتِ جانِ جان و نہ قوتِ زکات

میں کلام حق ہوں اور قائم بذات — قوتِ جانِ جاں ہوں سے لے قوتِ زکات

نور خورشیدم فتادہ بر شما — لیک از خورشید ناگشتہ جدا

میرے سورج کا پڑا تھا تم پہ نور — ہاں مگر خورشید سے کب تھا وہ دور

نک منم ینبوع آن آبِ حیات — تا رہانم عاشقان را از ممات

چشمۂ آبِ بقا کہئے مجھے — عاشقوں کو ہوں بچاتا موت سے

گر چنان گند آز تان ننگیختے — جرعہ بر گورتان حق ریختے

حرص کی بد بو نہ پھیلاتے اگر — ڈالتا حق ایک جرعہ قبر پر

مے نگیرم گفت و پندِ آن حکیم — دل نگردانم ز ہر قولِ سقیم

کیوں نہ بس آخر سنوں پندِ حکیم — کیوں نہ دل پھیروں جو ہو قول سقیم

تا بیابد درد من از او دوا — فارغ آیم من ز ہر طعنے جدا

اس سے میرا درد تا پائے دوا — اور میں طعنوں سے ہو جاؤں جدا

آنکہ فرمود است او اندر خطاب — کرہ و مادر ہمے خوردند آب

کیونکہ فرماتے ہیں وہ کر کے خطاب — بچہ اور ماں دونوں پیتے تھے بس آب

پانی پینے سے گھوڑے کے بچے کا بھاگنا

میشخولیدند هردم آن نفر	بهر اسپاں کہ ہلا زیں آب خور[1]
جب نفر پانی پلاتے گھوڑوں کو	کہتے، یہ ہے آب خور۔ آگے رہو
آں شخولیدن بکرہ میرسید	سر همے برداشت و زخور میرمید
سنتا جب للکار بچہ برملا	سر اٹھا کر تھا وہ ہر دم چونکتا
مادرش پرسید کاے کرہ چرا	میرمی ہر ساعتے زیں استقا
ماں نے پوچھا، اے مرے بچے تو کیوں	بھاگتا ہے ہر گھڑی پانی سے یوں
گفت کرہ میشخولند آں گروہ	ز اتفاق بانگ شاں دارم شکوہ
بولا وہ۔ للکارتے ہیں یہ نفر	لگتا ہے ان کی صدا سے مجھ کو ڈر
پس دلم میلرزد از جا میرود	ز آں اتفاق نعرہ خوفم میرسد
دل لرز جاتا ہے ہو کر بے قرار	شور سے اک خوف سا ہے بار بار
گفت مادر تا جہان بود است ایں	کار افزایاں بدند اندر زمیں
بولی ماں جب سے ہے قائم یہ جہاں	لوگ ایسے ہوتے آئے ہیں یہاں
ہیں تو کار خویش کن اے ارجمند	زود کایشاں ریش برخود میکنند
میرے بچے! ختم کر تو اپنا کام	اپنی ڈاڑھی نوچتے ہیں یہ تمام
وقت تنگ و میرود آب فراخ	پیش از آں کز ہجر گردی شاخ شاخ
وقت کم ہے۔ کام کر۔ پانی چلا	پیشتر اس سے کہ ہو اس سے جدا
شہرہ کاریزیست[2] پر آب حیات	آب کش تا بردمد از تو نبات[3]
شہر ہے کاریز لبریز حیات	کھینچ پانی تا اگے تیری نبات

۱ پانی پلانے کی جگہ۔

۲ زمین کے نیچے بہنے والی نہر۔ ۳ روئیدگی۔ سبزی۔

آبِ خضرؑ از جوئے نطقِ اولیا — میخوریم اے تشنۂ غافل بیا

آبِ حیواں اولیا کے نطق سے — ہم تو بس پیتے ہیں پیاسے! دیکھ لے

گر نہ بینی آب کورانہ بہ فن — سوئے جُو آور سبو در جُوئے زن

اندھے پن سے گر نہ آب آئے نظر — ڈال ندّی میں سبو کو۔لا ادھر

چوں شنیدی کاندریں جُو آب ہست — کور را تقلید باید کار بست

پانی اس ندّی میں ہے جب تو سُنے — اندھے کو تقلید کرنی چاہیئے

جُو فرو بر مشکِ آب اندیش را — تاگراں بینی تو مشکِ خویش را

نہر میں تو مشک اپنی اب ڈبو — تاگراں دیکھے تو اپنی مشک کو

چوں گراں بینی شوی تو مستدل — رست از تقلیدِ خشک آں نگاہ دل

جب گراں دیکھے یقیں آئے تجھے — دل رہا ہو خشکیٔ تقلید سے

گر نہ بیند کور آبِ جُو عیاں — لیک بیند چوں سبو گردد گراں

دیکھتا ہے کور کب آبِ رواں — دیکھے لیکن جبکہ مٹکا ہو گراں

کہ زجُو اندر سبو آبے برفت — کایں سبک بود و گراں شد ز آبِ زفت

ندّی ہی سے پانی مٹکے میں گیا — پہلے یہ ہلکا تھا اب بھاری ہوا

زانکہ ہر بادے مرا در مے ربود — باد مے نربایدم ثقلم فزود

پہلے لے جاتی تھی مجھ کو ہر ہوا — اب نہ لے جائے کہ میں بھاری ہوا

مر سفیہاں را رباید ہر ہوا — زانکہ نبود شاں گرانیٔ قویٰ

ہلکے لوگوں کو ہے لے جاتی ہوا — کیونکہ ہلکے ہوتے ہیں ان کے قویٰ

کشتیٔ بے لنگر آمد مردِ شر — کہ ز بادِ کژ نیابد او حذر

ہیں یہ بے لنگر کی کشتی اہلِ شر — ہے ہوائے تند سے ان کو حذر

لنگرِ عقلست عاقل را اماں — لنگرے دریوزہ کن از عاقلاں

عقل کا لنگر ہے عاقل کی اماں — عاقلوں سے مانگ لنگر اے جواں

از مدد ہائے خرد چوں بر ربود ۔۔ از خزینہ دُرِّ آں دریائے جود
عقل کی امداد سے جیسے لئے ۔۔ موتی اس بحرِ کرم کے گنج سے

زاینچنیں امداد دل پُر فن شود ۔۔ بجہد از دل چشم ہم روشن شود
دل ہو پُر فن ایسی ہی امداد سے ۔۔ دل سے بڑھ کر آنکھ کو روشن کرے

زانکہ نور از دل بریں دیدہ نشست ۔۔ تا چو دل شد دیدہ تو عاطلست
نور آنکھوں کو جو ہے دل سے ملا ۔۔ دل نہ ہو تو آنکھ میں ہو نور کیا

دل چو بر انوار عقلِ پیر زد ۔۔ زآں نصیبے ہم بدو دیدہ رسد
دل کیا پُر نور عقلِ پیر نے ۔۔ اس سے آنکھوں کو بھی کچھ حصے ملے

پس بداں کآبِ مبارک ز آسماں ۔۔ وحیِ دلہا باشد و صدق بیاں
چرخ کا آب مبارک اے جواں ۔۔ وحیِ دل ہوتا ہے اور صدقِ بیاں

ما چو آں کرّہ ہم آب جو خوریم ۔۔ سوئے آں وسواس طاعن ننگریم
پانی بچّے کی طرح پیتے ہیں ہم ۔۔ کیوں کریں طعنوں کی پروا بیش و کم

پیرو پیغمبرانی رہ سپر ۔۔ طعنۂ خلقاں ہمہ بادے شمر
تو ہے پیرو انبیا کا۔ چل فتا ۔۔ خلق کے طعنوں کو باور کر ہوا

آں خداوندان کہ رہ طے کردہ اند ۔۔ گوشِ بانگِ سگاں کے کردہ اند
طے جو ان لوگوں نے ہے رستہ کیا ۔۔ بھونکنے کو کتّوں کے کب ہے سُنا

مہمانِ مسجد کا باقی قصّہ

باز گو کآں پاک بازِ شیر مرد ۔۔ اندر آں مسجد چہ بنمود و چہ کرد
پھر سُنا ہاں پاکباز اس شخص نے ۔۔ کیا کیا مسجد میں، تھے کیا واقعے

خفتہ در مسجد خود او را خواب کو ۔۔ مردِ غرقہ گشتہ چوں خسپد نکو
سویا مسجد میں مگر سویا کہاں ۔۔ ہو میسّر مست کو سونا کہاں

خوابِ مرغ و ماہیاں باشد ہمے ۔۔ عاشقاں را زیرِ غرقاب ہمے
مرغ و ماہی کا وہ گویا خواب ہے ۔۔ عاشق اپنے غم میں یوں غرقاب ہے

نیم شب آمد از ہاہولے شنید ۔۔۔ کاہم آیم بر سرت اے مستفید
نصف شب کو اک مہیب آئی صدا ۔۔۔ آؤں تیرے سر پر اے مردِ خدا

پنج کرّت اینچنیں آوازِ سخت ۔۔۔ میرسید و دل ہمے شد لخت لخت
سخت یہ آواز آئی پانچ بار ۔۔۔ جس سے اس مہماں کا دل تھا فگار

واجلب[1] علیہم برجلک وخیلک" کی تفسیر

تو کہ عزمِ دیں کنی با اجتہاد ۔۔۔ دیو بانگت بر زند اندر نہاد
تو جو عزمِ اجتہادِ دیں کرے ۔۔۔ آئیں شیطاں کی صدائیں پھر تجھے

کہ مرو زانسو بیندیش اے غوی ۔۔۔ کہ اسیرِ رنج و درویشی شوی
ہاں نہ جا اس سمت غور و فکر کر ۔۔۔ رنج درویشی سے پہنچیگا ضرر

بینوا گردی ز یاراں وا بری ۔۔۔ خوار گردی و پشیمانی خوری
بینوا ہو کر چھٹے احباب سے ۔۔۔ خوار ہو تو، ہو پشیمانی تجھے

تو ز بیمِ بانگِ آں دیوِ لعیں ۔۔۔ وا گریزی در ضلالت از یقیں
خوف ہو تو جب سُنے بانگِ لعیں ۔۔۔ گمرہی میں جا پڑے چھوڑے یقیں

کہ ہلا فردا و پس فردا تراست ۔۔۔ راہِ دیں پویم کہ مہلت پیش ماست
آجکل پرسوں چلوں گا تو کہے ۔۔۔ دین پر چلنے کی مہلت ہے تجھے

مرگ بینی باز کو از چپ و راست ۔۔۔ میکشد ہمسایہ را تا بانگ خاست
دائیں بائیں دیکھے حملے موت کے ۔۔۔ مارے ہمسائے کو اور وہ غل کرے

باز عزمِ دیں کنی از بیمِ جاں ۔۔۔ مردہ سازی خویشتن را یکزماں
خوف جاں سے پھر تو عزمِ دیں کرے ۔۔۔ اک گھڑی اپنے کو مُردہ جان لے

[1] یعنی اُن پر اپنے سواروں اور پیادوں سے حملہ کر دے۔

پس سلح بربندی از علم و حکم
کہ من از خوفے نیارم پائے کم
علم و حکمت کے تو پھر ہتھیار لے
ہاں نہ میرا پاؤں دہشت سے ہٹے

باز بانگے بر زند بر تو ز مکر
کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر
آئے پھر وہ مکر شیطاں کی صدا
فقر سے ڈر اور واپس لوٹ جا

باز بگریزی ز راہِ روشنی
آں سلاح علم و دیں را افگنی
پھر تو لوٹے روشنی کی راہ سے
اور سب ہتھیار اپنے ڈال دے

سالہا او را بہ بانگے بندۂ
در چنیں ظلمت نمد افگندۂ
تو ہو پابند اس صدا کا سالہا
ایسی ظلمت میں پڑے پھر برملا

ہیبتِ بانگِ شیاطیں خلق را
بندہ کرد است و گرفتہ حلق را
ہیبت بانگِ شیاطیں خلق کو
کرتی ہے عاجز پکڑ کر حلق کو

تا چناں نومید شد جانش ز نور
کہ روانِ کافراں ز اہلِ قبور
نور سے مایوسیاں ہوں یوں تجھے
روح کافر جیسے اہلِ قبر سے

آں شکوہِ بانگِ آں ملعون بود
ہیبتِ بانگِ خدائی چوں بود
بانگِ شیطاں میں ہے جب یہ کر و فر
ہو گی بانگِ حق میں ہیبت کسقدر

ہیبتِ باز است بر کبکِ نجیب
مر مگس را نیست ز آں ہیبت نصیب
ہے چکوروں کو جو ہیبت باز کی
مکھیوں کو کب ہے حاصل واقعی

زانکہ نبود باز صیادِ مگس
عنکبوتاں مے مگس گیرند و بس
باز ہے صیاد مکھی کا کہاں
مکھیوں کو ہیں پکڑتی مکڑیاں

عنکبوتِ دیو بر چوں تو ذباب
کرّ و فر دارد نہ بر کبک و عقاب
عنکبوتِ دیو مکھی جان کر
تجھ پہ غالب ہے نہ کبک و باز پر

بانگِ دیواں گلہ بانِ اشقیاست
بانگِ سلطاں پاسبانِ اولیاست
بانگِ شیطاں اشقیا کی گلہ باں
بانگِ سلطاں اولیا کی پاسباں

تا نیامیزد بدیں دو بانگ دور — قطرۂ از بحر خوش با بحر شور

تا نہ ان آوازوں سے ہرگز ملے — قطرہ بحر خوش کا بحر شور سے

مہمانِ مسجد کو آوازِ طلسم سنائی دینا

بشنو اکنوں قصۂ آں بانگ سخت — کہ نرفت از جا بدان آں نیکبخت

سن وہ قصہ۔ آئی گو آواز سخت — پر نہ سرکا اس جگہ سے نیک بخت

گفت چوں ترسم چو ہست آں طبل عید — تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید

بولا کیا ڈر، ڈھول ہے یہ عید کا — ڈھول پٹنے سے ڈرے۔ تو ہے بجا

اے دہلہائے تہی پر زکوب — قسمِ تاں از عید چوں شد زخم چوب

خالی ڈھولو، تم ہو ضربوں سے بھرے — عید پر کیوں زخم یہ تم کو ملے

شد قیامت عید و بیدیناں دہل — ما چو اہل عید خنداں ہمچو گل

ہے قیامت عید کافر ہیں دہل — ہم ہیں اہل عید خنداں مثل گل

بشنو اکنوں ایں دہل چوں بانگ زد — دیگ دولت با چگونہ مے پزد

سن ذرا جو ڈھول نے آواز کی — دیگ آتش دولت اب کیسی پکی

چونکہ بشنود آں دہل آں مرد دید — گفت چوں ترسد دلم از طبل عید

جب سنی اس مرد نے آواز یوں — بولا طبل عید سے میں کیوں ڈروں

گفت با خود ہیں ملرزاں دل گزیں — مُردجان بد دلان بے یقیں

یوں کہا خود سے کہ دل مضبوط کر — ہیں جو بد دل بے یقیں جاتے ہیں مر

وقت آں آمد کہ حیدرؓ وار من — ملک گیرم یا بپردازم بدن

وقت آیا ہے کہ حیدرؓ وار میں — ملک لوں یا دیدوں جان زار میں

برجہید و بانگ بر زد کاے کیا — حاضرم اینک اگر مردی بیا

اُٹھا اور ہو کر مخاطب یوں کہا — میں ہوں حاضر مرد ہے تو آگے آ

در زماں بشکست وے آواز آن طلسم
زر ہمے ریزید ہر سو قسم قسم
اُس نے توڑا وہ طلسم خوف زا
سونا برسا مختلف اقسام کا

ریخت چنداں زر کہ ترسیدن شیر
تا بگیرد زر ز پُری راہِ در
سونا برسا اور ڈرا وہ مردِ دیں
بند ہو جائے نہ دروازہ کہیں

پُر شد آن مسجد ز زر ہر جایگاہ
مرد حیراں شد ز تقدیرِ آلہ
ہر جگہ مسجد وہ زر سے بھر گئی
اپنی قسمت پر اُسے حیرت ہوئی

بعد از آن برخاست آں شیرِ عنید
تا سحرگہ زر بہ بیروں میکشید
بعد ازاں اُٹھا وہ شیرِ خشمگیں
صبح تک سونے کو ڈھویا بالیقیں

دفن میکرد و ہمے آمد بہ زر
با جوال و توبرہ بارِ دگر
دفن کرتا تھا وہ سونا بیشمار
خورجی میں اور توبڑے میں بار بار

گنجہا بنہاد آں جانباز ازاں
کوری و ترسانیِ واپس خزان
اس دلاور نے خزانے بھر لئے
کور اور بزدل ڈراتے ہی رہے

ایں زرِ ظاہر بخاطر آمدہ است
در دلِ ہر کوردون زر پرست
یہ زرِ ظاہر بہ ہر عنوان تھا
زر پرست اندھوں کے دلمیں برملا

کودکاں اسفالہا را بشکنند
نام زر بنہند و در دامن کنند
توڑتے ہیں بچے اکثر ٹھیکرے
بھرتے ہیں دامن میں سونا جان کے

اندر آں بازی چو گوئی نام زر
آں کند در خاطرِ کودک گذر
کھیل میں اُن کے جو لے تو نام زر
دل میں اُن بچوں کے اسکا ہو اثر

بل زرِ مضروبِ ضربِ ایزدی
کو نگردد کاسد آمد سرمدی
ہاں وہ زر جس پر ہو سکۂ ایزدی
جو نہ کھوٹا ہو وہ زر ہے سرمدی

آں زرے کایں زر ازآں زر تاب یافت
گوہر و تابندگی و آب یافت
زر وہ، اس زر کو ملی جس سے ضیا
یہ چمک یہ جوہر اور آب لے فتا

آں زرے کہ دل ازو گردد غنی
غالب آمد بر قمر در روشنی
ہاں وہ سونا دلکو جو کر دے غنی
چاند پر غالب ہے جس کی روشنی

شمع بود آں مسجد و پروانہ او
خویشتن انداخت آں پروانہ خو
شمع وہ مسجد تھی. وہ پروانہ تھا
مثل پروانہ وہ تھا اس میں پڑا

سوختن پرش ولیکن ساختش
پس مبارک آمد آں انداختش
اسکا جلنا گویا اس کا ساز تھا
تھی مبارک اس کی افتاد بلا

ہمچو موسیٰ بود آں مسعود بخت
کآتشے دید او بسوئے آں درخت
مثل موسیٰ تھا مگر وہ نیک بخت
آگ دیکھی اسنے بالائے درخت

چوں عنایتہا برو موفور بود
نار مے پنداشت و آں خود نور بود
تھی عنایت اس پہ خالق کی بڑی
آگ جانا جس کو وہ خود نور تھی

مرد حق را چوں ببینی اے پسر
تو گماں آری برو نار بشر
مرد حق کو جب تو دیکھے اے پسر
ہو گماں تجھ کو کہ ہے نار بشر

تو ز خود مے آئی و او در تو است
نار و خار ظن و باطل از تو است
تو خودی سے آیا۔ وہ تجھ میں نہاں
ہے خودی کی سمت سے نار گماں

او درخت موسیست و پر ضیا
نور خواں نارش مخواں باری بیا
وہ ہے موسیٰ کا درخت پر ضیا
نور کہہ، نار اس کو کہنا ہے برا

نے قطام ایں جہاں نارے نمود
سالکاں رفتند آں خود نور بود
ترک دنیا کی ہوس ناری نہ تھی
گذرے سالک۔ نور تھی وہ نار ہی

پس بدانکہ شمع دیں بر مے شود
آں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود
شمع جس دم دین کی روشن ہو گئی
کب ہے وہ جیسی ہیں آگیں دوسری

ایں نماید نور و سوزد یار را
واں بصورت نار و گل زوار را
یہ بنے نور اور جلا دے یار کو
وہ مگر ہو مثل گل زوار کو

ایں چو سازندہ ولے سوزندہ — واں گہِ وصلت دل افروزندہ

یہ ہے مثلِ ساز لیکن سوز بھی — وہ ہے وقتِ وصل دل کی روشنی

شکلِ شعلہ نورِ پاک سازدار — حاضراں را نور دوراں را چو نار

نورِ پاک اک مثلِ شعلہ سازگار — حاضروں کو نور اور دوروں کو نار

حاضراں از غائباں خوشحال تر — غائباں را نیست توفیقِ خبر

غائبوں سے ہیں یہ حاضر خوب تر — غائبوں کو کب ہے توفیقِ خبر

ایں سخن را نیست پایاں نے پدید — گو حدیثِ عاشق و صدرِ مجید

یہ سخن تو ختم ہوتا ہی نہیں — صدر و عاشق کا سُنا قصہ یہیں

صدرِ جہاں سے عاشق کی ملاقات

آں بخاری نیز خود بر شمع زد — کشتہ بود از عشقش آساں آں کبد

وہ بخاری بھی فدا تھا شمع پر — عشق میں مشکل ہوئی آسان تر

آہ سوزانش سوئے گردوں شدہ — در دلِ صدرِ جہاں مہر آمدہ

آہ جب اُس کی گئی سوئے سما — تھا دلِ صدرِ جہاں مہر آشنا

گفت باخود در سحرگہ کاے احد — حالِ آں آوارۂ ما چوں بود

صبحدم اللہ سے کہنے لگا — ہے اس آوارہ کا یارب! حال کیا

او گناہے کرد ما دیدیم لیک — رحمتِ ما را نمیدانست نیک

میں نے دیکھا۔ اُسنے بے شک کی خطا — وہ نہ میرے رحم سے آگاہ تھا

خاطرِ مجرم ز ما ترساں شود — لیک صد امید در ترسش بود

ہم سے ہو مجرم کو خوف و بیدلی — خوف میں لیکن رہے امید بھی

من بترسانم وقیح یاوہ را — وانکہ ترسد من چہ ترسانم ورا

بے حیاؤں کو ہوں میں ہیبت نما — جو ڈرے خود ہی۔ ڈراؤں اسکو کیا

بهر دیگِ سرد آذر می رود — نے بداں کہ جوشش از سر میبرد

آگ ٹھنڈی دیگ کے ہے واسطے — ہو جو پُر جوش آگ اسکا کیا کرے

ایمناں را من بترسانم بہ حلم — خائفاں را ترس بردارم ز حلم

میں ڈراؤں غصے سے بے خوف کو — ڈر مٹاؤں علم سے ڈرتا جو ہو

پارہ دوزم پارہ بر موضع نہم — ہر کسے را شربت اندر خورد ہم

رکھتا ہیں پیوند اُس کی جا پہ ہوں — جو ہو جیسا ویسا شربت اسکو دوں

ہست سرِ مرد چوں بیخ درخت — زاں بروید برگہاش از چوب سخت

راز ہے انساں کا مانندِ درخت — ویسے ہی پتے ہیں جیسے چوب سخت

درخورِ آں بیخ رستہ برگہا — در درخت و در نفوس و در نہا

جیسی جڑ ہو ویسے ہی پتے اُگیں — پیڑ میں اور نفس میں اور عقل میں

بر فلک بر ہاست ز اشجارِ وفا — اصلہا ثابت و فرعہ فی السما

چرخ پر ہے پھل وفا کے نخل کا — جڑ زمیں پر۔ شاخیں گردوں پر وفا

چوں برست از عشق بر بر آسماں — چوں نروید در دلِ صدرِ جہاں

آسماں پر جب اُگے پھل عشق کا — کیوں دلِ صدرِ جہاں میں ہو نہ جا

موج میزد در دلش عفوِ گنہ — کہ ز ہر دل تا دل آمد روزنہ

دل میں تھا عفوِ گنہ لہرا رہا — دل سے دل تک ایک روزن ہے کھلا

کہ ز دل تا دل یقیں روزن بود — نے جدا و دور چوں دو تن بود

دل سے دل تک ایک ہے روزن ضرور — مثل دو تن کب جدا ہیں اور دور

متصل نبود سفالِ دو چراغ — نورِ شاں ممزوج باشد در مساغ

دور گو مٹی کے رکھیں دو دیے — ایک ہو گی روشنی گھر میں دیے

قولہ تبارک و تعالیٰ عز و جل:۔ مثل کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء یعنی خدائے تعالیٰ نے کلمہ پاک کو ایک ایسے پاک درخت کیطرح بنایا ہے جسکی جڑ زمین میں ثابت ہے اور شاخیں آسمان پہ ہیں

هیچ عاشق خود نباشد وصل جو — که نہ معشوقش بود جویاے او
وصل جو عاشق نہیں ہوتا کوئی — ڈھونڈتا جب تک نہ ہو معشوق بھی

لیک عشق عاشقاں تن زہ کند — عشق معشوقاں خوش و فربہ کند
عاشقوں کو عشق کر دیتا ہے زار — اور معشوقوں کو فربہ اے نگار

چوں دریں دل برق مہر دوست جست — اندر آں دل دوستی میداں کہ ہست
کوندے برق مہر جب دل میں ترے — عشق اُس کے دل میں بھی ہے جان لے

در دل تو مہر حق چوں شد دوتو — ہست حق را بیگمانے مہر تو
تیرے دل میں ہو اگر عشق خدا — حق کو بھی ہوگی محبت بر ملا

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر — از یکے دست تو بے دست دگر
کب تجھے آتی ہے تالی کی صدا — ہاتھ اگر دونوں نہیں ملتے، بتا

تشنہ مے نالد کہ کو آب گوار — آب ہم نالد کہ کو آں آبخوار
پیاسا روتا ہے کہ پانی ہے کہاں — پانی روتا ہے۔ کہاں ہے تشنہ جاں

جذب آبست ایں عطش در جان ما — ما ازان او و او ہم زآن ما
جذب ہے پانی کا اپنی تشنگی — ہم ہیں اُس کے۔ وہ ہماری واقعی

حکمت حق در قضا و در قدر — کردہ ما را عاشقان یکدگر
علم سے اپنے خدا نے بر ملا — دوسرے پر ایک کو عاشق کیا

جملہ اجزاے جہاں زاں حکم پیش — جفت جفت و عاشقان جفت خویش
جتنے یہ اجزا ہیں۔ اُس کے حکم سے — عاشق اپنے اپنے جوڑے پر ہوئے

ہست ہر جفتے ز عالم جفت خواہ — راست ہمچوں کہربا و برگ کاہ
جفت اپنے جفت پر ہے شیفتا — جیسے برگ کاہ ہے اور کہربا

آسماں گوید زمیں را مرحبا — با توام چوں آہن و آہن ربا
چرخ کہتا ہے زمیں سے مرحبا — ہم ہیں مثل آہن و آہن ربا

آسماں مرد و زمیں زن در خرد	ہر چہ آں انداخت ایں مے پرورد
آسماں ہے مرد، عورت ہے زمیں	اس سے جو گرتا ہے۔ پلتا ہے یہیں
چوں نماند گرمیش بفرستد او	چوں نماند تریش نم بدہد او
کم ہو گرمی تو وہ گرمی بھیجدے	جب نہ ہو باقی تری، تو تر کرے
برج خاکی جزو ارضی را مدد	برج آبی تریش اندر دہد
برج خاکی سے مدد ہے خاک کی	برج آبی اس کو دیتا ہے تری
برج بادی ابر سوئے وے برد	تا بخارات وخم را ابر برد
برج بادی ابر ہے پھر بھیجتا	تا کرے گندہ بخاروں کو جدا
برج آتش گرمی خورشید ازو	ہمچو تابہ سرخ ز آتش پشت و رو
برج آتش خور کو گرمی دے کمال	ہے توے کی طرح منہ اور پیٹھ لال
ہست سرگرداں فلک اندر زمن	ہمچو مرداں گرد مکسب بہر زن
آسماں دنیا کے چکر میں پھرے	مرد جیسے کسب بہر زن کرے
ویں زمیں کدبانوئیہا میکند	بر ولادات و رضاعش مے تند
اس زمیں میں ہے نسائیت تمام	ہے ولادت اور رضاعت اسکا کام
پس زمین و چرخ را داں ہوشمند	چونکہ کار ہوشمنداں میکنند
کر زمین و چرخ کو دانا شمار	کیونکہ دانائی ہے ان کا کاروبار
گر نہ از ہم ایں دو دلبر مے مزند	پس چرا چوں جفت در ہم میخزند
دونوں یہ دلبر اگر لذت نہ لیں	کیوں یہ جوڑے کی طرح باہم ملیں
بے زمیں کے گل بروید ارغواں	پس چہ زاید ز آب و تاب آسماں
بنے زمیں کے کب گل و لالہ اُگے	آب و تاب چرخ سے کیا ہو سکے
بہر آں میلست در مادہ ز نر	تا بود تکمیل کار ہمدگر
مادہ میں خواہش ہے نر کی اسلئے	تا کر مل کر کام دونوں کا بنے

میل اندر مرد و زن حق زاں نہاد — تا بقا یابد جہاں زیں اتحاد

مرد و زن میں میل یوں حق نے رکھی — تا کہ مل جل کر بقا ہو دہر کی

میل ہر جزوے بجزوے ہم نہد — ز اتحاد ہر دو تولیدے جہد

جزو ہر اک جزو سے رغبت رکھے — تا کہ اس ملنے سے پیدائش بڑھے

شب چنیں با روز اندر اعتناق — مختلف در صورت اما اتفاق

رات بھی دن سے یونہی ہے ہمکنار — مختلف شکلیں مگر دونوں ہیں یار

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمنند — لیک ہر دو یک حقیقت مے تنند

روز و شب گو ہیں بظاہر دو ضدیں — ہیں مگر وہ ایک دونوں اصل میں

ہر یکے خواہاں دگر را ہمچو خویش — از پئے تکمیل کار و فعل خویش

ایک کا خواہاں ہے دل سے دوسرا — تا ہو اپنا کام پورا بر ملا

زانکہ بے شب دخل نبود طبع را — پس چہ اندر خرج آرد روزہا

کیونکہ بے شب کیا ہے آمد طبع کو — وقت دن کے خرچ میں وہ لائے جو

ہر عنصر کا اپنی جنس کو جذب کرنا

خاک گوید خاک تن را باز گرد — ترک جاں گو سوئے ما آ ہمچو گرد

خاک تن سے خاک کہتی ہے کہ پھر آ — ترک جاں کر۔ ہم سے مل اے بیوفا

جنس مائی پیش ما اولیٰ تری — بہ کز آں تن وا رہی و اینسو پری

پاس ہے ہمجنس کے رہنا بھلا — قطع کر اس تن سے اور اس سمت آ

گوید آرے لیک من پابستہ ام — گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام

یہ کہے۔ہاں ہیں مگر پابستہ ہوں — ہجر سے تیری طرح گو خستہ ہوں

تریٔ تن را بجویند آبہا — کاے تری باز آ ز غربت پیش ما

پانی کہتے ہیں تری سے جسم کی — اب تو واپس آ سفر سے اے تری

گرمی تن را ہمے خواند اثیر	کہ زناری راہِ اصل خویش گیر
گرمی تن کو بلاتا ہے اثیر[1]	آگ سے ہے تو، ادھر ہو راہگیر
ہست ہفتاد و دو علت در بدن	از کششہائے عناصر بے رسن
اس بدن میں ہیں بہتر علتیں	بے رسن کے عنصروں کے جذب میں
علت آید تا بدن را بگسلد	تا عناصر ہمدگر را وا ہلد
علت آئے تا بدن کو توڑ دے	تا کہ ہر عنصر کو عنصر چھوڑ دے
چار مرغند این عناصر بستہ پا	مرگ و رنجوری و علت پاکشا
چار یہ عنصر ہیں چڑیاں بستہ پا	موت اور بیماری ہے عقدہ کشا
پائے شان از ہمدگر چون باز کرد	مرغ ہر عنصر یقیں پرواز کرد
پاؤں جب آپس میں انکا کھل گیا	مرغ ہر عنصر کا بے شک اڑ چلا
جذبہ این اصلہا و فرعہا	ہر دمے رنجے نہد در جسم ما
فی التحقیقت جذبہ اصل و فرع کا	جسم کو دیتا ہے ہر دم دکھ نیا
تا کہ این ترکیبہا را بر درد	مرغ ہر جزوے باصل خود پرد
تا کہ ان ترکیبوں کو برہم کرے	اور ہر مرغ اصل کو اپنی اڑ سے
حکمت حق مانع آید زین عجل	جمع شان دارد بصحت تا اجل
حکمت حق منع جلدی سے کرے	مرتے دم تک جمع صحت سے رکھے
گوید اے اجزا اجل مشہود نیست	پر زدن پیش از اجلتان سود نیست
اور کہے موت آ نہیں سکتی نظر	کھولتے پیش اجل تم کیوں ہو پر
چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق	چون بود جان غریب اندر فراق
جبکہ ہر جز ڈھونڈتا ہے اتفاق	جان کیونکہ جھیلتی ہوگی فراق

[1] کرۂ آتشیں جو آسمان پر ہے ۔

جانِ جاں جاں را بخواند نیز ہم ۔۔۔ کہ بیا آئید و ایں سو نہ قدم
جان کو ہے جب بلاتا جانِ جاں ۔۔۔ رکھ قدم اس سمت اور آجا یہاں
چونکہ جاں را ایں ندا آید بگوش ۔۔۔ زاشتیاقِ حق رہد زیں عقل و ہوش
روح جب سنتی ہے اسکی یہ صدا ۔۔۔ شوق حق میں ہوش کرتی ہے فنا

عالمِ ارواح کی طرف روح کا کھنچنا

گوید اے اجزائے پست فرشیم ۔۔۔ غربتِ من تلخ تر من عرشیم
روح کہتی ہے کہ اے اجزائے فرش ۔۔۔ تلخ ہے غربت، مرا مسکن ہے عرش
میلِ تن در سبزہ و آبِ رواں ۔۔۔ زاں بود کہ اصلِ او آمد از آں
سبزے اور آبِ رواں سے میلِ تن ۔۔۔ اس سبب سے ہے کہ ہیں اس کا وطن
میلِ جاں اندر حیات و در حی است ۔۔۔ زانکہ جانِ لامکاں اصلِ وے است
زندگی و زیست میں ہے میلِ جاں ۔۔۔ کیونکہ اس کی اصل ہے وہ لامکاں
میلِ جاں در حکمت است و در علوم ۔۔۔ میلِ تن در باغ و راغ و در کروم
علم و حکمت میں ہے رغبت جان کی ۔۔۔ رغبتِ تن باغ و صحرا میں رہی
میلِ جاں اندر ترقی و شرف ۔۔۔ میلِ تن در کسبِ اسباب و علف
ہے ترقی و شرف میں میلِ جاں ۔۔۔ میلِ تن اسباب میں ہے بیگماں
میل و عشق آں شرف ہم سوئے جاں ۔۔۔ زیں یحبہم یحبونہ بداں
ہے شرف کا میل سوئے جاں اٹھی ۔۔۔ ہے یحبہم یحبونہ یہی
گر بگویم شرحِ ایں بیحد شود ۔۔۔ مثنوی ہفتاد من کاغذ شود
گر کروں میں شرح تو بے حد بڑھے ۔۔۔ مثنوی کا بوجھ ستر من بنے

قولہ تبارک و تعالیٰ عزّ و جل: یحبہم و یحبونہ یعنی خدا مومنوں کو دوست رکھتا ہے۔ اور وہ خدا کو دوست رکھتے ہیں ۞

آدمی حیواں نباتے و جماد
ہر مرادے عاشق ہر بیمراد

آدمی، حیواں نباتات اور جماد
بیمرادی پر ہے عاشق ہر مراد

بے مراداں بر مرادے مے تنند
واں مراداں جذب ایشاں میکنند

بے مراد الفت مرادوں سے رکھیں
اور مرادیں جذب پھر انکو کریں

لیک میل عاشقاں لاغر کند
میل معشوقاں خوش و بافر کند

عاشقوں کا عشق انہیں لاغر کرے
اور معشوقوں کو فربہ تر کرے

عشق معشوقاں دو رخ افروختہ
عشق عاشق جان او را سوختہ

عشق معشوق اس کی رعنائی بڑھائے
عشق عاشق جان کو اسکی جلائے

کہربا عاشق بہ شکل بے نیاز
کاہ مے کوشد در آں راہ دراز

کہربا عاشق ہے مثل بے نیاز
کاہ طے کرتی ہے وہ راہ دراز

ایں رہا کن عشق آں بستہ دہاں
تافت اندر سینۂ صدر جہاں

چھوڑ اس کو دیکھ عشق ناتواں
سینۂ صدر جہاں میں ہے تپاں

دود آں عشق و غم آتشکدہ
رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ

عشق کی آتش سے جو اٹھا دھواں
اس نے آقا کو بنایا مہرباں

لیکش ز ناموس و بوش آبرو
شرم مے آمد کہ وا جوید ازو

تھی مگر فکر اس کو ننگ و نام کی
ڈھونڈھنے میں حائل آئی شرم سی

رحمتش مشتاق آں مسکیں شدہ
سلطنت زیں لطف مانع آمدہ

رحمتیں مشتاق تھیں مسکین کی
سلطنت اس لطف سے مانع ہوئی

عقل حیراں کایں عجب او را کشید
یا کشش زاں سو بدینجانب رسید

عقل حیراں ہے۔ یہ ہے اسکی کشش
یا اُدھر سے ہے اِدھر آئی کشش

ترک جلدی کن کزیں نادر قفی
لب ببند اللہ اعلم بالخفی

چھوڑ جلدی اس سے ہے نادر قفی
چُپ بھی رہ، واللہ اعلم بالخفی

لب بہ بندم ہر دمے زینسان سخن | تو بہ آرم ہر زماں صد بار من

اختیار اس بات سے کی خامشی | توبہ اور سو بار توبہ ہے مری

کایں سخن را بعد ازیں مدفوں کنم | آں کشندہ میکشد من چوں کنم

بعد ازیں اس بات کو دفنا ہی دوں | کھینچنے والا جو کھینچے کیا کروں

کیست کت آں میکشد اے معتنی | آنکہ مے نگذاردت کہ دم زنی

کون ہے وہ جو تجھے ہے کھینچتا | تاکہ تو دم بھی نہ مارے اک ذرا

صد عزیمت میکنی بہر سفر | میکشاند مر ترا جائے دگر

سو ارادے کرتا ہے بہر سفر | اور لے جائے کہیں وہ کھینچ کر

زاں بگرداند بہر سو آں لگام | تا خبر یابد ز فارس اسپ خام

اس لئے ہے پھیرتا ہر سو لگام | واقفِ اسوار ہو تا اسپِ خام

اسپ زیرک سار زاں نیکو پے است | کو ہمیداند کہ فارس بر وے است

اسپِ دانا نیک پے ہے سازگار | جو ہے واقف اس پہ کوئی ہے سوار

او دلت را بر دو صد سودا ببست | بے مرادت کرد وپس دل را شکست

سو امید دل پر ہے باندھا دل ترا | دل شکستہ بے مرادی سے کیا

چوں شکست او بال آں رائے نخست | چوں نشد ہستی بال اشکن درست

اس نے بازو توڑا تیری رائے کا | پھر وہ بازو توڑ ہستی ہے بجا

چوں قضایش حبل تدبیرت شکست | چوں نشد بر تو قضائے او درست

جب قضا نے توڑیں تدبیریں تری | کیوں نہ ٹھیک اسکی قضا تجھ پر ہوئی

ارادوں کا توڑنا انسان کو تنبیہ کرنا ہے

عزمہا و قصدہا در ماجرا | گاہ گاہے راست مے آید ترا

عزم بھی اور قصد بھی لے باصفا | گاہ ہے گاہ ہے راست آتا ہے ترا

تا بہ طمع آں دلت نیّت کند | بارِ دیگر نیّتت را بشکند

تا کہ دل اس طمع سے نیت کرے | اور اس نیت کو پھر وہ توڑ دے

ور بکلی بے مرادت داشتے | دل شدے نومید امل کے کاشتے

گر وہ رکھتا تجھ کو بالکل بے مراد | ہوتا نا امید دل لیے خوش نہاد

ور نکاریدے امل از عور ریش | کے شدے پیدا بر و مقہوریش

کچھ نہ بولے دہ تیں گر مجرد میاں | ہوتی مقلوبی امل[1] پر کب عیاں

عاقلاں از بے مرادی ہائے خویش | باخبر گشتند از مولائے خویش

عاقل اپنی بے مرادی سے ہوئے | باخبر مولا سے اپنے۔ دیکھ لے

بے مرادی شد قلاوزِ بہشت | حفت الجنۃ شنو اے خوش سرشت

بے مرادی ہو گئی خضر بہشت | حفت[2] الجنۃ کو سن اے خوش سرشت

چوں مراداتت ہمہ اشکستہ پاست | پس کسے باشد کہ کام او رواست

جب مرادیں ہیں شکستہ پا تری | کامیاب آرزو ہوگا کوئی

پس شدند اشکستہ وش ایں عاقلاں | لیک کو خود آں شکست بیدلاں

پس شکستہ وش ہیں جملہ عاقلاں | ہے مگر یہ کب شکست بیدلاں

عاقلاں اشکستہ اش از اضطرار | عاشقاں اشکستہ با صد اختیار

ہے شکست عاقلاں پر اضطرار | ہے شکست عاشقاں با اختیار

عاقلانش بندگانِ بند بند | عاشقانش شکّری و قند قند

عاقل اس کی بندگی کے ہیں غلام | اور عاشق قند و شکر ہیں تمام

ائتیا[3] کرہاً مہارِ عاقلاں | ائتیا طوعاً مہارِ بیدلاں

اتینا کرہاً[4] ہے عاقل کی مہار | اتینا طوعاً[5] ہے بیدل کی مہار

[1] امید ۔ [2] حدیث شریف ہے کہ انما الجنۃ حفت بالمکارہ یعنی بہشت مکروہات سے گھیری گئی ۔ [3] تو ہمارے پاس آ ۔ [4] جبر و اکراہ سے ۔ [5] خوشی و رغبت سے ۔

آنحضرتؐ کا قیدیوں کو دیکھکر تبسم فرمانا

دید پیغمبرؐ یکے جوقِ اسیر ‏— کہ ہمے بردند وایشاں در نفیر

دیکھے کچھ قیدی پیمبرؐ نے رواں ‏— جا رہے تھے اور تھے گریہ کناں

دید شاں در بند آں آگاہ شیرؐ ‏— مے نظر کردند در وے زیر زیر

دیکھا جب اُن قیدیوں کو آپؐ نے ‏— تھے کنکھیوں سے وہ قیدی دیکھتے

تا ہمے خائید ہر یک در غضب ‏— بر رسولِؐ صدق دنداںہا و لب

اور چباتا تھا وہ ہر اک پُر غضب ‏— سرورِؐ کونین پہ دانت اور لب

زہرہ نے باآں غضب کہ دم زنند ‏— زانکہ در زنجیرِ قہرِ دہ من اند

باوجود اس کے نہ تھے دم مارتے ‏— کیونکہ زنجیروں میں تھے جکڑے ہوئے

میکشند شاں موکل سوئے شہر ‏— مے برد از کافرستاں شاں بقہر

کھینچتے اُن کو سپاہی سوئے شہر ‏— لیچلے تھے کافرستاں سے بہ قہر

نے فدائے مے ستاند نے زرے ‏— نے شفاعت میرسد از سرورے

کوئی فدیہ اُن سے لیتا تھا نہ زر ‏— تھی سفارش بھی نہ کوئی کارگر

رحمتِ[۱] عالم ہمے گویند و او ‏— عالمے را مے بُرد حلق و گلو

رحمتِ[۱] عالم تو کہلاتا ہے وُہ ‏— اور گلے خلقت کے کٹواتا ہے وُہ

با ہزار انکار میرفتند راہ ‏— زیرِ لب طعنہ زناں بر کارِ شاہ

کفر میں طے کر رہے تھے رہگذر ‏— طعنہ زن تھے زیرِ لب سرکارؐ پر

[۲] چارہا کردیم وا اینجا چارہ نیست ‏— خود دلِ آں مرد کم از خارہ نیست

اب یہاں چلتی نہیں اپنی کوئی ‏— کم نہیں پتھر سے دل اس کا کبھی

[۱] یہ اُن قیدیوں کے طعنے تھے ؎

[۲] یہاں سے ان کی گفتگوئے طعن ہے ؎

ما ہزاراں مرد شیر الب ارسلاں	با دو سہ عریان سست و نیم جاں
ہم ہزاروں شیر حق اور شیر گیر	ہیں فقط دو تین بھوکوں کے اسیر
اینچنیں درمانده ایم از کج روییست	یا ز اختر ماست یا خود جادوییست
کج روی سے ایسے عاجز ہم ہوئے	یا کسی جادو سے یا تقدیر سے
بخت ما را بر درید آں بخت او	تخت ما شد سرنگوں از تخت او
ہم ہوئے بدبخت اُن کے بخت سے	تخت اُلٹے اپنے اُنکے تخت سے
کار او از جادوئے گر گشت زفت	جادوئے کردیم ما ہم چوں نرفت
کام اُن کا گر ہے جادو سے بنا	کیوں نہ سحر ان پہ ہمارا کچھ چلا
از بتان و از خدا درخواستیم	کہ بکن ما را اگر ناراستیم
کی بتوں سے اور خدا سے التجا	بس مٹا ہم کو جو ہم ہیں کج ادا

اِن تستفتحوا فقد جاءکم الفتح کی تفسیر[1]

آنکہ حق و راستست از ما و او	نصرتش دہ نصرت آور ا بجو
ہم میں ان میں ہو جو حق پر برملا	اس کو نصرت فتحمندی ہو عطا
ایں دعا بسیار کردیم و صلوٰۃ	پیش لات و پیش عزیٰ و منات
یہ دعائیں مانگیں اور سجدے کئے	سامنے عزیٰ، منات اور لات کے
کہ اگر حق است او پیداش کن	ور نباشد حق زبونِ ماش کن
وہ اگر حق پر ہے ۔ تو کر آشکار	ورنہ کر دے بس اسے رسوا و خوار
چونکہ وا دیدیم او منصور بود	ما ہمہ ظلمت بُدیم او نور بود
ہم نے جب دیکھا تو وہ منصور تھا	ہم تو سب ظلمت تھے اور وہ نور تھا

[1] یعنی اگر تم فتح طلب کرو گے تو تم کو فتح ہو گی ۔

این جواب ماست کانچه خواستید — گشت پیدا کہ شما نا راستید

یہ جواب اپنا ملا ہے بالیقیں — ہو گیا ظاہر کہ تم سچے نہیں

باز این اندیشه را از فکرِ خویش — کور میکردند و دفع از ذکرِ خویش

پھر اس اندیشے کو اپنی فکر سے — اندھا کر کے دُور رہتے ذکر سے

کاین تفکّرِ ماں ہم از ادبارِ ماست — کہ صواب او شود در دل درست

یہ تفکّر ہے سبب ادبار کا — تا کہ نیکی اس کی دل میں ہو بجا

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار — ہر کسے را غالب آرد روزگار

کیا ہوا اگر غالب آیا چند بار — کرتا ہے غالب سبھی کو روزگار

ما ہم از ایامِ بخت آور شدیم — بار ہا بر وے مظفّر آمدیم

اک زمانے میں تھے ہم بھی بخت ور — بار ہا اُس پر ملی ہم کو ظفر

باز میگفتند اگرچہ او شکست — چوں شکستِ ما نبود او زشت و پست

پھر یہ بولے گو کہ دی اسکو شکست — کب ہماری طرح وہ تھا خوار و پست

زانکہ بختِ نیکِ او را در شکست — داد صد شادیٔ پنہاں زیر دست

انکی قسمت نے شکست فاش میں — سو طرح کی عشرتیں دیدیں انہیں

کو با شکستہ نمے مانست ہیچ — کہ نہ غم بودش در آں نے پیچ پیچ

کیا شکستوں سے اُسے دیجے مثال — کیونکہ کا وش ہے نہ ہے رنج و ملال

چوں نشانِ مومناں مغلوبی است — لیک در اشکستِ مومن خوبی است

گرچہ مغلوبی ہے مومن کا نشاں — ہیں شکستوں میں بھی اسکی خوبیاں

گر تو مشکِ عنبرے را بشکنی — عالمے از فیح ریحاں پُر کنی

مشک و عنبر کو اگر تو توڑ دے — اک جہاں کو اس کی خوشبو سے بھرے

ور شکستی ناگہاں سرگینِ خر — خانہا پُر گند گردد سر بسر

اور جو توڑے ناگہاں سرگینِ خر — گندگی پھیلے گھروں میں سر بسر

کہ کند خود مشک را سرگیں لباس ‏ ‏ ‏ آب را با بول اطلس را پلاس

مشک کا سرگیں ہو اور کیا لباس ‏ ‏ ‏ پانی اور پیشاب! اطلس اور پلاس[1]

آنحضرتؐ کی جنگِ حدیبیہ سے واپسی

وقتِ واگشتن ز حدیبیہ رسولؐ ‏ ‏ ‏ در تفکر بود غمگین و ملول

جب حدیبیہ سے لوٹ آئے رسولؐ ‏ ‏ ‏ فکر میں تھے اور غمگین و ملول

ناگہاں اندر حق شمع رسل ‏ ‏ ‏ دولت انا فتحنا زد دہل

ناگہاں اللہ نے ان کو بہ ملا ‏ ‏ ‏ دولتِ ''انّا فتحنا'' کی عطا

آمدش پیغام از دولت کہ رو ‏ ‏ ‏ تو ز منع ایں ظفر غمگیں مشو

آیا یہ پیغام حق کا آپ کو ‏ ‏ ‏ تو شکستِ جنگ سے غمگیں نہ ہو

کاندریں خارے بنقدت فتحہاست ‏ ‏ ‏ نک فلاں قلعہ فلاں قلعہ ترا ست

یہ شکست اب ہے خزانہ فتح کا ‏ ‏ ‏ ہے فلاں قلعہ، فلاں قلعہ ترا

بنگر آخر چونکہ واگردید و گفت ‏ ‏ ‏ بر قریظہ و بر نضیر از وے چہ رفت

دیکھ آخر تو نے جس دم مصطفیٰؐ ‏ ‏ ‏ کیا نضیر اور کیا قریظہ سے ہوا[2]

قلعہا ہم گردِ آں بُر بقعہا ‏ ‏ ‏ شد مسلّم و ز غنایم نفعہا

قلعے بھی اور شہر بھی ہاتھ آ گئے ‏ ‏ ‏ فائدے مالِ غنیمت سے ہوئے

ور نباشد آں تو بنگر کیں فریق ‏ ‏ ‏ بر غم و رنجند مفتون و عشیق

یہ نہیں تو دیکھ لے تو یہ فریق ‏ ‏ ‏ بحرِ رنج و غم کا ہے گویا غریق

زہرِ خواری را چو شکر می خورند ‏ ‏ ‏ خارِ غمہا را چو اشتر می چرند

زہرِ خواری کھائے شکر کی طرح ‏ ‏ ‏ خارِ غم چرتا ہے اشتر کی طرح

[1] ٹاٹ۔

[2] یہودیوں کی دو جماعتیں ہیں۔

بهرِ عین غم نه از بهرِ فرج | این تسافل پیش ایشان چون درج

عیش میں کب ہیں۔ وہ ہیں آلام میں | انکی پستی بھی بلندی ہے انہیں

آنچنان شاد اند اندر قعرِ چاه | که همی ترسند از تخت و کلاه

خوش ہیں یوں تہ میں کنوئیں کی ڈوبکے | خوف کھاتے ہیں وہ تخت و تاج سے

در فقیری هر یکے صد شهریار | در خزانِ فاقه صد همچون بهار

وہ فقیری میں ہیں مثل شہریار | اور خزانِ فاقہ میں مثل بہار

هر که با دلبر بود او هم نشین | فوق گردون نیست نے زیرِ زمین

ہوگیا دلبر کا جو پہلو نشیں | چرخ پر ہے، کب ہے بالائے زمیں

لا تفضّلونی علیٰ یونسؑ کی تفسیر

گفت پیغمبرؐ که معراجِ مرا | نیست از معراجِ یونسؑ اجتبا

بولے پیغمبرؐ مری معراج بھی | کچھ نہیں معراج یونسؑ سے بڑی

آنِ من بالا و آنِ او نشیب | زانکه قربِ حق برونست از حسیب

اُن کی نیچے فلک، اُوپر ہے مری | قربتِ اللہ ہے حد سے بَری

قرب نز پایین ببالا جستن است | قربِ حق از حبسِ هستی رستن است

قربِ حق اُڑنا نہیں کچھ جست سے | قربِ حق چھٹنا ہے قیدِ ہست سے

نیست را چه جائے بالا است و زیر | نیست را نے زود و نے دور و نه دیر

نیست کو کیا گر ہو بالا اور زیر | نیست میں جلدی نہیں کچھ اور نہ دیر

کارگاهِ صنعِ حق در نیستیست | غرهٔ هستی چه دانی نیست چیست

نیستی ہے کارگاہِ کبریا | جانے تو مغرورِ ہستی! نیست کیا

حاصلِ این اشکستِ ایشان اے کیا[1] | مے نماند هیچ با اشکستِ ما

قصہ کوتاہ اور ہے انکی شکست | کب مشابہ اس سے ہے اپنی شکست

[1] وہی قیدی کہہ رہا ہے

آنچناں شاد ند در ذُلّ و تلف ہمچو ما در وقت اقبال و شرف

خوش ہیں وہ یوں نقصِ جان و مال میں جس طرح ہم دولت و اقبال میں

برگ بے برگی ہمہ اقطاع اوست فقر و خواری افتخارست و علوست

کھیتیاں ہیں ان کی بے سامانیاں فقر و خواری میں ہے فخرِ بیکراں

آں یکے گفت از چنانش آمد مزید چوں بخندید او کہ ما را بستہ دید

بولا اک قیدی- وہ ایسا ہے اگر کیوں ہنسا یوں قید ہم کو دیکھ کر

چونکہ او مبدل شدست و شادیش نیست زیں زنداں کنوں آزادیش

کیونکہ ہے اس کی خوشی بدلی ہوئی کب ہے اس زنداں سے آزادی ملی

پس بقہرِ دشمناں چوں شاد شد چوں ازیں فتح و ظفر پُر باد شد

قہر پر دشمن کے کیوں مسرور ہے کیوں وہ ایسی فتح سے مغرور ہے

شاد شد جانش کہ بر شیرانِ نر یافت آساں نصرت و فتح و ظفر

شاد ہے شاید کہ ایسے شیروں پر مل گئی آسانی سے فتح و ظفر

پس بدانستیم کو آزاد نیست جز بدنیا دلخوش و دلشاد نیست

جانا ہیں ہم نے نہیں آزاد وہ صرف دُنیا سے ہے خوش اور شاد وہ

ورنہ چوں خندد کہ اہلِ آنجہاں بر بد و نیکند مشفق مہرباں

کیوں ہنسے ورنہ، کہ جو ہیں انبیاء نیک و بد پر مہرباں ہیں برملا

طعنہ زنوں کے طعنے سے آنحضرتؐ کی آگاہی

ایں بمنگیدند در زیرِ زباں آں اسیراں باہم اندر بحثِ آں

باتیں سب کرتے تھے وہ زیرِ زباں قیدی تھے اس بحث میں مصروف ہاں

تا توکل نشنود بر ما جہد	خود سخن در گوش آں سلطاں نہد
تا سپاہی سُن نہ لے اور ہو خفا	اور کہے سلطان ﷺ سے سارا ماجرا
گرچہ نشنید آں توکل ایں سخن	رفت در گوشے کہ آں اُذُن من لدن
گو نہ سُن پایا سپاہی یہ سخن	پہنچا لیکن تا بہ گوشِ من لدن[2]
بوئے پیراہان یوسفؑ کے اندید	آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید
آئی کب پیراہن یوسفؑ کی بُو	پاسباں کو۔ پہ ملی یعقوبؑ کو
آں شیاطیں بر عیانِ آسماں	نشنوند آں سِرّ لوحِ غیبداں
آسماں پر کب شیاطیں سُن سکے	بھید اے ہمراز، لوحِ غیب کے
آں محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ	آمدہ سِر گردِ او گرداں شدہ
سو رہے تھے جب محمدؐ مصطفیٰ	"بھید" آیا اور طواف اُنکا کیا
آں خورد حلوا کہ روزیش است باز	آں نہ کانگشتانِ او باشد دراز
کھائے وہ حلوا۔ جسے روزی ہوا	انگلیاں لمبی کسی کی ہوں تو کیا
نجم ثاقب گشتہ حارس دیوراں	کہ بہل دزدی ز احمد سِرّ ستاں
نجم ثاقب حارس شیطاں کے	چھوڑ چوری۔ مصطفیٰ[3] سے بھید لے
اے دویدہ سوئے دکّاں از پگاہ	ہیں بمسجد رو بجو رزق از الٰہ
اے کہ بھاگا تو دکاں کو صبح سے	رزق تو مسجد میں جا کر رب سے لے

آنحضرتؐ کی طرف سے قیدیوں کے ضمیر کا جواب

پس رسولؐ آں گفت شاں را فہم کرد	گفت آں خندہ نبودم از نبرد
سُنکے ان کی گفتگو کو مصطفیٰ[1]	بولے۔ وہ ہنسنا لڑائی سے نہ تھا

؎۱ یعنی آنحضرتؐ + ؎۲ معرفت کا راز سننے والا کان یعنی رسولِ مقبول کا گوشِ مبارک + ؎۳ چور کی دار +

مُردہ اند ایشاں و بوسیدہ فنا ۔ مُردہ کشتن نیست مردی پیشِ ما

مُردہ ہیں وہ اور مقہورِ فنا ۔ ہاں نہیں مردی مروں کو مارنا

خود کیند ایشاں کہ مہ گردد شگاف ۔ چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف

وہ تو کیا ہیں۔ چاند کو ٹکڑے کروں ۔ پاؤں میداں میں اگر میں گاڑ دوں

آنگہے کآزاد بود ید و مکیں ۔ من شما را بستہ میدیدم چنیں

جبکہ تم آزاد تھے اور تھے رہا ۔ دیکھتا تھا میں یونہی تم کو بندھا

اے بنازیدہ بہ ملک و خانماں ۔ نزدِ عاقل اشترے بر نردباں

ہے جو تم کو نازِ ملک و خانماں ۔ عاقل اس کو جانتے ہیں رائگاں

نقشِ تن را تا فنا داد بامِ الست ۔ پیش چشمم کُل آتِ آت گشت

فانی راز نقشِ تن جب ہو گیا ۔ حال پھر ہر شے کا مجھ پر کھل گیا

بنگرم در غورہ مے بینم عیاں ۔ بنگرم در نیست شے بینم عیاں

غورہ[1] میں میں دیکھتا ہوں مے عیاں ۔ نیست میں ہستی کے ملتے ہیں نشاں

بنگرم سرِ عالمے بینم نہاں ۔ آدمؑ و حواؑ نرستہ از جہاں

دیکھتا ہوں راز میں اسوقت کے ۔ جبکہ پیدا آدمؑ و حواؑ نہ تھے

من شما را وقتِ ذراتِ الست ۔ دیدہ ام پابستہ و منکوس و پست

میں نے تم کو اوّلاً وقتِ الست ۔ سرنگوں دیکھا ہے اور پابند و پست

از حدوثِ آسمانِ بے عمد ۔ آنچہ دانستہ بُدم افزوں نشد

جب سے ہے یہ آسمانِ بے ستوں ۔ کچھ نہیں دانست ہے میری فزوں

من شما را سرنگوں میدیدہ ام ۔ پیش ازاں کز آب و گِل بالیدہ ام

پہلے میں نے سرنگوں دیکھا تمہیں ۔ پھر پڑا ہوں آب و گِل کے دام میں

[1] کچا انگور +

نو ندیدم تا کنم شادی بدان | این همی دیدم در آن اقبال تان

ہے نئی کیا بات جس کی ہو خوشی | تھا تمہارے اوج میں دیکھا یہی

بستۂ قہرِ خفی آنکہ چو قہر | قند می خوردید و در وی درج زہر

مبتلا جس میں تھے، مخفی تھا وہ قہر | قند کھاتے تھے مگر تھا اس میں زہر

چون چنین قندے پُر از زہر عدو | خوش بنوشد چہ حسد آید برو

قند اگر پُر زہر کھائے اک عدو | کیا کرے اس پر حسد اور رشک تو

با نشاط آن زہر می کردید نوش | مرگ تان خفیہ گرفتہ ہر دو گوش

زہر کھاتے تھے جو تم با صد خوشی | کان پکڑے موت نے اور جان لی

من نمی کردم غزا از بہر آن | تا ظفر یابم فرا گیرم جہان

میں نہ کرتا تھا لڑائی اس لئے | تا کہ لیلوں ساری دنیا فتح سے

اینجہان جیفہ است و مردار و رخیص | بر چنین مردار چون باشم حریص

یہ جہاں ناقص بھی ہے مُردار بھی | حرص کیا ہو مجھ کو اس مُردار کی

سگ نیم تا پرچم مردہ گُنم | عیسیم آیم کہ تا زندہ اش کنم

سگ نہیں تا کہ جو مُردوں کے کروں | مثل عیسیٰ زندگی مُردوں کو دوں

زان ہمی کردم صفوفِ جنگ چاک | تا رہانم مر شما را از ہلاک

میں صفِ جنگ اس لئے کرتا تھا چاک | تا بچو تم اور نہ ہو جاؤ ہلاک

زان نمی بُرّم گلوہائے بشر | تا مرا باشد کر و فر و حشر

کاٹتا ہوں کب گلے میں اس لئے | تا ہو شہرت اور کرّ و فر ملے

زان ہمی بُرّم گلوئے چند تا | زان گلوہا عالمے یابد رہا

کاٹتا ہوں اس لئے ہیں کچھ گلے | تا کہ دنیا کو نجات اُن سے ملے

کہ شما پروانہ وار از جہلِ خویش | پیش آتش می کنید اینجملہ کیش

جاہلوں کی طرح تم پروانہ وار | پیش آتش کرتے ہو دین آشکار

من ہمے رانم شمارا ہمچو مست ‏— از در افتادن در آتش باد و دست
ہوں بھگاتا مست کی صورت تمہیں ‏— تا کہ تم سب گر نہ جاؤ آگ میں

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید ‏— تخمِ منحوسیّ خود میکاشتید
فتح کا کرتے تھے تم اپنی گماں ‏— بیج بوتے تھے نحوست کے یہاں

یکدگر را جدّ جد مے خواندید ‏— سوئے اژدرہا فرس میراندید
کوستے اک دوسرے کے جد کو تھے ‏— جاتے تھے تم اژدہوں کے سامنے

باغی آسودگی میں بھی مقہور ہے

قہر میکردید واندر عینِ قہر ‏— خود شما مقہورِ قہرِ شیرِ دہر
قہر تم کرتے تھے۔ خود تھے قہر میں ‏— اور بہت مقہور تھے اس دہر میں

دزد قہرِ خواجہ کرد و زر کشید ‏— او بداں مشغول بُد والی رسید
چور نے خواجہ کا مال و زر لیا ‏— وہ تھا مصروف اس میں۔ مالک آگیا

گر ز خواجہ آں زماں بگریختے ‏— کے بر او والی حشر انگیختے
بھاگتا اسوقت خواجہ سے اگر ‏— ظلم کرتا خواجہ کیوں اس چور پر

قاہریِّ دزد مقہوریش بود ‏— زانکہ قہرِ او سرِ او را ربود
چور کا قہر اس کی مقہوری بنا ‏— قہر اس کا اس کے سر کو لے اڑا

غالبی بر خواجہ دامِ او شود ‏— تا رسد والی و بستاند قود
حملہ کرنا خواجہ پر تھا اُسکا دام ‏— خواجہ اس سے لینے آیا انتقام

ایکہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ ‏— در نبرد و غالبی آغشتۂ
ایک تو غالب ہوا ہے خلق پر ‏— جنگ اور غلبے میں ہے آلودہ سر

آں بقاصد منہزم کردستشاں ‏— تا ترا در حلقہ مے آرد کشاں
بالارادہ وہ بھگاتا ہے اُنہیں ‏— تا کہ تجھ کو کھینچکر لے گھیرے میں

ہیں عناں درکش پئے ایں منہزم ‏ ‏ درمراں تا تو نگردی منہزم

ان کا پیچھا تو نہ کر اے مردِ ہوش ‏ ‏ تا نہ ہوجائے کہیں حلقہ بگوش

چوں کشانندت بدیں حیلہ بدام ‏ ‏ جملہ بینی بعد ازآں اندر زحام

دام میں پھانسیں جو تجھ کو حیلہ گر ‏ ‏ بعد ازاں وہ سب تجھے آئیں نظر

عقل ازیں غالب شدن کے گشت شاد ‏ ‏ چوں دریں غالب شدن دید او فساد

عقل اس غلبے سے کب ہوتی ہے شاد ‏ ‏ جبکہ اس غلبے میں ہے یکسر فساد

تیز چشم آمد خرد بینائے بیش ‏ ‏ کہ خدایش سرمہ کرد از کحلِ خویش

تیز آنکھیں ہیں خرد کی دور بیں ‏ ‏ سرمۂ حق سے ہوئی ہیں سُرمگیں

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنوں ‏ ‏ اہلِ جنت در خصومتہا زبوں

بولے پیغمبر کہ از راہِ فنوں ‏ ‏ اہلِ جنت ہیں خصومت سے زبوں

از کمالِ حزم و سوء الظن خویش ‏ ‏ نے ز نقص و بددلی و ضعفِ کیش

کیونکہ وہ ہشیار ہیں اور بد گماں ‏ ‏ بد دلی اور ضعفِ مذہب ہے کہاں

در فرہ دادن شنودہ در کمون ‏ ‏ حکمتِ لولا رجال[1] مومنون

شادمانی جب ملی اُن کو فزوں ‏ ‏ تو سُنا لولا رجال[1] مومنون

دست کوتاہی ز کفارِ لعیں ‏ ‏ فرض شد بہرِ خلاصِ مومنیں

ہاتھ رُکنا کافروں کے قتل سے ‏ ‏ فرض تھا تا ہر مسلماں بچ سکے

قصۂ عہدِ حدیبیہ بخواں ‏ ‏ گفتِ ایدیکم تمامت زاں بداں

ہاں حدیبیہ کی تو پڑھ داستاں ‏ ‏ قولِ ایدیکم[2] سے ہو جا راز داں

[1] قولہٖ تعالیٰ ولولا رجال مومنون ونساء مومنات لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم یعنی اگر مکہ میں مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں کہ تم انکو نہیں جانتے تھے۔ تو تمہیں لاعلمی کے باعث انہیں ہلاک کرنے کی صورت میں رنج پہنچتا:

[2] قولہٖ تعالیٰ ھو الذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم اللہ ایسا ہے جس نے کافروں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ کافروں سے باز رکھے:

نیز اندر غالبی هم خویش را — دید او مغلوب دام کبریا

غلبے میں تھا اپنی دیکھتا — اپنے کو مغلوب دام کبریا

ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب — گم شد او واللّٰه اعلم بالصواب

ما رمیت[1] اذ رمیت آیا خطاب — گم ہوا - واللہ اعلم بالصواب

زآں ہمے خندم من از زنجیر تاں — کہ بگیرم ناگہاں شبگیر تاں

لب ہوں زنجیروں سے ہنستا اسلئے — تا کروں حملہ ہیں شبخوں مار کے

زآں ہمے خندم من از زنجیر و غل — میکشنم تاں سوئے سروستان و گل

طوق اور زنجیر پر ہنستا ہوں یوں — تا تمہیں گلشن کی جانب کھینچ لوں

ای عجب کز آتش بے زینہار — بستہ مے آریم تاں تا سبزہ زار

ہے تعجب اسقدر سخت آگ سے — کھینچتا ہوں تم کو جانب باغ کے

از سوئے دوزخ بزنجیر گراں — میکشم تاں تا بہشت جاوداں

سمت دوزخ سے بزنجیر گراں — کھینچتا ہوں تا بہشت جاوداں

ہر مقلد را دریں رہ نیک و بد — ہمچناں بستہ بحضرت میکشد

ہر مقلد ہو بھلا یا ہو برا — کھینچتا ہے اللہ کی جانب بندھا

جملہ در زنجیر بیم و ابتلا — میروند ایں رہ بغیر اولیا

بستہ زنجیر خوف و ابتلا — جاتے ہیں اس راہ ہیں بے اولیا

میکشند ایں راہ را بیگار وار — جز کسانے واقف از اسرار کار

وہ ہیں جوں بیگار اس رہ میں رواں — ماسوا اُن کے جو ہیں اسرار داں

جہد کن تا نور تو رخشاں شود — تا سلوک خدمتت آساں شود

سعی کر تا نور ہو تاباں ترا — اور سلوک راہ آساں ہو ذرا

[1] ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی یعنی تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا - مگر اللہ نے پھینکا ؛

کودکاں را می‌بری مکتب بزور	زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
بچوں کو لے جائیں مکتب جبر سے	وہ کب اس کے جانتے ہیں فائدے
چوں شود واقف بمکتب میدود	جانش از رفتن شگفتہ میشود
جب ہو واقف، جائے مکتب دوڑتا	ہو شگفتہ روح اس کی بر ملا
میرود کودک بمکتب پیچ پیچ	چوں ندید از مزد کار خویش ہیچ
جاتا ہے مکتب کو بچہ تھرتھرا	کام کا پاتا نہیں جب کچھ صلا
چوں کند در کیسہ دانگے دست مزد	آنگہے بیخواب گردد شب چو دزد
جیب میں اپنی جو کچھ پیسے وہ پائے	چور کی صورت نہ شب کو نیند آئے
جہد کن تا مزد طاعت در رسد	بر مطیعاں آنگہت آید حسد
سعی کرتا پائے طاعت کا صلا	ورنہ نیکوں پر حسد ہو بر ملا
[۵۱] ائتینا کرہاً مقلد گشتہ	ائتینا طوعاً صفا بسرشتہ
ائتینا کرہاً مقلد کے لئے	"ائتینا طوعاً ولی کے واسطے
ایں محب حق ز بہر علتے	واں گرہ را بے غرض خود خلتے [۵۲]
دوست وہ حق کا ہے علت کے لئے	بے غرض یہ صرف خلت کے لئے
ایں محبت دایہ لیک از بہر شیر	واں دگر دل دادہ بہر آں ستیر
عشق دایہ کا ہے بہر شیر اسے	دوسرا دلدادہ دایہ کے لئے
طفل را از حسن او آگاہ نے	غیر شیر او را از و دلخواہ نے
طفل اسکے حسن سے ہے بے خبر	دودھ ہی صرف اس کو ہے مدنظر
واں دگر خود عاشق دایہ بود	بے غرض در عشق یک رایہ بود
دوسرا خود عاشق دایہ ہوا	بے غرض یکرنگ الفت میں رہا

۵۱ وہ ہمارے پاس مجبوراً آئے ۔

۵۲ خلوصاً ۔

پس محبت حق بامید و ترس
دفتر تقلید میخواند بدرس

دوست جو حق کا ہے باامید و ترس
دفتر تقلید کا لیتا ہے درس

وآں محب حق زبہر حق کجاست
کہ ز اغراض و ز علتہا جداست

وہ محبت حق ہے کب بہر خدا
بلکہ وہ اغراض سے جو ہے جدا

گر چنین و گر چناں چوں طالب است
جذب حق او را سوئے حق جاذبست

ایسا اور ویسا جو ہے طالب ہوا
جذب ہو حق اس کو سوئے حق لیگیا

گر محبت حق بود لغیرہ
کے ینال دائما من خیرہ

گر محبت حق ہو غیروں کے لئے
بہرہ ور نیکی سے کب دائم رہے

یا محبت حق بود لعینہ
لاسواہ خائفا من بینہ

ہو اگر الفت ہے عین خدا
پھر ہو اس کو دوسرے کا خوف کیا

عاشق کو معشوق کا جذب کرنا

ہر دو را ایں جستجوہا زاں سر است
ایں گرفتاری دل زاں دلبر است

ہیں تلاشیں دونوں اس دربار سے
ہے گرفتاری دل اس یار سے

آمدیم آنجا کہ در صدر جہاں
گر نبودے جذب آں عاشق نہاں

دل میں اس صدر جہاں کے بیگماں
گر نہ ہوتا جذب عاشق کا نہاں

ناشکیبا کے بدے او از فراق
کے دواں باز آمدے سوئے وثاق

پھر وہ کیوں بے صبر ہوتا ہجر سے
جانب قید آتا پھر کیوں دوڑ کے

میل معشوقاں نہانست و ستیر
میل عاشق با دو صد طبل و نفیر

رغبت معشوق رہتی ہے نہاں
رغبت عاشق ہے پر شور اور عیاں

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار
لیک عاجز شد بخاری ز انتظار

اک حکایت اور بھی تھی معتبر
منتظر بے حد بخاری ہے مگر

ترک آں کردیم کو در جستجوست
تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست

اس لئے چھوڑا کہ وہ ہے بیقرار
تا کہ پیش از مرگ دیکھے روئے یار

تا رہد از مرگ ویابد او نجات
ز آنکہ دید دوستست آب حیات

تا کہ چھوٹے موت سے پائے نجات
کیونکہ دید دوست ہے آب حیات

ہر کہ دید او نباشد دفع مرگ
دوست نبود کہ نہ میوہ ستش نہ برگ

دید سے جس کی نہ ہو دفع اجل
دوست وہ کیا اس میں پتے ہیں نہ پھل

کار آنکار ہست اے مشتاق مست
کاندر آں کار ار رسد مرگت خوشست

کام ہے وہ کام اے مشتاق یار
موت جس میں آئے تو ہو خوشگوار

شد نشان صدق ایمان اے جواں
آنکہ آید خوش ترا مرگ اندر آں

ہے نشان صدق ایماں اے جواں
ہو جو وقت مرگ بھی تو شادماں

گر نشد ایمان تو اے جان چنیں
نیست کامل رو بجو اکمال دیں

صاحب ایماں نہیں ایسا جو تو
جا کمال دیں کی کر پھر جستجو

ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست
بر دل تو بے کراہت دوست اوست

جس نے تیرے کام میں کی جاں فدا
دوست بس وہ بے کراہت ہے ترا

چوں کراہت رفت آں خود مرگ نیست
صورت مرگست نقلاں کردنیست

جب کراہت ہی نہیں پھر موت کیا
موت کی صورت ہے صرف اک نقل جا

چوں کراہت رفت مردن نفع شد
پس درست آمد کہ مردن دفع شد

جب ہٹی نفرت تو ہے مرنا کام کا
اس کو دفع مرگ کہنا ہے بجا

دوست حقست او کسے کش گفت او
کہ توئی آن من و من آن تو

دوست حق کا وہ جسے حق نے کہا
تو مری میں ملک تیری برملا

بخاری عاشق کا صدرِ جہاں کے پاس پہنچنا

کوش دارا کنوں کہ عاشق میرسد ۔۔۔ بستہ عشق اورا بجبلٍ من مسد
سُن کہ اب پہنچا وہ عاشق بے مدد ۔۔۔ تھا جو وابستہ بجبلٍ[۱] من مسد

چوں بدید او چہرۂ صدرِ جہاں ۔۔۔ گوئیا پرّیدش از تن مرغِ جاں
جبکہ دیکھا چہرۂ صدرِ جہاں ۔۔۔ اُڑ گیا اُس کے بدن سے مُرغِ جاں

جاں بجاناں داد از خود باز رست ۔۔۔ بر سریرِ ملکِ جاویداں نشست
جاں دی جاناں کو خود سے چھُٹ گیا ۔۔۔ تختِ مُلکِ جاودانی کا ملا

ہمچو چوبِ خشک افتاد آں تنش ۔۔۔ سرد شد از فرقِ سر تا ناخنش
سوکھی لکڑی کی طرح تن گر پڑا ۔۔۔ سر سے ناخن تک وہ تھا ٹھنڈا ہوا

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب ۔۔۔ نے بجنبید و نہ آمد در خطاب
دھونیاں دیں اور سنگھایا لخلخا ۔۔۔ کی نہ حرکت اور نہ کچھ مُنہ سے کہا

کار نامد از بخار و از بخور ۔۔۔ جز کہ بوئے آں شہِ بافرّ و نور
بے اثر تھے یہ بخار اور یہ بخور ۔۔۔ ماسوائے بُوئے شاہِ فرّ و نور

شاہ چوں دید آں مزعفر روئے او ۔۔۔ پس فرود آمد ز مرکب سوئے او
زرد چہرہ اسکا دیکھا شاہ نے ۔۔۔ آیا پاس اُسکے اُتر کر اسپ سے

گفت عاشق دوست جوید تیز تفت ۔۔۔ چونکہ معشوق آمد آں عاشق برفت
بولا عاشق طالبِ معشوق تھا ۔۔۔ جبکہ معشوق آیا۔ عاشق چلدیا

عاشقِ حقّی و حق آنست کو ۔۔۔ چوں بیاید از تو نبود تارِ مو
عاشقِ حق تو ہے اور حق ہے یہی ۔۔۔ جب وہ آئے۔ ہو نہ باقی بال بھی

---

[۱] کھجور کی چھال کی رسّی سے ؂

صد چو تو فانیست پیش آں نظر | عاشقی بر نفی خود خواجہ مگر
اس نظر میں تجھ سے فانی ہیں ہزار | عاشق اپنی نفی پر شاید ہے بار!
سایۂ و عاشقی بر آفتاب | شمس آید سایہ لا گردد شتاب
تو ہے سایہ اور عاشق مہر کا | شمس اگر نکلے تو سایہ ہو فنا
چونکہ سر برزد ز مشرق قرص خور | نہ ستارہ ماند و نہ از شب اثر
جب درخشاں شرق سے سورج ہوا | پھر ستاروں اور شب کا کیا پتا
از در دل چونکہ عشق آید درون | عقل رختِ خویش اندازد برون
عشق جس دم دل میں اپنا گھر کرے | اپنا ساماں عقل باہر پھینک دے
ہمچو شیرے خورد با آہو دوچار | گشت آہو بیخبر افتاد زار
جس طرح ہو شیر آہو سے دوچار | اور ہرن بیہوش ہو زار و نزار
ہمچو زورِ پشہ پیش تند باد | فہم کن واللہ اعلم بالسداد
زورِ پشہ جس طرح پیش ہوا | غور کر۔ واللہ اعلم اے فتا

دربارِ سلیمانی میں مچھر کی فریاد

پشہ آمد از حدیقہ و ز گیاہ | وز سلیمانؑ نبی شد دادخواہ
مچھر آیا باغ سے اور گھاس سے | داد خواہی تا سلیمانؑ سے کرے
کاے سلیمانؑ معدلت میپروری | بر شیاطین و آدمی زاد و پری
اے سلیمانؑ! تم ہو عادل سر بسر | ہر پری اور دیو اور انسان پر
مرغ و ماہی در پناہِ عدلِ تست | کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست
عدل سے پلتے ہیں مرغ اور مچھلیاں | فضل ہر کھو جانے والے پر عیاں
داد دہ مارا کہ بس زاریم ما | بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
دو ہماری داد۔ ہم بھی زار ہیں | بے نصیب گلشن و گلزار ہیں

مشکلات ہر ضعیفے از تو حل ‌ ‌ ‌ پشہ باشد در ضعیفی خود مثل
مشکلیں کمزور کی ہیں تم سے حل ‌ ‌ ‌ پشہ کمزوری میں ہے ضرب المثل

شہرہ ما در ضعف و اشکستہ پری ‌ ‌ ‌ شہرہ تو در لطف و مسکیں پروری
شہرہ ہے اپنی بے بال و پری ‌ ‌ ‌ اور تمہارا لطف و مسکیں پروری

اے تو در اطباق قدرت منتہی ‌ ‌ ‌ منتہی ما در کمی و گمرہی
تم ہو قدرت اور قوی کی انتہا ‌ ‌ ‌ ہم کمی و گمرہی کی انتہا

داد دہ مارا ازیں غم کن جدا ‌ ‌ ‌ دستگیر اے دست تو دست خدا
داد دو ہم کو۔ کرو غم سے جدا ‌ ‌ ‌ دستگیری ہو کہ ہو دستِ خدا

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو ‌ ‌ ‌ داد و انصاف از کہ میخواہی بگو
پھر سلیمانؑ بولے۔ اے انصاف جُو ‌ ‌ ‌ بول کس سے چاہتا ہے داد تُو

کیست آں ظالم کہ از بادِ بروت ‌ ‌ ‌ ظلم کرد است و خراشید است روت
کون وہ ظالم ہے جس نے ظلم سے ‌ ‌ ‌ کر دیا ہے اس طرح زخمی تجھے

اے عجب در عہدِ ما ظالم کجاست ‌ ‌ ‌ کو نہ اندر حبس و در زنجیر ماست
ہیں ہمارے عہد میں ظالم کہاں ‌ ‌ ‌ جو نہیں زنجیر میں قیدی یہاں

چونکہ ما زادیم ظلم آں روز مرد ‌ ‌ ‌ پس بعہدِ ما کہ ظلمے پیش برد
ہم جب آئے۔ ظلم اُسی دن مر گیا ‌ ‌ ‌ ظلم پھر اس عہد میں کس نے کیا

چوں برآمد نور ظلمت نیست شد ‌ ‌ ‌ ظلم را ظلمت بود اصل و عضد
نور جب نکلا۔ ہوئی ظلمت فنا ‌ ‌ ‌ ظلم کی ظلمت ہی ہوتی ہے بِنا

نک شیاطیں کسب و خدمت میکنند ‌ ‌ ‌ دیگراں بستہ باصفاد و بند
ہیں شیاطیں کسب و خدمت میں لگے ‌ ‌ ‌ بعض زنجیروں میں ہیں جکڑے پڑے

اصل ظلمِ ظالماں از دیو بود ‌ ‌ ‌ دیو در بند است استم چوں نمود
ظلم کی اِن ظالموں سے تھی بِنا ‌ ‌ ‌ قید ہیں وہ۔ ظلم پھر کسنے کیا

ملک زآن او است ما را کن فکان
ہے ہمیں ملک اس لئے حق نے دیا
تا ننالد خلق سوئے آسماں
تا کرے کوئی نہ گردوں سے گلا

تا بہ بالا بر نیاید دود ہا
آسماں پر تا نہ جائے دودِ آہ
تا نگردد مضطرب چرخ و سہا
اور نہ ہو چرخ و سہا اس سے سیاہ

تا نلرزد عرش از نالۂ یتیم
تا نہ عرش آہِ یتیماں سے ہلے
تا نگردد از ستم جائے سقیم
تا نہ ہو بد حال کوئی ظلم سے

زاں نہادیم از ممالک مذہبے
اس لئے ملکوں میں اک مذہب رکھا
تا نیاید بر فلکہا یا ربے
تا نہ آئے کوئی "یا رب" کی صدا

منگر اے مظلوم سوئے آسماں
کر نظر اپنی نہ سوئے آسماں
کاسمانی شاہ داری در زماں
آسمانی شاہ ہے موجود یاں

گفت پشہ دادِ من از دستِ باد
بولا مچھر، ہے گلہ اس باد سے
کو دو دستِ ظلم بر ما بر کشاد
جس نے ہم پر ہاتھ کھولے ظلم کے

ما ز ظلمِ او بہ تنگی اندریم
ظلم سے اس کے ہوئے ہیں تنگ ہم
با لبِ بستہ ازو خوں میخوریم
چپ ہیں اور پیتے ہیں خونِ دل بہم

ظلم او بر ما صریحست و عیاں
ظلم اس کا ہم پہ ہے بالکل عیاں
نیست ما را چارہ جز کردن بیاں
تھا یہی چارہ۔کیا ہم نے بیاں

دادِ ما دہ انصافِ ما بستان ازو
داد دیجے، چارہ جوئی کیجیے
اے کریم عادلِ اکرام خو
آپ منصف اور عادل ہیں بڑے

حضرت سلیمانؑ کا مچھر کو حکم دینا

پس سلیمانؑ گفت اے زیبا ودی
پس سلیمانؑ نے کہا۔اے خوش صدا
امرِ حق باید کہ از جاں بشنوی
حکمِ حق بھی چاہئے سننا ذرا

حق بمن گفتہ است ہاں آ دادور — مشنواز خصمے تو بے خصمِ دگر

حق نے یوں مجھ سے کہا۔ اے پیشوا — سُن نہ یک طرفہ۔ نہ ہو گر دوسرا

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور — حق نیاید پیش حاکم در ظہور

دونوں دشمن ہوں نہ جبتک سامنے — پیش حاکم جھوٹ سچ کیونکر کھلے

خصمِ تنہا گر برآرد صد نفیر — ہاں وہاں بے خصم قولِ او مگیر

دشمنِ تنہا کرے سو زاریاں — کر یقیں بے دوسرے کے تو نہ ہاں

من نیارم رُو ز فرماں تافتن — خصم خود را رَو بیاور سوئے من

حکم حق سے مُنہ نہ پھیروں گا کبھی — جا تو میرے پاس لا دشمن کو بھی

گفت قولِ تست برہان درست — خصمِ من باد است او در حکمِ تست

بولا مچھّر۔ سچ کہا اے نیک نام — وہ ہوا ہے جو تمہاری ہے غلام

بانگ زد آں شہ کہ اے بادِ صبا — پشہ افغاں کرد از ظلمت بیا

دی صدا آخر کہ اے بادِ صبا — پشہ فریادی ہے تجھ سے، آگے آ

ہیں مقابل شو تو با خصم و بگو — پاسخ خصم و بکن دفعِ عدو

سامنے دشمن کے آ کر کر بیاں — مدعی کا دے جواب آ کر یہاں

باد چوں بشنید آمد تیز تیز — پشہ بگرفت آنزماں راہِ گریز

جب ہوا نے یہ سُنا۔ آئی وہ تیز — پشہ نے اس وقت لی راہِ گریز

پس سلیمانؑ گفت کاے پشہ کجا — باش تا بر ہر دو رانم من قضا

پس سلیماں بولے۔ اے مچھّر! کہاں — ہاں ٹھہر دونوں کا میں لونگا بیاں

گفت اے شہ مرگِ من از بودِ اوست — خود سیاہ ایں روزِ من از دُودِ اوست

بولا مچھّر جب وہ ہے۔ تو میں کہاں — ہے سیہ روزی مری اس کا دھواں

او چو آمد من کجا یابم قرار — کہ برآرد از نہادِ من دمار

جب ہوا آئی، کہاں مجھ کو قرار — ہے ہلاکت پھر مری بے اختیار

ہمچنیں جویائے درگاہِ خدا ‏ — چوں خدا آید شود جوینده لا
ایسے ہی جو یائے درگاہِ خدا ‏ — جب خدا ملتا ہے، ہوتا ہے فنا

گرچہ آں وصلت بقا اندر بقاست ‏ — لیک ازاوّل بقا اندر فناست
گو ہے وصل اے جان بقا اندر بقا ‏ — پر فنا ہی میں بقا ہے بر ملا

سایہ ہائے کہ بود جویائے نور ‏ — نیست گردد چوں کند نورش ظہور
سارے سائے ڈھونڈتے رہتے ہیں نور ‏ — نیست ہوں جب نور کا دیکھیں ظہور

عقل کے ماند چو باشد سرّ او ‏ — کُلّ شَیءٍ ہالِکٌ اِلّا وجہہٗ
عقل کیا ٹھہرے جو ہو وہ رو برو ‏ — کُلّ شَیءٍ ہالِکٌ اِلّا وجہہٗ[1]

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست ‏ — ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
فانی اس کے سامنے ہر خشک و تر ‏ — نیست میں ہے ہست، یہ ہے طرفہ تر

اندریں محضر خرد ہا شد ز دست ‏ — چوں قلم اینجا رسید و سر شکست
اس جگہ ہے عقل کا گم راستا ‏ — جب قلم پہنچا یہاں - سر رکھ دیا

باز گردم جانبِ صدرِ جہاں ‏ — در نوازش عاشق خود را نہاں
پھر چلوں میں جانبِ صدرِ جہاں ‏ — ہے نوازش میں جو عاشق کی وہاں

میکشد از بیہشی اش در بیاں ‏ — اندک اندک از کرم صدرِ جہاں
بیہشی میں بھرتی ہے برق بیاں ‏ — رفتہ رفتہ اُلفتِ صدرِ جہاں

عاشقِ بیہوش پر معشوق کی نوازش

رگ فتہ شر [illegible] ‏ — [illegible] بر دامنش [illegible] نثار
ہو گیا اس سے لپٹ کر ہمکنار ‏ — اس کے منہ پر اشک کرتا تھا نثار

[1] یعنی ذات وحدہٗ لاشریک کے سوا تمام چیزیں ہلاک ہو جانے والی ہیں؀

بانگ زد در گوش او شہ کاے گدا — زر نثار آوردمت دامن کشا

کان میں آواز دی۔ ہاں اے گدا — کھول دامن۔ میں ہوں مصروفِ عطا

جان تو کاندر فراقم مے طپید — چونکہ زنہارش رسیدم چون رمید

میری فرقت میں تپاں تھی جاں تری — میں پناہ و جاں تھا۔ پھر کیوں جان دی

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد — باخود آ از بیخودی و باز گرد

ہجر میں میرے سہا اچھا برا — بیخودی کو چھوڑ، اب آپے میں آ

مرغ خانہ اشترے را بیخرد — رسم مہمانش بخانہ مے برد

اک شتر کو ایک مرغِ خانہ زاد — لے چلا مہماں بنا کر شاد شاد

چون بخانہ مرغ اشتر پا نہاد — خانہ ویران گشت و سقف اندر فتاد

اونٹ نے جب پاؤں اس گھر میں رکھا — گر پڑی چھت اور گھر ویران ہوا

خانہ مرغ است عقل و ہوش را — ہوش صالح طالبِ ناقہ خدا

ہاں یہ عقل و ہوش ہیں گھر مرغ کا — ہوش طالب ناقۂ حق کا ہوا

ناقہ چون سر کرد در آب و گلش — نے گِل آنجا ماند نے جان و دلش

آب و گل میں جب جگہ ناقے نے کی — پھر نہ جاں باقی۔ نہ گِل باقی رہی

کرد فضلِ عشق انسان را فضول — زین فزون جوئی ظلوم است و جہول

عشق نے برباد انساں کو کیا — وہ اسی سے ظالم و جاہل بنا

جاہل است و اندرین مشکل شکار — مے کشد خرگوش شیرے در کنار

جاہلی یہ ہے۔ کہ ہے مشکل شکار — شیر سے خرگوش ہے اک ہمکنار

کے کنار اندر کشیدے شیر را — گر بدانستے و دیدے شیر را

شیر کو آغوش میں کب کھینچتا — شیر سے ہوتا اگر وہ آشنا

ظالم است او بر خود و بر جان خود — ظلم بین کز عدلہا گو مے برد

ظالم اپنا ہے اور اپنی جان کا — ظلم غالب عدل پر ہے برملا

جہل او مر علمہا را اوستاد ۔ ظلم او مر عدلہا را شد رشاد

جہل اسکا علم کا استاد ہے ۔ مرشد انصاف ہر بیداد ہے

دست او بگرفت کاین رفتہ دمش[1] ۔ آنکہے آید کہ من دم بخشمش

ہاتھ پکڑا اور کہا دم اسمیں ہاں ۔ آئیگا جب بخششوں میں دم بیگماں

چوں بمن زندہ شود آں مردہ تن ۔ جان من باشد کہ رو آرد بمن

مُردہ کو مجھ سے ملی گر زندگی ۔ ہو گا میرا دوست، میری جان بھی

من کنم او را ازیں جاں محتشم ۔ جاں کہ من بخشم ببیند بخششم

جان دیگر اس کو بخشوں عزتیں ۔ جاں میں دوں، اور وہ دیکھے بخششیں

جان نامحرم نہ بیند روئے دوست ۔ جز ہماں جاں کاصل او از کوئے اوست

جان نامحرم نہ دیکھے روئے یار ۔ ہاں مگر وہ جس کا گھر ہے کوئے یار

در دمم قصاب وار ایں دوست را ۔ تا ہلد آں مغز نغزش پوست را

جوں قصائی دوست میں پھونکوں گا دم ۔ پوست چھوڑا مغز نے - تو کیا ہے غم

گفت اے جان رمیدہ[2] از بلا ۔ وصل ما را در کشادیم الصلا

بولا اے جاں[3] جو بلا سے ہے رہا ۔ وصل کا در کھل گیا ہے اندر آ

اے خود ما بیخودی و مستیت ۔ اے ز ہست ما ہمارہ ہستیت

اے خودی میری ہے تیری بیخودی ۔ اے مری ہستی سے تیری زندگی

با تو بے لب ایں زماں من نو بنو ۔ رازہائے کہنہ میگویم شنو

بے زباں و لب ہیں تجھ سے اس گھڑی ۔ کہہ رہا ہوں چند راز مخفی

زانکہ ایں لبہا ازاں دم میرمند ۔ بر لب جوئے نہاں بر میدمند

کیونکہ یہ لب ان دموں سے ہیں رہا ۔ ساحل جوئے نہاں پہ ہیں عیاں

[1] یہاں سے پھر قصہ شروع ہوا۔

[2] بھاگنے والا۔ [3] جاں سے مراد ہے۔

اگرش بے گوشی دریں دم برکشا
بہرِ رازِ یفعل اللہ ما یشا[1]

گوشہا بے گوشی کو کھول اب [illegible]
بہرِ رازِ یفعل اللہ ما یشا

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت
اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت

جب صدائے وصل کانوں میں پڑی
تھوڑی تھوڑی مُردے میں جنبش ہوئی

نے کم از خاکست کز عشوہ صبا
سبز پوش شد سر برآرد از فنا

خاک سے وہ کم ہے کیا۔ باد صبا
سبز پوشی جس کو کرتی ہے عطا

کم ز آب نطفہ نبود کز خطاب
یوسفاں زایند رخ چوں آفتاب

کم نہیں نطفے سے جس سے کبریا
کر دے پیدا یوسفانِ مہ لقا

کم ز بادے نے کہ شد از امرِ کن
در رحم طاؤس و مرغ خوش سخن

باد سے کیا کم ہے۔ جبدم "کُن" کہا
مور بس پیدا رحم میں ہو گیا

کم ز نارے نیست کز امرِ سلام
گلستاں شد بر خلیل[2] خوش کلام

آگ سے کیا کم ہے۔ جب بھیجا سلام
تو وہ ابراہیم[2] پر ٹھہری حرام

کم ز چوبے نیست در دفع عدو
گشت اژدرہائے منکر زامرِ ہو

کم ہے کیا لکڑی سے۔ دشمن کے لئے
حکم حق پاتے ہی جو اژدر بنے

کم ز کوہ و سنگ نبود کز ولاد
ناقہ کاں ناقہ ناقہ زاد زاد

کم نہیں ہرگز وہ کوہ و سنگ سے
اونٹنی کی طرح جو ناقہ جنے

زاینہمہ بگذر نہ آں مایہ عدم
عالمے زاد و بزاید دم بدم

چھوڑ اِن سب کو عدم سے کیا ہے کم
جس سے اک عالم ہے پیدا دمبدم

[1] یعنی اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے۔ کرتا ہے ؎

عاشق بیہوش کا ہوش میں آنا

بر جہید و بر طپید او شاد شاد　　یکدو چرخے زد سجود اندر فتاد
تھرتھرایا اور تڑپا خوش ہؤا　　کھا کے چکر سجدے میں وہ گر پڑا

بشگفید از روئے او دلشاد شد　　در وصال از بندِ ہجر آزاد شد
دیکھ کہ اس کو ہؤا دل شاد وہ　　قیدِ فرقت سے ہؤا آزاد وہ

گفت اے عنقائے حق جاں را مطاف　　شکر کہ باز آمدی زاں کوہِ قاف
بولا۔ اے عنقائے حق کرکے طواف　　شکر ہے۔ لوٹا ز راہِ کوہِ قاف

اے سرافیلِ قیامت گاہِ عشق　　اے تو عشقِ عشق و اے دلخواہِ عشق
اے سرافیل قیامت گاہِ عشق　　عشق کے عشق اور اے دلخواہ عشق

اوّلیں خلعت کہ خواہی اُدَّم　　گوش خواہم کہ نہی بر روزنم
پہلا خلعت چاہے گر دینا مجھے　　چاہتا ہوں بات تو میری سُنے

گرچہ میدانی بصفوت حالِ من　　بندہ پرور گوش کن اقوالِ من
گو کہ تُو واقف ہے میرے حال سے　　بندہ پرور اب ہو واقف قال سے

صد ہزاراں بار اے صدرِ فرید　　ز آرزوئے گوش تو ہوشم پرید
ہوش لاکھوں بار اے صدرِ جہاں　　تیری باتیں سننے کو تھے رائگاں

آں سمیعی تو و آں اصغائے تو　　واں تبسم ہائے جاں افزائے تو
وہ ترا سُننا وہ گوشِ آشنا　　اور وہ تیرا مسکرانا جاں فزا

آں نیوشیدن کم و بیشِ مرا　　عشوۂ جانِ بد اندیشِ مرا
اور وہ سُننا ترا کم اور سوا　　عشوہ میری جانِ بد اندیش کا

قلبہائے من کہ آں معلوم تست　　پس پذیرفتی تو چوں نقدِ درست
کھوٹ جتنے تھے۔ تجھے معلوم تھے　　تو نے مثل نقد وہ سب چن لئے

بهر گستاخی و شوخی غرّهٔ — حلمها در پیش حلمت ذرّهٔ
بے ادب کر حلم کر کے چھوڑ دے — حلم ذرّہ آگے تیرے حلم کے

اولاً بشنو کہ چون ماندم ز شست — اول و آخر ز پیش من بجست
پہلے یہ سُن جب میں نکلا شست سے — اول و آخر سے چھٹکارا رہے بے

ثانیاً بشنو تو اے صدرِ ودود — کہ بسے جستم ترا ثانی نبود
دوسرے اے صدر میں ہر سُو پھرا — کوئی دُنیا میں ترا ثانی نہ تھا

ثالثاً تا از تو بیرون رفتہ ام — گوئیا ثالث ثلاثہ گفتہ ام
تیسرے جب سے میں تجھ سے ہوں پھرا — تین گویا کر لیے میں نے خدا

رابعاً چون سوخت ما را مزرعہ — مے ندانم خامسہ از رابعہ
چوتھے یہ جس دم مری کھیتی جلی — چار کی اور پانچ کی حس ہی نہ تھی

خامساً در ہجرت اے صدرِ جہاں — از حواسِ خمسہ بودم در زیاں
پانچویں غم میں ترے صدرِ جہاں! — تھا حواسِ خمسہ کا میرے زیاں

سادساً از شش جہت بیرونِ تو — گوئیا بارید بر من غم دو تو
اور چھٹے یہ شش جہت سے بے ترے — مجھ پہ برسے مینہ غم و اندوہ کے

سابع از ثامن ندانم ضالہ ام — خوں ہمے گرید فلک از نالہ ام
ساتویں ہوں آٹھویں سے بے خبر — ہے فلک خونبار میرے نالے پر

ہر کجا یابی تو خوں بر خاکہا — پے بری باشد یقین از چشمِ ما
جس جگہ تو خاک پر خوں پائے گا — میری آنکھوں سے وہ ہے برسا ہوا

گفتِ من رعد است و ایں بانگ و حنیں — ز ابر خواہد تا ببارد بر زمیں
نطق میرا رعد ہے، نالے مرے — ابر کو بھی دیں رُلا تا چاہتے

من میانِ گفت و گریہ مے تنم — یا بگریم یا بگویم چوں کنم
درمیانِ نطق و گریہ ہوں یہاں — روؤں یا باتیں کروں میں خستہ جاں

اگر بگویم فوت میگردد بکا
کچھ کہوں تو فوت ہوتی ہے بکا

ور بگریم چوں کنم مدح و ثنا
روؤں تو کیونکر کروں مدح و ثنا

مے فتد از دیدہ خونِ دل شہا
خون دل جاری ہے آنکھوں سے شہا

بیں چہ افتاد ست از دیدہ مرا
دیکھ اِن آنکھوں سے کیا ٹپکنے پڑا

ایں بگفت و گریہ در شد آں نحیف
یہ کہا اور ایسا رویا وہ نحیف

کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف
اس پہ روئے سارے ادنیٰ اور شریف

از دلش چنداں برآمد ہائے ہو
ہاؤ ہو سے اس قدر نالے کئے

حلقہ کرد اہلِ بخارا گردِ او
جمع سب اہل بخارا ہو گئے

خیرہ گویاں خیرہ گریاں خیرہ خند
روتے تھے ہنستے تھے یا تھے طعنہ زن

مرد و زن خورد و کلاں جمع آمدند
جمع تھے جتنے وہاں سب مرد و زن

شہر ہم ہمرنگ او شد اشک ریز
اہل شہر اس کی طرح رونے لگے

مرد و زن درہم شدہ چوں رستخیز
مرد و زن سب درہم و برہم ہوئے

آسماں میگفت آندم با زمیں
آسماں کہتا تھا زمیں خاک سے

گر قیامت را ندیدستی ببیں
گر نہیں دیکھی قیامت، دیکھ لے

عقل حیراں کہ چہ عشق ست و چہ حال
عقل حیراں تھی یہ کیا ہے عشق و حال

یا فراق او عجب تر یا وصال
ہجر اس کا ہے نرالا یا وصال

چرخ بر خواندہ قیامت نامہ را
آسماں نے حشر نامہ پڑھ دیا

یا مجرّہ بر دریدہ نامہ را
کہکشاں نے یا ہے خط پرزے کیا

با دو عالم عشق را بیگانگیست
عشق کو کونین سے بیگانگی

واندراں ہفتاد و دو دیوانگیست
ہے بہتّر قسم کی دیوانگی

سخت پنہانست و پیدا حیرتش
حیرتیں اس کی نہاں ہیں اور عیاں

جان سلطاناں جانِ در حسرتش
اس کی حسرت میں ہے ہر سلطانِ جاں

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او[1] — تخت شاہاں تختہ بندی پیش او

اس کا مذہب ہے بہتر سے جدا — تخت شاہی اس کے آگے چیز کیا

مطرب عشق این زند وقت سماع — بندگی بند و خداوندی صداع[2]

عشق یوں گاتا ہے ہنگام سماع — بندگی قید اور آقائی صداع

پس چہ باشد عشق دریائے عدم — در شکستہ عقل را آنجا قدم

عشق کیا ہے۔ ایک دریائے عدم — عقل کے اُس جا شکستہ ہیں قدم

بندگی و سلطنت معلوم شد — زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد

بندگی و سلطنت معلوم ہے — عشق انہیں ہر دوں میں تو معدوم ہے

کاشکے ہستی زبانے داشتے — تا ز مستاں پردہ ہا برداشتے

کاش ہستی کی زباں ہوتی کوئی — پردے مستوں کے اُٹھا دیتی کبھی

ہرچہ گویم اے دم ہستی ازاں — پردۂ دیگر برو بستی بداں

ہے مری باتوں سے ہستی پر ملا — دوسرا پردہ یہ اس پر پڑ گیا

آفت ادراک آں حال است و قال — خوں بخوں شستن محالست و محال

حال کے ادراک کی آفت ہے قال — خون سے ہے خون کا دھونا محال

من چو با سودائیانش محرمم — روز و شب اندر قفص[3] در میدمم

محرم سودائیان حق ہوں ہاں — پھونکوں میں افسوں قفس میں ہر زماں

سخت مست و بیخود و آشفتۂ — دوش اے جاں بر چہ پہلو خفتۂ

ہے جو اتنی مست و بیخود ہر گھڑی — کل تو اے جاں، سوئی کس کروٹ پڑی

ہاں مزن ہاں ہشدار بر ناری دمے — اولاً بر جہ طلب کن محرمے

دم نہ ہرگز مار۔ ہاں ہشیار ہو — ڈھونڈ پہلے محرم اسرار کو

---

[1] یعنی بہتّر فرقوں سے + [2] دردِ سر +
[3] یعنی جسم کے پنجرے میں +

عاشق و مستی و بگشادہ زباں ‌ ‌ ‌ اللہ اللہ اشترے بر نردباں

مست و عاشق ہو کے یوں کھولے زباں ‌ ‌ ‌ اللہ اللہ اونٹ ہو اور نردباں[1]

چوں ز راز و ناز او گوید زباں ‌ ‌ ‌ یا جمیل الستر خواند آسماں

اس کے راز و ناز جب کھولے زباں ‌ ‌ ‌ یا جمیل الستر[2] بولے آسماں

ستر چہ در پشم و پنبہ آذر ست ‌ ‌ ‌ تو ہمے پوشیش او رسوا تر است

ستر کیا ہے۔ آگ روئی کے لئے ‌ ‌ ‌ وہ ہے رسوا، تو چھپاتا ہے اُسے

چوں بکوشم تا سرش پنہاں کنم ‌ ‌ ‌ سر بر آرد چوں علم کاینک منم

میں کروں کوشش سے گر اسکو نہاں ‌ ‌ ‌ یوں کہے مثل علم، میں ہوں یہاں

رغم انفم گیرد م اوہر دو گوش ‌ ‌ ‌ کاے مدمغ چونش میپوشی بپوش

خوار کر کے کان پکڑے میرے ہاں ‌ ‌ ‌ اے مدمغ کر، جو کرتا ہے نہاں

گویمش رو گرچہ بر جوشیدۂ ‌ ‌ ‌ ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ

میں کہوں جا، جوش میں ہے بیقرار ‌ ‌ ‌ مثل جاں تو ہے نہاں اور آشکار

گوید او محبوس خنب است این تنم ‌ ‌ ‌ چوں مے اندر بزم خنبک میزنم

وہ کہے محبوس خم ہے تن مرا ‌ ‌ ‌ بزم میں ہوں مثل مے جوش آشنا

گویمش زاں پیش کہ گردی گرو ‌ ‌ ‌ تا نیاید آفت مستی برو

میں کہوں۔ تو ہو نہ جائے مبتلا ‌ ‌ ‌ آفت آ جائے نہ اس مستی میں جا

گوید از جام لطیف آشام من ‌ ‌ ‌ یار روزم تا نماز شام من

وہ کہے۔ ہے جام میرا بادہ بار ‌ ‌ ‌ صبح سے تا شام میں ہوں غمگسار

چوں بیاید شام و دزدد جام من ‌ ‌ ‌ گویمش وادہ کہ نامد شام من

شام میرے جام کو جب لے چرا ‌ ‌ ‌ میں کہوں۔ ہے شام دور۔ اب جام لا

١ سیڑھی ۔ ٢ یعنی اے اللہ چھپالے ۔

زاں عرب بنہاد نام مے مدام | زانکہ سیری نیست مے‌خور را مدام

مے کہتے ہیں عرب والے "مدام" | کیونکہ سیری اس سے ہے بس ناتمام

عشق جوشد بادۂ تحقیق را | او بود ساقی نہاں صدیق را

عشق اُبالے بادۂ تحقیق کو | چھپ چھپا کر دے پلا صدیق کو

چوں بجوئی تو بہ توفیق حسن | بادہ آبِ جاں بود ابریق تن

جب تو ڈھونڈے پا کے توفیق حسن | آبِ جاں بادہ ہو، پیمانہ بدن

چوں بیفزاید مئے توفیق را | قوت مے بشکند ابریق را

جب مئے توفیق میں جوش آ گیا | ظرف مے کے زور سے ٹکڑے ہوا

آب گردد ساقی و ہم مستِ آب | خود بگو واللہ اعلم بالصواب

آب ہو ساقی۔ بنے خود مست آب | اب تو کہہ۔ واللہ اعلم بالصواب

پرتو ساقیست کاندر شیرہ رفت | شیرہ بر جوشید رقصاں گشت و زفت

پرتوِ ساقی ہے شیرے میں ملا | شیرہ رقص و جوش میں ہے آ گیا

اندریں معنی بپرس آں خیرہ را | کہ چناں کے دیدہ بودی شیرہ را

پوچھ اب اُس سے جسے ہے خیرگی | ایسا بھی دیکھا تھا شیرے کو کبھی

بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست | آنکہ با گردندہ گرداندہ ہست

بے تامل جانے ہر دانا اسے | جو ہے گردندہ، ہے گرداندہ بھی

ایک مہجور و آفت زدہ عاشق کی حکایت

یک جوانے بر زنے عاشق شدہ است | روز و شب بیخواب و رنجور آمدہ است

اک جواں تھا ایک عورت پر فدا | رات دن بے خواب اور رنجور رہا

؎ یعنی جو چیز ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلی جاتی ہے۔ وہ اور کو بھی بدل دیتی ہے۔ جیسا کہ شیرۂ انگوری سے ظاہر ہے ؎

بیدل و شوریدہ و مجنون و مست
بیدل و شوریدہ اور مجنوں ہوا
مے ندادش روزگار وصل دست
وصل حاصل اسکو ہوتا ہی نہ تھا

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمین
عشق نے کھینچا شکنجے میں اسے
خود چرا دارد ز اول عشق کین
عشق کو کینہ ہے جانے کس لیے

عشق از اول سرکش و خونی بود
عشق خونی روزِ اول سر اٹھائے
تا گریزد آنکہ بیرونی بود
تا کہ جو ہو بوالہوس وہ بھاگ جائے

چوں فرستادے رسولے پیش زن
بھیجتا جب کوئی قاصد سوئے زن
آں رسول از رشک گشتے راہزن
رشک سے ہوتا وہ اس کا راہزن

ور بسوئے زن نبشتے کاتبش
نامہ عورت کو جو کوئی بھیجتا
نامہ را تصحیف خواندے نائبش
پڑھنے والا اور کچھ دیتا سنا

ور صبا را پیک کردے در وفا
نامہ بر ہوتی اگر بادِ صبا
از غبارے تیرہ گشتے آن صبا
گرد سے ہوتی وہ تیرہ جا بجا

رقعہ گر بر پرِ مرغے دوختے
باندھتا رقعہ جو پرِ مرغ پر
پرِ مرغ از تفِ رقعہ سوختے
سوزشِ الفت سے جلجاتے تھے پر

راہہائے چارہ را غیرت ببست
راہیں چارہ کی حیا نے بند کیں
لشکرِ اندیشہ را رایت شکست
ٹوٹا فوج فکر کا جھنڈا وہیں

بود اول مونسِ غم انتظار
اول اول ہمنشیں تھا انتظار
آخرش بشکست کہِ ہم انتظار
ٹوٹا اس سے کوہِ غم انجام کار

گاہ گفتے کایں بلائے بے دواست
گاہ کہتا۔ یہ بلا ہے لا دوا
گاہ گفتے کایں حیاتِ جانِ ماست
اور کبھی کہتا کہ یہ ہے جانفزا

گاہ ہستی زو بر آوردے سرے
وہ کبھی ہستی سے تھا جھگڑتا ہوا
گاہ او از نیستی خوردے برے
اور کبھی تھا نیستی سے آشنا

گاہ خورشیدش بگردوں بر شدے — گہ خیالِ دلبرش ہمدم بدے

[illegible] اس کا تھا کبھی چرخ آشنا — اور کبھی ہمدم خیالِ یار تھا

چونکہ پروے سرد گشتے ایں نہاد — جوش کردے گرم چشمۂ اتحاد

سرد ہو جاتا تھا جب اسکا نہاد[1] — جوش دیتی اس کو جوئے اتحاد

چونکہ با بے برگیِ غربت بساخت — برگِ بے برگی بسوئے او بتاخت

چونکہ وہ غربت میں بے سامان تھا — تھیں وہ بے سامانیاں برگ و نوا

خوشہائے فکرتش بیگاہ شد — شبرو از رہنما چوں ماہ شد

فکر کا ہر خوشہ جب کملا گیا — رہنما شب کے مسافر کا ہوا

اے بسا طوطیِ گویائے خمش — اے بسا شیریں روانِ رُو ترش

ہیں بہت سے طوطی گویا خموش — ہیں بہت خوش طبع جو ہیں تُرش جوش

رَو بگورستاں دمے خامش نشیں — آں خموشانِ سخن گو را ببیں

بیٹھ گورستان میں خاموش جا — سُن خموشی کہ رہی ہے تجھ سے کیا

لیک اگر یکرنگ بینی خاکِ شاں — نیست یکساں حالتِ چالاکِ شاں

خاک ان کی دیکھے تو یکرنگ اگر — ایک حالت ہے۔ کبھی باور نہ کر

شحم و لحم زندگاں یکساں بود — آں یکے غمگیں دگر شاداں بود

جسم یکساں جینے والوں کا ہے پر — ایک غمگیں۔ دوسرا ہے شاد تر

تو چہ دانی تا نیوشی قالِ شاں — زانکہ پنہاں است بر تو حالِ شاں

کس طرح سمجھے۔ نہ جب تک ہو بیاں — کیونکہ اُن کا حال تجھ سے ہے نہاں

بشنوی از قال ہائے وہوے را — کے بہ بینی حالتِ صد توئے را

گفتگو سے رازِ ہاؤ ہُو کھلے — حالِ پوشیدہ تو کیونکر دیکھ لے

[1] اصل یعنی عشق +

نفسہا یکساں بضدہا متصف	خاک ہا یکساں روان شاں مختلف
نفس یکساں پر ضدوں سے متصف	خاک یکساں - پر ہیں جانیں مختلف
ہمچنیں یکساں بود آوازہا	آں یکے پُر درد و آں پُر نازہا
جملہ آوازیں ہیں یکساں بالیقیں	اک مگر پُر درد - اک ناز آفریں
بانگِ اسپاں بشنوی اندر مصاف	بانگِ مرغاں بشنوی اندر مطاف
جنگ میں سُنتا ہے گھوڑوں کی صدا	طوف میں سُنتا ہے چڑیوں کی نوا
آں یکے از حقد و دیگر ز ارتباط	آں یکے از رنج و دیگر از نشاط
اِس میں ہیں کینہ اور اُس میں ارتباط[1]	اِس میں ہیں رنج اور اُس میں آغازِ نشاط
ہر کہ دُور از حالتِ ایشاں بود	پیشش آں آوازہا یکساں بود
دُور ہے جو اُنکی حالت سے کوئی	ہیں اُسے یہ سب صدائیں ایک سی
آں درختے جنبد از زخمِ تبر	واں درختِ دیگر از بادِ سحر
پیڑ اک زخمِ تبر سے ہل پڑے	دوسرا جھومے نسیمِ صبح سے
بس غلط گشتم ز دیگِ مردہ ریگ	زانکہ سر پوشیدہ می پوشید دیگ
دیگ سے مفلس کی دھوکا کھا گیا	دیگ کا مُنہ بند وقتِ جوش تھا
جوش و نوشِ ہر کست گوید بیا	جوشِ صدق و جوشِ تزویر و ریا
ہے بُلاتا جوش ہر اک چیز کا	جوشِ صدق اور جوشِ تزویر و ریا
گر نداری نورِ جاں رُو شناس	رَو دماغے دست آور بو شناس
نورِ جاں سے گر نہیں تُو روشناس	جا دماغ اب لا کہیں سے بُو شناس
آں دماغے کہ برآں گلشن تند	چشمِ یعقوباں ہم او روشن کند
ایسا جس پر گلستاں اکڑے تنے[2]	چشمِ یعقوباں کو جو روشن کرے

۱ ربط - محبت ۔
۲ یعنی عاشق لوگ ۔

عاشق کا معشوق کو پانا

ہیں بگو احوالِ آں خستہ جگر ۔ کز بخاری دور ماندیم اے پسر!

حال اُس خستہ جگر کا اب سُنا ۔ ہم بخاری سے ہیں عرصے سے جدا

کایں جواں در جستجو بُد ہشت سال ۔ از خیالِ وصل گشتہ چوں خیال

اسکو گذرے جستجو میں آٹھ سال ۔ تھا خیالِ وصل میں یکسر خیال

سایۂ حق بر سرِ بندہ بود ۔ عاقبت جوئندہ یابندہ بود

حق کا سایہ ہے سرِ مخلوق پر ۔ جس نے ڈھونڈا۔اُس نے پایا سر بسر

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے ۔ عاقبت زاں در بروں آید سرے

بولے پیغمبر جو تو کھٹکائے در ۔ آخر اُس سے جلد نکلے کوئی سر

چوں نشینی بر سرِ کوئے کسے ۔ عاقبت بینی تو ہم روئے کسے

جب کسی کے کوچے میں بیٹھے گا تُو ۔ مُنہ کسی کا بالیقیں دیکھے گا تو

چوں ز چاہے می کنی ہر روز خاک ۔ عاقبت اندر رسی در آبِ پاک

جس کنوئیں سے روز تو کھینچے گا خاک ۔ نکلے گا آخر کو اس میں آبِ پاک

جملہ دانند ایں اگر تو نگروی ۔ ہر چہ می کاریش روزے بدروی

سب ہیں واقف جا ہے تو منکر رہے ۔ تونے جو بویا ہے۔کاٹے گا اُسے

سنگ بر آہن زدی آتش بجست ۔ ایں بباشد ورنباشد نادر است

آگ نکلی لوہے پر پتھر لگا ۔ ایسا ہو گا اور نہ ہو تو بات کیا

آنکہ روزی نیستش بخت و نجات ۔ ننگرد عقلش مگر در نادرات

اور جسے حاصل نہیں بخت و نجات ۔ دیکھے اس کی عقل کیا جُز نادرات

کاں فلانکس کشت کرد و بر نداشت ۔ واں صدف بُرد و صدف گوہر نداشت

یہ کہ اُسنے بویا۔کچھ حاصل نہ تھا ۔ لی صدف لیکن نہ گوہر مل سکا

[1] بلعمِ باعور و ابلیسِ لعین
سود نامد شاں عبادتہا و دین

بلعم باعور و ابلیس لعین
طاعتیں دونوں کی ناکارہ رہیں

صد ہزاراں انبیاو رہرواں
ناید اندر خاطرِ آں بدگماں

انبیا لاکھوں ہزاروں پیشوا
بدگماں کے دل میں کب پاتے ہیں جا

ایں دو را گیرد کہ تاریکی دہد
در دلش ادبار جز ایں کے نہد

لے انہیں کے حال سے تاریکیاں
دوسروں کی دل میں گنجائش کہاں

بس کسا کہ ناں خورد دلشاد او
مرگِ او گردد بگیرد در گلو

ہیں بہت سے جو کہ روٹی کھاتے تھے
حلق میں اٹکی جو روٹی۔ مر گئے

پس تو اے ادبار و ناں ہم مخور
تا نیفتی ہمچو او در شور و شر

تو بھی اے بدبخت روٹی چھوڑ دے
شور و شر میں تا نہ مثل انکے رہے

صد ہزاراں خلق ناں ہا میخورند
زور مییابند و جاں مے پرورند

لاکھوں انساں روز و شب کھاتے ہیں ناں
زور پائیں اور پالیں اپنی جان

تو بداں نادر کجا افتادۂ
گر نہ محرومی و ابلہ زادۂ

تو ہے اس نادر میں کیوں اُلجھا ہوا
گر نہیں نادان و محروم صفا

ایں جہاں پُر آفتاب و نورِ ماہ
تو بہشتہ سر فرو بردہ بہ چاہ

روشنی ہے آفتاب و ماہ میں
سر جھکائے تو پڑا ہے چاہ میں

کہ اگر حقست کو آں روشنی
سر ز چہ بردار و بنگر اے دنی [2]

تجھ میں حق ہے۔ تو کہاں وہ روشنی
سر اُٹھا کر چاہ سے دیکھ اے دنی!

جملہ عالم شرق و غرب آں نور یافت
تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت

ساری دنیا اس سے روشن ہو گئی
تو ہے جبتک چہ میں۔ ہے محروم ہی

[1] بنی اسرائیل میں ایک بہت بڑا زاہد تھا۔ [2] ناچیز۔

چه رها کن رو به ایوان و کروم ‏ ‏ کم ستیزه اینجا بداں کاللج شوم[1]

ہاں نکل کر چاہ سے دنیا میں گھوم ‏ ‏ کر نہ جھگڑا اس جگہ۔ کا للج شوم

ہیں مگو کاینک فلانے کشت کرد ‏ ‏ در فلاں سال ملخ کشتش بخورد

یہ نہ کہ کھیتی فلاں نے کی وہاں ‏ ‏ کھا گئیں کھیتی کو اس کی ٹڈیاں

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست ‏ ‏ پس چرا افشانم ایں گندم ز دست

کیوں کروں کھیتی اگر ہے یہ خطر ‏ ‏ گیہوں بھی ضائع کروں یوں پھینک کر

ہیں مکن استیزہ رو رو کار کن ‏ ‏ با توکل کشت کن بشنو سخن

ہاں نہ کر جھگڑا۔ تو اپنا کام کر ‏ ‏ کاشت کر اس کے توکل پر مگر

ہر کہ استیزہ کند بر رو فتد ‏ ‏ آنچناں کو بر نہ خیزد تا ابد

جو کرے جھگڑا۔ وہ سر کے بل گرے ‏ ‏ تا ابد گر کر نہ وہ پھر اٹھ سکے

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را ‏ ‏ پر کند کوری تو انبار را

جس نے کی کھیتی۔ نہ چھوڑا کاروبار ‏ ‏ فائدہ اس نے اٹھایا بے شمار

زیں بیاں بگذر زمانے باز راں ‏ ‏ جانب احوال آں عاشق جواں

چھوڑ اس کو اور ذرا اب غور کر ‏ ‏ اس جواں عاشق کے حال زار پر

چوں ورا میکوفت او از سلوتے ‏ ‏ عاقبت دریافت روزے خلوتے

تھا جو در جنباں وہ اطمینان سے ‏ ‏ آخر اس نے پائے خلوت کے مزے

جست از بیم عسس او شب بباغ ‏ ‏ یار خود را یافت با شمع و چراغ

خوف سے بچکر گیا جب سوئے باغ ‏ ‏ مل گیا یار اس کا با شمع و چراغ

گفت سازندہ سبب را آں نفس ‏ ‏ اے خدا تو رحمتے کن بر عسس

التجا کی اے خدائے داد گر ‏ ‏ کوتوال اچھا ہے۔ اس پر رحم کر

[1] یعنی جھگڑا اور مبالغہ نہایت شوم باتیں ہیں ؛

پادشاہا تو سبب ہا کردہ ‏ ‏ ‏ از درِ دوزخ بہشتم بردہ

تونے اے شہ کر دیئے پیدا سبب ‏ ‏ ‏ لایا دوزخ سے مجھے جنت میں اب

بہر آں کردی سبب ایں کار را ‏ ‏ ‏ تا ندارم خوار من یک خار را

کام کا اسباب پر ٹھہرایوں مدار ‏ ‏ ‏ تا نہ جانوں خار کو ہرگز میں خوار

در شکست پائے بخشد حق پرے ‏ ‏ ‏ ہم ز قعر چاہ بکشاید درے

وہ شکستہ پائی کو دیتا ہے پر ‏ ‏ ‏ کھول دیتا ہے کنوئیں کی تہ تک در

ہر چہ آں بر تو کراہیت بود ‏ ‏ ‏ چوں حقیقت بنگری رحمت بود

ہے بظاہر جس سے اک نفرت تجھے ‏ ‏ ‏ وہ ہے رحمت اصل میں تیرے لئے

تو مبیں کہ بر درختی یا بچاہ ‏ ‏ ‏ تو مرا بیں کہ منم مفتاح راہ

دیکھ مت ہے پیڑ پر یا چاہ میں ‏ ‏ ‏ دیکھ مجھ کو حل کروں میں مشکلیں

اگر تو خواہی باقی ایں گفتگو ‏ ‏ ‏ اے اخی در دفتر چارم بجو

گفتگو باقی اگر ہو دیکھنی ‏ ‏ ‏ چوتھے دفتر میں ملیگی اے اخی

تمت

تجرید بخاری عربی مع ترجمۂ اُردو

(مؤلفہ علامہ حسین بن مبارکؒ زبیدی المتوفی سنہ ۹۰۰ ہجری)

جسمیں ہر ایک مضمون کی ایک یا حد دو ایسی متصل اور مستند حدیثوں کو لیا گیا ہے جو اس موضوع کے جملہ لوازم کو پورا کر سکیں کہ پھر اس کام کیلئے اور حدیث کی تلاش نہ رہے۔ ساتھ ہی عن فلاں و عن فلاں کی گردان کو القط کر کے صرف اس صحابی کا نام ہر ایک حدیث کے ساتھ لکھ دیا ہے جس نے خود آنحضرتؐ سے روایت کی ہے۔ اس طرح اس کتاب کی صرف سوا دو ہزار حدیثوں میں ساری صحیح بخاری آگئی ہے۔ کتاب مذکور کے پہلے ایک مقدمہ میں امام بخاریؒ اور اکثر راویانِ تجرید کے مختصر حالات اور سوا دو ہزار حدیثوں کی نام بنام فہرست۔ پھر ایک کالم میں عربی اور بالمقابل سلیس اردو ترجمہ ہے۔ تمام اسلامی ممالک مصر و شام وغیرہ میں یہی تجرید بجائے طولانی صحیح بخاری کے داخلِ نصاب ہو کر حفظ کرائی جاتی ہے۔ کوئی مسلمان گھر اس سے خالی نہ رہنا چاہیے۔
سائز ۲۲×۲۹/۸ حجم پورا سوا گیارہ سو صفحات۔ کاغذ چکنا سفید ولایتی۔ قیمت مجلد پانچ روپے۔

سلسلۂ اسلامیہ

(سات حصوں میں)

اس موضوع پر پُرانے سلسلے کی کتب یا تو طولانی ہیں اور بعض اصل مقصد سے دور۔ یہ سلسلہ ضروریات زمانہ کے مطابق نہایت صاف سلیس اور آسان اُردو میں اسطرح لکھا گیا ہے کہ ایکبار پڑھ لینے سے مذہب کی پوری واقفیت ہو جائے۔ ملک و قوم کی قدردانی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ پانچ مہینے میں اسکے تین ایڈیشن نکل چکے ہیں اور مانگ روز بروز بڑھ رہی ہے
تمام مسلمان بچوں اور بچیوں کو یہ سلسلہ ضرور پڑھنا چاہیئے:۔ حصہ اوّل **ایمان** قیمت ۱؍
حصہ دوم **اسلام** ۱۲؍ حصہ سوم **اسلامی رسوم اور تہوار** ۳؍ حصہ چہارم **حیات النبی** صلعم ۱؍
حصہ پنجم **خلفائے اربعہ**رضؓ ۶؍ حصہ ششم **بنی امیہ و بنی عباس** ۶؍ حصہ ہفتم **سلاطین ہند** ۶؍

ملنے کا پتہ:۔ مولوی فیروز الدین اینڈ سنز گورنمنٹ پبلشرز ۱۱۹۔ سرکلر روڈ لاہور